شفا کی نگری

حصہ اول

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اَلَّذِیۡنَ اِنۡ مَّکَّنّٰہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ
اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ
وَ اَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ نَہَوۡا عَنِ الۡمُنۡکَرِ
وَ لِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الۡاُمُوۡرِ (الحج ٤١)

یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں
اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ
دیں گے نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے
اور اللہ کے اختیار ہے آخر ہر کام کا

سید قیام الدین نظامی قادری الفردوسی

ناشر: نظامی اکیڈمی کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شرفا کی نگری

تذکرۂ صوفیائے بہار

حصہ اول

۱

مؤلف

سید قیام الدین نظامی قادری الفردوسی

ناشر

نظامی اکیڈمی

کراچی - پاکستان

نام کتاب .... شرفا کی نگری (حصہ اول)

مؤلف .... سید قیام الدین نظامی قادری الفردوسی

کمپوزنگ .... عالم گرافکس ۔ کراچی فون : ۲۶۳۴۶۶۱

ناشر .... نظامی اکیڈمی ۔ کراچی

پرنٹر .... قریشی آرٹ پریس

ضخامت .... ۳۴۲ صفحات

تاریخ اشاعت اول .... ۱۹۹۵ء/۱۴۱۶ھ تعداد ۵۰۰

تاریخ اشاعت دوئم .... مارچ ۲۰۰۴ء

ملنے کا پتہ .... مکان نمبر ۲۳۳ ۔ بلاک نمبر ۱۴ ۔ نصیر آباد
فیڈرل "بی" ایریا ۔ کراچی
فون نمبر ۶۳۲۷۵۶۶

میں اپنی کتاب

"شرفا کی نگری"

پیرو مرشد حضرت مولانا سید شاہ محمد مصطفےٰ حسن قادری شطاری الفردوسی رحمۃ

والد بزرگوار حضرت سید نظام الدین احمد علیہ الرحمۃ

——— اور ———

والدہ محترمہ بی بی صالحہ خاتون مرحومہ

کے نام منسوب کرتا ہوں۔

خادمین دربار عالیہ

قاسم نسبت قمر الاولیاء
مجمع الہدیٰ
ضیاء العارفین
سیدنا میاں محبوب الٰہی قدس سرہ العزیز

قادری، چشتی، ابوالعلائی، جہانگیری، شکوری

احمد نگر، سمہ سٹہ، بہاولپور

0333-5113273

بسم اللہ کے ساتھ سورۃ الاخلاص

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ○ اَللّٰہُ الصَّمَدُ ○ لَمْ یَلِدْ ○ وَلَمْ یُوْلَدْ ○ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ○

تین بار پڑھ کر ناچیز سید قیام الدین کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں
اور جزائے خیر حاصل کریں۔

"میں اس گروہ سے وابستہ ہوں جو سلف کو برا بھلا نہیں کہتا۔ نہ گناہ کی وجہہ سے کسی کی تکفیر کرتا ہے۔ اور تقدیر پر ایمان رکھتا ہے"

(امام ابو حنیفہؒ)

"جو کوئی شریعت کی پیروی میں جتنا زیادہ راسخ ہے، اتنا ہی خوش خلق زیادہ ہے اور جو جتنا خوش خلق زیادہ ہے، بارگاہِ خداوند تعالیٰ کا محبوب زیادہ ہے"

(شرفا بہاریؒ)

"اگر مرشد حاضر نہ باشد مکتوبات شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری مطالعہ کند تا فریبِ نفس و وسواسِ خنّاس دریابد"

(محمد غوث گوالیاریؒ)

غزل نعت شریف

از حضرت مولانا محمد سعید حسرت عظیم آبادیؒ

حیران تیرے حسن کا ہر چہرہ جواں ہے
خالق بھی بنا کر تجھے تجھ کو نگراں ہے

عاشق ہیں تیرے جن و بشر حور و ملائک
یہ حسن خدا ہے کہ تیرے رخ سے عیاں ہے

اللہ کا محبوب ہے تو اے شہ خوباں
انصاف کہ یوسف کا جمال ایسا کہاں ہے

مردان خدا نے کیے دل چاک تجھے دیکھ
اور انگلیاں جو کاٹیں تھیں وہ فعل زناں ہے

ہے شور ملاحت کا تیرے ارض و سماں میں
اور صیت صباحت بھی گراں تا بکراں ہے

ہے اہل کبائر کے لیے تیری شفاعت
اس بات کا تو صاف حدیثوں میں بیاں ہے

فہرست مضامین

شُرَفَا کی نگری...... ایک تاثر

ڈاکٹر طاہر مسعود
ادیب، صحافی، دانشور اور
استاد شعبہ صحافت۔ جامعہ کراچی

تصوّف اصلاح نفس کا موثر ذریعہ ہے۔ اسی لئے بعض دانشوروں نے اسے علم نفس سے بھی تعبیر کیا ہے۔ اور فی الحقیقت نفس انسانی کی کیفیتوں پر جیسی نظر اہل تصوف کی ہوتی ہے کسی اور کی نہیں ہوتی، نہیں ہو سکتی۔ شریعت میں تصوّف کو احسان کا نام دیا گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعریف یہ فرمائی کہ عبادت اس طرح کرو جیسے تم اللہ کو دیکھ رہے ہو اور ایسا نہ ہو سکے تو پھر یہ احساس اپنے اندر پیدا کر لو کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

یہ صحیح ہے کہ اہل ظاہر کا ایک طبقہ آج بھی تصوّف کا مخالف ہے اور وہ اسے رہبانیت کا مترادف سمجھتے ہوئے اسلام سے متصادم تصوّر کرتا ہے۔ لیکن جب صرف برصغیر میں صوفیائے کرام کی تبلیغ اسلام کے لئے کی جانے والی کوششوں اور پھر اس کے حیران کن نتائج کا جائزہ لیا جائے تو اس تاثر کی تردید ہوجاتی ہے کہ تصوّف تارک الدنیا ہوجانے کا نام ہے۔ خلق سے محبت، وابستگی اور درد مندی ہی نے صوفیائے کرام کو مرجع خلائق بنا رکھا تھا اور جن سے عقیدت و محبت کے اظہار کے مناظر آج بھی عام ہیں۔

صوفیائے کرام کی دینی خدمات کے علاوہ لسانی خدمات بھی کچھ کم نہیں۔ اردو زبان کی ترقی و ترویج میں ان بزرگوں کا غیر معمولی حصّہ رہا ہے۔ چنانچہ اردو زبان نے بھی ان احسانات کو فراموش نہیں کیا اور صوفیائے کرام کے حالات و ملفوظات کا ایک عظیم خزانہ اس زبان میں محفوظ ہے اور برابر اس میں اضافہ ہورہا ہے۔ اس کا ایک تازہ ثبوت "شرفا کی نگری" کی تالیف ہے جس میں صوبہ بہار کے صوفیائے کرام کا تذکرہ ہے۔ اس کتاب کے مؤلف و مرتب سید قیام الدین نظامی قادری الفردوسی کا نام ہی علمی دنیا میں نیا سی لیکن امید کی جاتی ہے کہ یہ کتاب، جسے بجا طور پر ان کا کارنامہ کہا جاسکتا ہے، مستقبل میں ان کے تعارف کا وقیع حوالہ ثابت ہوگا۔

"شرفا کی نگری" یہ عنوان جیسا کہ مرتّب نے اپنے دیباچے میں وضاحت کی ہے کہ حضرت مخدوم جہاں شرف الدین احمد یحیٰ منیری فردوسی کی نسبت سے تجویز کیا گیا ہے۔ محفل سماع میں عام طور پر قوال الاپتے تھے۔

شُرَفَا تورى نگرى سلامت تورى ڈیوڑھی سلامت
شُرَفَا تورى بگیا سلامت تورى نگری سلامت

سو یہی عشق کتاب کا عنوان ہی نہیں، خود تالیف کتاب کا بھی سبب ہوا۔ اس کتاب میں صوبہ بہار کے پچاس سے زائد صوفیائے کرام

کا تذکرہ کیا گیا ہے ۔ یہ ایک وسیع علمی منصوبہ ہے جسے مولّف نے طوالت کے پیش نظر دو حصّوں میں تقسیم کر دیا ہے ۔ جلد اول کے بعد انشاء اللہ جلد دوم بھی جلد ہی منظرِ عام پر آجائے گی ۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ سید قیام الدین نظامی اس موضوع پر عرصہ چھتیس چالیس سال سے کام کر رہے ہیں ۔ انہوں نے انکشاف کیا ہے کہ وہ ۱۹۵۷ء سے جبکہ وہ آٹھویں جماعت کے طالب علم تھے، سادات بہار کے نسب نامے جمع کر رہے ہیں ۔ نیز نسب ناموں کے ساتھ بزرگانِ دین بہار کے تذکروں پر اردو و فارسی میں ان کے پاس اس قدر مواد موجود ہے کہ اس موضوع پر جلدوں کی جلدیں مرتب ہو سکتی ہیں ۔ ان چشم کشا تفصیلات سے آگاہی کے بعد تو یہی کہا جاسکتا ہے کہ ایسی چنگاری بھی یارب اپنے خاکستر میں تھی ۔ اللہ کرے وہ اپنے ان علمی اور دینی منصوبوں کو یکے بعد دیگرے پایۂ تکمیل تک پہنچا سکیں۔ (آمین)

"شرفا کی نگری" میں صوفیائے کرام کے حالات کے بیان کے لئے نہایت سادہ، سلیس اور رواں نثر کو اختیار کیا گیا ہے۔ عام مذہبی کتب کی طرح اس کے زبان و بیان پر قدامت پسندی کی چھاپ نہیں ہے۔ نامانوس اور متروک الفاظ کے استعمال سے بھی گریز کیا گیا ہے۔ ایک اور مفید اور دلچسپ چیز وہ نسب نامے ہیں جو کتاب میں بکثرت شامل ہیں۔ جن برگزیدہ ہستیوں کا تذکرہ ہے، ان کے نسب نامے بھی دیئے گئے ہیں۔ صوفیائے کرام کے حالات میں خرقِ عادات واقعات اور کشف و کرامات کے تذکرے پر بھی خاصا زور ہے۔ لیکن ساتھ ہی ان بزرگانِ دین کے کردار کے ایسے پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے جن کی بنا پر وہ زندہ جاوید ہو گئے۔

"شرفا کی نگری" کی تالیف سے بہار میں تبلیغ اسلام کی تاریخ کا اہم ترین باب مکمل ہوتا ہے۔ مجھے توقع ہے کہ اس کتاب سے نہ صرف تاریخ کی بہت سی گم شدہ کڑیاں ہاتھ آجائیں گی بلکہ مستقبل میں مورخ کے لئے یہ کتاب ایک اہم ماخذ کی حیثیت سے نہایت کار آمد ثابت ہوگی۔

ظاہر مسعود

ہومیو ڈاکٹر سید مصباح الہدیٰ دیسنوی
بی۔ ایس۔ سی (علیگ)
ریٹائرڈ ڈپٹی پرنسپل انفارمیشن آفیسر
پریس انفارمیشن ڈیپارٹمنٹ۔ اسلام آباد
A-۳ مڈوے اپارٹمنٹ۔ بلاک "جی" نارتھ ناظم آباد۔ کراچی

" شرفا کی نگری " پر پہلی نظر پڑتے ہی میں نے (ش کو پیش کے ساتھ) پڑھا "شُرفا کی نگری " یعنی شریفوں کی نگری۔ پھر دوسری نگاہ ڈالی تو پڑھا "شرفا کی نگری " یعنی حضرت مخدوم شرف الدین یحییٰ منیری کی نگری۔ مخدوم صاحب کو لوگ شرفا کہتے ہیں۔ شرفا کی نگری یقیناً شُرفا کی نگری ہے۔

"شرفا کی نگری " کے مصنف سید قیام الدین ہیں جن سے علمی اور ادبی دنیا کے لوگ ناواقف ہیں کیونکہ انہوں نے اس سے پہلے کچھ لکھا ہی نہیں۔ یہ کتاب لکھ کر انہوں نے پہلی مرتبہ علم و ادب کی دنیا میں قدم رکھا ہے۔

برصغیر جنوبی ایشیا کے صوفیائے کرام کی زندگی اور دینی کارناموں پر کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ میرے خالہ زاد بھائی سید صباح الدین عبدالرحمٰن صاحب مرحوم کی ایک کتاب "بزم صوفیاء" قیام پاکستان کے بعد دارالمصنفین اعظم گڑھ سے شائع ہوئی۔ اس میں صرف ان صوفیائے کرام کو شامل کیا گیا جو اصحاب تصنیف تھے۔ اس میں صوبہ بہار کے صرف حضرت مخدوم شرف الدین یحییٰ منیری شامل ہیں۔ صوبہ بہار میں برصغیر کے دوسرے علاقوں کی طرح متعدد صوفیائے کرام گزرے ہیں جن کے متعلق تفصیلات جمع کرنے کے لئے پوری لگن کے ساتھ تحقیق و جستجو کرنے کی ضرورت ہے۔

میرا خیال ہے کہ سید قیام الدین کی کتاب اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے۔ جہاں تک مجھے علم ہے صوفیائے بہار پر کوئی کتاب اس سے پہلے منظر عام پر نہیں آئی۔ فاضل مصنف پچیس سال سے تحقیق و جستجو میں مصروف تھے اور وہ اتنے سارے صوفیائے بہار کے کوائف یکجا کرکے پہلی جلد شائع کر رہے ہیں۔ ان کے پاس اتنا مواد ہے کہ اس موضوع پر مزید جلدیں شائع کر سکتے ہیں۔ صوفیائے بہار میں ایسے کئی حضرات ہیں جو تقریباً گوشۂ گمنامی میں چلے گئے ہیں۔ ان کے متعلق مستند معلومات جمع کرنا بہت مشکل ہے۔ سید قیام الدین اپنے حوصلے کے لئے داد کے مستحق ہیں۔

مصنف کے اس بیان سے ناظرین شاید حیران ہوں کہ " ہندوستان میں اسلامی حکومت کے قیام سے بہت پہلے، شہاب الدین غوری کے فتح دہلی سے بہت قبل اور فاتح بنگال کے ہیرو محمد بن بختیار خلجی کی فتوحات سے پیشتر صوبہ بہار کے شہر منیر شریف میں اسلام داخل ہو چکا تھا۔ "
مصنف نے بڑی عام فہم زبان میں صوبہ بہار کے صوفیائے کرام کے حالات اور کارنامے بیان کئے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ کتاب ہر حلقے اور ہر طبقے میں قبول عام حاصل کرے گی اور اس کی مزید جلدیں شائع ہوں گی۔

مخلص
مصباح دیسنوی

تصوّف اور شریعت

حضرت مولانا محمد ولی رازی مدظلہ
۲۲۷ بی۔ اشرف منزل۔ گارڈن ایسٹ
کراچی۔ ۱۴ جون ۱۹۹۵ء

یہ تصور کہ طریقت و تصوّف الگ چیز ہے اور شریعت الگ چیز، شریعت کی حقیقت سے لاعلمی کی بناء پر پیدا ہوا ہے۔ عملی احکام کے طریقوں اور ان کے تفصیلی مسائل کے علم کو شریعت کہتے ہیں۔ اعمال دو قسم کے ہیں۔ ظاہری احکام اور باطنی احکام۔ جس طرح حق تعالیٰ شانہٗ نے ظاہری احکام کو فرض اور واجب قرار دیا ہے۔ اسی طرح باطنی احکام کو بھی اللہ جل شانہٗ نے فرض اور واجب قرار دیا ہے۔ دونوں کے مجموعہ کا نام شریعت ہے۔ ظاہری احکام کے مسائل کو فقہ کہتے ہیں اور باطنی احکام کے مسائل کو علم الاخلاق یا تصوّف اور طریقت کہا جاتا ہے۔

قرآن کریم میں جس طرح اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ (نماز قائم کرو)، اِرْکَعُوْا (رکوع کرو)، اُسْجُدُوْا (سجدہ کرو)، اَنْفِقُوْا فِی سَبِیْلِ اللہِ (اللہ کے راستے میں مال خرچ کرو) اور اٰتُوا الزَّکٰوۃَ (زکوٰۃ ادا کرو) کے احکام بار بار آتے ہیں۔ وہیں قرآن نے بار بار فرمایا اِصْبِرُوْا (صبر کرو)، اتقو (اللہ سے ڈرو)، اشکرو (شکر کرو)، اسلموا (اپنے کو اللہ کے سپرد کرو)، اطیعو (اطاعت اختیار کرو)۔ جس طرح نماز پڑھنا، رکوع و سجود اور قیام کرنا واجب ہیں۔ اسی طرح نماز میں خضوع و خشوع اختیار کرنا بھی واجب ہیں۔ خشیت، سخاوت، اللہ کی محبت میں اپنے نفس کو فنا کردینا۔ اور توکل اور صبر و رضا سب اسی طرح واجب ہیں جس طرح ظاہری احکام۔ ظاہری احکام کو نظرانداز کرکے باطنی احکام کی کوئی حقیقت نہیں۔ اسی طرح باطنی احکام سے منہ موڑ کر ظاہری احکام کی کوئی قدروقیمت نہیں۔ دونوں کا حصول ہر انسان پر فرض ہے اور اس کے حصول کے لئے کوشش کرنا انسان کی اپنی نجات کے لئے ضروری ہے۔

یہاں ایک اصولی بات ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے انسان کی ہدایت کے لئے دو ذرائع بھیجے ہیں۔ ایک کتاب اللہ اور دوسرا رجال اللہ (اللہ والے لوگ) ہدایت کے لئے نہ صرف کتاب اللہ کافی ہے اور نہ صرف رجال اللہ کافی ہیں۔ کتاب اللہ کی صحیح تشریح و تعبیر کے لئے رجال اللہ کی ضرورت ہے۔ اور رجال اللہ کے قابل تقلید ہونے کے لئے کتاب اللہ کی حمایت ضروری ہے۔ ان میں سے کسی ایک ذریعے کو چھوڑ کر صرف دوسرے ذریعے کو اختیار کرلینا سخت گمراہی ہے۔ اس لئے حق تعالیٰ شانہٗ نے کتاب اللہ کے ساتھ انبیاء کرام علیہم السلام کو بھیجنا ضروری سمجھا کہ وہ کتاب اللہ کی قولی اور عملی تفسیر پیش کریں۔

برصغیر میں مسلمانوں کے بعض گروہوں سے بنیادی غلطی یہ ہوئی کہ انہوں نے ان دو لازمی ذریعوں میں سے صرف ایک ذریعے کو اختیار کرلیا اور اعتدال سے ہٹ گئے۔ چنانچہ غیر مقلد حضرات نے کتاب کو پکڑ لیا اور رجال کا انکار کیا۔ جس کے نتیجے میں وہ محض کتابی ہو کر رہ گئے۔ دوسری طرف ایک گروہ نے کتاب کو پیچھے ڈال دیا اور رجال اللہ کو پکڑ لیا۔ پیر صاحب نے جو کہہ دیا وہ قرآن ہو کر رہ گیا۔ اس کے نتیجے میں وہ بے شمار بدعات میں مبتلا ہو گئے۔ محض کتاب پڑھنے سے علم تو شاید مل جائے مگر تقویٰ، صبروشکر، اللہ کی محبت اور

فنائیت وغیرہ انسان کو انسان سے منتقل ہوتے ہیں۔ صحابہ کرام کسی مدرسے کے فاضل نہیں تھے۔ ان کی سب سے بڑی سند فضیلت "صحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم" تھی جس کی بناء پر وہ صحابی کہلائے اور یہ وہ سند ہے جو کسی بڑے سے بڑے مدرسے کی ہزاروں سندوں پر بھاری ہے۔ وہ محض احکام کے عالم نہیں تھے بلکہ ان کا امتیاز ان احکام پر عمل تھا۔

صوفیائے کرام جو شریعت کے علم اور اس کی ضرورتوں سے واقف ہوتے ہوئے روح کے طبیب ہوتے ہیں، ہمیشہ شریعت کے پابند رہے ہیں۔ رجال اللہ کی صحبت وہ اکسیر ہے کہ زندگیوں میں انقلاب پیدا کر دیتی ہے۔ ساری زندگی کتابیں پڑھنے سے اکثر اللہ کی وہ محبت حاصل نہیں ہوتی جو ان محبت والوں کی صحبت سے حاصل ہوتی ہے۔ تقویٰ کی علمی تعریف تو کتاب پڑھنے سے حاصل ہو جاتی ہے۔ مگر تقویٰ کی حلاوت اور مزا تو کسی صاحب تقویٰ کی صحبت ہی سے حاصل ہوسکتا ہے۔ اسلام کی تاریخ میں صوفیائے کرام اور اہل اللہ کی خدمات جلیلہ سے کوئی اندھا ہی انکار کرسکتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم، حضرت جنید و بایزید، حضرت جامی و رومی اور حضرت غزالی و نتازانی رحمہم اللہ کے کارناموں کو نظرانداز کر دینا ہٹ دھرمی کے سوا ممکن نہیں ہے۔

خصوصاً برصغیر ہندوپاک میں صوفیائے کرام نے اعلائے کلمۃ اللہ اور تبلیغ کے لئے جو خدمات انجام دیں وہ مسلمانوں کی تاریخ کا بہت ہی جگمگاتا باب ہے۔ ہندوستان کے مسلمانوں کے سر ان اللہ والوں کے احسان سے ہمیشہ جھکے رہیں گے۔

اس وقت میرے ہاتھوں میں صوفیائے بہار کے تذکرے کا ایک ضخیم مسودہ ہے، جو جناب سید قیام الدین نظامی فردوسی کی سخت محنت اور عرق ریزی کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ سید قیام الدین صاحب نے اس تذکرے میں صوبہ بہار کی ان پچاس عظیم ہستیوں کا تذکرہ کیا ہے جنہوں نے ہندوستان کے مسلمانوں میں عموماً اور بہار کے مسلمانوں کے لئے خصوصاً علم و ہدایت کے چراغ روشن کئے۔ اس تذکرے کا نام انہوں نے "شرفاء کی نگری" تجویز کیا ہے۔ جس کی نسبت ساتویں صدی ہجری کے عظیم بزرگ حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری بہاری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ہے۔ جنہیں ان کے شیخ شفقت و محبت سے "شرفا" کہہ کر پکارتے تھے۔

میں یہ تذکرہ اپنی عدیم الفرصتی کی وجہ سے پورا تو نہیں پڑھ سکا۔ مگر جستہ جستہ مختلف مقامات سے دیکھا۔ ان حضرات کے تذکرے سے روح کو اتنی تازگی ملتی ہے۔ تو سوچئے ان حضرات کی مجلس میں بیٹھنے والوں کی کیا کیفیت ہوتی ہوگی۔ قیام الدین صاحب نے ہر تذکرے کے آخر میں نسب نامے بھی تحقیق کرکے جمع کئے ہیں۔ انداز بیان سلیس، آسان اور اثرانگیز ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور مجھے، مصنف اور تمام قارئین کو اس محبت کا کوئی ذرہ عطا فرماوے جس سے ان حضرات کے سینے منور تھے۔ آخر میں ایک ضروری بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ صوفیائے کرام کے تذکروں میں عام طور پر ان کے کشف و کرامات کے حوالے سے معتقدین مبالغے سے کام لیتے ہیں اور بعض اوقات ایسے واقعات بھی بیان میں آجاتے ہیں جو اسلام کے مجموعی مزاج اور کتاب و سنت کی ترجیحات کے مطابق نہیں ہوتے۔ ایسے واقعات میں اصولی طرز عمل یہ ہونا چاہئے کہ اگر وہ اصول دین سے متصادم ہوں تو ان کے نقل کرنے سے پرہیز کریں۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ کسی شیخ طریقت کے درجے کو اس کے ہاتھ پر ظاہر ہونے والے کشف و کرامت کی بنیاد پر متعین کرنا بھی درست نہیں۔

میں آخر میں جناب سید قیام الدین نظامی صاحب کو اس مبارک تذکرے کی تالیف پر مبارک باد دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس محنت کو ان کے لئے سرمایہ آخرت بنادے۔ آمین

محمد ولی رازی

شرفا کی نگری

میری کتاب "شرفا کی نگری" حصہ اول ناظرین کے مطالعہ کے لیے حاضر ہے۔ اس کتاب میں صوبہ بہار سے تعلق رکھنے والے پچاس سے زائد صوفیائے کرام کا تذکرہ موجود ہے۔ انشاء اللہ دوسری جلد میں بقیہ صوفیاء و مشائخ کا تذکرہ مکمل کیا جائے گا۔ جس کا مواد بالکل تیار ہے۔ تذکروں کے ساتھ ساتھ بزرگوں کے شجرہ کے نسب نامے بھی ہیں۔ میں اپنے کام میں کہاں تک کامیاب ہو سکا اس کا فیصلہ ناظرین کریں گے۔ ویسے میں نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ واقعات و حالات صحت کے ساتھ سپرد قلم ہوں۔

۱۹۴۶ء میں دو قومی نظریہ پر بہار میں مسلمانوں کا قتل عام، ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان کا سانحہ اور بہار کالونی مسان روڈ، لیاری، کراچی کے دو بڑے سیلاب کی تباہ کاریوں کے نتیجہ میں اہل بہار کے قیمتی اور بیش بہا مطبوعات اور قلمی نسخوں کی تباہی ایک سانحہ عظیم سے کم نہیں۔ آج بہار میں لکھے جانے والے تذکرے، نسب نامے اور مختلف کتب نایاب ہیں۔ تمام تر کاوشوں کے باوجود مجھے صوفیاء، مشائخ اور علمائے کرام کے سلسلہ میں کوئی مکمل تذکرہ یا مجموعہ حاصل نہ ہو سکا۔ میں ہمیشہ ایک ایسی کتاب کی کمی محسوس کرتا رہا۔ جس میں تمام مشائخ اور علمائے بہار کو یک جا کیا گیا ہو اور جس کو صحیح معنوں میں تذکرہ صوفیاء، مشاہیرین یا تذکرہ علمائے بہار کہہ سکیں۔ اس کمی کے پیش نظر میرے دل میں یہ خواہش مچلنے لگی کہ ایک ایسی کتاب مرتب ہو جس میں تمام مایہ ناز ہستیوں کا ذکر ہو۔ میں نے اس کام کی تکمیل کی کاوشیں شروع کر دیں۔ اس تگ و دو میں عمر کا نصف حصہ صرف کر چکا ہوں جو چوتھائی صدی پر محیط ہے۔

سچی بات تو یہ ہے کہ زمانہ طالب علمی میں مجھے ساداتِ بہار کے نسب نامے جمع کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ میں نے ۱۹۵۷ء سے جب کہ میں آٹھویں جماعت کا طالب علم تھا، نسب نامے جمع کرنا شروع کیا۔ ابتداء میں مجھے ناکامیوں کا سامنا رہا۔ برادری کے بزرگوں نے میری اس خواہش کو میرے دماغ کا فتور تصور کرتے ہوئے کوئی تعاون نہیں کیا۔ میری کم عمری، کم مائیگی اور معمولی علمی صلاحیت کے پیش نظر میرے بزرگوں نے مجھے اس کام کے لائق نہ سمجھا۔ کہیں سے میری ہمت افزائی نہ ہو سکی۔ ان مشکلات اور رکاوٹوں کے باوجود میں اپنی دھن میں لگا رہا۔ دراصل مجھ میں یہ جذبہ والد بزرگوار حضرت سید نظام الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ اور نانی جان محترمہ عزیز النساء مرحومہ بنت حافظ سید شاہ نذر الرحمٰن رضوی القادری متخلص بہ حفیظ عظیم آبادی کی پاک و متبرک صحبتوں سے پیدا ہوا، جنہیں اپنے بزرگوں اور عزیز و اقارب سے از حد انسیت تھی اور اکثر ان کا تذکرہ مجھ سے کیا کرتے تھے۔ مشرقی پاکستان، ڈھاکہ کے قیام کے دوران مجھے پروفیسر محمد معین الدین دردائی مرحوم کی کتاب "تجدید شعرائے بہار" ہاتھ لگی جس میں بحیثیت شاعر میرے دو اجداد مادری حضرت مولانا محمد سعید ہاشمی محدث متخلص بہ حسرت عظیم آبادی اور حضرت مولانا حافظ سید شاہ نذر الرحمٰن متخلص بہ حفیظ عظیم آبادی کا تذکرہ مختصر طور پر نظر سے گذرا اور دل میں دبی ہوئی چنگاری بھڑک اٹھی۔ "تذکرہ صادقہ" مرتبہ حکیم عبد الرحیم زبیری الہاشمی صادق پوری میرے برادر نسبتی سید جاوید وسیم کوپوی نے اور "اعیان وطن" مرتبہ حکیم سید شاہ محمد شعیب پھلواروی میرے دوست سید مصطفیٰ حسن بیتھوی نے

ہندوستان سے لا کر دیا۔ کراچی آنے کے بعد ۱۹۷۰ء کو میرے ددھیالی نسب نامہ کا کچھ حصہ برادرم جناب سید منظور الحق ابدالی فردوسی ابو پوری سے اور نانی جان محترمہ کا نسب نامہ (نسب نامہ کھریا) جناب سید صدر الحسن رضوی مدظلہ سے ملا اور پھر خدا کے فضل و کرم سے یہ سلسلہ چل نکلا اور نسب ناموں کا ایک بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا۔ جو انشاء اللہ آئندہ مختلف جلدوں میں منظرِعام پر آئے گا۔ نسب ناموں کے ساتھ بزرگانِ دینِ بہار کے تذکروں پر اردو فارسی میں اس قدر مواد راقم کے پاس موجود ہے کہ اس موضوع پر جلدوں کی جلدیں مرتب ہو سکتی ہیں۔ اس ذخیرہ میں اصل کتابیں بھی ہیں اور کتابوں کی فوٹو کاپیاں بھی۔

راقم الحروف سید قیام الدین نظامی قادری الفردوسی نہ ادیب ہے، نہ شاعر اور نہ ہی اس سے پہلے کچھ لکھنے یا شائع کرانے کا تجربہ ہے۔ میری کم مائیگی اور بے بضاعتی میری دامن گیر ہوئی اور زیرِ نظر کتاب کی طباعت کی ہمت نہ ہوئی۔ ۱۹۸۶ء میں جب استاذ محترم سید محمد حسن رضا وارثی مدظلہ العالی بنگلہ دیش سے پاکستان پہنچے اور اپنے بچھڑے ہوئے کنبہ سے ملنے کے بعد میرے غریب خانہ پر تشریف لائے تو میں نے پہلی ہی ملاقات میں اپنی اس تحقیق کا ذکر کیا۔ آپ نے اپنی ضعیفی اور کمزور بصارت کے باوجود پوری عرق ریزی سے میری تحریری غلطیوں کی تصحیح فرمائی۔ غیر ضروری باتوں کو قلم زد کیا اور ضروری اضافہ فرما کر میری تحقیق کو قابلِ طباعت بنایا۔ بلاشبہ انسان نسیان اور غلطیوں کا پتلا ہے۔ اس لئے میری کتاب میں بہت کچھ خامیاں اب بھی ہوں گی۔ جس کی تمام تر ذمہ داری مجھ پر ہے۔ اور ناظرین سے اس کے لئے معافی کا خواستگار ہوں۔

حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری فردوسی قدس سرہ کی نسبت سے کتاب کا نام "شرفا کی نگری" رکھا گیا ہے۔ حضرت کا مزار اقدس صوبہ بہار کے قدیم شہر بہار شریف میں ہے۔ اس شہر کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ اس کے نام پر پورے صوبہ کا نام بہار ہے۔ دوسری طرف مخدوم جہاں کی ذات بابرکت کی اہمیت یہ ہے کہ آپ کے ذریعہ صوبہ کے چپہ چپہ، قریہ قریہ، شہر شہر میں اسلام کی روشنی پھیلی۔ آپ نے اس کے ہر گوشہ کا سفر کیا، اس کے ہر علاقہ میں اپنے تربیت یافتہ خانوادوں کو متمکن کیا۔ صوبہ کے تمام دوسرے بزرگوں اور خانقاہوں تک، آپ کا سلسلہ فردوسیہ پہنچا۔ صوبہ بہار میں قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، شطاریہ، ابوالعلائیہ، نقشبندیہ اور قلندریہ سلسلے کی خانقاہیں ہیں۔ لیکن کوئی ایسی خانقاہ نہیں جہاں فردوسیہ سلسلہ نہ پہنچا ہو۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ بہار کا نام آتے ہی مخدوم جہاں شرفا بہاری کا تصور سامنے آتا ہے اور مخدوم جہاں قدس سرہ کا نام زبان پر آتے ہی صوبہ بہار کا خیال دل و دماغ پر ابھر آتا ہے اور یوں پورا صوبہ بہار شرفا کی نگری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وابستگان سلسلہ فردوسیہ اور غلام غلامانِ شرف کو اپنے مخدوم اور ان کی نگری صوبہ بہار سے عشق و محبت ہے۔ جب کبھی مجلس محفل سماع میں قوال شرفا اور ان کی نگری کا قصیدہ الاپتے ہیں کہ ؎

شرفا توری نگری سلامت توری ڈیوڑھی سلامت
شرفا توری گلیا سلامت توری نگری سلامت

تو فقراء عشق و محبت کے جذبے سے سرشار ہو کر جھوم اٹھتے ہیں۔ پروانہ وار تواجد فرماتے ہیں۔ ان کی زبان حرکت کرتی ہے اور وہ گنگنا رہے ہوتے ہیں۔

فخرم ہمیں بس است کہ خدام کوئے او
خوانند از غلام غلام شرف مرا

کتاب "شرفا کی نگری" کی اشاعت میں جن افراد کا مجھے تعاون رہا۔ ان میں میری شریک حیات محترمہ نفیسہ خاتون کا

بہت بڑا حصہ ہے ۔ جنھوں نے مجھے گھریلوں ذمہ داریوں سے ہمیشہ فارغ رکھا۔ مواد کے حصول اور مسودے کی تیاری کے دوران پیرو مرشد قبلہ حضرت سید شاہ محمد مصطفیٰ حسن فردوسی مدظلہ نے اپنی مسلسل علالت کے باوجود ہر مرحلہ پر میری رہبری فرمائی۔ حضرت سید شاہ ذکی الدین بلخی مرحوم، عزیزم سید فاروق حیدر سلمہ، سید جمیل الحق امتقوی سلمہ، خواجہ سید مختار احمد چشتی سلمہ اور محترم سید شفیع الرحمن صاحب کے مسلسل اصرار نے مجھے اپنے کام میں متحرک رکھا۔ جناب سید بدر عالم جعفری اور برادرم سید محمد رضی ابدالی اسلام پوری نے کتاب کی پروف ریڈنگ کا کام انجام دیا۔ بھارت سے محترم جناب سید شاہ امین اللہ پھلواروی مدظلہ، محترم جناب سید شاہ افتخار الحق مدظلہ سجادہ نشین خانقاہ شطاریہ، بڑی بلیا، ضلع بیگو سرائے، برادرم سید شاہ سیف الدین مدظلہ، خانقاہ معظم، بہار شریف اور محترم جناب پروفیسر ڈاکٹر قیام الدین احمد وغیرھم کا بھی تعاون حاصل رہا۔

میں اپنے منجھلے برادر سید امام الدین سلمہ کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنھوں نے دامے درمے میری مالی مدد فرمائی اور اپنی جیب خاص سے میرے پورے مسودے کا فوٹو کاپی کرا کر میرے حوالے کیا۔ طباعت کے سلسلہ میں میرے منجھلے بھائی سید حسام الدین اشرف سلمہ کا تعاون شامل حال رہا۔ میرے چھوٹے بھائی سید احتشام الدین ارشد سلمہ اور چھوٹے بیٹے عزیزی مولانا حافظ سید عون احمد نظامی سلمہ بھی ہر مرحلہ پر میرے مددگار و معاون رہے ۔

قیام الدین عفی عنہ

۱۸ / ۷ / ۹۵ء

انسانی زندگی کا سفر

اللہ جل شانہٗ اس دنیا کا مالک ہے۔ خالق دوجہاں اور مالک کون ومکاں نے سب سے پہلے زمین و آسمان کو وجود بخشا۔ چاند ستاروں سے، سربفلک پہاڑوں اور لق ودق صحراؤں سے، اتھاہ سمندروں اور دریاؤں سے، جھرنوں اور چشموں سے اس دنیا کے حسن میں اضافہ کیا۔ شجر و حجر پیدا کیئے۔ انواع و اقسام کی نعمتوں سے اسے مالا مال کیا۔ جب دنیا سج دھج کر تیار ہو گئی تو ان گنت ذی روح مخلوقات پیدا کی گئیں ۔ دنیا کی تمام مخلوقات میں انسان کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے زمین پر اپنا نائب اور خلیفہ مقرر کیا۔ تمام دوسری مخلوق پر حکمرانی کا حق عطا کیا اور اپنی پیدا کی ہوئی نعمتوں سے بہرہ مند ہونے کا اختیار دیا۔ اللہ تعالیٰ جو بڑا رحمٰن و رحیم ہے، انسانوں کو اصول حکمرانی سکھانے کے لئے اور اس کی نعمتوں سے بہرہ مند ہونے کا طریقہ بتانے کے لئے انسانوں ہی میں سے انبیاء اور پیغمبروں کو مبعوث فرمایا، ہر دور، ہر زمانہ اور علاقے میں جب بھی انسانوں کو ضرورت پڑی اللہ کے نبی اور رسول آتے رہے۔ ان کی تعلیم اور تربیت کرتے رہے۔ دنیا کے سب سے پہلے انسان اور نبی حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ ان کے بعد بے شمار انبیاء کرام پیدا ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ سب سے آخری نبی اور اللہ کے پیارے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کے لئے اور دنیا کی تمام مخلوق کے لئے خاتم النبیین اور رحمۃ للعٰلمین بنا کر بھیجے گئے۔ آپ کی تعلیم اور آپ کا پیغام خداوندی رہتی دنیا تک انسانوں کی رہنمائی کے لئے ہر طرح مکمل ہے۔ زندگی کے ہر میدان میں اس سے رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی آخری کتاب قرآن مجید ہمارے درمیان چھوڑی ہے۔ جس میں انفرادی اور اجتماعی دونوں زندگی کے لئے رہنمائی موجود ہے۔

مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق دنیا کے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام تھے۔ آپ ہی کی نسل سے یہ دنیا آباد ہوئی۔ اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کے لئے آپ کو نبوت عطا کی گئی اور اس طرح آپ سب سے پہلے نبی ہوئے۔ دنیا کی پہلی خاتون حضرت بی بی حواؑ ہیں۔ جو حضرت آدمؑ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ آج دنیا میں بے شمار انسان آباد ہیں۔ جو مختلف مذاہب کے پیروکار ہیں، مختلف زبان بولتے ہیں، مختلف رنگ اور روپ رکھتے ہیں، مختلف قبیلوں اور خاندانوں سے تعلق رکھتے ہیں، مختلف تہذیب و ثقافت کے مالک ہیں۔ انسانوں میں غریب بھی ہیں اور امیر بھی، حاکم بھی ہیں اور محکوم بھی، اس دنیا کے انسانوں میں بُرے بھی ہیں اور بھلے بھی، یہی انسان شر بھی پھیلاتا ہے اور انہی میں خیر کے داعی بھی پیدا ہوتے ہیں۔ مختصر یہ کہ ہم اچھے ہیں یا بُرے، کالے ہیں یا گورے، حسین و جمیل ہیں یا بدہیئت و بدشکل، غریب ہیں یا امیر، شریف ہیں یا رذیل سب آدم کی اولاد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب قرآن مجید میں اور اس کے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی تاریخ کو مختلف پیرائے میں بیان کیا ہے۔ تاریخ اور روایت کی رو سے حضرت آدمؑ اور حضرت بی بی حواؑ نے ملک سراندیپ میں رہائش اختیار کی اور معاش کے لئے کاشتکاری میں مصروف ہو گئے۔ زراعت کے ساتھ شجرِ انسانی میں بھی پھل آنے لگے۔ ایک لڑکا اور ایک لڑکی کے صبح و شام پیدا ہونے کا سلسلہ جاری ہوا۔ قانون یہ بنایا گیا کہ پہلے دن کی اولاد کا دوسرے دن کی اولاد سے جوڑا لگا دیا جاتا۔ ابتدا ہی میں سب سے بڑے لڑکے قابیل نے اس قانون سے انحراف کیا۔ نہ اپنی بہن اقلیمیا کی شادی ہابیل سے ہونے دی اور نہ ہابیل کی بہن لیوداسے اپنی شادی کی حتٰی کہ قابیل نے

ہابیل کو قتل کر ڈالا اور باپ کے ڈر سے اپنی بہن اقلیمیا کو ساتھ لے کر یمن کی طرف چلا گیا۔ وہاں وہ شیطنت میں مبتلا ہوا اور اس کی اولاد نے فتنہ وفساد میں نام پیدا کیا۔ حضرت آدمؑ کے تیسرے صاحبزادے حضرت شیثؑ کو خلافت ملی اور انھوں نے اپنی دنیا بابل میں بسائی۔ حضرت شیثؑ کی اولاد میں حضرت ادریسؑ نے مصر و یونان کو اپنے لئے منتخب کیا۔ ان کے پرپوتے حضرت نوحؑ تھے۔ حضرت نوحؑ کے زمانے میں طوفان عظیم (طوفان نوح) کے نتیجہ میں ساری دنیا غرقاب ہو گئی اور پھر دوبارہ حضرت نوحؑ کے تین بیٹوں حضرت سام، حضرت یافث اور حضرت حام کی نسل سے آباد ہوئی۔ ان تینوں کی اولادوں سے رنگ کی بنیاد پر تین قومیں۔ جنس سفید، جنس زرد اور جنس سیاہ وجود میں آئیں۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے "تاریخ فرشتہ" حصہ اول)
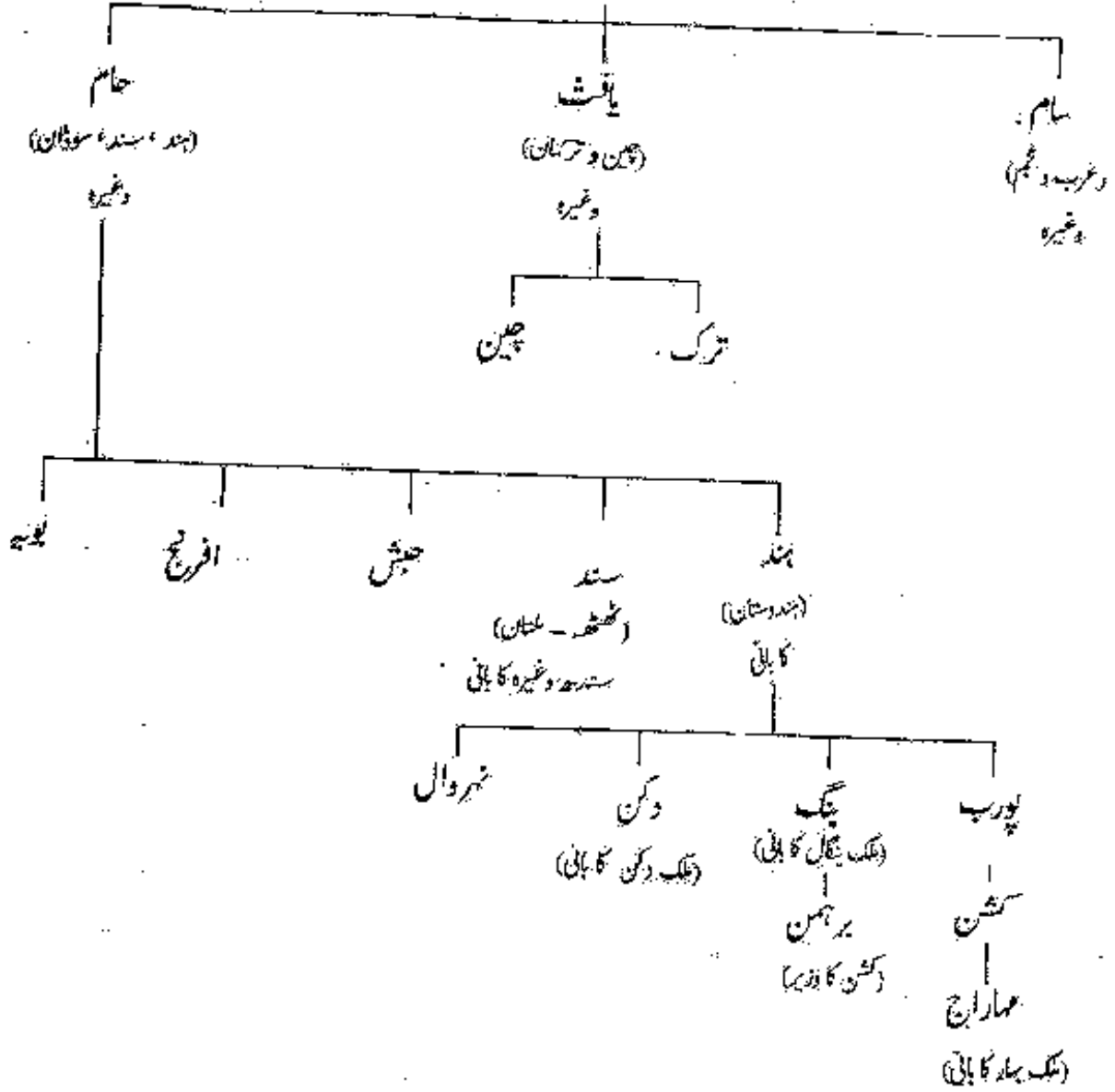
نسب نامہ حضرت سام تا حضرت آدمؑ: سام بن حضرت نوحؑ بن لامک بن متوشلخ بن حضرت ادریسؑ بن یارد بن مہلل ایل بن قینان بن انوش بن حضرت شیثؑ بن ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام (بروایت بائبل)

سام بن نوحؑ: حضرت نوحؑ کے بڑے بیٹے کا نام سام تھا جو آپ کے جانشین تھے۔ ان کی اولاد عرب و عجم میں آباد ہوئی۔ عرب کے تمام قبائل ان ہی کی اولاد سے ہیں۔ حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کا سلسلہ نسب سام کے بیٹے ارفخشد سے جا کر ملتا ہے۔

نسب نامہ حضرت ابراہیمؑ تا حضرت نوحؑ: حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام بن تارخ (آذر) بن ناحور بن ساروج بن ارعو بن فالج بن عابر بن ارفخشد بن سام بن آدم ثانی حضرت نوح علیہ السلام (بروایت بائبل۔ عہد نامہ قدیم)
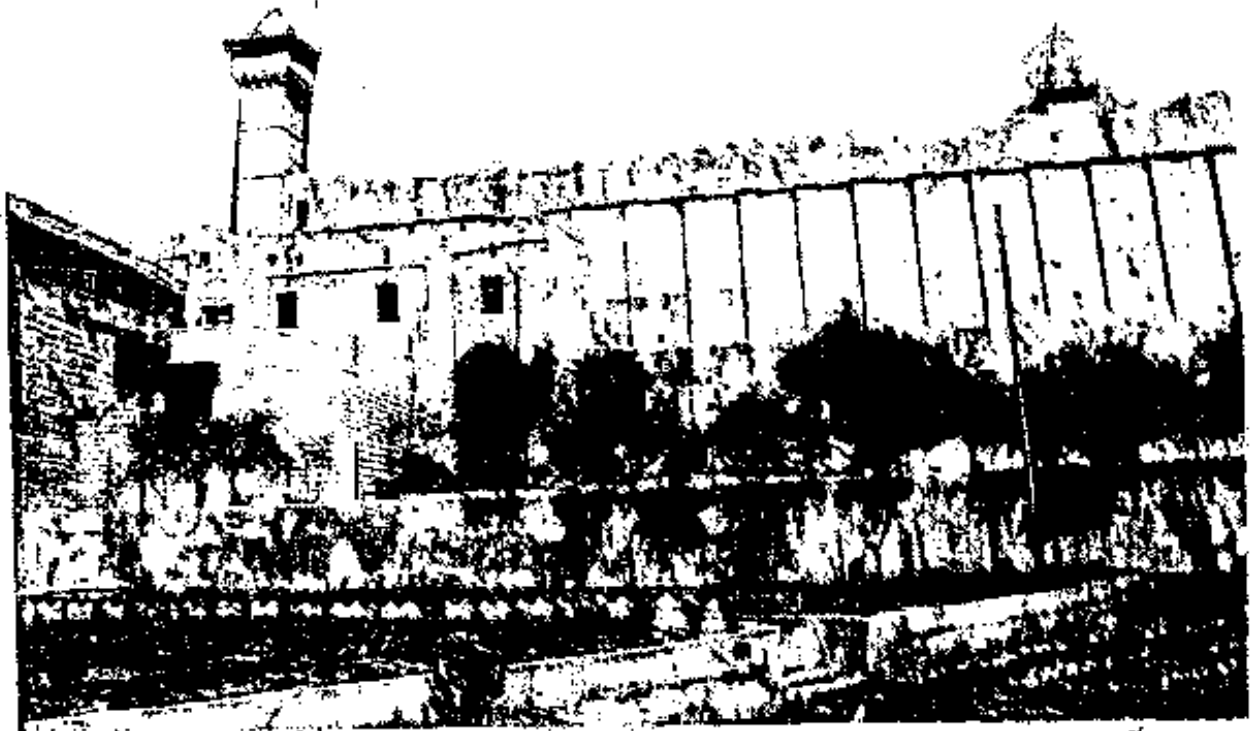
الخلیل میں مسجد ابراہیمی جہاں حضرت ابراہیم حضرت اسحٰق حضرت یعقوب اور ان کی بیویاں دفن ہیں۔

خاندان و اہل بیت رسول مقبول ﷺ

اللہ کے آخری نبی، ہادیء برحق، محبوب خدا، حضرت محمد مصطفی احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ نسب حضرت ابراہیمؑ کے واسطے سے حضرت نوحؑ کے بیٹے حضرت سام سے جا کر مل جاتا ہے۔ تفصیلی تعارف کے لئے جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ، آپ کے اوصاف کریمانہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاندار، زندہ جاوید کارناموں سے واقفیت ضروری ہے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریات طیبات، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز و اقارب اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے واقفیت بھی ضروری ہے۔

نسب نامہ حضرت محمد مصطفی ﷺ تا حضرت ابراہیمؑ: خاتم النبیین حضرت محمد مصطفی احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بن حضرت عبد اللہ بن حضرت عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر (قریش) بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ عدنان تک اپنا نسب خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور متواتر اور قطعی ہے۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

عدنان بن اود بن ہمیسع بن سلامان بن عوص بن بوز بن قموال بن ابی بن عوام بن ناشد بن حزا بن بلداس بن یدلاف بن طابخ بن جاحم بن ناحش بن ماخی بن عیفی بن عبقر بن عبید بن الدعا بن حمدان بن سنبر بن یثربی بن یحزن بن ارعوی بن یلحن بن عیفی بن دیشان بن عیصر بن اقناد بن ایہام مقصر بن ناحث بن زراح بن سمی بن مزی بن عوص بن عرام بن قیدار بن حضرت اسماعیلؑ بن حضرت ابراہیمؑ

ابن اسحاق، ابن جریر اور امام بخاریؒ کے نزدیک عدنان سے حضرت ابراہیمؑ تک کے حصہ کی روایت جائز ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: (۱) يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۝

ترجمہ:۔ اے لوگوں ہم نے تم کو پیدا کیا ایک مرد اور ایک عورت سے اور بنایا ہم نے تم کو مختلف قبیلے سے تاکہ تم پہچانے جاؤ۔ بیشک اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہی ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ دار ہے۔

(۲) إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۝

ترجمہ:۔ بیشک اللہ ارادہ کر چکا ہے کہ ہر طرح کی ناانصافی کو تم لوگوں سے دور رکھے گا۔ اے اہل بیت! اور ہر طرح کی طہارت تم لوگوں کو عنایت کرے گا۔

حدیث نبوی ﷺ: (۱) حیث قال۔ عن ابی ہریرۃؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال تعلموا من انسابکم ما تصلون بہ ارحامکم فان صلۃ الرحم محبۃ فی الاہل مثرۃ فی المال منساۃ فی الاثر۔

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انساب کی تعلیم کا اہتمام کرو تاکہ تم صلہ رحمی کر سکو۔ اس لئے کہ صلہ رحمی کنبہ کی محبت، مال میں برکت اور آل میں نشو ارتقاء کا سبب ہے۔

(۲) انا انفسکم نسباو صھراو حسبا۔ لیس فی اباٸی من لدن اٰدم سفاح کلنا نکاح

ترجمہ:- میں خاندانی نسب، سسرالی اور سماجی نسبت میں تم سب سے زیادہ ممتاز ہوں۔ میرے آبا میں آدم سے لے کر مجھ تک ایک فرد بھی زنا کی اولاد نہیں ہم سب نکاح سے ہیں۔

(۳) انا سید ولد اٰدم ولا فخر

ترجمہ: میں تمام تر اولاد آدم کا سردار ہوں مگر مجھے اس پر فخر نہیں۔

(۴) صحیح مسلم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کی اولاد میں اسماعیلؑ کو برگزیدہ کیا اور اسماعیلؑ کی اولاد میں بنی کنانہ کو اور بنی کنانہ میں سے قریش کو، قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھے برگزیدہ و منتخب کیا۔

ابواء کے مقام پر روضۂ اقدس حضرت بی بی آمنہ والدہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
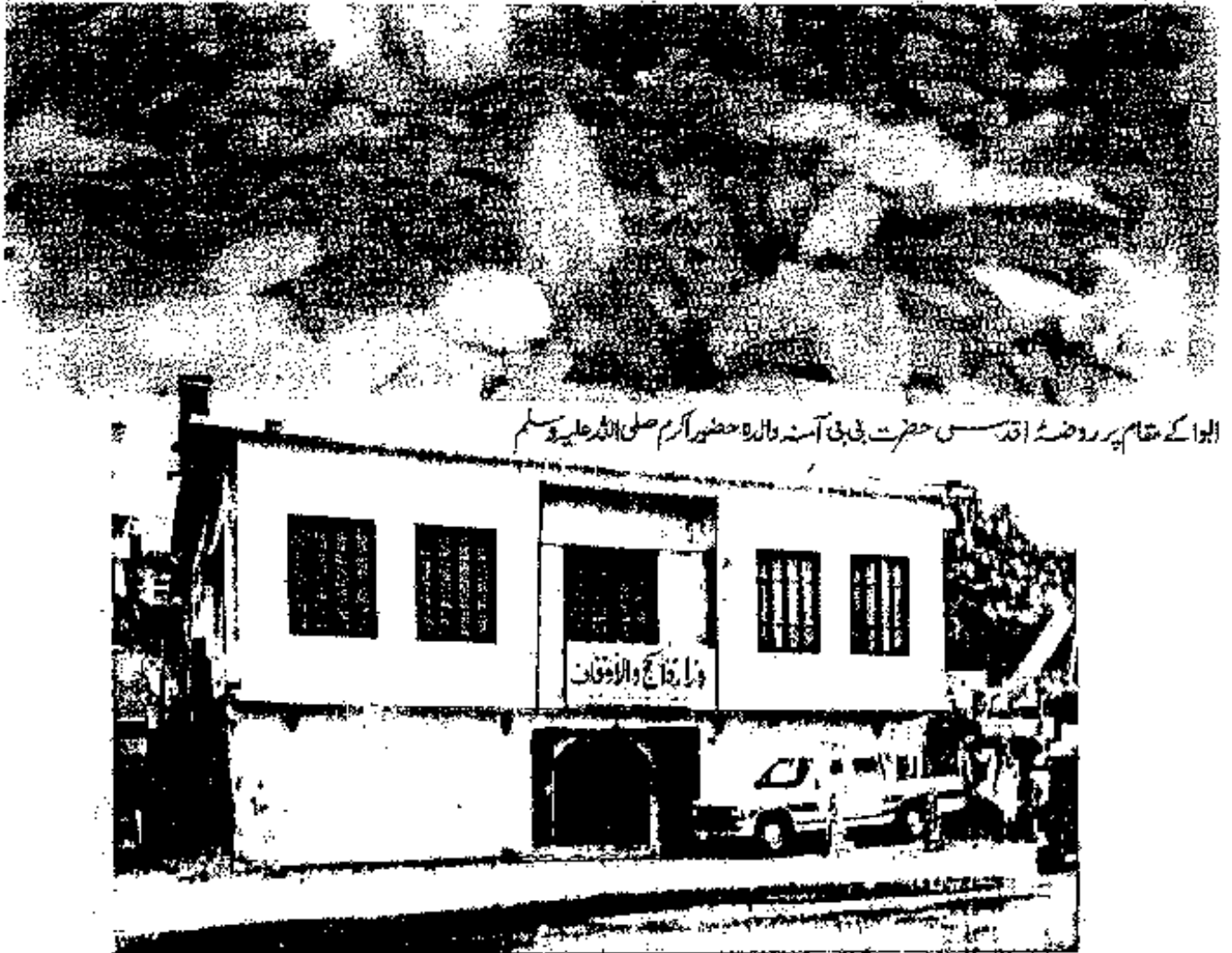
جائے پیدائش رسولؐ جس میں اب وزارت حج و اوقاف کا دفتر ہے

نقشہ خاندان حضرت محمد مصطفی ﷺ
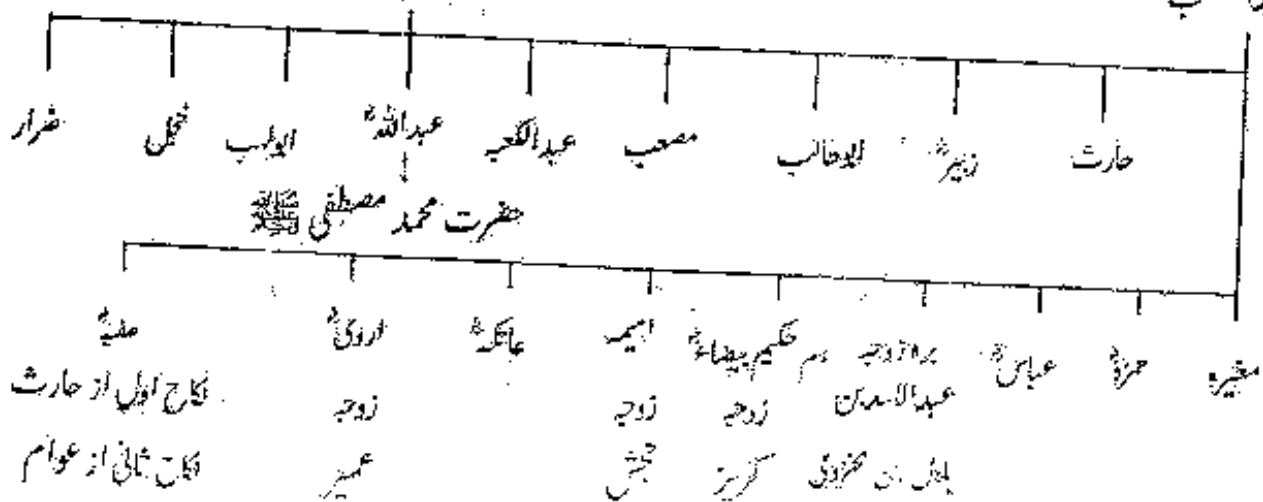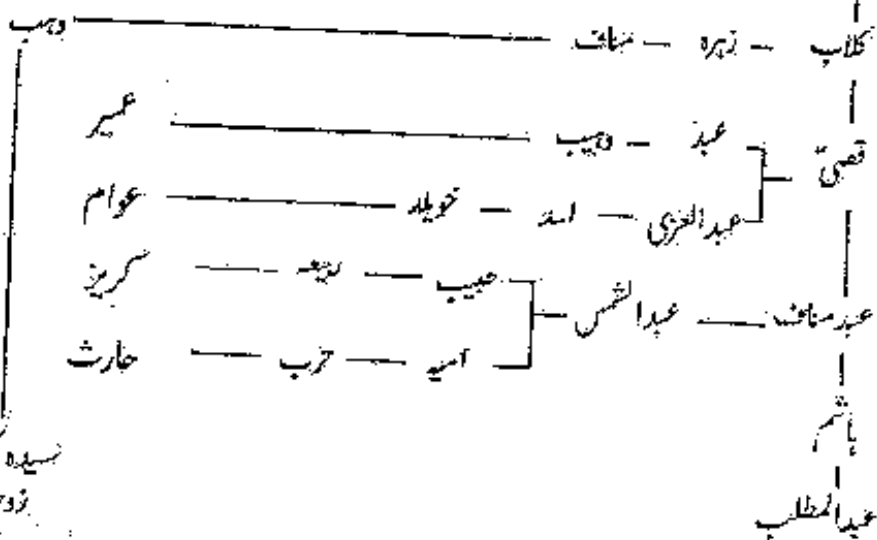
نقشہ نسبی تعلق حضور اکرم ﷺ کا ازواج مطہرات کے ساتھ
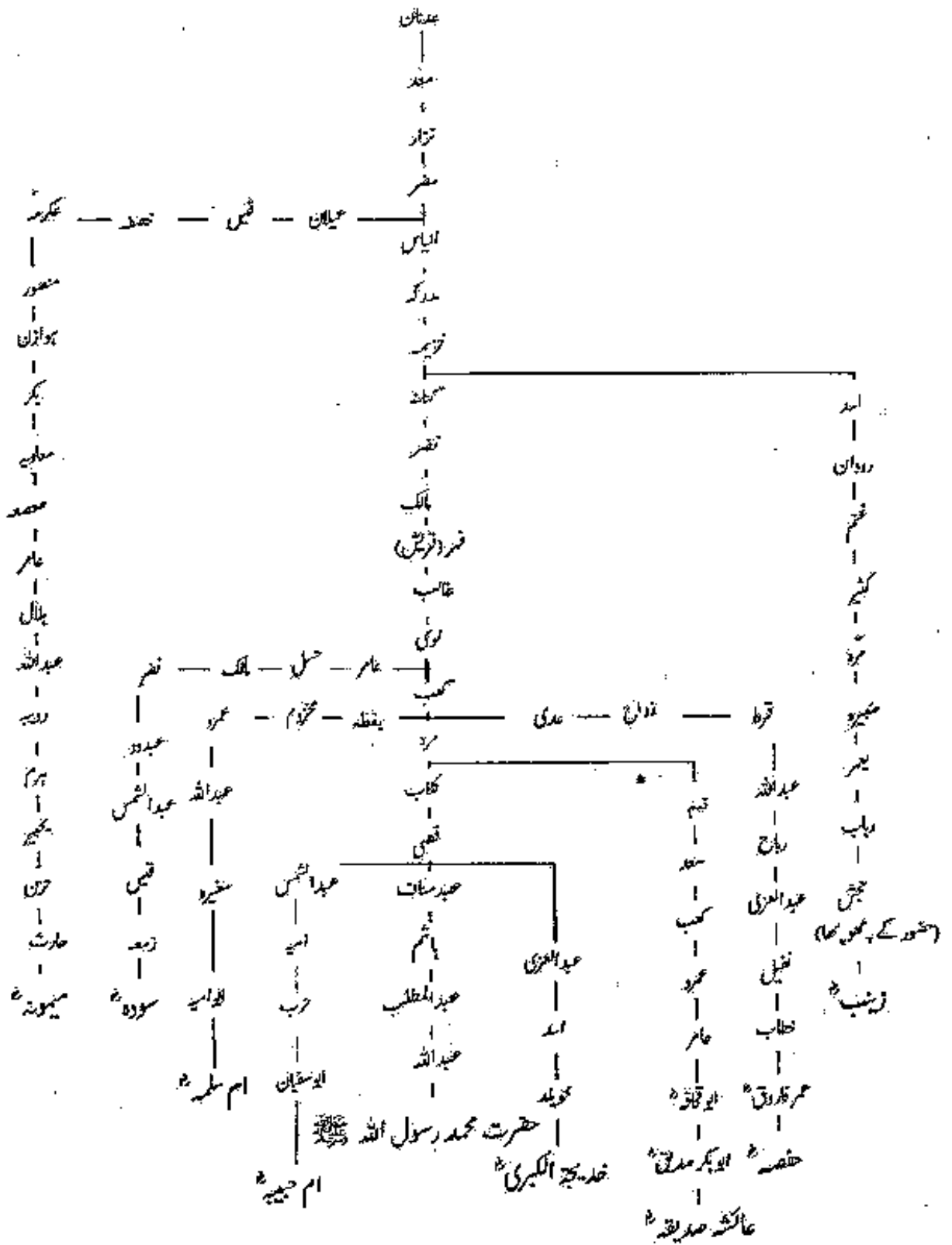
نقشہ نسبی تعلق حضور اکرم ﷺ کا خلفائے راشدین سے
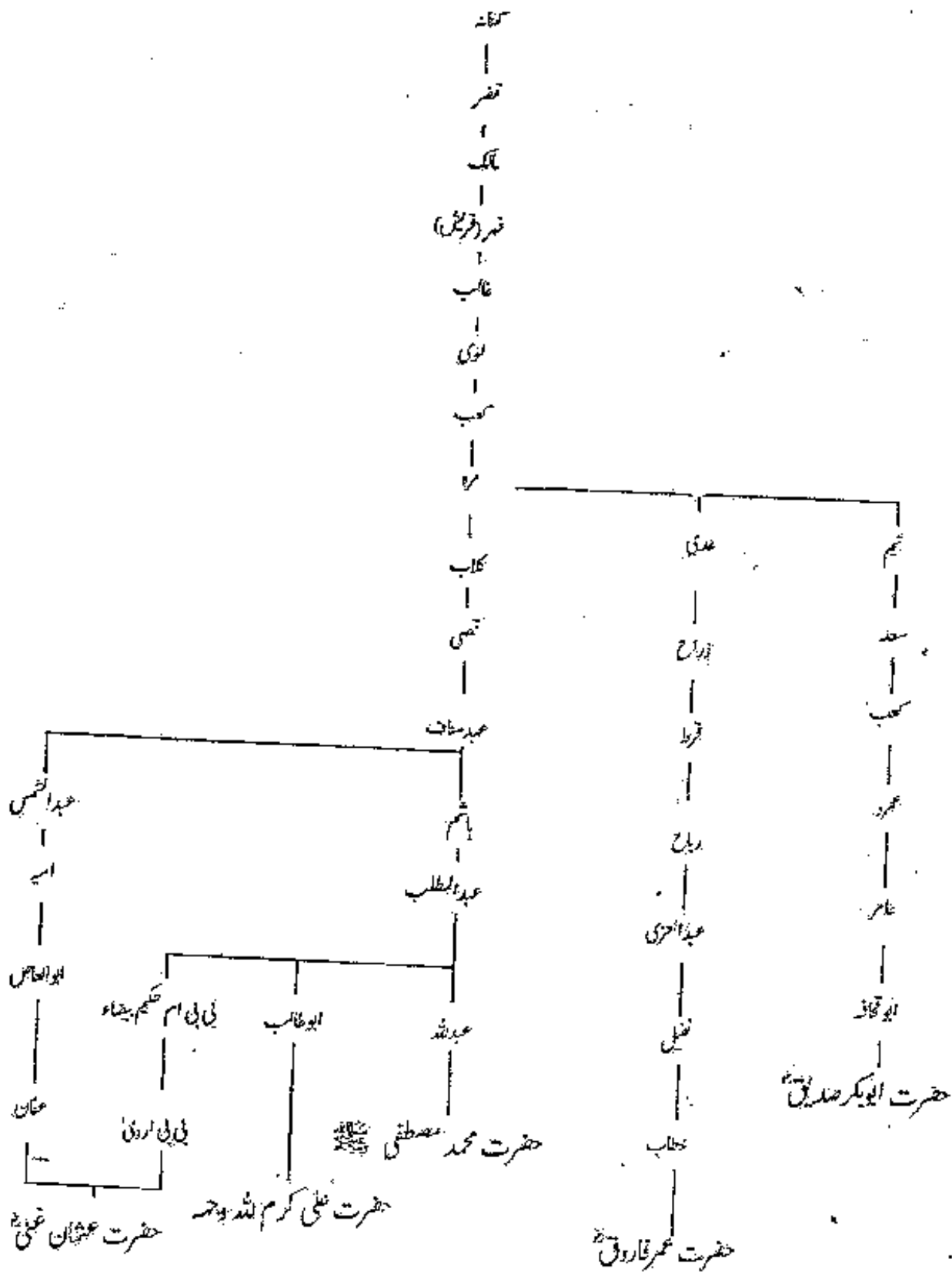
نقشہ اولاد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ
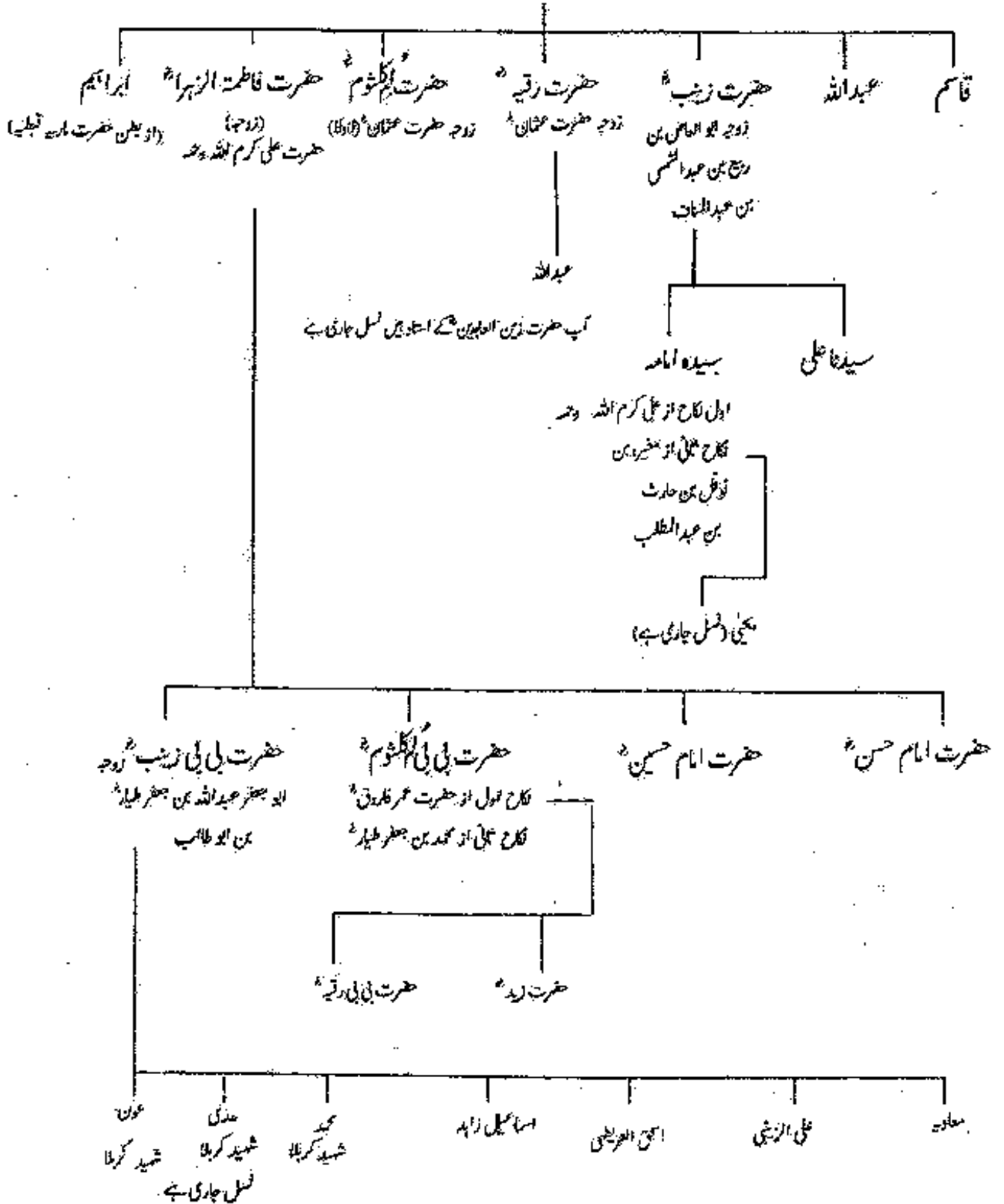
امیر المومنین حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ

آپ خاتم الانبیاء، حبیب خدا، حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور داماد ہیں۔ آپ سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا بنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے شوہر اور حضرات حسنین کے والد بزرگوار ہیں۔ آپ سردار قریش حضرت عبد المطلب کے پوتے اور حضرت ابو طالب کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف تھیں۔ اس طرح آپ والد اور والدہ دونوں طرف سے ہاشمی تھے۔ حضرت فاطمہ بنت اسد کا وصال مدینہ منورہ میں ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص کو آپ کے کفن میں شامل فرمایا آپ کی نماز جنازہ پڑھائی، آپ کی قبر میں لیٹ کر اسے متبرک بنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی شان میں فرمایا "فاطمہ بنت اسد بھی میری ماں ہیں۔ ایک ماں وہ جن سے میں پیدا ہوا۔ اور دوسری شفقت و محبت میں بالکل ماں کی طرح۔"

حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی تعلیم و تربیت اور پرورش و پرداخت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر سایہ ہوئی۔ آپ نے کبھی بتوں کو سجدہ نہیں کیا۔ اس لئے آپ کو کرم اللہ وجہہ کہا گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کی عمر میں نبوت کی خوشخبری دی گئی۔ ابتداء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی سے تبلیغ دین فرمائی۔ عورتوں میں ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور مردوں میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کام میں معاون و مددگار ہوئے۔ جب پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلانیہ تبلیغ کا حکم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے اپنے اہل خاندان، اعزہ اور اقارب کو اپنے گھر کھانے پر مدعو کیا۔ انہیں اسلام کی دعوت پیش کی اور فرمایا تم میں سے کون میرا ساتھ دینے کو تیار ہے۔ تمام افراد خاموش رہے۔ صرف حضرت علی ابن ابی طالب جن کی عمر اس وقت دس سال کی تھی کھڑے ہوئے اور کہا میں ایک کم عمر اور کمزور بچہ ہوں مگر آپ کا ساتھ دوں گا۔ اس واقعہ کو نسائی نے کتاب الخصائص میں ربیعہ ابن ناجیہ سے روایت کی ہے۔ "ایک شخص نے جناب علیؓ سے پوچھا آپؓ چچا کے ہوتے ہوئے ابن عم کے وارث کیسے ہوگئے۔ فرمایا۔ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام بنی مطلب کو دعوت دی۔ کھانے کے بعد فرمایا۔ اے بنی مطلب میں عموماً سب کے لئے اور خصوصاً تم لوگوں کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔ تم میں کون بیعت کرے گا کہ وہ میرا بھائی، ساتھی اور وارث بنے؟ جناب علی فرماتے ہیں۔ کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں سب میں کم سن تھا۔ میں بیعت کے لئے کھڑا ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بٹھا دیا اور تین مرتبہ سوال کیا۔ اسی طرح کوئی جواب نہ دیتا اور میں کھڑا ہو جاتا۔ تیسری مرتبہ سرکار نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر بیعت کے لئے رکھا۔ اسی طرح میں ابن عم کا وارث عم کے رہتے ہوئے ہو گیا۔" اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو ہجرت سے قبل ہی وراثت نبوت کی نعمت بذریعہ بیعت عنایت ہو چکی تھی اور بیعت کا سلسلہ (جسے ان دنوں مرید ہونا کہتے ہیں) حضور اکرمؐ نے حضرت علیؓ سے شروع فرمایا اسی سنت کو مشائخ کرام آج تک زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ تصوف کے بیشتر سلسلے خصوصاً قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ اور فردوسیہ وغیرہ حضرت سیدنا علیؓ ہی پر جا کر ختم ہوتے ہیں۔

حضرت سیدنا علیؓ کو کمسنی ہی میں ان کے والد جناب ابوطالب نے وصیّت فرمائی تھی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہو۔ جو وہ کہیں اسے انجام دو۔ آپ اپنی ساری زندگی اپنے والد کی طرح اور ان کی وصیّت کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی و غمی ، آسائش و تنگی ، آرام و تکلیف میں شریک رہے۔ نبوت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تیرہ سالہ کی زندگی کفار مکہ کے مظالم ، سختیوں اور ایذاء رسانیوں سے بھری ہے۔ حضرت علی اس ابتلاء کے زمانہ میں بھی ہر لحظہ ساتھ رہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفار کی ایذاء رسانیوں کو خود بھی برداشت کرتے رہے۔ شعب ابی طالب کی قید و بند اور بھوک و پیاس کو بخوشی قبول کیا اور نبی برحق کا ساتھ نہ چھوڑا۔ آخرش ایک رات کفار قریش نے خدا کے پیارے حبیبؐ کو شہید کرنے کے ارادہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا محاصرہ کیا۔ اللہ جل شانہٗ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا حکم دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کا قصد فرمایا۔ اس رات جناب علیؓ کو اپنے بستر پر آرام کرنے اور چند دنوں مکہ میں قیام فرمانے کا حکم دیا ، تاکہ لوگوں کی امانتیں واپس کرکے مدینہ طیبہ چلے آئیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس خطرناک کام کو پوری استقامت سے انجام دیا اور تین دنوں مکہ میں قیام کے بعد قباء کے مقام پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے۔

امیر المومنین حضرت سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے تمام غزوات اور جنگوں میں شرکت فرما کر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی سربلندی کے لئے جہاد کیا۔ خصوصیت کے ساتھ غزوہ بدر ، غزوہ احد ، غزوہ خندق اور فتح خیبر میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ جنگ بدر میں مشہور سرداران قریش ولید اور عبیدہ کو غزوہ خندق میں عمرو بن عبدود کو قتل کیا۔ خیبر بعد میں فتح ہوا۔ اس موقع پر جیّد صحابہ کرام کے علاوہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور حضرت سیدنا عمر فاروقؓ ایک ایک روز گئے مگر قلعہ فتح نہ ہو سکا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کل علم اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ نے فتح لکھی ہے ، اللہ اور رسول سے وہ محبت کرتا ہے اور اللہ و رسول اس کو محبوب رکھتے ہیں۔ دوسری صبح جناب علیؓ کو بلایا گیا اور علم عطا کیا گیا۔ ان کی آنکھیں جوش کر آئی تھیں اور آپ تکلیف سے بے چین تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن لگا دیا اور فرمایا۔ جاؤ اس وقت تک جنگ کرتے رہو کہ اللہ فتح دے۔ چنانچہ حیدر کرار حضرت علیؓ کے ہاتھوں خیبر فتح ہوا۔ اس کے سب سے بڑے قلعہ کا دروازہ آپ نے اپنے ہاتھوں سے اکھاڑ پھینکا۔ جنگ تبوک کے لئے روانگی کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ کو اہل بیت میں جانشین بنا کر مدینہ طیبہ میں چھوڑ گئے اور فرمایا۔ " علیؓ میری نیابت میں بمنزلہ ہارونؑ کے ہیں۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر جاتے وقت حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا جانشین بنا گئے تھے۔ اے علی ! ایسے ہی میں تمہیں اپنا جانشین بنا کر جا رہا ہوں لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ "

ملت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلطان اور جماعت اولیاء کے قبلہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب احاطہ تحریر سے باہر ہیں۔ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ نے نماز ہی کی حالت میں اپنی انگوٹھی فقیر کو دی تو آپ ہی کے شان میں ارشاد باری تعالیٰ ہوا يُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ (نماز کے حال میں بھی زکوٰۃ دینے سے باز نہیں رہتے) اور وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا (وہ اپنی نذر پوری کرتے ہیں۔ وہ مسکینوں ، یتیموں اور قیدیوں کو محض اللہ کی محبت میں کھلاتے ہیں۔) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو باب العلم فرمایا۔ ابوتراب کہہ کر مخاطب کیا اور ارشاد ہوا " اقضاھم علی " منصب قضاء میں سب سے بڑھ کر علی ہیں۔ مشائخین کا قول ہے ۔ شیخنا فی الاصول والبلاء علی مرتضی (علی کرم اللہ وجہہ

میرے خواجہ ہیں۔ تمام علوم عرفان اور راہ طریقت کے معاملات میں) حضرت امام حسنؓ کی مناسبت سے آپ کی کنیت ابوالحسن تھی۔ لوگ آپ کو یا اخا رسول اللہ (اے برادر رسول اللہ) کہہ کر پکارتے تھے۔ حضرت علیؓ کو خصوصیت کے ساتھ ابوتراب اور اخا رسول اللہ کہا جانا بہت پسند تھا۔

حضرت بریدہ اسلمیؓ کو حضرت علیؓ سے کچھ غلط فہمی ہو گئی تھی اور اس کے پھیل جانے سے فتنہ کا اندیشہ تھا۔ یہ واقعہ حضرت زید بن ارقمؓ سے اس طرح مروی ہے کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار چشمہ خم پر (یا خم غدیر۔ خم جگہ کا نام ہے اور غدیر تالاب کا یعنی خم کے مقام پر جو تالاب ہے۔) نزول فرما کر قیام کیا اور خطبہ شروع کیا۔ پہلے حمد و ثنا اور وعظ فرمایا۔ آخر میں ارشاد ہوا۔ "بشری جامہ میں تمہاری طرح میں بھی ہوں۔ قریب ہے کہ جناب باری سے طلبی کا پروانہ لے کر آنے والا میرے پاس بھی آئے اور میں اسے قبول کر لوں۔ میں تمہاری نظروں کے سامنے نہ رہوں گا۔ لیکن تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ اول کتاب الٰہی (قرآن) اس میں ہدایت ہے اور نور الٰہی ہے۔ ـــــــــ پھر فرمایا۔ دوسری چیز ہمارے اہل بیت ہیں جنہیں میں تم میں چھوڑے جا رہا ہوں۔ میں اہل بیت کے معاملہ میں تم کو خدا کی یاد دلاتا ہوں۔ ان کو رنج نہ پہنچانا۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علیؓ کو مبارک باد دی۔ حضرت بریدہ اسلمیؓ کی غلط فہمی دور ہو گئی اور پھر انہوں نے اپنی ساری زندگی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی رفاقت میں گزار دی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى (اے رسول! آپ یہ کہہ دیجئے کہ میں تم سے کچھ عوض نہیں مانگتا ہوں۔ بس اتنا کرو کہ میرے قرابت داروں سے محبت کا معاملہ رکھو۔)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جس روز سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو طائف کی مہم پر بھیجا، پہلے طلب فرمایا اور خلوت میں کچھ راز کی باتیں کیں۔ لوگ کہنے لگے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بھائی سے نہ جانے اتنی دیر کونسی راز کی باتیں کیں آپ نے اس کے جواب میں فرمایا۔ میں نے اپنی جانب سے کوئی راز کی باتیں نہیں کیں۔ بلکہ اللہ رب العزت نے کچھ راز ہائے سربستہ میرے پاس اس ہدایت کے بھیجے کہ میں جناب علیؓ تک پہنچا دوں میں وہی باتیں ان سے کہہ رہا تھا۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دو دو صحابیوں کے درمیان اخوت اور بھائی چارگی کا مخصوص رشتہ استوار کیا تو اس میں حضرت علیؓ کی شمولیت نہ تھی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ روتے ہوئے تشریف لائے اور التجا کی یا رسول اللہ! آپ نے تمام اصحاب کو اخوت کے رشتہ میں باہم منسلک کر دیا۔ لیکن میں تنہا اس رشتہ سے محروم ہوں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہوا۔ تم میرے بھائی ہو دنیا اور آخرت دونوں میں۔

خلفائے ثلاثہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بڑی عقیدت اور محبت تھی اور آپ اکثر اس کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ آپ اپنے ایک خط میں جو حضرت معاویہؓ کو لکھا تھا۔ تحریر فرماتے ہیں "اے معاویہ! جیسا کہ تم نے بیان کیا! بلاشبہ اسلام میں سب سے افضل اور اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خلوص رکھنے میں سب سے بڑھ کر خلیفہ صدیقؓ تھے اور پھر خلیفہ کے خلیفہ فاروقؓ۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم کہ دونوں کا مرتبہ عظیم ہے۔" حکم بن حجل سے باسندیہ روایت نقل کی گئی ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جو شخص بھی مجھے ابوبکرؓ و عمرؓ پر فضیلت دے گا میں اس کو مفتری کی سزا (اسی درّے) دوں گا۔ جب باغیوں نے حضرت عثمان غنیؓ کے مکان کا محاصرہ کیا تو حضرت علیؓ ان کے مکان پر تشریف لے گئے۔ (اور باغیوں سے جنگ کرنے کی اجازت چاہی۔ گفتگو کے دوران) آپ نے فرمایا۔ ــ "بخدا میں نہیں جانتا کہ آپ سے کیا کہوں، میں کوئی ایسی بات نہیں جانتا جس سے آپ واقف نہ ہوں۔ نہ میں آپ کی کسی ایسی چیز کی

طرف رہنمائی کر سکتا ہوں۔ جو آپ کو معلوم نہ ہو۔ میں کسی معاملہ میں آپ پر سبقت نہیں رکھتا۔ جس کی آپ کو خبر ہو۔ نہ میں نے خلوت میں کوئی ایسی چیز حاصل کی جو آپ تک پہنچاؤں۔ آپ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی طرح دیدار کیا جیسا کہ ہم نے کیا۔ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سنا جس طرح ہم نے سنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف صحبت سے آپ بھی اسی طرح مشرف ہوئے جیسے ہم ہوئے اور ابوبکرؓ بن ابی قحافہ اور عمرؓ بن الخطاب حق بات پر عمل کرنے میں آپ سے زیادہ حق دار نہیں تھے اور اے عثمانؓ! آپ نسبی قرابت میں ان دونوں سے رسول اللہ کے زیادہ قریب ہیں اور آپ کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دامادی کا شرف حاصل ہے۔ ان دونوں کو حاصل نہیں ہوا۔ " حضرت علیؓ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ " جو کوئی عثمان کے دین سے بیزار ہے وہ ایمان ہی سے بیزار ہے۔ "

حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا دور خلافت بڑا پر آشوب تھا۔ آپ کو سکون و اطمینان کا ایک لمحہ بھی میسر نہ آسکا۔ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے اختلافات، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ کی غلط فہمیاں، جنگ جمل اور جنگ صفین کا دکھ، خارجیوں اور ابن سبا کا فتنہ ایسے حالات تھے جس نے آپ کی زندگی اجیرن کر رکھی تھی۔ حج کے موقع پر خارجیوں نے حضرت علیؓ، حضرت معاویہؓ اور حضرت عمرو بن العاص کو قتل کرنے کا پروگرام بنایا۔ ۱۷ رمضان ۴۰ھ جمعہ کا دن مقرر ہوا۔ طے شدہ تاریخ کو تین خارجی بارک بن عبد اللہ، عمر بن عاص اور عبد الرحمٰن بن ملجم اپنے اپنے مقام پر پہنچے۔ تینوں لعینوں نے فجر کی نماز میں حملہ کیا۔ بارک بن عبد اللہ نے دمشق میں حضرت معاویہ پر حملہ کیا۔ وار اوچھا پڑا اور وہ زخمی ہوئے۔ عمر بن عاص مصر آیا حضرت عمرو بن العاص بیمار تھے فجر کی نماز میں مسجد نہیں آئے تھے۔ ان کی جگہ امام خارجہ عمر بن عاص کے ہاتھوں دھوکے میں قتل ہوئے۔ عبد الرحمن بن ملجم یہودی تھا۔ پہلے مسلمان ہوا پھر خارجیوں میں شامل ہوگیا۔ وہ کوفہ پہنچ کر فجر کے وقت مسجد میں چھپ کر بیٹھ گیا اور عین حالت نماز میں حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ پر ایک زہر آلود تلوار سے سر پر وار کیا۔ سر مبارک کو دے تک کھل گیا۔ لیکن خون کے دھارے نہ بہے، وضو نہ ٹوٹا اور ایسا معلوم ہوا کہ آپ کو خبر بھی نہ ہوئی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو خون جاری ہوا۔ گھر لائے گئے۔ وصیت فرمائی اس کے بعد السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ کہا پھر زبان مبارک پر کلمہ جاری ہوگیا اور وصال کے وقت تک زبان پر کلمہ ہی جاری تھا۔ قاتل ابن ملجم پکڑا اور مارا گیا۔

اللہ جل شانہ کے حکم کے مطابق امیر المومنین حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا پہلا عقد حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراؓ بنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔ جن سے حضرت امام حسنؓ، حضرت امام حسینؓ اور دو صاحبزادیاں حضرت زینب الکبریٰ زوجہ حضرت عبد اللہ بن جعفر طیارؓ اور حضرت ام کلثوم زوجہ حضرت عمر فاروقؓ (حضرت عمرؓ کے وصال کے بعد حضرت کلثومؓ کا دوسرا نکاح حضرت محمد بن جعفر طیارؓ سے ہوا۔) حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراؓ کے وصال کے بعد حضرت علیؓ نے متعدد شادیاں کیں اور ان سے اولادیں بھی ہوئیں۔ آپ کی کل اولادیں اٹھارہ بیٹے اور اٹھارہ بیٹیاں تھیں۔ جن میں حضرت امام حسنؓ، حضرت امام حسینؓ، حضرت محمد بن الحنفیہ (از بطن خولہ) حضرت عباس اور عمر الطرف (از بطن ام البنین) سے نسل چلی۔

تفصیل اولاد و ازواج

از بطن	پسر	دختر
حضرت فاطمہؓ	سیدنا حسن ـ سیدنا حسین	زینب الکبریٰ ـ ام کلثوم
ام البنین بنت حرام از بنو ہوازن	عمر الطرف ـ عباس ـ جعفر ـ	
	عبید اللہ ـ عثمان	ـ ـ
لیلیٰ بنت مسعود از بنو تمیم	ابوبکر ـ عبید اللہ	ـ ـ
اسماء بنت عمیس بیوہ ابوبکر صدیقؓ	عون ـ یحییٰ	ـ ـ
امامہ بنت زینب بنت رسول اللہ	محمد اوسط	ـ ـ
خولہ بنت جعفر بن قیس از بنو حنیف	محمد ابن الحنفیہ	ـ ـ
ام سعید بنت عروہ بن مسعود ثقفی	ـ ـ	ام الحسن ـ رملۃ الکبریٰ
ام حبیبہ بنت ربیعہ از بنو تغلب	عمر	رقیہ
محیاۃ بنت امرء القیس از بنو کلب	----	حارثہ
متعدد باندیوں کے بطن سے	----	ام ہانی ـ میمونہ ـ زینب الصغریٰ ـ فاطمہ ـ امامہ ـ خدیجہ ـ ام الکرام ـ ام سلمہ ـ جمانہ ـ جعفر ـ رملۃ الصغریٰ

روضۂ اقدس
حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ
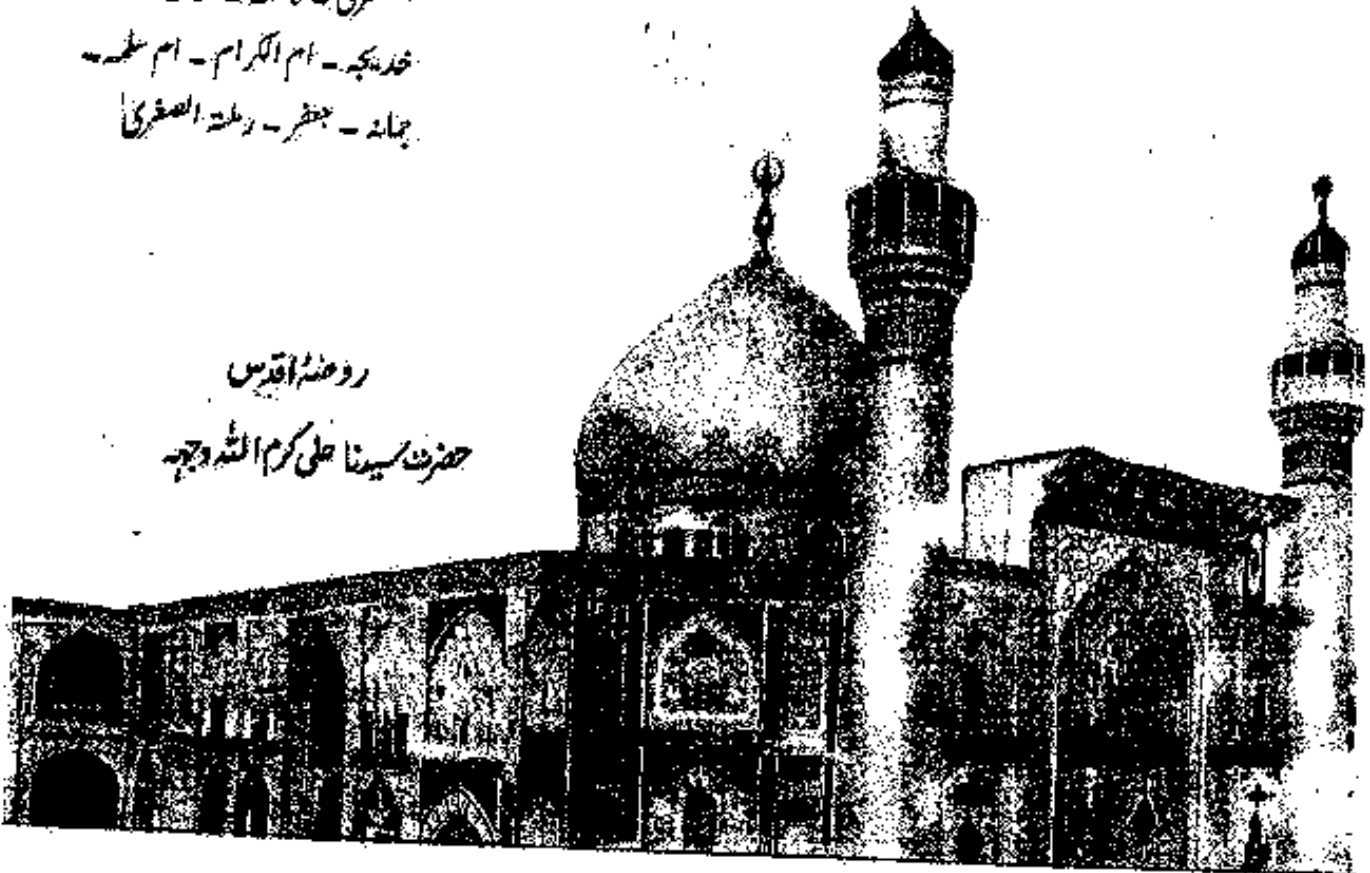
امیر المومنین حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ

شاہزادۂ خاندان رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم، نواسۂ رسول برحق، جگر گوشۂ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سب سے بڑے صاحب زادے حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ ۱۵ رمضان المبارک ۳ھ مطابق ۶۲۵ء بوقت شب مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے حسن و جمال کا کیا کہنا۔ بقول حضرت علی مرتضٰی آپ ناف سے اوپر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔ پیدائش کے ساتویں دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا عقیقہ کیا۔ مینڈھے ذبح کئے اور سر کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کیا۔ حضرات حسنین کو اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا۔ اَلْحَسَنُ وَ الْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ (حسنؓ اور حسینؓ نوجوانانِ بہشت کے سردار ہیں۔) حضرت بریدہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم منبر شریف پر خطبہ دے رہے تھے۔ اچانک حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما دہلیز سے برآمد ہوئے۔ چھوٹے تھے۔ سرخ پیراہن کچھ بڑا تھا، چلنے میں قدم رک رہے تھے اور گرنے کا احتمال تھا۔ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف متوجہ ہوئے۔ منبر سے اترے، نواسوں کو گود میں اٹھا کر لائے اور قریب بٹھایا اور فرمایا۔ صدق اللّٰہ انما اموالکم واولادکم فتنہ (بیشک اولاد اور مال سے تمہاری آزمائش ہے۔ کتنا سچ فرمایا اللہ رب العزت نے) میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا کہ کانپ رہے ہیں کہیں گر نہ جائیں۔ اتنا صبر نہ کر سکا کہ گفتگو تمام کرلوں۔ گفتگو روک کر ان کو اٹھا لایا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرات حسنین سے از حد محبت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا۔ میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں۔ اے اللہ! تو بھی ان سے محبت فرما اور جو شخص ان دونوں سے محبت کرے اس سے بھی محبت فرما۔

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت حضرت امام حسنؓ تقریباً آٹھ سال کے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ آپ کی بڑی عزت کرتے اور عزیز رکھتے اور حضرت امام رضی اللہ عنہ کو بھی ان بزرگوں سے بڑی عقیدت اور محبت تھی۔ جب باغیوں نے حضرت عثمان غنیؓ کے مکان کا محاصرہ کیا تو آپؓ ان کی حفاظت کرتے ہوئے زخمی ہوگئے۔

ایک مرتبہ آپ نے کوفہ میں خطبہ کے دوران اپنا ایک خواب بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ " ۔۔۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکرؓ میری گوش کی طرح ہیں اور عمرؓ بمنزلہ میری چشم کے ہیں اور عثمانؓ میرے دل کے قائم مقام ہیں۔ "

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ میرا یہ بیٹا (یعنی حضرت امام حسنؓ) سید ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت سیدنا علی مرتضٰی کی شہادت کے بعد اہل کوفہ اور چالیس ہزار فوج نے حضرت سیدنا امام حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کی اور چار ماہ تین دن عراق و عرب اور خراسان آپ کے زیر خلافت رہا۔ جب آپ کو خبر ملی کہ حضرت معاویہؓ ساٹھ ہزار کی ایک بڑی فوج کے ساتھ کوفہ کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ تو آپ نے بھی اپنے چالیس ہزار فوج کے ساتھ مقابلہ کی نیت سے کوفہ سے کوچ فرمایا۔ ساباط کے مقام پر دونوں فوجوں کا سامنا ہوا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نرم مزاج، رحمدل، امن پسند اور صلح جو واقع ہوئے تھے۔ آپ نے محسوس کیا کہ سبائی ٹولہ اور فتنہ پرواز فوج میں گھسے ہوئے ہیں۔ اور آپس کے اس جھگڑے میں ہزاروں مسلمان فنا کے گھاٹ اتر جائیں گے۔ اس لئے آپ نے حضرت معاویہؓ سے صلح کرلی

اور خلافت سے دست بردار ہو گئے۔ ترک خلافت کے بعد آپ نے مستقل رہائش مدینہ منورہ میں اختیار فرمائی۔ آپ کا معمول تھا کہ فجر کی نماز کے بعد اشراق تک مسجد نبوی میں مصلی پر تشریف فرما ہوتے۔ پھر ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے اور تبلیغ و ارشاد میں مشغول رہتے۔ نماز چاشت پڑھ کر امہات المومنین کی خدمت اقدس میں حاضری دیتے۔ اس کے بعد گھر تشریف لے جاتے۔ کچھ دیر کے لئے وہاں قیام فرماتے پھر مسجد میں واپس آجاتے۔

امیر المومنین حضرت سیدنا امام حسنؓ زہر کے اثر سے علیل ہوئے اور فرمایا۔ مجھے کئی بار زہر دیا گیا لیکن اس بار اس کا اثر بہت شدید ہے۔ سینہ کٹا جاتا ہے۔ آپ کا وصال ۲۸ صفر ۵۰ھ مطابق ۶۷۰ء کو ہوا۔ جنت البقیع میں اپنی والدہ محترمہ کے پہلو میں آرام فرما ہوئے۔

مروان بن حکم کو حضرت امام سے بڑی دشمنی تھی اور آپ کی شان میں گستاخیاں کیا کرتا تھا۔ لیکن آپ نے اس کا کبھی جواب نہیں دیا۔ جب آپ کا وصال ہوا تو مروان جنازہ میں شریک ہوا اور بہت رویا۔ حضرت امام حسینؓ نے فرمایا کہ اب روتا ہے حالانکہ زندگی میں عداوت رکھتا تھا۔ اور بدکلامی کرتا تھا۔ مروان نے کہا۔ میں جو کچھ کرتا تھا اس شخص کے ساتھ کرتا تھا جو اس پہاڑ سے بھی زیادہ باوقار، متحمل اور حلیم تھا۔ آپ نے بکثرت شادیاں کیں جن سے سترہ اولادیں ہوئیں۔ نسل صرف حضرت زید، حضرت حسن مثنیٰ، حضرت حسین اور حضرت عمر سے جاری ہوئی۔

نقشہ اولاد حضرت امام حسنؓ
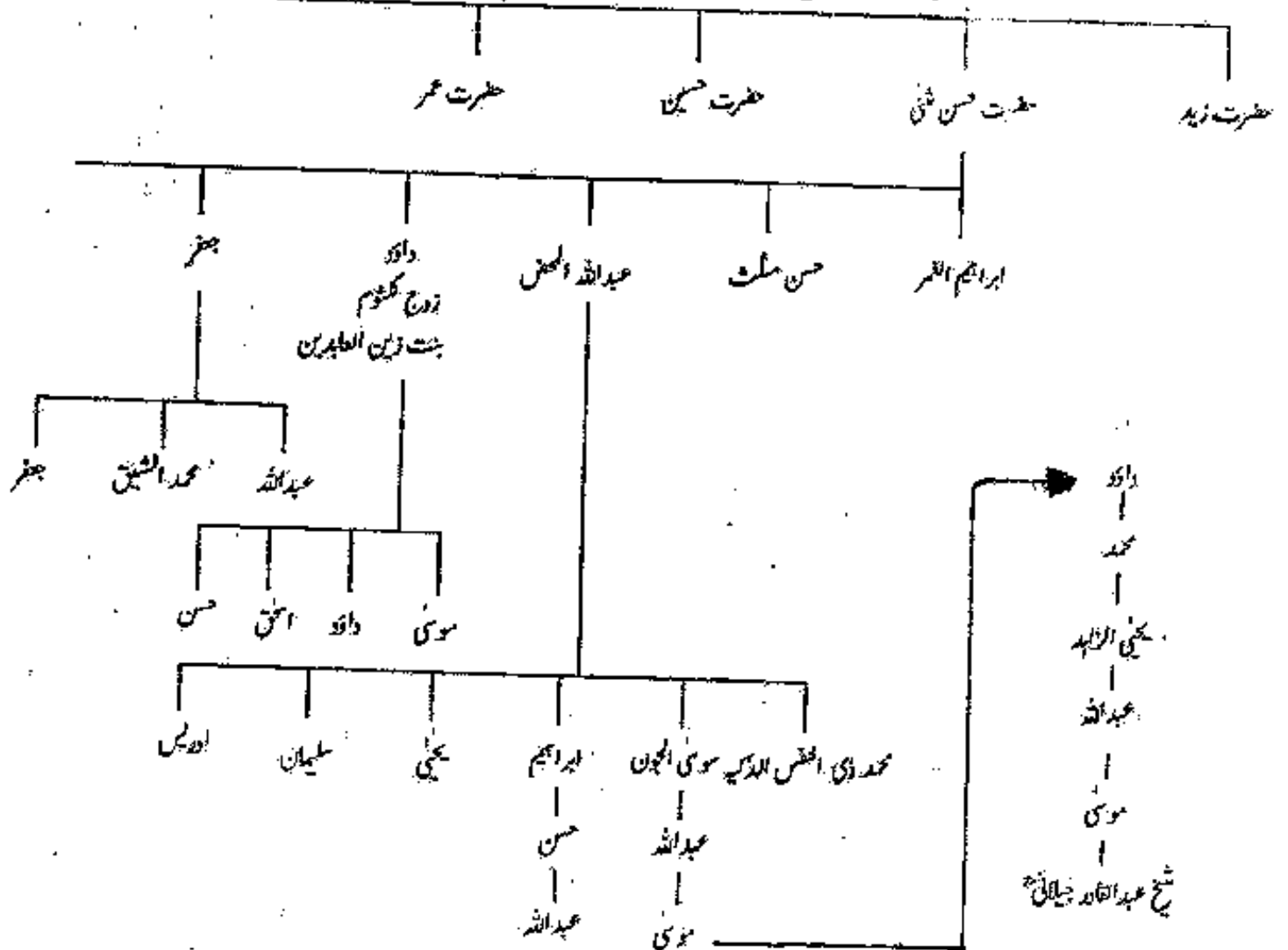
حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانہ کے گوہر آب دار، سبط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، سیدۃ فاطمۃ الزہرا کے لعل اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے منجھلے صاحبزادے حضرت سیدنا امام حسینؓ ۵ شعبان المعظم ۴ھ مطابق ۶۲۶ء کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے سات سال کی عمر تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر سایہ پرورش پائی۔ آپ کے جسم کا زیریں حصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھا۔ جس طرح حضرت امام حسنؓ نے پاپیادہ بیس حج کیا تھا۔ اسی طرح آپ نے پچیس حج پاپیادہ کئے۔ آپ کو نماز، روزے، صدقات اور اعمال خیر میں مشغولیت زیادہ رہتی تھی۔ حضرات حسنین اپنے نانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر قریب تھے کہ انہیں یا اَبَتِ (اے ابا) کہہ کر پکارتے اور اپنے والد حضرت علیؓ کا نام لیتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اور وصال کے بعد بھی لوگ آپ حضرات کو یا ابن رسول اللہ کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ھٰذَانِ اِبْنَایْ (یہ دونوں میرے لڑکے ہیں) حضرت مخدوم شاہ شعیب قدس سرہ حضرت اسامہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ (ترجمہ) " ایک شب میں (یعنی حضرت اسامہؓ) اپنی ایک ضرورت سے آستانہ رسالتؐ پر حاضر ہوا۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دوش مبارک پر کچھ لئے ہوئے ہیں۔ جب میں اپنی گفتگو ختم کر چکا تو پوچھا۔ یا رسول اللہ! کیا چیز ہے؟ جسے دوش مبارک سے لگائے ہوئے ہیں۔ سرکار نے چادر ہٹائی۔ میں نے دیکھا پشت مبارک پر شاہزادگان حضرات حسن و حسین لپٹے ہوئے ہیں۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ حضرت عمر فاروقؓ کا بیان ہے۔ "ایک روز میں خدمت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا حضرت حسینؓ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوش مبارک پر سوار ہیں۔ ایک دھاگہ حضور اپنے دندان مبارک سے دبائے ہیں۔ ایک سرا ننھے پھول حضرت حسین کے ہاتھ میں دیا گیا ہے۔ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم ننھے سوار کی مطابقت میں زانوئے مبارک کے سہارے چل رہے ہیں۔ میں نے جب شفقت و پیار کا یہ سماں دیکھا تو دلچسپی کے انداز میں کہا کتنے اچھے شتر (اونٹ) ہیں اے ابا عبد اللہ! (حضرت حسینؓ کا لقب ابا عبد اللہ تھا) سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرط محبت میں فرمایا۔ بہت ہی اچھا سوار ہے۔ اے عمر!!

حضرت مخدوم شاہ شعیب فردوسی قدس سرہ اپنی کتاب " مناقب الاصفیاء " میں تحریر فرماتے ہیں۔ (ترجمہ) " جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت شاہزادگان والا شان سے جب اس قدر ظاہر ہوئی۔ اللہ رب العزت کا پیام آیا۔ جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا۔ اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کا ارشاد ہے۔ آپ ان دونوں سے اس قدر دل نہ لگائیں۔ یہ عشق الٰہی کے سوز و بلا میں مقبول ہو چکے ہیں۔ ان کے متعلق میں حکم دے چکا ہوں کہ ایک کو زہر ہلاہل دلوا کر اپنی لقا کے لئے بلاؤں گا اور دوسرے نیزہ کے زخموں اور ملعونوں کی تلواروں سے جگر پارہ ہو کر داد عشق دیں گے۔" آپ کو اس خبر سے انتہائی غم کا احساس ہوا کرتا تھا۔ لیکن فرماتے رَضِیْنَا بِقَضَائِکَ (اے اللہ! میں تیرے فیصلہ پر راضی ہوں۔)

آخر اللہ رب العزت کی مرضی کے مطابق ہوا۔ حضرت معاویہؓ کے انتقال کے بعد جب خلافت کی باگ ڈور یزید کے ہاتھ میں آئی تو اسے چار افراد سے خطرہ محسوس ہوا۔ اس نے اپنی حکومت کی استقامت کے خیال سے امیر مدینہ ولید بن عتبہ کو حکم بھیجا کہ حسین

ابن علی، عبد اللہ ابن زبیر، عبد الرحمن بن ابی بکر اور عبد اللہ بن عمر سے فوراً بیعت لیا جائے۔ حضرت امام حسینؓ اور عبد اللہ ابن زبیر نے یزید کی مخالفت کی اور بیعت سے صاف انکار کیا۔ اور یہ دونوں حضرات مدینہ چھوڑ کر معہ اہل و عیال مکہ مکرمہ چلے گئے۔ اس کے بعد سے سرداران، امراء اور اہل کوفہ کا حضرت امامؓ سے مسلسل اصرار ہوتا رہا کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ فوراً کوفہ آکر ہماری بیعت لیں اور مسلمانوں کی رہنمائی فرمائیں۔ اس سلسلہ میں سینکڑوں خطوط سرداران و امراء کوفہ نے آپ کو بلاوے کے بھیجے۔
حضرت امام حسینؓ نے اپنے اعزہ و اقارب اور بہی خواہوں سے مشورہ کیا۔ حضرت عبد اللہ ابن زبیر، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عبد اللہ بن جعفر، حضرت عمرو بن عبد الرحمٰن اور حضرت عمرو بن سعید وغیرہ ہم نے آپ کو کوفہ جانے سے منع کیا اور انہیں روکنے کی شدید کوشش کی۔ لیکن حضرت سیدنا امام حسینؓ نے کافی غور و خوض اور استخارہ کے بعد کوفہ جانے کا فیصلہ کر لیا۔ اور معہ اہل و عیال مدینہ سے روانہ ہوئے۔ روانگی سے قبل اپنے نانا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر حاضری دی اور سلام پیش کیا۔

شہید کرب و بلا حضرت سیدنا امام حسینؓ کی روانگی کوفہ، واقعہ کربلا اور شہادت عظمیٰ پر بکثرت تذکرے اور تاریخیں لکھی گئیں ہیں۔ اس سلسلہ میں طرح طرح کی غلط باتیں اور تبصرے کئے گئے۔ کسی نے لکھا کہ خلافت حضرت امامؓ کا پیدائشی حق تھا جس کے لئے انہوں نے جنگ لڑی، کسی نے تبصرہ فرما دیا کہ یہ حکومت اور طاقت کے حصول کی لڑائی تھی اور حضرت امام حسینؓ نے سیاسی سوجھ بوجھ سے کام نہیں لیا۔ کچھ بدبختوں نے اس واقع کو اسلامی حکومت اور نام نہاد خلیفہ (یزید) کے خلاف حضرت امام حسینؓ کا خروج ثابت کیا۔ حالانکہ یہ نہ تو کوئی سیاسی جنگ تھی اور نہ ہی اقتدار کی جنگ، کربلا کا واقع نہ حکومت اسلامی کے خلاف خروج تھا اور نہ ہی حضرت امام حسینؓ خلافت کو اپنا پیدائشی حق سمجھتے تھے کہ جس کے حصول کے لئے کوشاں تھے۔ کربلا کا واقعہ دراصل حق و باطل کا معرکہ تھا۔ جس میں حضرت امامؓ نے اپنی گردن کٹا کر حق کو سربلند کیا۔ اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا تھا۔ آپ نے اپنی اور اپنے خاندان کی قربانی دے کر اس وعدہ کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

شہید کربلا حضرت سیدنا امام حسینؓ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک کام کرنے کا حکم دیا ہے۔ میں وہ کام ضرور انجام دوں گا۔ ایک دوسرے خواب میں جب امامؓ نے سرکار مدینہ کو دیکھا تو فرمایا۔ یا نبی اللہ! مجھ کو بھی اپنے ساتھ لیتے چلیں۔ میں آپ کی امت کے مظالم سے تھک گیا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہوا۔ یا قرۃ عینی ان لک فی الجنۃ درجۃ لا تنالها الا بالشهادة (اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک! جنت میں تمہارے لئے ایک مقام ہے جسے شہادت ہی کے ذریعہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔) مزید ایک خواب میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے فرزند! میری بے ہودہ امت نے تمہارے قتل کا ارادہ کیا ہے۔ جلدی ہی آکر ہم سے ملو۔ میں خود، علی، فاطمہ اور حسن تمہاری ملاقات کی آرزو میں ہیں۔ اسی طرح حضرت امامؓ کی جماعت کے دوسرے لوگوں نے بھی خواب دیکھا کہ فرمایا جا رہا ہے۔ عجلو عجلوا الرحیل الینا قریب (جلدی کرو مجھ تک پہنچنے کا وقت قریب ہے۔)

حضرت مخدوم شاہ شعیب فردوسی قدس سرہ "مناقب الاصفیاء" میں لکھتے ہیں "لیکن واقعات کربلا کے سلسلے میں یہ تعبیر فرائض عبودیت کی ادائیگی کی ہے اور ظاہری شریعت سے متعلق ہے۔ اصل حقیقت واقعات کی کچھ اور ہے۔ دراصل یہ حضرات عاشقان الٰہ تھے اور عاشقوں کی محبت کا تقاضا ہے کہ محبوب کے حکم کے مقابلہ میں اپنا کوئی ارادہ اور خواہش نہ رکھے۔ شریعت ظاہری

کی عبودیت میں صرف معبود کی نوازشات و اکرام پر نگاہ رہتی ہے ۔ لیکن عاشقوں کا شغل جگر سوزی ، خواری اور نامرادی کے علاوہ کچھ نہیں۔ شریعت میں عبودیت تمام تر ناز ہے۔ عشق و محبت میں یکسر نیاز ہے۔ اسی لئے جب ان عاشقان الٰہ نے محبت کا اظہار کیا۔ تو سلطان عشق نے بے پروائی کی تلوار اپنی غیرت کی نیام سے کھینچ لی اور عاشقوں کے درمیان تلوار گردش کرنے لگی۔ ادھر دوسری جانب جان باز عشاق نے جلوہ ناز دیکھتے ہی مسکراتے ہوئے گردنیں جھکا دیں۔ اپنی مراد و آرزو کا سر کنارہ پھینکا اور سب کچھ رضائے محبوب پر قربان کر دیا۔ " حضرت سیدنا امام حسینؓ نے عشق کی راہ میں چلتے ہوئے۔ ۱۰ محرم الحرام ۶۰ھ مطابق ۶۸۰ء کو اپنے بہتر ساتھیوں کے ساتھ جام شہادت نوش فرمایا۔ جن میں تیئیس افراد خاندان اہل بیت سے تھے۔ خاندان نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے چند خواتین اور مردوں میں صرف بیمار علی زین العابدین زندہ بچے۔ اور یہ لٹا پٹا قافلہ مدینہ منورہ میں پناہ گزیں ہوا۔ اہل سنت و الجماعت کے نزدیک واقعہ کربلا کے مجرمان شمر لعین ، ابن زیاد ، کوفہ کے نام نہاد شیعان اہل بیت اور یزید تھے۔

ایران کے بادشاہ یزد جرد کی تین بیٹیاں مہر بانو ، ماہ بانو اور شہربانو ایک جنگ میں قید ہو کر مدینہ آئی تھیں۔ یہ تینوں شہزادیاں مسلمان ہوئیں اور اس وقت کے شاہزادگان اسلام کی زوجیت میں آئیں۔ مہربانو زوجہ حضرت محمد بن ابوبکر صدیقؓ ، ماہ بانو زوجہ حضرت عبد الرحمٰن بن عمر فاروقؓ اور شہربانو زوجہ حضرت سیدنا امام حسینؓ۔ حضرت علی زین العابدین بی بی شہربانو کے بطن سے تھے۔ حضرت امام حسینؓ کی واحد اولاد حضرت علی زین العابدین سے ہی نسل چلی۔

نقشہ اولاد حضرت امام حسینؓ
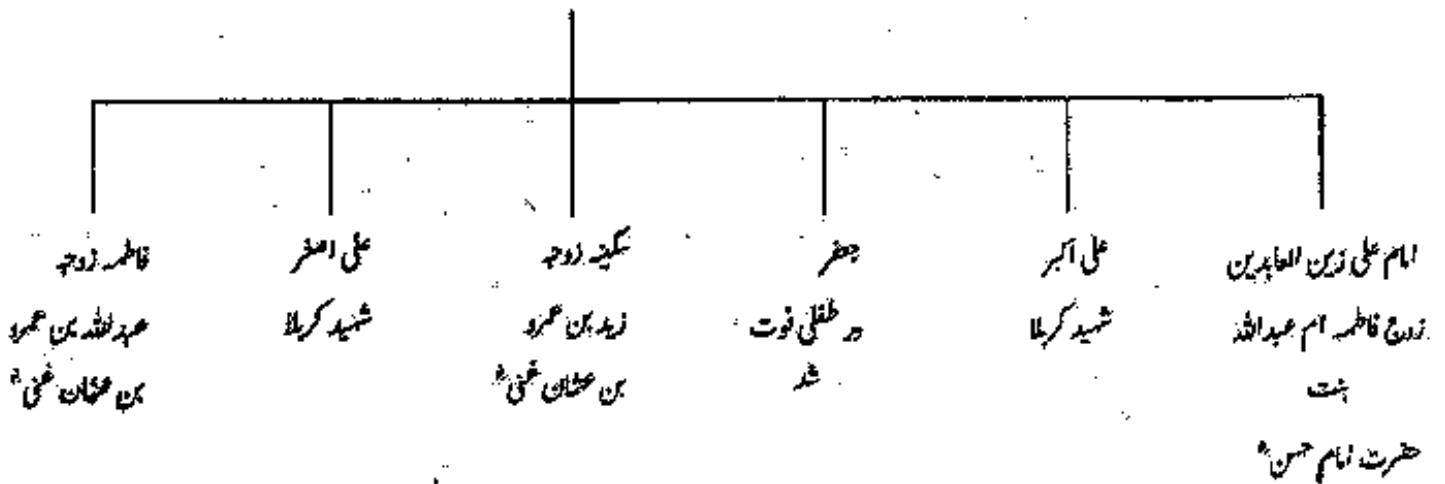
حضرت امام علی زین العابدینؓ

حضرت امام علی (زین العابدین) بن حضرت امام حسینؓ کی کنیت ابو الحسن اور سجاد و زین العابدین لقب ہے۔ آپ ۱۵ جمادی الاول ۳۸ھ مطابق ۶۵۸ء میں پیدا ہوئے۔ واقعہ کربلا کے بعد آپ نے مدینہ منورہ میں گوشہ نشین ہو کر ذکر الٰہی، عبادت و ریاضت اور علوم اسلامیہ کی اشاعت و تبلیغ میں زندگی گزاری۔ حضرت مخدوم شاہ شعیب فردوسی قدس سرہ "مناقب الاصفیاء" میں رقم طراز ہیں۔

(ترجمہ)

"جناب علی اصغر زین العابدینؓ تمام اصحاب طریقت میں مقدم، ارباب حقیقت میں معظم، صحابہ رضوان اللہ اجمعین کے بعد تمام اہل زمانہ میں عابد ترین، سب سے پہلے صوفیاء کے احوال و مقامات میں ان ہی نے گوہر افشانی کی۔ مواجید و کرامات میں ان ہی نے خبر داری بخشی، مردان راہ کے کاروبار اور علوم کو اپنے قول و فعل سے ثابت و آشکار فرمایا۔ یہ اللہ کے محبوب اور پیارے طبقہ تابعین سے ہیں۔ آپ نے صحابہ کرام کی عظیم شخصیتوں کو پایا اور ان سے علم ظاہر و باطن حاصل فرمایا۔ مثلاً اپنے والد بزرگوار حضرت حسین ابن علیؓ، ابن عباس، مسور، ابو رافع، سعید ابن مسیب اور ازواج مطہرات میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ، ام سلمہ، صفیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہ کو۔"

حضرت مخدوم شاہ شعیب فردوسی حضرت اصمعیؒ سے روایت فرماتے ہیں۔ "اصمعیؒ کہتے ہیں کہ ایک چاندنی رات تھی۔ میں طواف کعبہ میں مشغول تھا کہ مجھے سوگوار، رقت انگیز ایک آواز سنائی دی۔ میں دل میں قابو نہ رکھ سکا اور اسی سمت بڑھا جدھر سے آواز آرہی تھی۔ میں نے دیکھا ایک جوان خوبصورت، پسندیدہ سیرت، بہت ہی مکرم و محترم، بال بکھرے ہوئے باب کعبہ کو پکڑ کر کہہ رہا ہے۔ اے میرے آقا! اے میرے مولا! رات کے اس سناٹے میں انسانی آنکھیں خفتہ ہیں۔ اب تو ستارے بھی سو رہنے کے لئے غروب ہونا چاہتے ہیں۔ لیکن ---- خدایا ---- تو زندہ و پائندہ ہے۔ اے اللہ! بادشاہوں نے فریادیوں پر اپنا دروازہ بند کر دیا اور دربان مقرر کر دیئے۔ لیکن خدایا! محتاج، گناہگار، تباہ حال ایک سائل تیرے دروازہ پر آیا ہے۔ تیرا دروازہ درماندوں کے لئے ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔ اے اللہ! تیرا یہ غلام رحمت کی امید لے کر آیا ہے۔ یا رحیم! یا کریم! میری فریاد سن لے ---- اے میرے اللہ! اے میرے آقا! اے میرے مولا! اگر میں تیری توفیق سے تیرا اطاعت گزار بندہ ہوں تو تیرے انعام و احسان کی حاجت ہے اور اگر میں اپنی جہالت و نادانی سے گناہ گار اور عاصی ہوں تو تجھے اپنے غفور و رحیم ہونے کی دلیل ظاہر کرنے کا موقع ہے۔ اے اللہ! تو اپنی منت و عنایت اور شان غفاری سے مجھ پر رحم فرما اور میرے گناہوں کو معاف کر دے اور اے رحیم و کریم آقا! مجھے میرے جد مکرم کے دیدار سے اپنے مکرم گھر میں محروم نہ کر اور نہ آنکھوں کی روشنی سے محروم کر۔ کیونکہ وہ تیرے پیارے تھے۔ تو نے اُن کو صفا بخشی تھی۔ وہ تیرے رسول ہیں۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ---- پھر کہنے لگے۔ اے اللہ بندوں کی نیکی تجھ میں اضافہ نہیں کرتی اور برائی تجھ کو کچھ نقصان نہیں پہنچاتی۔ اے رحیم و کریم آقا! اپنے اس حقیر بندے پر رحم فرما۔ یہاں تک کہ غشی طاری ہوئی اور (آپؓ) گر پڑے۔ میں (اصمعیؒ) قریب ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ جناب زین العابدین ہیں۔ سبحان اللہ میں نے سر مبارک آغوش میں لیا اور

میرے بھی آنسو نہ تھمے۔ میرے قطراتِ اشک حضرت امام کے چہرہ انور پر گر ہی پڑے۔ ان کو ہوش آیا۔ آنکھیں کھولیں۔ دیکھا اور فرمایا۔ کس نے مجھے میرے اللہ کی یاد سے موڑ لیا ہے۔ میں نے کہا میں ہوں میرے آقا! اصمعی !! آپ اس قدر کیوں گریہ و زاری میں مشغول ہیں۔ آپ تو اہل بیت طاہرین میں ہیں۔ آپ تو معدنِ نبوت و رسالت کے گوہر آبدار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا (بیشک اللہ ارادہ کر چکا ہے کہ ہر طرح کی ناانصافی کو تم لوگوں سے دور رکھے گا۔ اے اہل بیت رسول اللہ! اور ہر طرح کی طہارت تم لوگوں کو عنایت کرے گا۔) خاص آپ لوگوں کے حق میں ارشاد فرمایا ہے۔ اصمعی کا بیان ہے۔ میں نے یہ جملے تمام کیں تو حضرت امام اٹھ بیٹھے اور ارشاد ہوا۔ آہ! یہ تو حقیقت ہے کہ جنت نیکوں ہی کے لئے بنائی گئی ہے۔ اگرچہ وہ حبشی غلام ہو۔ اور جہنم عاصیوں کے لئے ہی ہے اگرچہ وہ شریف قریشی ہی کیوں نہ ہو۔

اے اصمعی! تم نے کلام الٰہی کے اس حصے پر فکر نہیں کیا۔ ارشاد ہے۔ فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَھُمْ یَوْمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ (وہ دن جب صور پھونکا جائے گا۔ اس دن یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ نسب کیا ہے) ۔۔۔۔۔۔"

ایک مرتبہ ہشام بن عبد الملک حج میں آیا، طواف کر رہا تھا۔ چاہا کہ حجر اسود کو بوسہ دے لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے بوسہ نہ دے سکا۔ منبر کے پاس آیا اور خطبہ دینے لگا۔ اسی درمیان میں جناب زین العابدین طواف کے لئے آئے۔ ایک نوکر آگے " طرقوا ابن رسول اللہ " کہتا چلا جاتا تھا۔ حجر اسود کے قریب پہنچے۔ لوگوں نے خود بخود تعظیماً جگہ خالی کر دی اور آپ نے استلام کیا۔ منبر کے قریب ایک شخص شام کا رہنے والا موجود تھا۔ اس نے یہ صورت دیکھ کر ہشام سے پوچھا۔ یہ کیا قصہ ہے۔ آپ امیر ہیں۔ آپ کو ہجوم کی وجہ سے حجر اسود کے بوسہ کا موقع نہ ملا۔ اور جب وہ خوبصورت نوجوان آیا تو دیکھتے ہی تعظیماً حجر اسود کے پاس سے تمام لوگ ہٹ گئے۔ اس کے لئے جگہ خالی کر دی۔ آخر یہ کون شخص ہے۔ مشہور شاعر فرزدق اسی جگہ کھڑا تھا۔ اس نے کہا میں انہیں اچھی طرح پہچانتا ہوں اور ایک طویل قصیدہ ان کی مدح میں اسی جگہ ترتیب دے کر سنایا۔ (ترجمہ)

یہ وہ ہیں جن کو وادی بطحا کا ذرہ ذرہ جانتا ہے۔
ان کو خانہ کعبہ پہچانتا ہے۔ حل واقف ہے سارا حرم جانتا ہے۔
تمام اچھوں میں سب سے اچھے باپ کے بیٹے ہیں۔
ایمان والوں کے علم۔ بڑے متقی ظاہر و باطن کی طہارت رکھنے والے ہیں۔
افسوس تم نے نہیں پہچانا یہ حضرت فاطمہ زہرا کے لخت جگر ہیں۔ تم میں بڑے جناب علی کی اولاد میں ہیں۔
ان کے چہرہ انور کی ضیاء پاشی سے عالم پر چھائی ہوئی تاریکی چھٹ جاتی ہے۔
جیسے طلوع آفتاب سے رات کی تاریکی روشنی میں بدل جاتی ہے۔
حجر اسود ان کی ہتھیلیوں کو اس قدر پہچانتا ہے کہ خود چومنے کو بڑھتا ہے۔
حطیم میں جب یہ استلام کو جاتے ہیں۔
ان کی محبت پر دین کا مدار ہے۔ اور ان سے عداوت کفر ہے۔
رب نے ان کو نجات یافتہ اور معصوم بنایا ہے۔ (وغیرہ وغیرہ یہ ایک طویل قصیدہ ہے)

حضرت امام علی زین العابدین کی کل پندرہ اولادوں کا پتہ چلتا ہے۔ جن میں گیارہ بیٹے محمد باقر، عبد اللہ الباہر، زید شہید،

عمر الاشرف، حسین الاصغر، علی الاصغر، حسن، عبد الرحمٰن، سلیمان، حسین، محمد اصغر اور چار لڑکیاں ام کلثوم زوجہ داؤد بن حسن مثنٰی بن حضرت امام حسنؓ، خدیجہ الصغریٰ زوجہ محمد بن عمر بن حضرت علی مرتضٰی، فاطمہ اور عالیہ۔ حضرت محمد باقرؓ، فاطمہ ام عبد اللہ بنت حضرت امام حسنؓ کے بطن سے تھے۔

حضرت امام علی زین العابدینؓ نے ۵۷ سال کی عمر میں ۲۵ محرم الحرام ۹۵ھ مطابق ۷۱۴ء میں رحلت فرمائی اور حضرت امام حسنؓ کے پہلو میں آرام فرما ہیں۔

نقشہ اولاد حضرت زین العابدینؓ
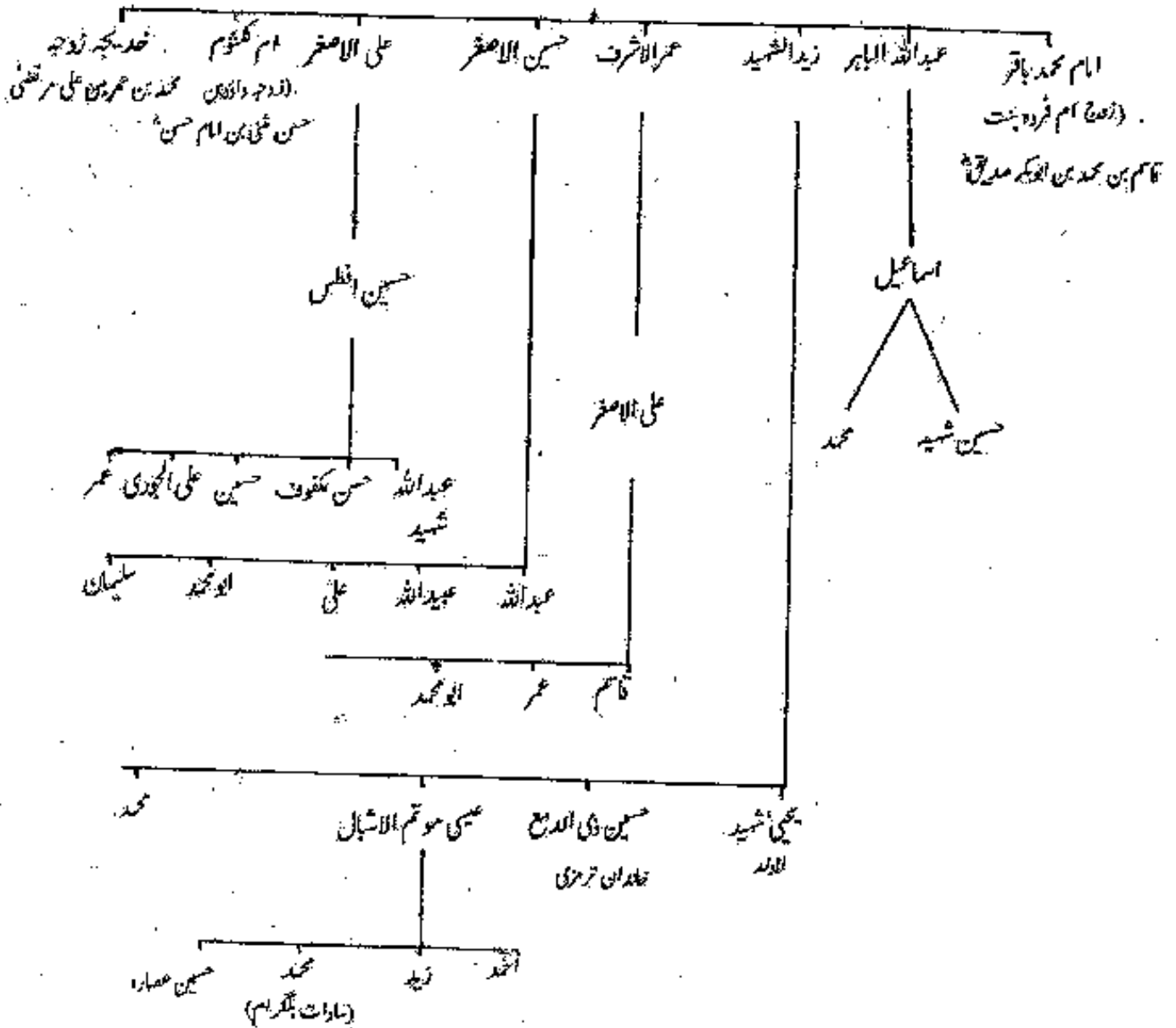
حضرت امام محمد باقرؓ

حضرت امام محمد باقر بن امام علی زین العابدین بن حضرت امام حسینؓ بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نام محمد لقب باقر اور کنیت ابو جعفر تھا۔ یکم رجب ۵۷ھ مطابق ۶۷۷ء کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ واقعہ کربلا میں آپ کی عمر تین سال کی تھی اور آپ والدین کے ساتھ اس کرب وبلا سے دوچار ہوئے۔ آپ اپنے وقت کے جیّد عالم دین تھے۔ علم حدیث وفقہ، تفسیر قرآن اور دوسرے علوم اسلامیہ میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔ علوم ظاہری کے علاوہ علوم باطنی میں آپ وارث خاندان رسالت تھے۔ آپ علوم ظاہر کے معنی کو شق کر کے اس کے باطنی اصول و رموز کو معلوم کر لیتے تھے۔ اس لئے آپ کا لقب باقرؓ ہوا۔ باقر کے معنی شق کرنے والے کے ہیں۔ آپ نے حضرت جابرؓ اور حضرت انس بن مالکؓ جیسے صحابی کو دیکھا۔ اپنے والد امام زین العابدین، حضرت ابن مسیّب اور حضرت ابن حنفیہ جیسے تابعین اور ائمہ سے علوم ظاہری و باطنی کا اکتساب فرمایا۔

حدیث (ترجمہ) "حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ ایک روز میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے جابر! شاید تو میرے فرزندوں میں سے ایک کو جن کا نام محمد بن علی بن حسین ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کو نور اور حکمت دے گا۔ میرا سلام اس کو پہنچا۔ میں نے سلام ان کو (یعنی امام محمد باقر کو) پہنچایا۔ اور انہوں نے فرمایا وعلیک السّلام۔"

ابو المضیر (جو نابینا تھے) سے روایت ہے کہ ایک روز میں نے حضرت امام سے پوچھا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریّت سے ہیں ان کے علم کا میراث پایا؟ آپؓ نے فرمایا ہاں۔ میں نے کہا آپ کی دعا سے مردہ زندہ، اندھا آنکھوں والا اور کوڑھی شفا پاسکتا ہے؟ آپؓ نے فرمایا ہاں اور میری آنکھوں پر اپنا ہاتھ پھیرا۔ میری آنکھیں روشن ہو گئیں اور میں نے زمین و آسمان دیکھے۔ پھر آپ نے دوبارہ میری آنکھوں پر ہاتھ پھیرا اور میں پھر نابینا ہو گیا۔ آپؓ نے فرمایا اگر تم چاہتے ہو کہ بہشت میں بے حساب داخل ہو تو قسمت پر قانع رہو۔

حضرت امام محمد باقرؓ کی خاموش زندگی زہد و ریاضت و عبادت میں گذری۔ اکثر راتوں کو اٹھ کر اللہ جل شانہ کے حضور رقت انگیز مناجات میں مشغول ہوتے۔ کتابوں میں آپ کی مناجات تحریر ہے۔ حضرت مخدوم شاہ شعیب فردوسی قدس سرہ کی کتاب "مناقب الاصفیاء" میں آپ کی ایک مناجات دی گئی ہے۔ آپ اللہ کے حضور اس طرح دست بدعا ہیں۔ "۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اے میرے اللہ! جب میں موت، حساب اور قبر کو یاد کرتا ہوں، میرا دل دنیا کی تمام خوشی گم کر دیتا ہے اور جب نامۂ اعمال کو یاد کرتا ہوں، دنیا کی کسی چیز پر نظر نہیں پڑتی اور جب ملک الموت کو یاد کرتا ہوں، دنیا کا کوئی رنگ نہیں بھاتا ہے۔ اے اللہ! تو ہی اپنی معرفت ہمیں عطا کر، تو ہی مجھے وہ عنوان بتا جس سے تجھے پکاروں۔ اے اللہ! تو مجھے ایسی راحت دے جس میں موت نہ عذاب ملے۔ ایسی زندگی دے جس کے حساب میں سزا نہ ہو۔"

ایک مرتبہ حضرت امام محمد باقرؓ نے حضرت جابرؓ سے فرمایا۔ "اے جابر! مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ عراق میں ایک قوم ہے۔ وہ لوگ ہماری محبّت اور دوستی کے دعوے دار ہیں اور ابوبکرؓ و عمرؓ کے متعلق کج بیٹی (طعن و تشنیع) کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں نے ان کو اس چیز کا حکم دیا ہے۔ ان کو اطلاع کر دو کہ اللہ تعالیٰ گواہ و شاہد ہے کہ میں ان سے بری اور مبرّا ہوں۔ جس ذات کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اس کی قسم ہے کہ اگر مجھے اس قوم پر حکومت حاصل ہو جائے تو ان کی خونریزی و قتل کر کے اس کے یہاں تقرّب و نزدیکی حاصل کر دوں۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہی نصیب نہ ہو اگر میں ابوبکرؓ و عمرؓ کے لئے استغفار نہ کروں اور ان کے حق میں ترحّم و دعاء کے کلمات نہ کہوں۔ اللہ کے دشمن ان دونوں (کے مقام) سے غافل ہیں۔"

حضرت امام محمد باقرؓ کا حضرت امام حسینؓ اور امام زین العابدینؓ کی طرح ۵۷ سال کی عمر میں ۷ ذی الحجہ ۱۱۴ھ مطابق ۷۳۲ء کو وصال ہوا اور مدینہ منورہ کے جنت البقیع میں آرام فرما ہیں۔ آپ کی ازواج مطہرات میں ایک حضرت ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیقؓ (حضرت ابوبکر کی پرپوتی) تھیں جن کے بطن سے آپ کے صاحبزادے حضرت امام جعفر صادقؓ تھے۔ آپ کے بیٹوں میں جعفر، عبداللہ، ابراہیم، رضاء، علی، زید ہیں اور بیٹیوں میں زینب و ام سلمہ ہیں۔

نقشہ اولاد حضرت امام محمد باقرؓ
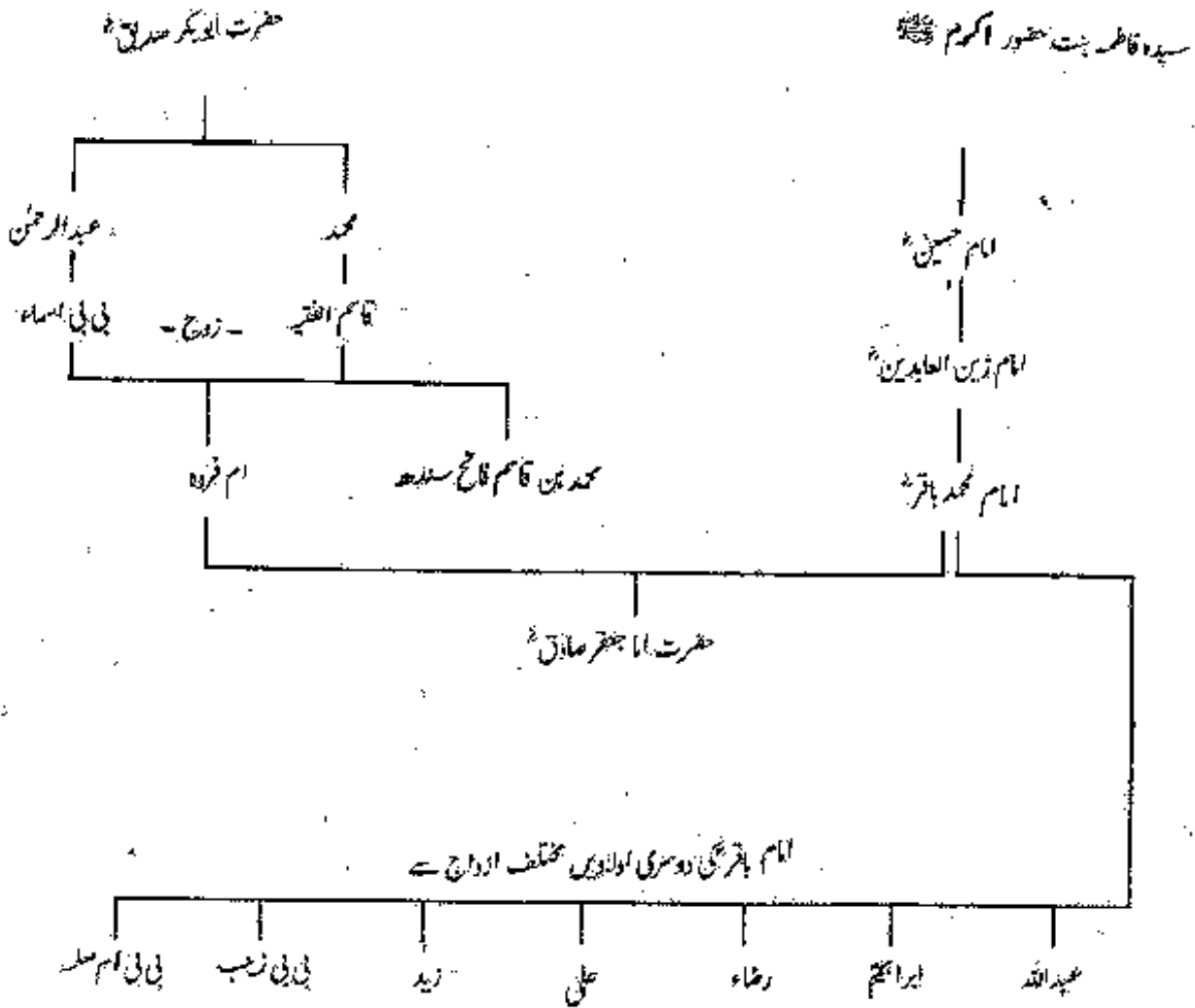
حضرت امام جعفر صادقؓ

حضرت امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن حضرت امام حسینؓ بی بی ام فروہ بنت قاسم فقیہ بن محمد بن ابوبکر صدیقؓ کے بطن سے امام محمد باقرؓ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ اس طرح حضرت امام جعفر صادقؓ کے نانا قاسم، ابوبکر صدیقؓ کے پوتے اور آپ کی نانی اسماء بنت عبد الرحمن، ابوبکر صدیقؓ کی پوتی تھیں۔ آپ کا نام جعفر کنیت ابو عبد اللہ اور صادق لقب تھا۔ آپ فخریہ کہا کرتے تھے۔ ولدنی ابوبکر مرتین (مجھے ولادت میں حضرت ابوبکرؓ سے دوہرے واسطے ہیں)۔

حضرت امام جعفر صادقؒ ۸ ربیع الاول ۸۳ھ مطابق ۷۰۲ء بروز جمعہ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ اس وقت آپ کے دادا حضرت امام علی زین العابدینؒ حیات تھے۔ آپ اپنے وقت کے بہت بڑے عالم، مجتہد، فقیہ اور صاحب فیض بزرگ تھے۔ علم حدیث اور فقہ کی تعلیم اپنے والد حضرت امام محمد باقرؒ اور اپنے نانا حضرت قاسم الفقیہ کے علاوہ امام زہریؒ، نافعؒ، ابی رباحؒ اور عروہ بن زبیر سے حاصل کی۔ آپ کے شاگردوں اور مریدوں میں بھی بڑی بڑی شخصیتوں کے نام آتے ہیں۔ جیسے یحییٰ ابن سعد، ابن جریج، ابن انسؒ، سفیان ثوریؒ، امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، ابو عاصمؒ، ابن عوینہؒ، جابر ابن حیان طرطوسیؒ اور بایزید بسطامیؒ وغیرہ۔ آپ کے مرید حضرت جابر ابن حیان طرطوسی ایک صوفی بزرگ تھے۔ انہوں نے ایک کتاب دو ہزار صفحات کی ترتیب دی ہے۔ جس میں حضرت امام کے پانچ سو خطوط یک جا کئے ہیں۔ حضرت بایزید بسطامی کا کہنا ہے کہ میں چار سو پیران طریقت کی خدمت میں رہا۔ اگر جعفر صادقؒ کی خدمت تک نہ پہنچا تو مسلمان تک نہ ہوتا۔

ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادقؓ نے امام ابو حنیفہؒ سے سوال کیا کہ عاقل کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا وہ شخص جو خیر و شر میں تمیز کرے۔ حضرت امام صادقؓ نے فرمایا۔ اتنی تمیز تو چوپائے بھی رکھتے ہیں۔ وہ خوب پہچانتے ہیں اس کو جو ان کو چارہ دیتا ہے اور اس کو بھی جو ڈنڈا مارتا ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے کہا۔ آپ ہی ارشاد فرمائیے، عاقل کی تعریف کیا ہے۔ ارشاد ہوا۔ عاقل وہ ہے جو دو خیر میں امتیاز کرے اور دو شر میں تاکہ دو بھلائیوں میں بڑی بھلائی اور دو برائیوں میں کمزور برائی کا انتخاب کر سکے۔ حضرت امام جعفر صادقؒ بظاہر ریشمی لباس اور در پردہ لباس صوف میں ہوتے تھے۔ حضرت سفیان ثوریؒ کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت جعفر صادقؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ریشمی جبہ اور چادر میں ملبوس تھے۔ میں نے سوال کیا۔ اے ابن رسول اللہ! آپ کا یہ لباس آبائی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ اب زمانہ بدل گیا ہے۔ پھر اوپر کا لباس الٹ دیا۔ اس کے نیچے کمبل (ٹاٹ) کا جبہ تھا۔ پھر فرمایا۔ ثوری! یہ تو میں نے اللہ کے لئے پہنا ہے اور اوپر والا تم لوگوں کے لئے۔ ان میں جو اللہ کے لئے ہے اسے میں نے چھپا دیا اور جو لباس تم لوگوں کے لئے ہے اسے ظاہر رہنے دیا۔ امام مالکؒ کا بیان ہے کہ میں ایک مدت تک آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔ مگر ہمیشہ نماز، روزہ اور تلاوت کلام پاک میں مصروف پایا۔ حضرت امام کے اخلاق کریمانہ کا کیا کہنا۔ سب کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آتے۔ غریبوں، یتیموں اور مسکینوں کا خاص خیال رکھتے۔ بڑے نرم دل اور رقیق القلب واقع ہوئے تھے۔ ایک مرتبہ ایک حاجی مسجد نبوی میں سو رہا تھا۔ جب جاگا اور اپنے سامان میں دینار کی تھیلی کو غائب پایا تو اس وقت آپ مسجد کے ایک گوشے میں نماز پڑھ رہے تھے۔ وہ حاجی آپ کے قریب آیا۔ آپ کو پہچانتا نہ تھا کہا تم نے میری تھیلی لی ہے۔ آپ نے دریافت کیا اس میں کیا تھا۔ اس نے کہا ایک ہزار دینار تھے۔ آپ اس حاجی کو اپنے گھر لائے اور ایک ہزار دینار کی تھیلی اپنے پاس سے ادا کر دی۔ جب وہ مسجد نبوی سے جانے لگا اور اپنا سامان اٹھایا تو اس کے اندر سے اس کی اپنی دینار کی تھیلی دبی ہوئی پائی۔ بڑا شرمندہ ہوا۔ آپ کے پاس آیا اور آپ کی تھیلی واپس کرنا چاہا۔ آپ نے فرمایا ہم جو دے دیتے ہیں واپس نہیں لیتے۔ حضرت امام جعفر صادقؒ کا پیشہ تجارت تھا اور اپنی

زمینوں پر کھیتی باڑی بھی کرتے تھے۔ اکثر کھیتوں اور باغوں میں ہاتھ میں بیلچے لے کر کھلی دھوپ میں کام کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں قلت کی وجہ سے غلہ گراں ہو گیا۔ آپ نے اپنے نوکر سے دریافت کیا کہ گھر میں کتنا غلہ ہے۔ اس نے بتایا کہ کافی غلہ موجود ہے اور گرانی کا ہم پر کوئی اثر نہ ہوگا۔ آپ نے سارا غلہ فروخت کرا دیا اور فرمایا ہم نہیں چاہتے کہ شہر والے تکلیف اٹھائیں اور ہم آرام سے بسر کریں۔ حضرت سالمؓ سے روایت ہے کہ سیدنا امام جعفر صادقؓ نے ایک موقع پر فرمایا کہ ابوبکر صدیق میرے جد نانہالی ہیں۔ کوئی شخص اپنے آباؤاجداد کو دشنام دیتا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجھے شفاعت نصیب نہ ہو اگر میں ابوبکرؓ و عمرؓ سے تعلق اور محبت نہ رکھوں اور ان کے دشمنوں سے بیزاری کا اظہار نہ کروں۔

حضرت امام جعفر صادقؓ نے تقریباً ۶۶ سال کی عمر میں ۱۴۸ھ مطابق ۷۶۵ء کو وصال فرمایا اور جنت البقیع میں آسودہ خاک ہیں۔ مختلف ازواج سے آپ کے سات صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہوئیں۔ اسماعیل، امام موسیٰ کاظم، اسحاق، علی العریضی، محمد المامون دیباج، عباس، عبد اللہ افطح، بی بی ام فروہ، بی بی اسماء اور بی بی فاطمہ مسکین۔ شیعوں کے ایک گروہ نے حضرت اسماعیل کو امام تصور کر کے ایک فرقہ کی بنیاد ڈالی۔ آج کل اسمٰعیلی خوجے (آغا خانی) اور بوہری ان ہی کے امامت کے قائل ہیں اور اپنے کو ان کی نسل سے بتاتے ہیں۔ شیعوں کا ایک اور گروہ حضرت عبداللہ افطح کو امام مانتا ہے اور فرقہ فطحیہ کہلاتا ہے۔ ایک تیسرا گروہ اور بھی ہے جو محمد المامون دیباج کی امامت کا قائل ہے۔ شیعہ اثناء عشری اور سنی حضرت امام موسیٰ کاظم کو امام وقت اور روحانی رہنما تصور کرتے ہیں۔

نقشہ اولاد حضرت امام جعفر صادقؓ
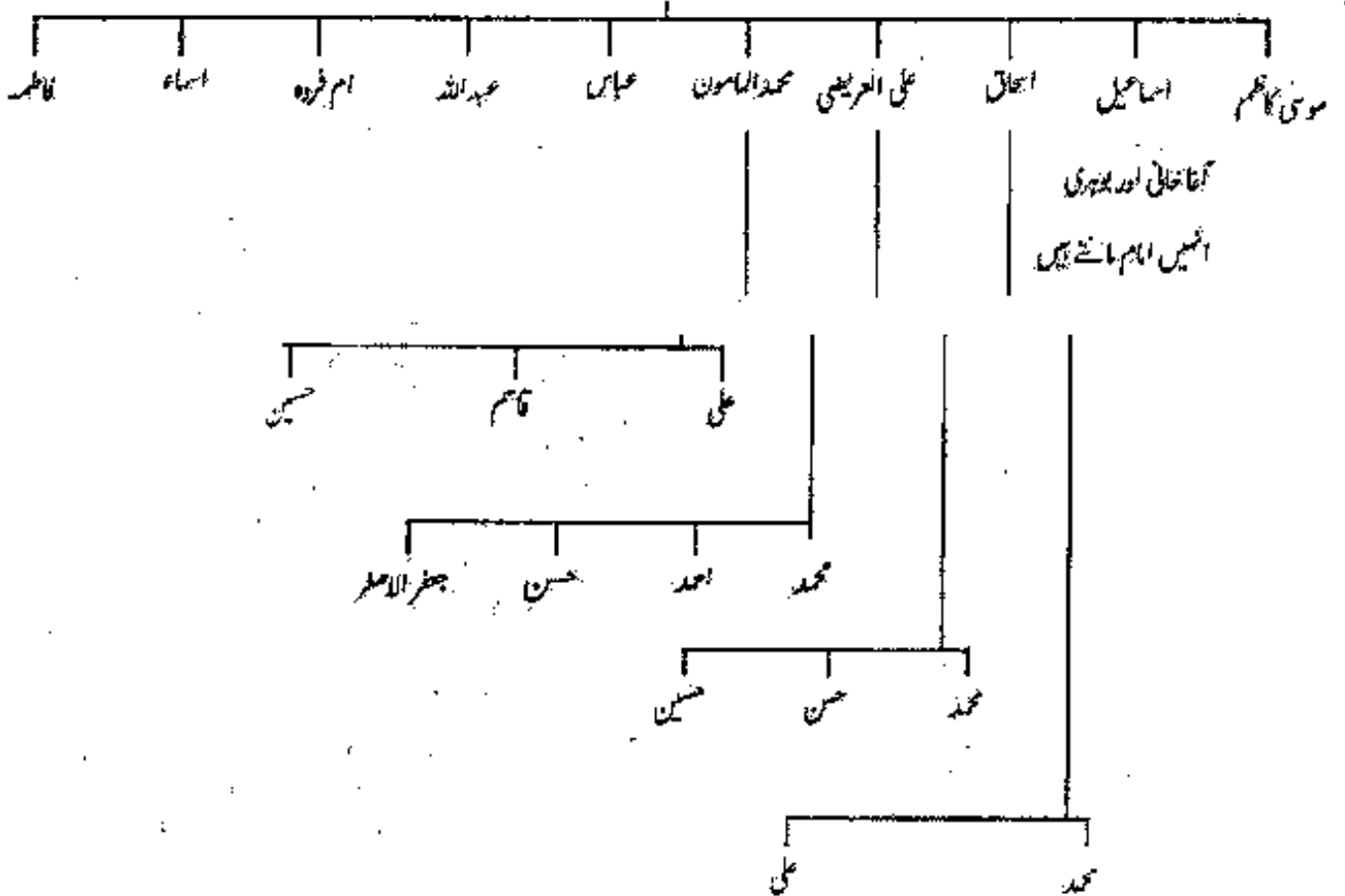
حضرت امام موسیٰ کاظمؒ

حضرت امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام علی زین العابدین بن حضرت امام حسینؓ ۷ صفر ۱۲۸ھ مطابق ۷۴۵ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ بی بی حمیدہ ایک بڑی خاتون تھیں۔ اپنے والد حضرت امام جعفر صادقؓ کے انتقال کے وقت آپ ۲۰ سال کے تھے۔ آپ اپنے زمانے کے علماء، عرفاء اور مشائخ میں افضل ترین تھے۔ حضرت مخدوم شاہ شعیب فردوسیؒ لکھتے ہیں۔ "آپ نے اپنے والد حضرت امام جعفر صادقؓ کی خدمت میں رہ کر طریقت کی منزلیں طے کیں، حقیقت میں مراتب عبور کئے اور فیض صحبت و خدمت سے مقامات عالیہ حاصل فرمایا۔۔۔۔ حسین ابن عبد اللہ کا بیان ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ امام موسیٰ کاظمؒ سے سوال کیا۔ بتایئے اس وقت امام کون ہے؟ فرمایا مانو تو کہوں۔ انہوں نے کہا ضرور فرمایئے۔ موسیٰ کاظمؒ نے فرمایا۔ میں ہوں۔ حسین ابن عبد اللہ کہتے ہیں۔ میں نے پوچھا اس کی کوئی دلیل؟ امام نے سامنے ایک ببول کے درخت کی جانب اشارہ کیا اور کہا۔ جاؤ! اس درخت سے کہو کہ موسیٰ کاظم تم کو بلاتے ہیں۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ میری آنکھوں نے دیکھا کہ درخت بڑھنے لگا۔ زمین پھٹتی گئی اور وہ درخت جناب موسیٰ کاظمؒ کے سامنے حاضر ہوا۔"

حضرت امام موسیٰ کاظم خاموش طبع انسان تھے۔ اپنے اوقات عزیز عبادت و ریاضت اور ورد و وظائف میں بسر فرماتے۔ مجلس میں بھی جب تک کوئی سوال نہ کرتا خاموش رہتے۔ داد و دہش وراثت میں ملی تھی۔ غریبوں اور مسکینوں کی مدد فرماتے۔ صبر و تحمل، ضبط و برداشت اور غصہ پر قابو پانے کے اوصاف آپ میں نمایاں تھے۔ آپ اپنی ساری زندگی کبھی طیش اور غصہ میں نہ آئے۔ اسی لئے آپ کا لقب کاظم ہوا۔ جس کے معنی غصہ پینے والے کے ہیں۔

خلیفہ منصور عباسی کے زمانہ یعنی ۱۵۸ھ تک آپ نے پر سکون زندگی گذاری۔ منصور کے بیٹے مہدی نے دشمنوں کے بھڑکانے پر آپ کو ۱۶۴ھ میں قید کر دیا تھا اور آپ ایک سال تک اس کی قید میں رہے۔ اس کے بعد آپ کو رہا کر دیا گیا اور آپ ہادی کے دور خلافت ۱۷۰ھ تک مدینہ منورہ میں رہے۔ حکومت وقت نے آپ سے کوئی تعرض نہ کیا۔ ہارون رشید جب خلیفہ ہوا تو اسے آپ سے خطرہ محسوس ہوا اور اس خطرہ کے پیش نظر آپ کو ۱۷۹ھ میں بغداد کے قید خانہ میں ڈال دیا گیا۔ آخر آپ نے اسی عالم اسیری میں ۱۸۳ھ مطابق ۷۹۹ء میں وصال فرمایا اور شہر بغداد کے مقام کاظمین شریف میں مدفون ہوئے۔ مستند روایتوں کے مطابق آپ کی ۳۷ اولادیں تھیں۔ جن میں حضرت امام علی رضا حضرت ام البنین کے بطن سے تھے۔

بیٹے

۱۔ حضرت امام علی رضا
۲۔ حضرت ابراہیم
۳۔ حضرت عباس
۴۔ حضرت قاسم
۵۔ حضرت اسماعیل
۶۔ حضرت جعفر
۷۔ حضرت ہارون
۸۔ حضرت حسن
۹۔ حضرت احمد
۱۰۔ حضرت محمد
۱۱۔ حضرت حمزہ
۱۲۔ حضرت عبد اللہ
۱۳۔ حضرت اسحاق
۱۴۔ حضرت عبید اللہ
۱۵۔ حضرت زید
۱۶۔ حضرت حسن دوم
۱۷۔ حضرت افضل
۱۸۔ حضرت حسین
۱۹۔ حضرت سلیمان

بیٹیاں

۱۔ بی بی فاطمہ کبریٰ
۲۔ بی بی فاطمہ صغریٰ
۳۔ بی بی رقیہ
۴۔ بی بی حکیمہ
۵۔ بی بی رقیہ صغریٰ
۶۔ بی بی کلثوم
۷۔ بی بی لبابہ
۸۔ بی بی ام جعفر
۹۔ بی بی زینب
۱۰۔ بی بی خدیجہ
۱۱۔ بی بی عالیہ
۱۲۔ بی بی آمنہ
۱۳۔ بی بی حسنہ
۱۴۔ بی بی بریہ
۱۵۔ بی بی ام سلمہ
۱۶۔ بی بی میمونہ
۱۷۔ بی بی ام کلثوم
۱۸۔ بی بی ام ابیہا

حضرت امام علی رضاؓ

حضرت امام علی رضا ابن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق ابن امام محمد باقرؓ بن امام علی زین العابدین ابن حضرت امام حسینؓ ۱۱ ذی القعدہ ۱۴۸ھ مطابق ۷۶۵ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ بی بی ام البنین تھیں جن کا لقب طاہرہ تھا۔ نہایت عبادت گذار اور محترم خاتون تھیں۔ حضرت امام علی رضا اپنے والد امام موسیٰ کاظمؓ کے ساتھ مسلسل ۲۹ سال رہ کر علم ظاہر و باطن کی تکمیل کی۔ والد بزرگوار نے جب ہارون رشید کی قید میں وصال فرمایا اس وقت آپ کی عمر مبارک ۳۵ سال تھی۔

حضرت امام علی رضاؓ نے اپنے والد کے وصال کے بعد دس سال ہارون رشید کے دور خلافت میں مدینہ منورہ میں بسر فرمایا۔ ہارون رشید کی موت کے بعد اس کے دو بیٹوں امین اور مامون میں خلافت کی کشمکش شروع ہوئی۔ آخر امین قتل ہوا اور مامون سلطنت عباسیہ کا خلیفہ ہوا۔ مامون کی ماں عجمی تھی اور اس کے دو عجمی وزیر خاندان برامکہ سے تھے جو شیعہ مسلک سے تھے۔ اس لئے مامون پر بھی شیعیت کا رنگ غالب تھا۔ وہ اہل بیت کرامؓ سے ازحد عقیدت و محبت اور تعلق رکھتا تھا۔ مامون رشید نے اسی عقیدت اور جذبہ کے تحت اپنی بہن ام حبیبہ کی شادی حضرت امام علی رضاؓ سے کر دی تھی۔ آپ کو اپنا ولیعہد مقرر کر کے سکّوں پر آپ کا نام کندہ کرایا اور خطبہ میں آپ کا نام شامل کیا۔ حضرت امام علی رضاؓ کی ولیعہدی کے اعلان سے عباسیوں میں کھلبلی مچ گئی جو ایک سوزش کی شکل اختیار کر گئی۔ سازشیں ہونے لگیں۔ ان حالات میں مامون رشید آپ کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتا۔ خلافت کے کاموں میں آپ کے مشورے کو بڑی اہمیت دیتا۔ لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ سفر کوفہ کے موقع پر حضرت امامؓ، مامون رشید کے ساتھ تھے۔ جب قافلہ طوس کے مقام پر پہنچا تو اچانک حضرت امام علی رضاؓ کی طبیعت خراب ہو گئی اور آپ ۵۵ سال کی عمر میں ۲۳ ذی القعدہ ۲۰۳ھ مطابق ۸۱۶ء کو انتقال فرما گئے۔ مامون رشید نے نماز جنازہ پڑھائی اور تین دن آپ کے مزار اقدس پر سوگوار بیٹھا رہا۔ آپ کا روضۂ اقدس مشہد امام علی رضاؓ کے نام سے مشہور ہے۔ جو اب ایک شہر ہے۔ مامون رشید کو آپ کی موت کا بے حد صدمہ تھا۔ آپ کے کمسن صاحبزادے حضرت امام محمد تقیؓ سے ہمیشہ پیار و محبت کا برتاؤ کرتا۔ حضرت امام محمد تقیؓ جب جوان ہوئے تو مامون نے اپنی بیٹی ام الفضل کی شادی بڑی دھوم سے ان سے کر دی۔ حضرت امام تقیؓ فقر و زہد اور بوریا نشینی کو پسند فرماتے تھے۔ شاہانہ کرّوفر آپؓ کو پسند نہ تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ام الفضل جو ایک شہزادی تھی آپ کے ساتھ گذر نہ کر سکی اور یہ شادی ناکام ہو گئی۔ مامون رشید نے اپنی زندگی تک بیٹی کی شکایتوں پر کوئی توجہ نہیں دی۔

حضرت امام علی رضاؓ ایک جیّد عالم باعمل تھے۔ آپ کے والد امام موسیٰ کاظمؓ نے آپ کو عالم ہونے کی سند عطا فرمائی اور اپنی زندگی ہی میں لوگوں کو مشکل مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرنے کی تاکید فرما دی تھی۔ آپ سادہ زندگی پسند فرماتے تھے۔ اپنے ولیعہدی کے زمانہ میں بھی فقیرانہ زندگی بسر کی۔ آپ کی سات اولادیں ہوئیں۔ محمد جواد عرف امام محمد تقی، محمد قانع، جعفر، حسن، ابراہیم، حسین، بی بی فاطمہ اور بی بی سکینہ۔

نقشہ اولاد حضرت امام علی رضا

(آپ ایک سو بیس (120) بچوں کے باپ تھے)

محمد

(بچپن میں وصال ہوا اہل تشیع
ان کو امام غائب مہدی کہتے ہیں)
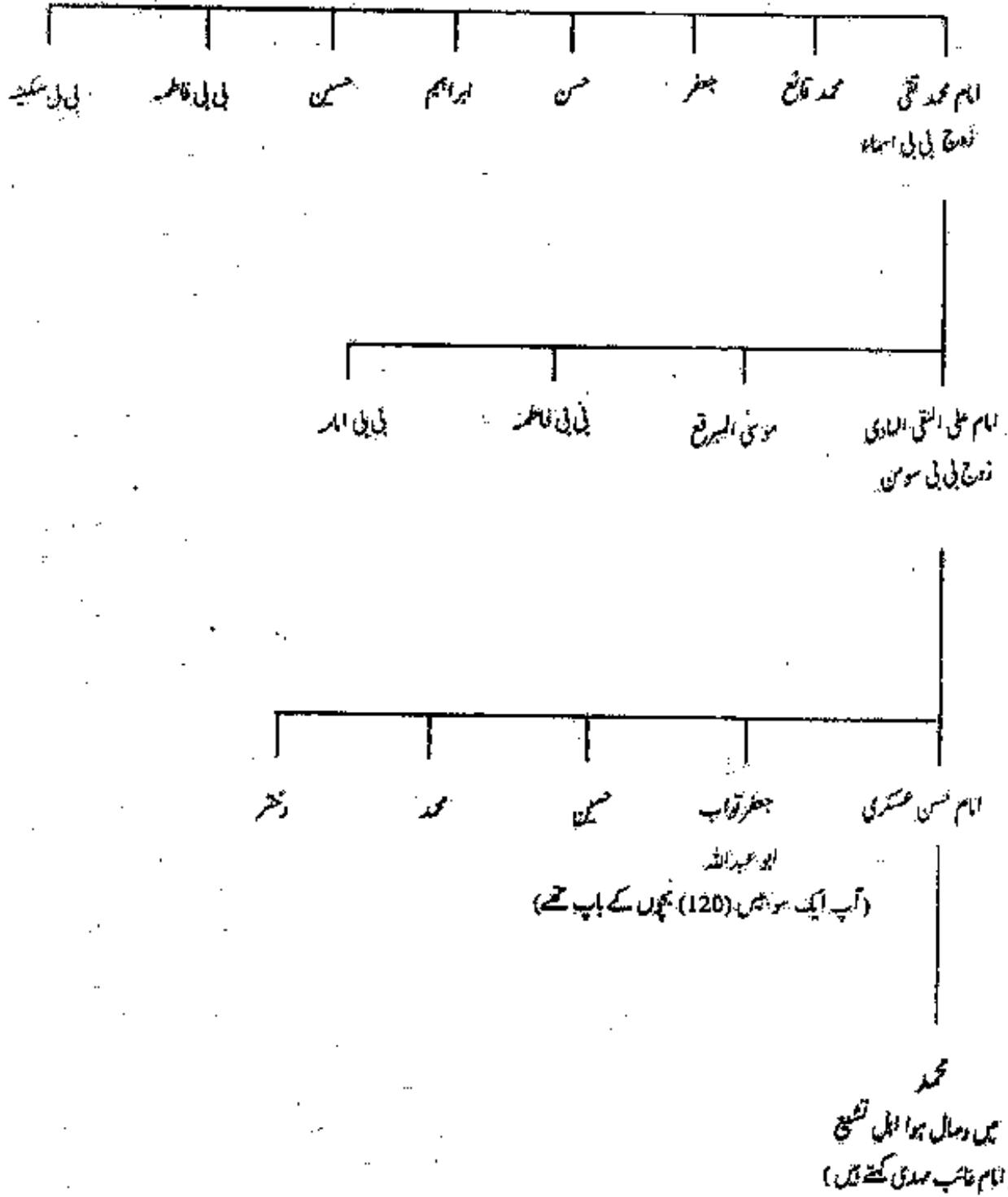
مقامی آبادی کی روایت کے مطابق ٹہنان کی پہاڑی پر ۲۴ گز لمبی یہ قبر حضرت نوح علیہ السلام کی ہے۔

یافث بن نوح علیہ السلام۔

حضرت نوح علیہ السلام کے دوسرے بیٹے یافث مشرقی اور شمالی خطے میں آباد ہوئے۔ یافث کے مشہور و معروف لڑکے ترک کی نسل میں ترکستان کے قبائل مغل، ازبک، ترکمانی اور ایرانی وغیرہ ہیں۔ یافث کے ایک اور مشہور بیٹے کا نام چین تھا۔ جن کے نام سے ملک چین آباد ہوا۔ چینی ان ہی کی اولاد سے ہیں۔

حام بن نوح علیہ السلام۔

حضرت نوح علیہ السلام کے تیسرے بیٹے حام نے دنیا کے جنوبی حصے کو آباد کیا۔ ان کے چھ بیٹے تھے جن کے نام ہند، سند، حبش، افرنج، ہرمز اور بویہ ہیں۔ حضرت نوح کے پوتے سند بن حام نے ملک سندھ میں ٹھٹھہ اور ملتان کے شہر آباد کئے۔

ہند۔ حضرت نوح کے پوتے ہند بن حام نے ملک ہندوستان کے علاقے میں بود و باش اختیار کی اور ان ہی کی نسل سے سرزمین ہندوستان آباد ہوئی۔ ہندوستان کی اکثر ریاستوں اور شہروں کے نام ان ہی کی اولاد کے نام پر ہیں۔ ہند بن حام بن نوح کے چار لڑکے پورب، بنگ، دکن اور نہروال پیدا ہوئے۔ ملک دکن میں مرہٹے، تلنگ اور کنٹرا قبائل کے لوگ دکن بن ہند بن حام بن نوح کی اولاد سے ہیں۔ ملک بنگال کو حضرت نوح کے پرپوتے بنگ بن ہند بن حام بن نوح نے آباد کیا۔

پورب۔ حضرت نوح کے پرپوتے پورب جو ہند بن حام کے سب سے بڑے بیٹے تھے ہندوستان میں اپنے باپ کے جانشین تھے۔ جن کے یہاں بیالیس اولادیں ہوئی۔ انہوں نے اپنی اولادوں میں کشن نامی ایک شخص کو اپنا جانشین، اپنے قبیلے کا سردار اور ملک کا فرمانروا بنایا۔

کشن ـ حضرت نوحؑ کا پرپوتا اور پورب کا جانشین، کشن ایک عقلمند، سمجھدار، بہادر اور جواں ہمت شخص تھا۔ اس نے بنگال کے حاکم، بنگ کے بیٹے برہمن کو اپنا وزیر بنایا۔ برہمن ایک بڑا دانشمند، عاقل و عالم تھا۔ راجہ کشن کے عہد میں تقریباً دو ہزار گاؤں، قصبے اور شہر بسائے گئے۔ کشن کے سینتیس بیٹے تھے۔ جن میں راجہ مہاراج سب سے بڑا بیٹا تھا۔ جو باپ کے بعد ملک کا وارث ہوا۔

مہاراج ـ محمد قاسم فرشتہ نے اپنی کتاب "تاریخ فرشتہ" میں لکھا ہے کہ "راجہ مہاراج نے شہر بہار آباد کیا اور دور دور سے اہل علم کو بلا کر اس شہر میں بسایا۔ شہر میں بے شمار مدرسے اور عبادت گاہیں بنوائیں نواحی محاصل کی آمدنی کو ان عبادت گاہوں کے مصارف کے لئے وقف کر دیا۔" راجہ مہاراج کے پوتے مُنیر رائے بن کیشور راج کا تذکرہ کرتے ہوئے فرشتہ نے لکھا ہے کہ "اس نے (راجہ مُنیر) اہل ضرورت اور فقراء وغیرہ میں بے شمار دولت تقسیم کی اور بہار جا کر بہت زیادہ خیرات کی۔ مُنیر نامی شہر اسی راجہ کے عہد میں آباد ہوا۔"

تاریخ فرشتہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ہندوستان کے صوبہ بہار کے دو شہر بہار شریف اور مُنیر بڑے قدیم شہر ہیں جہاں بڑے بڑے اہل علم آباد تھے۔ حضرت مولانا سید شاہ مراد اللہ صاحب منیری فردوسی مدظلہ کی کتاب "آثار مُنیر" سے بھی اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ اپنی کتاب میں شاہ صاحب نے فرشتہ ہی کے حوالے سے لکھا ہے کہ "اس شہر (منیر) کی بنیاد منیر رائے ولد کیشور راج ولد مہاراج ولد کشن ولد پورب ولد ہند بن حام بن حضرت نوحؑ نے رکھی تھی۔" حضرت حکیم سید شاہ محمد شعیب پھلواروی کی کتاب "اعیان وطن" کا مقدمہ لکھتے ہوئے حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ نے فرشتہ کی اصل فارسی عبارت نقل کی ہے۔ "بلدہ بہار بنا کردہ واہل علم و فضل از اطراف و اکناف طلب داشتہ دراں شہر متوطن ساخت و معابد و مدارس بسیار ساختہ و پرداختہ آں حدود را وقف طلبہ علم نمود۔"

بہار اور اس کی وجہ تسمیہ ـ سب سے پہلے آریوں کی ایک مذہبی شاخ برہمنوں نے صوبہ بہار کے علاقے کو مگدھ دیش کا نام دیا اور مل جل کر ایک بڑا مدرسہ (یونیورسٹی) اس سرزمین پر علم و دانش کے لئے جاری کیا۔ جب اس جگہ جہاں خاص شہر بہار شریف ہے دنیا کی سب سے بڑی یونیورسٹی نالندہ یونیورسٹی قائم ہوئی اور طلباء کی ایک بڑی جماعت جمع ہو گئی تو لوگ اسے بہار بہار کہنے لگے۔ بہار دراصل سنسکرت کے لفظ وہارا سے مشتق ہے۔ جس کے معنی دار العلم، زاویہ تعلیم و تعلم کے ہیں۔ حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ اس کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔ "بہار جیسا کہ معلوم ہے لفظ وہارا کی ایک مورجہ شکل ہے اور وہارا بدھ مت کے علمی و عملی مرکزوں کی تعبیر تھی۔ اپنے انہی وہاروں کی وجہ سے جن کا جال اس صوبہ کے طول و عرض میں پھیلا ہوا تھا، اس پورے علاقے کا نام بہار ہو گیا۔"

کہا جاتا ہے کہ نالندہ کی اس یونیورسٹی میں بارہ سو سواریاں صرف استادوں کی آیا کرتی تھیں۔ اس کے کتب خانہ میں تین لاکھ کتابیں جمع تھیں۔ شاہنامہ فردوسی کے مطابق علم بیدانت (علم طب) اور شطرنج کا موجد دتر حلیم اسی یونیورسٹی کا طالب علم تھا۔ صوبہ بہار ایک مردم خیز خطہ ہے۔ جو ہر زمانہ میں اعلیٰ تہذیب و تمدن اور مختلف علوم و فنون کا گہوارہ رہا ہے۔ قدیم مورخین نے اس کا موازنہ یونانی تہذیب سے کیا ہے۔ یہاں حضرت عیسیٰؑ سے پانچ سو سال قبل چندر گپت موریہ پیدا ہوا جس کی حکومت پاٹلی پترا (موجودہ پٹنہ) سے لے کر پاکستان کے علاقہ ٹکسیلہ تک پھیلی ہوئی تھی۔ یہی وہ ریاست تھی جس کو دنیا کی پہلی آئینی ریاست ہونے کا فخر حاصل ہے۔ چندر گپت کی سلطنت کا وزیر اعظم کوٹلیا جسے ہندوستان کا ارسطو کہا جاتا ہے۔ بہار ہی کی خاک سے اٹھا۔ گوتم بدھ اور مہابیر کی جیسی عظمت و مرتبے کو یونانی فلسفی بھی نہیں پا سکے۔ بلاشبہ بہار کا نام آتے ہی ذہن میں علم و دانش، اعلیٰ تہذیب و تمدن اور ایک مہذب معاشرے کا تصور ابھر کر سامنے آتا ہے۔

نقشہ اولاد حام بن حضرت نوح علیہ السلام
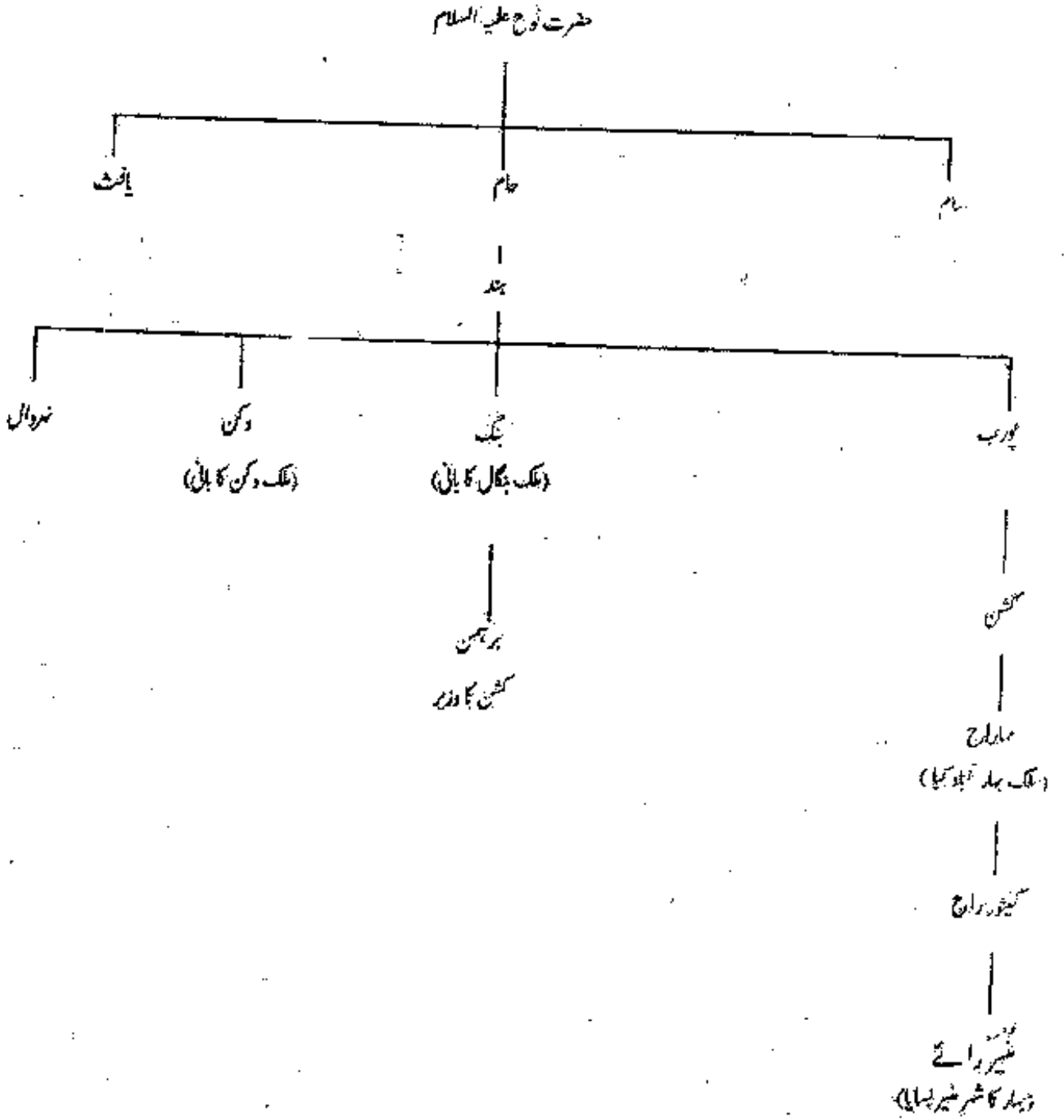
بہار میں ورودِ اسلام

جب اسلام کی روشن کرنیں برصغیر پاک وہند میں پہنچنے لگیں تو ساتھ ہی اس کا شمالی مشرقی خطہ بہار بھی اس روشنی سے جگمگا اٹھا۔ اس سرزمین پر اسلام صوفیائے کرام اور مشائخ کرام کے ذریعہ پھیلا۔ ان بزرگوں نے اس علاقے میں اس وقت قدم رکھا جب یہاں ہر جگہ ہندو راجوں اور مہاراجوں کی حکومتیں تھیں۔ اس علاقے کے لوگ ہندو مذہب اور بدھ مت کے پیروکار تھے۔ ہر طرف دیوی اور دیوتاؤں کی پوجا کی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ چاند، سورج، جانوروں اور خوبصورت تراشیدہ پتھروں کے سامنے سجدے ہوتے تھے۔ ان حالات میں یہاں بکثرت صوفیاء و اولیاء تشریف لائے اور تبلیغ دین محمدی سے اس کے چپے چپے کو منور کر گئے۔ ہندوستان میں اسلامی حکومت کے قیام سے بہت پہلے، شہاب الدین غوری کے فتح دہلی سے بہت قبل اور فاتح بنگال ۵۸۸ھ مطابق ۱۱۹۷ء کے ہیرو محمد بن بختیار خلجی کے فتوحات سے بیشتر صوبہ بہار کے شہر منیر شریف (۵۷۶ھ مطابق ۱۱۸۰ء) میں اسلام داخل ہو چکا تھا۔[1] اور اس شہر میں بوریا نشینوں کی حکومت عوام کے دلوں پر قائم ہو چکی تھی۔ بہار میں تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں سب سے پہلے مبلغ اسلام حضرت مخدوم عارف مومن کا نام لیا جاتا ہے۔

مبلغ اسلام حضرت مخدوم عارف مومن قدس سرہ: مبلغ اسلام حضرت مخدوم عارف مومن تنہا صوبہ بہار بغرض تبلیغ تشریف لائے۔ آپ یمن کے تاجر تھے اور کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ صوبہ بہار کے اولین اکابرین دین اسلام میں شمار کئے جاتے ہیں۔ آپ نے اپنے کام کا آغاز بہار کے قدیم شہر منیر سے کیا۔ آپ نے اس شہر میں اس وقت سکونت اختیار کی جب کہ وہاں اسلام کا کوئی نام لیوا نہ تھا۔ ہر سمت کفر و شرک اور بت پرستی کا دور دورہ تھا۔ حضرت عارف مومن اپنی ذات سے ایسی بھاری بھرکم شخصیت کے مالک تھے کہ شہر منیر کا راجہ آپ سے بے حد خوفزدہ تھا۔ اس نے شہر میں آپ کا داخلہ ممنوع قرار دیدیا۔ لیکن آپ اپنے کام سے باز نہ آئے۔ شہر سے باہر فصیل شہر سے کچھ فاصلے پر مستقل رہائش اختیار کی اور انفرادی طور پر مسافروں میں تبلیغ دین جاری رکھی۔

ظالم راجہ نے آپ پر طرح طرح کی ظلم و زیادتی شروع کر دی۔ جب آپ کے نماز پڑھنے میں رکاوٹ ڈالی جانے لگی اور اذان دینے پر پابندی لگا دی گئی تو آپ نے محسوس کیا کہ اب تبلیغ کا کام انفرادی طور پر ممکن نہیں رہا۔ بادل ناخواستہ رخت سفر باندھا اور مدینہ منورہ پہنچ کر روضہ رسالت پناہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر عرضی پیش کی اور بہار میں تبلیغ دین اسلام کے لئے مدد چاہی۔ چنانچہ بیت المقدس کے مخدوم الخلیل کے ہاشمی گھرانے کے چشم و چراغ حضرت مخدوم تاج فقیہ جو ان دنوں مدینہ منورہ میں قیام پذیر تھے خواب میں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] جناب پروفیسر سید حسن عسکری تو بہار میں اسلام کی ابتدا سید حسین تغلقواد سے جانتے ہیں جو خواجہ معین الدین چشتی کے مرید تھے اور جنکا مزار بہار ہی میں موضع نیورہ میں ہے۔ مظفر اقبال صاحب اپنی کتاب "بہار میں اردو ادب کا ارتقا" میں بحوالہ جرنل بہار واڑیسہ ریسرچ سوسائٹی جلد دوم ۱۹۱۶ء تحریر کرتے ہیں۔ "منیر کے رہنے والے ایک برہمن رگھان کیرنائی نے ایک دعوے کے ثبوت میں عدالت میں ایک تانبے کی تختی پیش کی جس کی رو سے قنوج کے راجہ گوبند چندر نے پٹنہ (یعنی پرگنہ) منیر میں پڈلی نامی ایک موضع ایک برہمن کو عطا کیا۔ اس لوح پر جو سنہ درج ہے جسکا حساب کی رو سے ۱۱۲۶ء کے موافق ہوتا ہے اور اس میں یہ فرمان درج ہے کہ اس کے حکم کے مطابق تمام مطالبات مع مالگذاری، تجارتی محصول اور ترکوں کا محصول (غالباً جزیہ مراد ہوگا) جو تاحال تم ادا کرتے ہو ادا کرنا۔"

اس لوح سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ۱۱۲۶ء کے قبل ترک لوگ علاقہ منیر میں مال گذاری یا محصول (یا جزیہ) وصول کرتے تھے اور صوبہ بہار پر مسلم حکمرانوں نے سیاسی اور مسلم صوفیوں نے روحانی فتح حاصل کر لی تھی۔

نے حکم دیا کہ منیر جا کر اسلام کی تبلیغ کریں۔ اس طرح حضرت تاج فقیہ اور حضرت عارف مومن کی سرکردگی میں مسلمانوں کا ایک چھوٹا سا قافلہ مدینہ منورہ سے منیر کے لئے روانہ ہوا اور ۵۷۶ھ کو منیر مسلمانوں کے قبضے میں آگیا۔

حضرت مخدوم عارف مومن قدس سرہ کپڑے کے ایک کامیاب تاجر تھے۔ آپ کو کپڑے کی تجارت اور اس کی صنعت سے کافی دلچسپی تھی۔ آپ نے بہار میں کپڑے کی صنعت کے قیام کے لئے بڑی کاوشیں کیں اور اس کے طول و عرض میں اس صنعت کا جال پھیلا دیا۔ حضرت عارف مومن کے مکمل حالات زندگی، آپ کا نسب نامہ اور ورثاء کی تفصیل ہنوز راقم کو نہ مل سکی کہ ضبط تحریر میں لائے۔ مختلف کتابوں سے حاصل کردہ حالات کو یکجا کر کے یہ تذکرہ مرتب کر سکا۔ اب آئندہ آنے والی نسل اور محققین کا کام ہے کہ حضرت کے حالات پر تحقیق کریں اور تاریخ کے پوشیدہ اور گم شدہ اوراق کو تلاش کریں۔ ممکن ہے کہ بہار میں آباد مومن (جلاحے) برادری جو پارچہ بافی کا کام انجام دیتا ہے، حضرت کی اولاد میں سے ہوں یا پھر ان کے ورثاء اس برادری میں ضم ہو گئے ہوں۔ ہو سکتا ہے اس برادری کے افراد حضرت عارف مومن کی نسبت سے ہی مومن کہے جاتے ہوں اور بعد میں جناب فخر الدین صاحب مرحوم الہ آبادی اور بہار کے ایک مشہور کانگریسی لیڈر جناب قیوم انصاری کی تحریک کے نتیجہ میں انصاری کہے جانے لگے۔ پاکستان میں اس برادری کے افراد اپنے کو شیخ بھی لکھتے ہیں۔ حضرت مخدوم عارف مومن قدس سرہ کا مزار اقدس منیر شریف میں چھوٹی درگاہ سے متصل تالاب کے جنوب مغربی گوشہ میں واقع ہے۔

حضرت امام محمد تاج فقیہ قدس سرہ العزیز: حضرت امام محمد تاج فقیہ بیت المقدس کے ایک قصبہ الخلیل (HABROON) کے رہنے والے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت زبیر بن عبد المطلب (عم رسول صلی اللہ علیہ وسلم) تک پہنچتا ہے۔ جس کی تفصیل آگے بیان کی جائے گی۔ آپ بوجہ تبحر علم فقہ، فقیہ کے لقب سے مشہور تھے۔ آپ کی بزرگی اور تبحر علمی کا شہرہ تمام سرزمین عرب میں تھا۔ آپ حضرت امام محمد غزالیؒ کے پیر بھائی تھے۔ حضرت امام محمد تاج فقیہ اور حضرت امام محمد غزالیؒ اپنے پیر کے حکم پر اپنے وطن سے اسلام کی تبلیغ کے لئے روانہ ہوئے۔

آپ حضرات ابھی مدینہ منورہ ہی میں مقیم تھے کہ حضرت مخدوم عارف مومنؒ منیر سے مدینہ منورہ آکر روضہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری دی اور بہار میں تبلیغ دین کے سلسلہ میں مدد چاہی۔ حضرت امام محمد تاج فقیہؒ ایک روز مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سوئے ہوئے تھے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور آپ کو دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے ظالم راجہ سے جنگ کرنے اور بہار میں تبلیغ دین کا حکم ملا۔ اس طرح مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کو اس کام کے لئے تین راتوں میں بشارت دی گئی۔ آخری خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو چند لوگوں کے نام بتائے کہ ان سے مل کر بہار روانگی کی تیاری کریں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ خواب سے بیدار ہوئے، حضرت مخدوم عارف مومنؒ اور کچھ دوسرے افراد سے ملاقات کی، تمام لوگوں نے خواب سنتے ہی جہاد کی تیاریاں شروع کر دیں۔ حضرت امام محمد تاج فقیہؒ معہ اہل و عیال اور دوسرے پچیس تیس افراد کے ساتھ جن میں حضرت امام محمد غزالیؒ بھی شامل تھے مدینہ منورہ سے کوچ فرمایا۔ درمیان راہ بلخ و بخارا اور کابل وغیرہ ہوتے ہوئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن افراد کی نشاندہی کی تھی ان سے ملاقات کرتے ہوئے اور ہر جگہ سے جنگی اور افرادی طاقت حاصل کرتے ہوئے ملک ہند کی طرف روانہ ہوئے۔ دوران سفر حضرت امام محمد غزالیؒ نے طوس کا سفر اختیار فرمایا۔ حضرت امام محمد تاج فقیہؒ کے ہمراہ آپ کے اہل و عیال کے علاوہ تقریباً ساڑھے تین سو مجاہدین کا ایک مختصر قافلہ شمال مغربی راستہ سے ہندوستان میں داخل ہوا۔ آپ بڑی خاموشی سے ہندوستان کے ایک بڑے علاقے سے سفر کرتے ہوئے اور طویل راستہ طے کرتے ہوئے صوبہ بہار کے علاقہ کرمنا سانگ ندی تک پہنچ گئے۔ یہ ندی بکسر کے قریب سے گذرتی ہے اور یہیں سے راجہ منیر کی حکومت کی سرحد شروع ہوتی تھی۔ حضرت کی جماعت نے جیسے ہی ندی عبور کیا راجہ کی فوج مزاحمت کے لئے

مد مقابل آگئی۔ شہر منیر پہنچتے پہنچتے کئی مقامات پر جنگیں ہوئیں۔ آخری معرکہ شہر منیر کے قریب ۲۷ رجب ۵۷۶ھ کو ہوا۔ راجہ کو ہزیمت اٹھانی پڑی۔ خود راجہ حضرت امامؒ کے ہاتھوں قتل ہوا۔ راج دھانی مسلمانوں کے قبضے میں آگئی اور اس طرح بہار میں ایک اسلامی ریاست کی بنیاد پڑی اور یہیں سے بہار میں تبلیغ دین کی ابتدا ہوئی۔ حضرت امام محمد تاج فقیہؒ کے ساتھ اس جہاد میں شرکت کرنے والے مجاہدین اور شہداء میں سے کچھ افراد کا تذکرہ حضرت سید شاہ مراد اللہ منیری مدظلہ نے اپنی معرکتہ الآرا کتاب " آثار منیر " میں بڑی تحقیق اور جستجو کے بعد کیا ہے۔ جس کا تحریر کرنا قارئین کرام کی معلومات میں اضافہ کا باعث ہوگا۔

(۱) حضرت مخدوم قطب الاقطاب علم بردار ربانی خواجہ بدر الدین سپہ سالار لشکر تھے جن کا مزار اقدس منیر شریف سے متصل موضع صدر انواں میں ہے۔ (۲) حضرت سیدنا خطیر الدین ابدال خواہرزادہ حضرت پیران پیر سید عبد القادر جیلانی منیر شریف میں ڈھائی کنگرہ والی مسجد سے مغرب ایک بلند مقام پر آرام فرماں ہیں۔ (۳) حضرت تاج الدین کھانڈگاہ جن کا تعلق سلطان محمود غزنوی کے خاندان سے ہے۔ منیر شریف کی بڑی درگاہ کے احاطے میں آسودہ خاک ہیں۔ (۴) حضرت میر سید علی احمد لربک شہید آپ کسی مسلمان ریاست کے شاہزادے تھے۔ آپ کا روضہ خانقاہ منیری قدیم مسجد سے متصل ہے۔ (۵) حضرت علاری شہید۔ (۶) حضرت تاج شہید۔ (۷) حضرت معصوم شہید۔ (۸) حضرت چندن شہید مزار سہسرام میں ایک پہاڑی پر ہے۔ جو چندن شہید کی چوٹی کہلاتی ہے۔ (۹) حضرت اسحٰق شہید۔ (۱۰) حضرت جنید شہید۔ (۱۱) حضرت یعقوب شہید۔ (۱۲) حضرت یوسف شہید۔ (۱۳) حضرت صوفی شہید۔ (۱۴) حضرت شاہ عبد الغنی شہید۔ (۱۵) حضرت قبول شہید۔ (۱۶) حضرت شاہ عبد السبحان شہید۔ (۱۷) حضرت دوست محمد شہید۔ (۱۸) حضرت علاء الدین شہید۔ (۱۹) حضرت سید جلال شہید۔ (۲۰) حضرت روشن علی شہید۔ (۲۱) حضرت شاہ برہان الدین شہید جن کا مزار پٹنہ سے جنوب موضع کمرار میں ہے۔ ان میں کچھ نام بعد کے شہداء کے بھی شامل ہو گئے ہیں۔

فاتح منیر حضرت امام محمد تاج فقیہ قدس سرہ العزیز نے کچھ دنوں منیر میں قیام فرمایا اور اس علاقے میں تبلیغ دین کا کام انجام دیا۔ آخر آپ نے اپنے دو صاحبزادوں حضرت مخدوم شیخ اسرائیل اور حضرت مخدوم شیخ اسماعیل پہلی اہلیہ اور دوسرے اعزہ و اقارب کو منیر میں چھوڑا اور خود مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ کچھ دنوں کے بعد آپ کو مدینہ منورہ میں اہلیہ کے وصال کی خبر ملی۔ آپ نے اپنی اہلیہ کی ہمشیرہ سے نکاح ثانی کیا اور تاحیات مدینہ منورہ میں مقیم رہے۔ آپ کی محل ثانی سے ایک صاحبزادے حضرت مخدوم شیخ عبد العزیز پیدا ہوئے۔ حضرت شیخ عبد العزیز جب سن شعور کو پہنچے اور اپنے والد کے جہاد کا حال اور علاتی بھائیوں کے حالات معلوم ہوئے تو ان سے ملاقات کا اشتیاق ہوا۔ آپ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور منیر اپنے بھائیوں کے پاس پہنچ کر تبلیغ دین میں ان کے معاون و مددگار ہوئے۔ حضرت مخدوم شیخ اسرائیل اور حضرت مخدوم شیخ عبد العزیز اور ان کے ورثا نے جنوبی بہار میں رہائش اختیار کی حضرت مخدوم شیخ اسماعیل اور ان کے ورثا شمالی بہار میں آباد ہوئے۔ آپ کی نسل حاجی پور اور شمالی بہار کے دوسرے علاقوں میں خوب پھلی پھولی۔ حضرت امام محمد تاج فقیہ قدس سرہ کا سلسلہ نسب حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت زبیر تک پہنچتا ہے۔

نسب نامہ حضرت امام محمد تاج فقیہ تا حضرت عبد المطلب جد امجد حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت امام محمد تاج فقیہ ابن امام ابوبکر ابن امام ابو فتح ابن امام ابو القاسم ابن امام ابو الصاتم ابن امام ابو دہر ابن امام ابو اللیث ابن امام ابو سمنہ ابن امام ابو ذین ابن امام ابو مسعود ابن امام ابو ذر ابن حضرت زبیرؓ ابن عبد المطلب (بحوالہ تاریخ سلسلہ فردوسیہ از پروفیسر معین الدین دردائی مرحوم)۔

نقشہ اولاد حضرت امام محمد تاج فقیہ
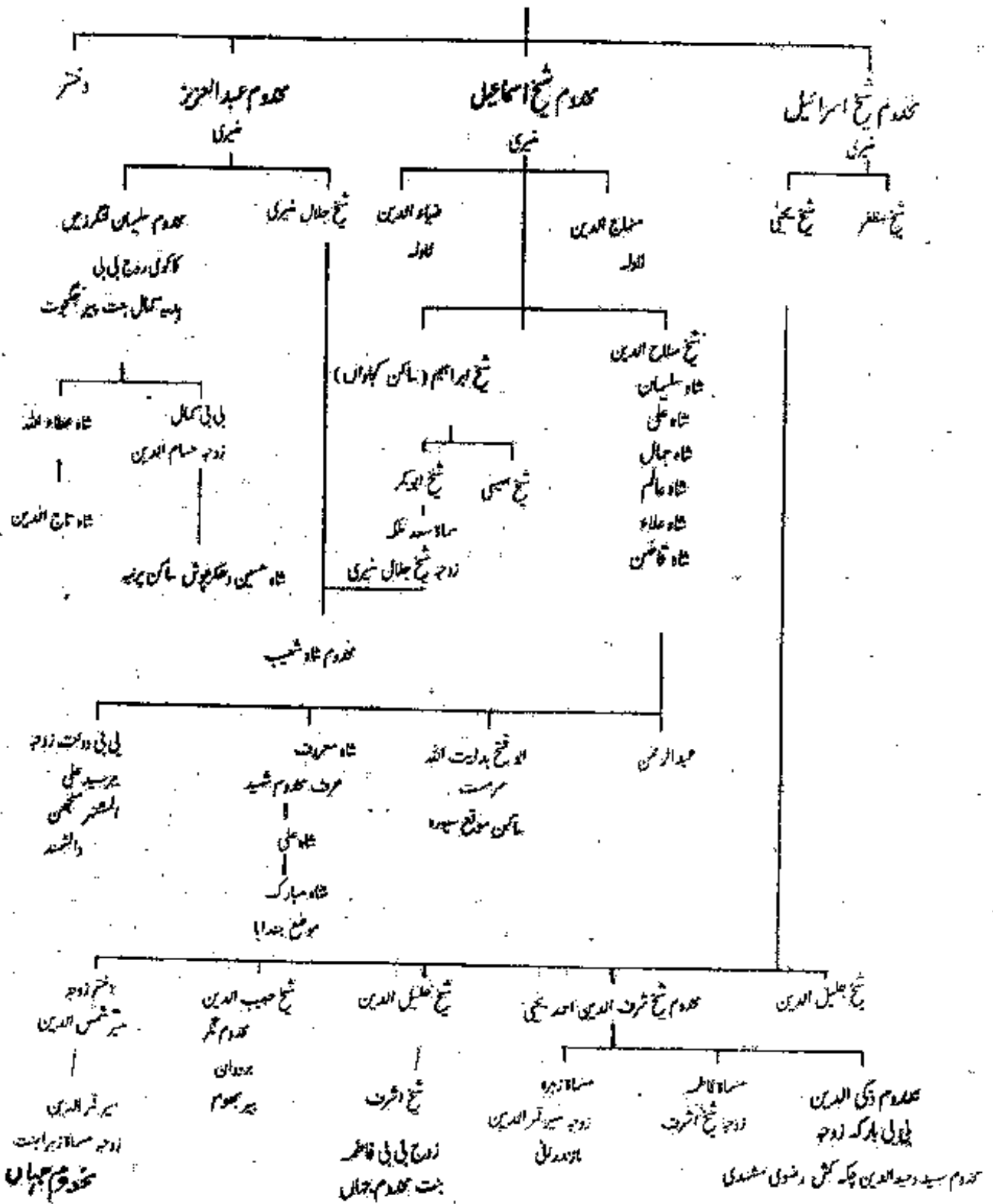
حضرت مخدوم شیخ یحییٰ منیری قدس سرہٗ

حضرت مخدوم شیخ یحییٰؒ بن شیخ اسرائیلؒ بن حضرت امام محمد تاج فقیہ زبیری الہاشمیؒ ۵۷۷ھ مطابق ۱۱۸۱ء کو بیت المقدس کے محلہ الخلیل میں پیدا ہوئے۔ آپ چار سال کی عمر میں اپنے دادا اور دوسرے اہل خاندان کے ساتھ ۵۸۱ھ میں بہار کے قدیم شہر منیر تشریف لائے آپ کے زمانہ میں الحاکم بامر اللہ ۶۲۲ھ بلاد اسلامیہ کا خلیفہ تھا اور ہندوستان پر سلطان ناصر الدین محمود بن سلطان شمس الدین التمش کی حکمرانی تھی۔ جس کا سال جلوس ۶۲۲ھ ہے۔ حضرت مخدوم اپنے والد شیخ اسرائیلؒ کی وفات کے بعد ان کے جانشیں ہوئے۔ روحانی سلسلوں کی اشاعت و ترویج، تبلیغ دین اور ایک اسلامی فلاحی ریاست کے انتظام و انصرام کی ذمہ داری آپ کے کاندھوں پر آن پڑی۔ آخر جب اپنے وقت کا عظیم مجاہد اسلام محمد بن بختیار خلجی فتح بہار و بنگال کے سلسلہ میں منیر کے قریب پہنچا تو آپ نے پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ اس کا استقبال کیا۔ منیر اور اس کے قرب و جوار کے علاقے کو اس کے سپرد فرمایا۔ اس سلسلہ میں ممتاز المحدثین حضرت مولانا سید شاہ مراد اللہ صاحب منیری فردوسی مدظلہ "آثار منیر" میں تحریر فرماتے ہیں۔

"بختیار خلجی کا ورود جب بہار میں ہوا اس وقت منیر شریف کی عنان حکومت حضرت سلطان المخدوم سیدنا شیخ یحییٰ منیریؒ کے ہاتھ میں تھی۔ آپ نے بہ اصرار حکومت منیر کو بختیار خلجی کے سپرد کر دیا۔ انھوں نے (بختیار خلجی نے) کہا میں مسلمانوں کا مال نہیں لیتا۔ آپ نے فرمایا بادشاہی اور ملک وراثت اور ملک نہیں یہ داد الٰہی ہے۔ خدا جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ مجھ سے یہ بار نہیں اٹھے گا، عبادت میں حرج ہوتا ہے۔ پھر عدل و انصاف کے لئے وصیت کی اور سلطنت منیر ان کے حوالہ کر دی اور خود گوشہ عزلت اختیار کیا اور یاد الٰہی میں مصروف ہو گئے۔"

آپ کی ابتدائی تعلیم حضرت مخدوم شیخ اسرائیلؒ اور علم ظاہری کی تکمیل حضرت سیدنا شاہ رکن الدین مرغیلانی منیریؒ[1] سے ہوئی۔ علوم باطنی کی تعلیم اور بیعت و خلافت شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ سے حاصل کی۔ حضرت شیخ الشیوخؒ کے مرید خاص اور خلفاء حضرت بہاؤ الدین ذکریا ملتانیؒ، حضرت مخدوم نظام الدین غزنویؒ، شیخ شہاب الدین پیر جگجوت عظیم آبادیؒ، حضرت خواجہ دمشقیؒ، حضرت مصلح الدین سعدی شیرازیؒ اور حضرت مخدوم شاہ تقی الدین عربی مسویؒ وغیرھم آپ کے پیر بھائی تھے اور ان بزرگوں سے حد درجہ ارادت اور مراسم رکھتے تھے۔

حضرت مخدوم شیخ یحییٰ منیری قدس سرہ اپنے وقت کے ولی کامل، صوفی باصفا اور جید عالم دین تھے۔ آپ کی کوششوں سے بہار اور بہار سے باہر دین اسلام کا بڑا فروغ ہوا آپ کی بزرگی اور علم و دانش کا شہرہ پورے ہندوستان میں تھا۔ آپ کی شادی مسماۃ بی بی رضیہ عرف بڑی بوا بنت حضرت شیخ شہاب الدین پیر جگجوت عظیم آبادی سے ہوئی جن سے آپ کے چار صاحبزادے حضرت شیخ جلیل الدین احمد منیری، مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری البہاریؒ، حضرت شیخ خلیل الدین احمد منیری البہاری، حضرت شیخ حبیب الدین احمد اور ایک صاحبزادی تھیں جن کی شادی مولانا میر شمس الدین مازندرانیؒ سے ہوئی تھی۔ جن کے صاحبزادے میر قمر الدین مازندرانیؒ تھے۔

حضرت مخدوم کے بڑے صاحبزادے حضرت شیخ جلیل الدین احمد منیریؒ آپ کے وصال کے بعد آپ کے سجادہ اور جانشین ہوئے۔ عرصہ دراز تک آپ کا فیض اور سلسلہ رشد و ہدایت جاری رہا۔ آپ کا مزار اقدس حضرت مخدوم کی پائتی منیر شریف میں ہے۔

---

[1] ایک بزرگ شیخ برہان الدین مرغیلانی کا تذکرہ شیخ عبد الحق محدث نے اخبار الاخیار صفحہ ۱۰۶ میں کیا ہے۔

حضرت مخدوم شیخ یحییٰ منیریؒ کے پسر سوئم شیخ خلیل الدین احمد منیری البہاریؒ اپنے منجھلے بھائی مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ اپنے بڑے بھائی اور پیر حضرت مخدوم جہاں کے زیر پائی بہار شریف میں آسودہ ہیں۔ حضرت مولانا شاہ مراد اللہ منیری مدظلہ کے بیان کے مطابق آپ کے صاحبزادے شیخ اشرف تھے جن کی شادی مسماۃ بی بی فاطمہ بنت مخدوم جہاں بہاریؒ سے ہوئی تھی اور صاحبان منیر شریف کا سلسلہ نسب حضرت شیخ اشرف سے ملتا ہے۔

حضرت شیخ یحییٰ منیری قدس سرہ کے پسر چہارم شیخ حبیب الدین احمد منیریؒ بسلسلہ تبلیغ دین بہار سے باہر رہے۔ آپ نے خلق کی رشد و ہدایت کے لئے سرزمین بنگالہ کو پسند فرمایا۔ آپ کی عمر عزیز کا ایک بڑا حصہ مغربی بنگال کے علاقہ بردوان میں گذرا۔ آپ کے بھتیجے حضرت مخدوم ذکی الدین بن مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ کو آپ سے از حد انس و محبت تھی۔ اس لئے وہ ہمیشہ بنگال ہی میں آپ کے ساتھ رہے۔ دونوں بزرگوں کا مزار مبارک موضع مخدوم نگر سنگندہ ضلع بردوان میں ایک ہی جگہ پر مرجع خلائق ہے۔

حضرت مخدوم شیخ احمد یحییٰ منیری قدس سرہ کا وصال منیر شریف میں ایک سو سترہ سال کی عمر میں ۱۱ شعبان المعظم ۶۹۰ھ بروز پنجشنبہ وقت ظہر ہوا۔ منیر شریف میں آپ کا روضہ اقدس مرجع خلائق اور بیکسوں کے لئے جائے پناہ ہے آپ کی خانقاہ آج بھی منبع رشد و ہدایت ہے۔ آپ کا عرس ہر سال ۱۰، ۱۱ اور ۱۲ شعبان کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ اپنے وقت کے سلاطین، حکمراں و امراء، اہل دل و نظر اور بڑی بڑی ہستیوں نے آپ کے روضے کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور فیض ظاہری و باطنی سے بہرہ ور ہوئے جن کا ذکر سیر و تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے۔ سلطان ظہیر الدین بابر، سلطان محمد تغلق، شاہ عراق اور مشہور موسیقار تان سین نے آپ کے روضہ کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔

محققین زبان و ادب، بہار میں اردو زبان کی تاریخ اور ابتداء حضرت مخدوم شیخ یحییٰ منیریؒ کے زمانہ سے بیان کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں یہاں صرف حضرت مولانا سید شاہ مراد اللہ منیری مدظلہ کی تحریر پیش کی جاتی ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں۔ "مولوی حکیم سید احمد صاحب قصبہ زمانیہ کے رہنے والے اور حضرت شمس الدین مرید خاص حضرت مخدوم جہاں کی اولاد سے ہیں۔ موصوف کے پاس ایک کتاب معراج نامہ میں نے دیکھی ہے جو حضرت سلطان المخدوم شاہ یحییٰ منیریؒ کی طرف منسوب ہے اور اسی زمانہ کی لکھی ہوئی ہے۔ اس کتاب میں معراج کے واقعات کو ہندی بھاشا میں نظم کیا گیا ہے۔ اس کی زبان وہی ہے جو عموماً ساتویں صدی کے بزرگوں کی تھی۔ لہذا بعید از قیاس نہیں کہ حضرت ہی کی تصنیف ہو۔ اس کے علاوہ جابجا بیماریوں کے لئے نثر میں منتر اور نظم میں نسخے پائے جاتے ہیں۔ اگرچہ ان میں ہندی بھاشا بہت ہے۔ مگر جہاں اردو ہے اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ساتویں صدی بلکہ اس سے قبل صوبہ بہار میں اردو عام طور پر بولی جاتی تھی۔ چند امثال بھی آپ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے آج تک زبان زد خاص و عام ہیں۔" مثلاً

نمبر ۱ "بلاؤ بڑی بوا کو کھیر میں نمک ملائین": آپ کی اہلیہ محترمہ کا نام رضیہ تھا۔ چونکہ آپ اپنی چار بہنوں میں سب سے بڑی تھیں اس لئے بڑی بوا کے لقب سے مشہور ہوئیں۔ اتفاق سے آپ نے کھیر میں شکر کے بجائے نمک ملا دیا تھا۔ جب حضرت مخدوم کی خدمت میں یہ کھیر لائی گئی تو زبان نے نمکین ذائقہ لیا اور کھیر زبان حال سے یہ شیریں جملہ بول اٹھی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ جملہ سر تا پا اردو کا خوبصورت جامہ پہنے ہوئے ہے اور آج سے سات سو برس قبل صوبہ بہار میں اس خوشنما عمارت کی بنیاد پڑ چکی تھی۔

نمبر ۲ "بی بی جیا ایک کا اٹھارہ کیا": یہ آپ کی اہلیہ محترمہ بی بی رضیہ سے چھوٹی (اور منجھلی) بہن ہیں۔ آپ کا نام حبیبہ اور عرف بی بی جیا تھا۔ جن کے متعلق زبان مبارک سے ایک فصیح جملہ نکل کر مشہور ہو گیا۔

نمبر ۳ "سارا کا کو جل گیا بی بی کمال سوئی رہیں": چونکہ آپ کی اہلیہ کی سنجھلی بہن حضرت بی بی کمال قصبہ کاکو میں تھیں اور

آتشزدگی سے ساری بستی خاکستر ہو گئی۔ جب حضرت مخدوم کو معلوم ہوا تو بطور استعجاب فرمایا۔

نمبر ۴ " بھس میں چنگی (چنگاری) چھوڑ جمالو الگ رہیں " : یہ حضرت بی بی جمال کی چھوٹی بہن ہیں جن کے متعلق زبان دربار سے یہ جملہ نکلا اور ملک میں مشہور ہو گیا۔

ان جملوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اردو زبان کا چشمہ آپ کے زمانہ میں صوبہ بہار میں جاری ہو چکا تھا اور آپ کی ذات گرامی اس صوبہ میں چونکہ ممتاز ہے اس لئے اس صوبہ میں اردو کی بسم اللہ آپ ہی سے ہوئی۔

نقشہ اولاد شیخ یحییٰ منیری۔
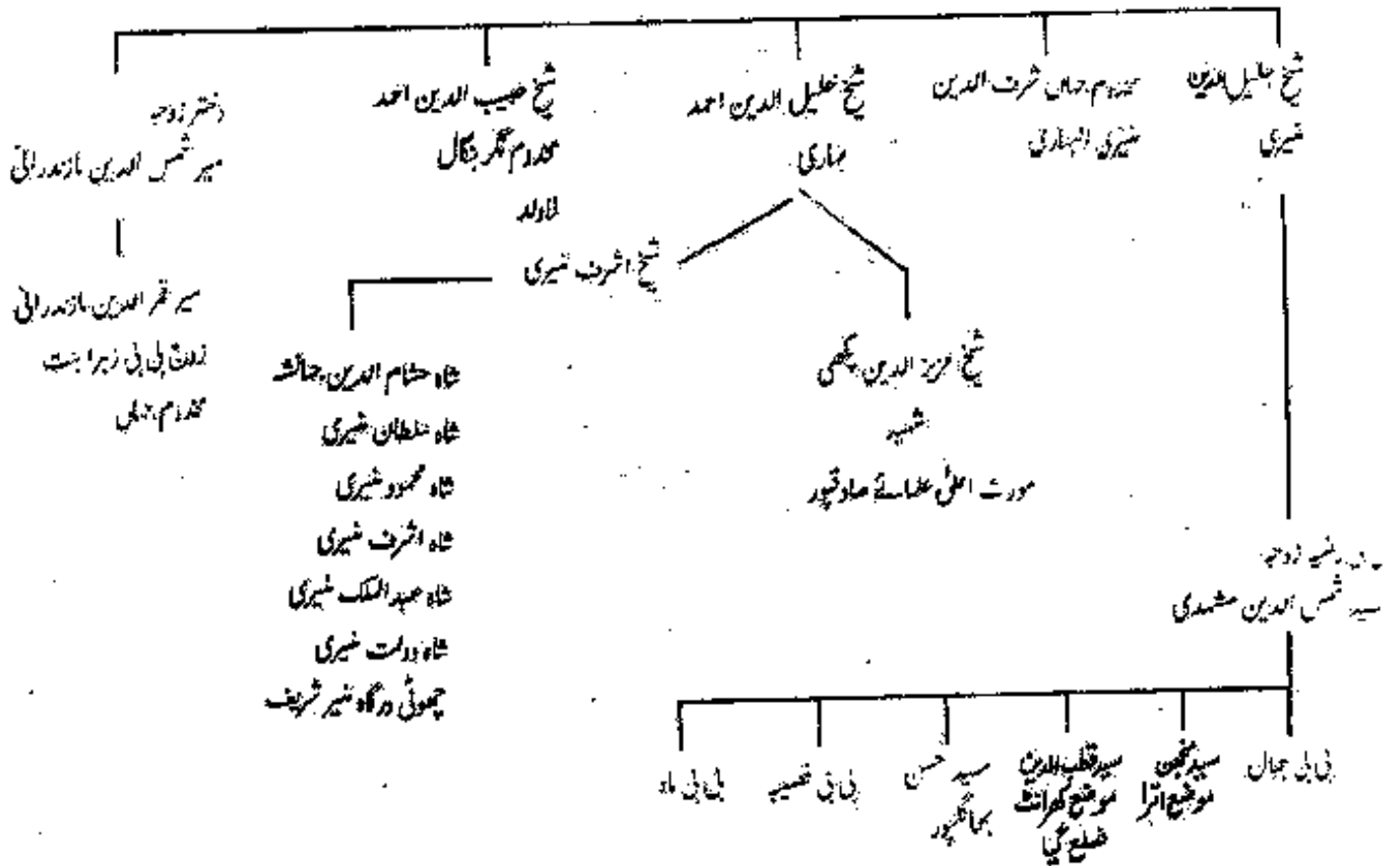
مخدوم جہاں
حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری ؒ

سلطان المحققین مخدوم جہاں حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری البہاری قدس سرہ العزیز بن شیخ یحییٰ بن شیخ اسرائیل بن امام محمد تاج فقیہ ۲۹ شعبان المعظم ۶۶۱ھ کو منیر شریف کے تاریخی شہر میں پیدا ہوئے۔ "شرف آگیں" سے تاریخ ولادت نکلتی ہے۔ آپ کے والد حضرت مخدوم شیخ یحییٰ چار سال کی عمر میں بیت المقدس سے اپنے دادا امام محمد تاج فقیہ ؒ کے ساتھ منیر (بہار) تشریف لائے تھے۔ آپ کی والدہ محترمہ بی بی رضیہ عرف بڑی بوا اپنے وقت کی ولیہ کاملہ تھیں اور حضرت سید شہاب الدین پیر جگجوت کی صاحبزادی تھیں۔ آپ اپنے والدین اور دوسرے افراد خانہ کے ساتھ کاشغر سے بہار تشریف لائیں۔ مخدوم جہاں کے نانا حضرت شیخ شہاب الدین پیر جگجوت ریاست کاشغر کے شاہزادے اور حضرت امام جعفر صادق ؓ کی اولاد میں تھے۔ اس طرح حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہ والد کی طرف سے زبیری الہاشمی شیخ تھے اور والدہ کی طرف سے جعفری سید۔

پدری سلسلہ نسب: شیخ شرف الدین احمد بن شیخ یحییٰ بن شیخ اسرائیل بن امام محمد تاج فقیہ فاتح منیر بن امام ابوبکر [1] بن امام ابوالفتح بن امام ابوالقاسم بن امام ابوالصالح بن امام ابو دہر بن امام ابواللیث بن امام ابوسعد بن امام ابودین بن امام ابومسعود بن امام ابوذر بن حضرت زبیر ؓ (عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف۔

مادری سلسلہ نسب: شیخ شرف الدین احمد بن مسماۃ بی بی رضیہ عرف بڑی بوا بنت سید شہاب الدین پیر جگجوت بن سلطان سید شاہ محمد بن سید شاہ احمد بن سید ناصر الدین بن سید یوسف بن سید حسن بن سید قاسم بن سید موسیٰ بن سید حمزہ بن سید داؤد بن سید رکن الدین بن سید قطب الدین بن سید اسحاق بن سید اسماعیل بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن سید الشہداء حضرت امام حسین شہید کربلا بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ بن ابوطالب۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ جب آپ پیدا ہوئے تو دوران شیر خوارگی آپ کی والدہ محترمہ نے کبھی بغیر وضو آپ کو دودھ نہیں پلایا۔ ایک دن آپ کی والدہ آپ کو کمرے میں تنہا چھوڑ کر کسی گھریلو کام میں مشغول ہو گئیں۔ کام سے فارغ ہو کر جب مخدوم جہاں کے پاس لوٹیں تو ایک اجنبی بزرگ کو آپ کے قریب بیٹھا پایا۔ آپ کے آتے ہی بزرگ غائب ہو گئے۔ اس واقعہ کو آپ کی والدہ نے حضرت شیخ شہاب الدین پیر جگجوت سے بیان کر کے تشویش کا اظہار کیا۔ حضرت نے تسلی دی اور کہا گھبرانے کی بات نہیں وہ اللہ کا فرشتہ تھا جو بچے کی حفاظت کے لئے تھا۔ حضرت نے ساتھ ہی تاکید فرمایا کہ شیر خوار بچے کو تنہا نہیں چھوڑنا چاہئے۔

تعلیم: مخدوم جہاں کی ابتدائی تعلیم گھر پر اور خانقاہ کے مدرسہ منیر شریف میں ہوئی۔ اس زمانہ کے نصاب کے مطابق آپ کو تعلیم دی گئی۔ آپ کے مکتوبات و ملفوظات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اس طریقہ تعلیم اور نصاب سے مطمئن نہ تھے۔ آپ کے نزدیک ابتدائی تعلیم میں قرآن حفظ کرنا

---

[1] تذکرہ صادقہ میں امام ابوبکر اور امام ابوالفتح کے درمیان احمد سعید اور محمد علی کا اضافہ ہے۔

جاتے تھا۔ ابتدائی تعلیم اور اساتذہ کی تفصیل کسی کتاب میں درج نہیں۔ صرف اتنا اندازہ ہوتا ہے کہ متوسطات تک تعلیم حاصل کر لی تھی اور اتنی استعداد پیدا ہو گئی تھی کہ وقت کے بڑے اساتذہ سے تعلیم حاصل کر سکیں۔ آپ کی عمر ابھی سات یا آٹھ سال کی تھی اور مدرسہ میں زیر تعلیم تھے کہ اپنے وقت کے ایک جید عالم دین، مختلف علوم کے ماہر، دانشور اور صوفی بزرگ حضرت علامہ اشرف الدین ابو توامہؒ دہلی سے بنگال جاتے ہوئے منیر شریف وارد ہوئے۔ حضرت شیخ یحییٰؒ نے علامہ موصوف کو کچھ دنوں اپنے پاس مہمان رکھا۔ اس دوران میں مخدوم جہاں، حضرت ابو توامہؒ سے کافی مانوس ہو گئے۔ یہاں تک کہ جب حضرت ابو توامہؒ بنگال جانے لگے تو مخدوم شیخ یحییٰؒ نے اپنے ہونہار بیٹے کو تعلیم کی غرض سے حضرت علامہ اشرف الدین ابو توامہؒ کے سپرد فرمایا۔ اس طرح قدرت سے مخدوم جہاں کو حضرت علامہ ابو توامہ جیسا کامل استاد میسر آگیا۔ حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد منیری قدس سرہ اپنے استاد کے ساتھ ۲۲ سال رہے اور تمام علوم ظاہری و باطنی کا علم حاصل کیا۔

مخدوم جہاں کے استاد۔ : مخدوم جہاں کے استاد حضرت علامہ اشرف الدین ابو توامہ بخارا کے رہنے والے تھے۔ وہاں سے عراق گئے اور شاہ عراق کے حکم پر سلطان غیاث الدین بلبن کے دور حکومت (۱۲۴۸ء تا ۱۲۸۱ء) میں ہندوستان تشریف لائے اور دہلی میں رہائش پذیر ہو کر لوگوں کے درس و تدریس اور تربیت باطنی میں مشغول ہوئے۔ آپ کی تبحر علمی اور دینی و دنیوی علوم سے واقفیت کا شہرہ پورے ملک میں ہوا۔ طالبان علم اور ارادتمندوں کا سیلاب امڈ آیا۔ آپ کے مکان پر ہر وقت ہزاروں کا مجمع ہونے لگا۔ رجوع عام، درباری علماء کی ریشہ دوانیوں اور حاسدوں کے زبانی سازشوں کے نتیجے میں سلطان دہلی کو خطرہ محسوس ہوا۔ دربار سے سیاسی مصلحت کی بنا پر بنگالہ چلے جانے کا حکم ہوا اور آپ شاہی حکم کے مطابق معہ اہل و عیال دہلی سے بنگال کے لئے روانہ ہوئے۔ منیر پہنچے تو شیخ یحییٰؒ نے بڑی عقیدت اور احترام کے ساتھ استقبال کیا۔ چند دنوں منیر میں قیام فرمایا۔ پھر حضرت مخدوم جہاں کو ساتھ لیا اور بنگال کے سفر پر روانہ ہوئے۔

حضرت علامہ ابو توامہ قدس سرہ ۶۶۸ھ مطابق ۱۲۷۰ء میں بنگال کے شہر سنار گاؤں میں رونق افروز ہوئے۔ ایک خانقاہ اور مدرسے کی بنیاد ڈالی اور تاحیات (۷۰۰ھ) درس و تدریس اور رشد و ہدایت خلق پر مامور رہے۔ سنار گاؤں مغلیہ دور حکومت سے قبل ایک بڑا اور تاریخی شہر تھا۔ بنگال کے حکمرانوں کا اکثر یہ پایہ تخت رہا ہے۔ آج بھی حضرت علامہؒ اور ان کے ورثا کے مزارات، مسجدوں، خانقاہوں اور پختہ عمارتوں کے کھنڈرات اس شہر کی عظمت رفتہ، ماضی کے شان و شکوہ اور تاریخی اہمیت کا پتہ دیتے ہیں۔ جناب ڈاکٹر محمد صغیر حسن معصومی شعبہ اسلامیات ڈھاکہ یونیورسٹی کے مقالہ بعنوان " سنار گاؤں " کے مطابق یہ جگہ مشرقی پاکستان (موجودہ بنگلہ دیش) میں نرائن گنج کے قریب واقع ہے۔ جس کو آج کل سرنا گرام کہا جاتا ہے۔ سنار گاؤں ۶۱۰ھ میں بنگال و بہار کے ساتھ محمد بن بختیار خلجی کے قبضے میں آیا۔ اس کی علمی اور ثقافتی عظمت اس وقت ختم ہوئی جب بنگال کے آخری خود مختار حکمراں موسیٰ خان کو شہنشاہ جہانگیر کے حکم سے اسلام خان نے شکست دی۔ جب تک موجودہ بنگلہ دیش مشرقی پاکستان کی حیثیت سے قائم رہا قبلہ و کعبہ پیر و مرشد حضرت مولانا سید شاہ مصطفیٰ حسن فردوسی القادری شطاری مدظلہ العالی (سابق مالک و ایڈیٹر روزنامہ " پاسبان " ڈھاکہ) ہر سال سنار گاؤں تشریف لے جاتے اور حضرت علامہ اشرف الدین ابو توامہ قدس سرہ کا عرس بڑے تزک و احتشام سے انجام دیتے رہے۔

حضرت علامہ اشرف الدین ابو توامہؒ کی کئی تصانیف کا پتہ چلتا ہے۔ جس میں ایک فقہی مثنوی بنام " حق " ہے۔ جو ۱۵ جمادی الاول ۶۹۴ھ کو مکمل ہوئی تھی۔ یہ مثنوی ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری کلکتہ میں موجود ہے اور فہرست کتب میں اس کتاب کا نمبر ۶۶ ہے اس مثنوی میں ایک سو اسی اشعار اور دس باب ہیں۔ حضرت مخدوم جہاں اپنے استاد کے اوصاف اور تبحر علمی کا ذکر کچھ اس

طرح فرماتے ہیں۔ "مولانا اشرف الدین توامہ ہندوستان کے علماء میں اس قدر مشہور تھے کہ ان کے تبحر علمی میں کسی کو شبہ نہ تھا۔ آپ ریشمی سربند اور ازاربند استعمال کرتے تھے۔ آپ نے ایسی چیزیں لکھیں کہ دوسرے علماء کو بھی اس کی تقلید کرنی چاہئے۔ اگر سبق پڑھانے میں مشکل پیش آتی تو غور کرتے اور غور کرتے وقت سربند کاندھے پر لٹکا لیتے اور اس کو ہاتھ میں لے کر مشغول رہتے۔ یہاں تک کہ مشکل حل ہو جاتی۔ اس کے بعد سربند کو چھوڑ کر مشکل کو بیان فرماتے۔" حضرت علامہ اشرف الدین ابو توامہؒ کو اپنے لائق اور ہونہار شاگرد سے حد درجہ محبت تھی۔ آپ نے مخدوم جہاں کی تعلیم و تربیت میں کوئی کسر نہ چھوڑی بلکہ تعلیم کے سلسلہ میں ہر قسم کی سہولتیں بہم پہنچائیں۔

شادی اور اولاد: مخدوم جہاں حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری پوری لگن اور محنت سے حصول تعلیم میں لگے رہے۔ یہاں تک کہ جو خطوط منیر شریف سے آپ کے نام آتے اس خطرے کے پیش نظر کہ کہیں وطن اور والدین کی محبت تعلیم میں حائل نہ ہو اُسے مٹی کے ایک خطیرے میں بغیر پڑھے ڈالدیتے۔ آپ استاد کی ہر نصیحت پر عمل کرتے۔ علامہ سے آپ کو عشق کی حد تک محبت تھی۔ ان کے کسی حکم کو ٹالنا آپ کے بس کی بات نہ تھی۔ آپ نے سنارگاؤں کے قیام کے دوران علامہ ابو توامہ کی خواہش کے مطابق ان کی دختر حضرت بی بی بہوبادام سے نکاح کیا۔ کثیر روایت کے مطابق حضرت بی بی بہوبادام کے بطن سے صرف ایک صاحبزادے حضرت مخدوم شیخ ذکی الدین پیدا ہوئے لیکن "آثار منیر" کے مصنف حضرت سید شاہ مراد اللہ منیری فردوسی مدظلہ اور چند دوسری روایتوں سے مخدوم جہاں کے دو صاحبزادوں اور دو صاحبزادیوں کی خبر ملتی ہے۔ آپ کے ایک صاحبزادے نے شیر خوارگی کے عالم میں سنارگاؤں میں انتقال فرمایا جن کا مزار حضرت علامہ توامہؒ کے احاطہ مقبرہ کے قریب ہے۔

مختصر یہ کہ حضرت مخدوم جہاں بائیس سال سنارگاؤں میں اپنے استاد اور خسر حضرت علامہ اشرف الدین ابو توامہؒ کے ساتھ قیام پذیر رہے۔ کسب علم کیا، اپنے استاد کی صاحبزادی سے نکاح کیا اور صاحب اولاد ہوئے۔ جب آپ کو اپنے والد حضرت مخدوم شیخ یحییٰ کے وصال کا علم ہوا تو محبت فرزندی سے غمگین ہوئے اور والدہ کا خیال ستانے لگا۔ آخر استاد سے اجازت چاہی اور مع اہل و عیال منیر شریف تشریف لائے۔

سنارگاؤں سے واپسی کے بعد حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہ العزیز نے کچھ دنوں منیر شریف میں قیام فرمایا۔ حصول تعلیم کی خواہش ابھی تشنہ تھی اور قلبی سکون حاصل نہ تھا۔ ایک دن والدہ محترمہ کے پاس تشریف لائے۔ اپنے صاحبزادے حضرت شیخ ذکی الدین کو ان کی گود میں ڈالدیا اور فرمایا "ذکی الدین کو میری جگہ قبول فرمایئے، مجھے طلب الٰہی کے لئے باہر جانے کی اجازت دیجئے، سمجھئے میں مر چکا" پھر اپنی اہلیہ کی رضامندی سے پیر کی تلاش میں گھر سے روانہ ہوئے اور دہلی کی راہ لی۔ بڑے بھائی حضرت شیخ جلیل الدین بھی آپ کے ساتھ ہو گئے۔ دہلی میں تمام صوفیاء و مشائخ کرام کے یہاں حاضری دی لیکن کہیں دل مائل نہ ہوا۔ یہاں تک کہ پانی پت میں بوعلی قلندر پانی پتی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ طبیعت وہاں بھی مائل نہ ہوئی فرمایا "شیخ ہیں لیکن مغلوب الحال دوسروں کی تربیت نہیں کر سکتے۔" واپس پھر دہلی تشریف لائے اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی خدمت میں پہنچے۔ شیخ المشائخ نے آپ کو بڑی شفقت سے اپنے قریب بٹھایا، اعزاز و اکرام فرمایا اور چند بیڑے پان کے عنایت فرما کر رخصت کیا۔ حضرت خواجہ نے بڑی حسرت سے فرمایا "سیمرغ یست ولے نصیب دام ماییست" (وہ ایک شاہین بلند پرواز ہے لیکن ہمارے جال کی قسمت میں نہیں ہے) یہاں کی ناکامی اور نامرادی سے دل کی بے چینی بڑھ گئی۔ بڑے بھائی حضرت شیخ جلیل الدینؒ نے تشفی دی اور حضرت شیخ کبیر خواجہ نجیب الدین فردوسیؒ سے ملاقات کا مشورہ دیا۔ آپ نے فرمایا دہلی کے قطب نے تو پان دے کر واپس کر دیا، اب کہیں اور جانے سے کیا فائدہ۔ آخر بڑے بھائی کی خواہش اور اصرار کے پیش نظر شیخ کبیر حضرت خواجہ نجیب الدین فردوسی

قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب خواجہ فردوسیؒ کے مکان پر پہنچے تو آپ پر دہشت سی طاری ہوئی اور جسم پسینہ پسینہ ہوگیا۔ حضرت نے آپ کو دیکھتے ہی فرمایا۔ "درویش آؤ! برسوں سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ تاکہ تمہاری امانت تمہارے سپرد کردوں" اور اسی وقت آپ کی بیعت لی۔ پھر اندر تشریف لے گئے بارہ سال پہلے سے لکھا ہوا ایک نصیحت نامہ، تحریری اجازت وخلافت اور کچھ تبرکات لاکر آپ کے حوالے کیا اور فرمایا۔ "یہ نصیحت نامہ اور اجازت وخلافت بارہ سال قبل لکھ کر تمہارا انتظار کر رہا تھا۔ جاؤ اب خلق خدا کی خدمت ورہنمائی کرو۔ مخدوم جہاں نے کہا ابھی تو میری تربیت بھی نہیں ہوئی میں اس بار کو کس طرح اٹھاؤں گا اور کچھ دنوں خدمت اقدس میں رہنے کی خواہش ظاہر کی۔ حضرت خواجہ نجیب الدین فردوسی قدس سرہ نے جواب دیا۔ میں نے جو کچھ کیا ہے وہ اشارہ غیبی تھا۔ میرے پاس وقت نہیں ہے۔ تمہاری تربیت حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست ہوگی فکر نہ کرو۔"

مخدوم جہاں کے لئے خواجہ فردوسی کا نصیحت نامہ: "اے عزیز! یہ بات بڑے غور و فکر کے بعد ظاہر ہوتی ہے کہ ترک خودی میں مشغولیت کے علاوہ دنیا کی کسی چیز میں مشغول رہنا غلطی ہے۔ انسانی حرکات و سکنات اقوال و افعال ہی سے انسانی خواہشیں پیدا ہوتی ہیں۔ کھانا، سونا، بولنا، میل جول پیدا کرنا، سننا، دیکھنا وغیرہ انسانی طبیعت کا اقتضا ہے۔ لیکن یہ تمام ضرورت بھر ہونی چاہئیں۔ اگر ضرورت سے زیادہ ہو تو حق سے دوری ہوجاتی ہے۔ اس لئے دن رات اس خیال میں رہنا چاہئے کہ خودی میں سے کیا چیز باقی رہ گئی ہے۔ یہاں تک کہ اللہ کے فضل سے خودی سے بالکل چھٹکارہ ہو جائے۔ اگر بال برابر بھی خودی باقی رہ گئی ہے تو حجاب باقی ہے۔ جب تک اس سے فراغت حاصل نہ ہو جائے دوسرے کام میں مشغول ہونا شیطنت ہے۔ اس لئے کسی حال میں دوسرے کام کی طرف مشغول نہیں ہونا چاہئے۔ مجاہدہ اور ریاضت نفس اس طرح ہونا چاہئے کہ خودی فنا ہو جائے اور انتہائی درجہ کا تقویٰ حاصل ہو اور بشریت کی پوری صفائی ہو جائے کسی وقت بے وضو رہنا درست نہیں۔ اگرچہ آدھی رات جاڑے کا موسم اور ٹھنڈا پانی ہی کیوں نہ ہو۔ وضو کے بعد دو رکعت نماز کسی حال میں فوت نہیں ہونا چاہئے۔ کھانا کھانے اور پانی پینے سے صرف تین چیزوں کی بقا ہوتی ہے۔ حیات، عقل اور قوت۔ کھانا اس وقت تک ترک کرتے رہنا چاہئے جب تک حیات اور عقل میں خلل پیدا ہو جانے کا اندیشہ نہ ہو۔ خشک روٹی، خشک چاول یا خشک کھچڑی جو کچھ بھی مل جائے اندازے سے کھا لیا جائے۔ سالن ترکاری وغیرہ کے پھیر میں نہ رہے۔ اسی طرح پانی پینا بھی ترک کر دے۔ یہاں تک کہ اس کو جب معلوم ہو کہ زندگی یا عقل میں خلل پڑے گا اس وقت تھوڑا سا پانی جو صرف حلق تر کرنے کو ہو پی لے تاکہ پیاس بجھ جائے۔ لیکن قوت کے کم ہونے کی وجہ سے ہرگز نہ کھانے نہ پئے اور قوت کے زائل ہونے کی طرف ہرگز توجہ نہ کرے اور یہ بات تجربہ سے معلوم ہو سکے گی کہ کھانے کی وجہ سے کتنے دنوں میں زندگی اور عقل میں خلل پڑنے کا خوف پیدا ہوگا اور جب یہ تجربہ سے معلوم ہو تو اس کا لحاظ رکھے۔ رات اور دن میں کسی وقت نہ سوئے اور نماز قرآن کی تلاوت اور کتب کے مطالعہ سے نیند کو دور کرے۔ اس کام کا تمام تر دارو مدار اس پر ہے کہ رات اور دن میں کسی وقت نہ لیٹے۔ بلکہ بیٹھ کر یا حجرے ہو کر رات دن گذارے۔ کسی شخص سے بات چیت نہ کرے البتہ سائل کا جواب دے سکتا ہے۔ لیکن سائل اگر عالم ہو تو اس کا جواب نہ دے بلکہ کبھی علمی جواب میں مشغول نہ ہو۔ کیونکہ اس میں بہت سی آفتیں ہیں۔ لیکن اگر جواب علمی نہ ہو تو اس کے متعلق مختصر گفتگو کرے اور صرف ضروری بات کہے اور وہ بھی اس وقت جب بجز بولنے کے کوئی اور چارہ نہ ہو تو جو کچھ ہو سکے گفتگو کرے لیکن خود کوئی بات نہ کہے۔ کسی کے ساتھ بالکل ملاقات اور میل جول نہ کرے اور ایک خالی گوشے میں بیٹھا رہے اور جو چیز موجود ہو اس کو باقی رہنے دے۔ اپنے کام کے لئے اپنے گوشے سے باہر نہ نکلے اور کسی کو اپنے پہلو میں آنے کی اجازت نہ دے۔ ہمیشہ نظر

نچی زمین کی طرف رکھے بے ضرورت دائیں بائیں نہ دیکھے۔ کسی کی بات نہ سنے اور نہ اس کی کوشش کرے کہ دوسرا کیا کہتا ہے۔ دل کو عمداً اور قصداً کسی چیز میں نہ لگائے۔ کوئی بات کان میں پڑے اور سمجھ میں نہ آئے تو اس کی فکر بھی نہ کرے۔ ضرورت کے وقت سوکھی روٹی کھائے اور پانی پی لے۔ کوئی چیز اس لئے نہ کھائے کہ وہ موجود ہے۔ کیونکہ اس طرح محض خودی کا پابند ہوتا ہے۔ دوپہر کے وقت روزانہ قضائے حاجت کے لئے جائے اور اگر کم کھانے کی وجہ سے اس کی ضرورت نہ ہو تو بہتر ہے۔ لیکن اس سے زیادہ نہ جائے اور وقت ضائع نہ کرے اگرچہ اس کی ضرورت محسوس ہو اور وضو مشکوک ہو یہاں تک کہ اس کی عادت ہو جائے اور تمام وقت ایک کمبل کے سوا اور کچھ نہ اوڑھے۔ لیکن جاڑے کے دن میں آستین والا لبادہ خرقہ کے اوپر پہنے اور اس پر دن ہو یا رات کسی چیز کا اضافہ نہ کرے، کسی کے آنے جانے بولنے اور کام کرنے پر ناخوش نہ ہو اور نہ کوئی اعتراض کرے۔ یہ معلوم نہ ہونے دے کہ اس کو ظاہراً و باطناً کسی چیز سے انکار ہے۔ خواہ سر پر آگ ہی کیوں نہ برسے، لیکن چون و چرا نہ کرے اور نہ اپنے میں کمیت اور کیفیت ظاہر ہونے دے۔ یہاں تک کہ اس کو مقام وحدت اور حال و ذوق حاصل ہو جائے۔ سماع کے وقت جہاں تک ممکن ہو آبدیدہ نہ ہو اور جسم کو حرکت نہ دے۔ یہاں تک کہ مغلوب ہو جائے اور اپنی حفاظت آپ نہ کر سکے۔ لیکن سماع میں احوال کے ظاہر ہونے سے بڑی آفتیں ہیں ان کا چھپانا بہت اہم باتوں میں سے ہے۔ قلب اور دل پر جتنی بھی آگ برسے اس کی خبر نہ ہو اور یہی وہ مقام عظیم ہے جو بڑی مشقت بڑے مجاہدے اور بے انتہا ریاضت کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ تم اپنی طرف سے کوشش کرو خدا عطا کرے گا۔ برسوں کے بعد مشقت اٹھانے والے کو راستہ ملتا ہے اور اگر یہ سعادت حاصل نہیں ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا اجر دیتا ہے۔"

کار نازک بتان رعنائیست
سنگ زریں آسیا بودن

حضرت خواجہ نجیب الدین فردوسی قدس سرہ العزیز نے مخدوم جہاں کو رخصت کرتے وقت تاکید فرمائی کہ اگر راستہ میں کوئی خبر ملے تو واپس نہ لوٹنا سفر جاری رکھنا۔ مخدوم جہاں دہلی سے روانہ ہوئے اور ابھی دہلی کے حدود سے باہر ہی نکلے تھے کہ پیرو مرشد کے وصال کی خبر ملی۔ لیکن آپ واپس نہ ہوئے بلکہ بہار کی طرف سفر جاری رکھا۔ حضرت خواجہ فردوسی کی ملاقات کے بعد حضرت مخدوم جہاں کے دل میں ایک حزن اور درد بیٹھ گیا تھا جو دن بدن بڑھتا ہی رہا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب آپ دہلی سے بہار وارد ہوئے اور دوران سفر شاہ آباد (آرہ) کے بہیا جنگل کے قریب ایک مور کی چنگھاڑ سنی تو دل درد سے تڑپ اٹھا اور بیخود ہو کر گریبان چاک جنگل کی راہ لی اور اس میں روپوش ہو گئے۔ بڑے بھائی شیخ جلیل الدین اور دوسرے ہمراہیوں نے بہت تلاش کیا لیکن آپ کا کہیں پتہ نہ چلا۔ مخدوم جلیل الدین تنہا گھر واپس لوٹے والدہ صاحبہ کو تمام واقعات سے آگاہ کر کے خواجہ نجیب الدین فردوسی دہلوی کا عطاء کردہ نصیحت نامہ، خلافت نامہ اور دوسرے تبرکات ان کے حوالے کیا۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہ بارہ سال سے زیادہ عرصہ بہیا کے جنگل میں چلہ کش رہے اس دوران نہ کسی انسان سے واسطہ رہا اور نہ ہی انسانی غذا میسر آئی۔ بلکہ درختوں کے پتوں پر گذر کیا۔ دوران قیام بہیا آخری چار پانچ سال تک آپ درخت کے سہارے کھڑے ہو کر ذکر الہی میں مشغول ہو گئے۔ یہاں تک کہ آپ کے پورے بدن پر مٹی کی تہیں جم گئیں اور مٹی کا ایک تودہ بن گیا۔ صرف ناک اور دہن مبارک کا حصہ غور کرنے پر نظر آتا تھا۔ منہ اور حلق سے چونٹیاں آتی جاتی تھیں۔ ایک دن ضلع شاہ آباد (آرہ) علاقہ دلمراؤں کا ہندو راجہ شکار کے لئے بہیا کے جنگل میں آیا۔ دوران شکار اسی درخت کے سائے میں آرام کے خیال سے فروکش ہوا۔ یکایک اس

کی نظر مٹی کے تودے کے درمیان آپ کی آنکھوں اور دہن مبارک پر پڑی اور اسے شک گذرا کہ ہو نہ ہو اس مٹی کے اندر کوئی انسانی جسم پوشیدہ ہے۔ راجہ نے فوراً اپنے خادموں کو طلب کیا اور احتیاط سے مٹی کی تہیں ہٹوائیں۔ جب آپ کا جسم مٹی سے اچھی طرح صاف ہو گیا تو ایک چار پائی پر آپ کو ڈال کر اپنے محل میں لے گیا۔ شاہی طبیب سے آپ کا علاج کروایا اور خود بھی آپ کی خدمت میں لگا رہا۔ جب آپ کے جسم میں طاقت آگئی اور پورے طور پر صحت یاب ہو گئے تو راجہ آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوا۔ آپ کی دعاؤں کی برکت سے راجہ کو بڑا عروج حاصل ہوا۔ آج بھی راجہ کی نسل دلمراؤں میں آباد ہے۔ یہاں کی مسجدوں سے اللہ اکبر کی صدا گونجتی ہے اور دینی مدرسے آباد ہیں۔ حضرت مخدوم جہاں چند دنوں بعد موضع دلمراؤں سے راجگیر کے جنگل پہنچے اور اس جنگل کے درمیان پہاڑوں پر ایک مدت تک یاد الٰہی میں مشغول رہے۔

ایک سرد طوفانی رات میں جب کہ موسلا دھار بارش ہو رہی تھی، ہوا تیز تھی اور سردی اپنے شباب پر تھی۔ حضرت کی والدہ بیٹے کی یاد میں مغموم بیٹھی سوچ رہی تھیں کہ پتہ نہیں میرا شرفا اس وقت کہاں اور کس حال میں ہوگا۔ یکایک انہیں حضرت مخدوم جہاں کی آواز سنائی دی "اماں میں آگیا ہوں" آپ بارش میں صحن میں کھڑے تھے۔ والدہ محترمہ ممتا سے بے چین ہو کر صحن میں پہنچیں اور اپنے لخت جگر کو گلے سے لگا لیا۔ لیکن انہیں یہ دیکھ کر انتہائی حیرت ہوئی کہ کھلے آسمان کے نیچے بارش کا کوئی اثر آپ کے جسم پر نہ تھا۔ آپ کے کپڑے خشک تھے۔ مخدوم جہاں نے فرمایا دیکھئے اللہ تعالیٰ ہماری کس طرح مدد فرما رہا ہے۔ آپ ہمارے لئے فکر مند نہ ہوا کریں اور پھر آپ غائب ہو گئے۔ حضرت مخدوم جہاں نے سالہا سال بہیا اور راجگیر کے جنگل میں عبادت و ریاضت میں گذارے اور تزکیۂ نفس کیا۔ جس کے صلے میں اللہ جل شانہ نے آپ کو انعامات بے پایاں سے سرفراز کیا۔ آپ کے ہمعصر علماء و مشائخ، معتقدین اور مریدوں کی روایتوں سے آپ کی ریاضت، مجاہدہ، عبادات کی شدت اور تزکیہ نفس پر تفصیلی روشنی پڑتی ہے۔

حضرت سلطان المحققین، مخدوم العارفین، مخدوم جہاں حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری فردوسی البہاری قدس سرہ العزیز کے مخلص و معتقد مرید خاص اور خلیفہ حضرت قاضی زاہد دانشمند تھے۔ جنہوں نے تذکرہ کیا ہے کہ آپ نے حضرت مخدوم جہاں کے ہمراہ تیس سال گذارے لیکن حضرت کو کوئی چیز خورد و نوش کرتے نہیں دیکھا اور نہ کبھی بول و براز کی حاجت ہوئی۔ حضرت مخدوم جہاں نے ایک بار فرمایا کہ اے زاہد جو ریاضات و مجاہدات شاقہ شرف الدین نے کی ہے اگر پہاڑ بھی کرتا تو پانی پانی ہو جاتا لیکن ہائے درماندگی بشریت کہ شرف الدین کو کچھ نہیں حاصل ہوا۔ وہ ویسا کا ویسا ہی رہا۔

"مناقب الاصفیا" کے مطابق آپ کے سامنے کسی عقیدت مند نے بہت لذیذ فالودہ پیش کیا۔ آپ نے اس کو سونگھا اور پھر زمین پر رکھ دیا۔ اور قاضی زاہد کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ زاہد! میرے نفس نے ابھی مجھ کو ڈبو ہی دیا تھا۔ لیکن شکر ہے اللہ نے بچا لیا۔

راجگیر کے جنگل میں قیام کے دوران ایک بار آپ نے دیکھا کہ ایک دولتمند آدمی اپنے جاہ و حشم کے ساتھ ایک جگہ بیٹھا کھانا کھا رہا ہے اس کے ملازمین اس پر مورچھل ہلا رہے ہیں۔ اس دولتمند نے مخدوم جہاں کو دیکھا اور اپنے ساتھ کھانے پر بٹھا لیا۔ اس کے ملازمین کو ایک خستہ حال فقیر کا اپنے مالک کے ساتھ کھانا پسند نہ آیا۔ زبان سے تو کچھ کہہ نہیں سکتے تھے لیکن بار بار نفرت و حقارت کی نظروں سے آپ کو دیکھتے تھے۔ مخدوم جہاں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ اس ملامت، حقارت اور نفرت کی نظر میں مجھے وہ لذت ملی کہ تین دن تک مجھ پر وجدانی کیفیت طاری رہی۔

منقول ہے کہ آپ ایک مدت دراز تک بہیا کے جنگل میں جو منیر سے تقریباً بیس میل مغرب ضلع شاہ آباد (آرہ) میں واقع ہے۔ اور اس وقت ای آئی ریلوے کا اسٹیشن ہے، پوشیدہ رہے۔ جہاں سخت سے سخت مجاہدے اور کڑی سے کڑی ریاضتیں کیں اور اسی جنگل میں آپ کو بارگاہ نبوی سے تعلیم و تربیت کی تکمیل بھی ہوئی۔ پھر آپ راجگیر کے جنگل میں وارد ہوئے۔ ڈاکٹر ہنٹر گزیٹر میں لکھتا ہے کہ راجگیر کے پہاڑ

دو قلہ متوازی الخطوط کی صورت میں جنوبی و مغربی سمت کو چلے گئے ہیں۔ جن کے درمیان ایک تنگ وادی ہے جس کو جگہ جگہ نالے اور درے قطع کرتے ہیں۔ یہ پہاڑ جو کسی جگہ ہزار فٹ سے زیادہ بلند نہیں ہے عظیم الشان چٹانوں اور گھنی جھاڑیوں سے مزین ہیں اور ایک خاص قدیمی دلچسپی رکھتے ہیں۔ کیونکہ ان پر اکثر بدھ مت کے آثار قدیمہ ملتے ہیں۔ جنرل کننگھم کے بیان کے مطابق چینی سیاح ہیون سیانگ نے جو کوپیکا پہاڑی کا ذکر کیا ہے وہ یہی (راجگیر کی پہاڑی) ہے۔ گرم جھرنے یہاں بہت ہیں۔ ڈاکٹر بچنن ہملٹن کہتا ہے کہ یہ راجگیر وہی راج گرہا ہے جو بودھ گوتما کا مسکن تھا اور قدیمی مگدھ کا پایہ تخت تھا۔ نیا راجگیر دو ثلث مربع میل پر پرانے شہر سے واقع ہے۔ حضرت مخدوم جہاں نے بارہ سال راجگیر کے جنگل میں بسر فرمایا۔

جناب پروفیسر محمد معین الدین دردائی مرحوم اپنی کتاب "تاریخ سلسلہ فردوسیہ" میں مناقب الاصفیا کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں۔ "رفتہ رفتہ جب مخدوم جہاں کے راجگیر میں قیام کی خبر مشہور ہوئی تو بہت سے طالبان صادق کی آمدورفت شروع ہو گئی۔ مولانا نظام الدین مدنی جو سلطان الاولیا دہلوی کے خلیفہ بھی تھے اور ایک خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ آپ کی بزرگی اور عظمت کے بہت زیادہ گرویدہ ہو گئے تھے اور آپ سے ان کو رفتہ رفتہ عشق ہو گیا۔ مخدوم جہاں کی ملاقات کی غرض سے اکثر راجگیر کے جنگل چلے جاتے اور ان کی تلاش میں مارے مارے پھرتے۔ ان کے ساتھ اور بھی بہت سے شیدائی مخدوم جہاں ہوتے۔ آخر مخدوم جہاں نے ان لوگوں کی محبت دیکھ کر ایک روز فرمایا کہ اس خوفناک جنگل میں آپ لوگ تشریف نہ لائیں۔ میں خود ہی ہر جمعہ کو بہار شہر میں آکر آپ لوگوں سے ملاقات کروں گا۔ مولانا نظام الدین اور ان کے دوسرے ساتھی اس پر راضی ہو گئے۔ اس کے بعد سے مخدوم جہاں ہر جمعہ کو جامع مسجد بہار میں آتے۔ نماز جمعہ پڑھ کر اپنے محبوبوں سے ملتے اور پھر جنگل کی راہ لیتے" اس واقعہ کو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے بھی اپنی کتاب "تاریخ دعوت وعزیمت" میں تحریر کیا ہے۔

کچھ دنوں کے بعد حضرت خواجہ نظام الدین اولیا دہلوی کے مرید خاص حضرت مولانا نظام الدین مدنی (جو نظام مولیٰ کے نام سے مشہور تھے اور جن کی خاطر سے حضرت مخدوم جہاں ہر جمعہ شہر بہار شریف تشریف لاتے تھے۔) نے اپنے مال حلال سے مخدوم جہاں کے لئے ایک مکان خام تعمیر کرایا۔ پھر حضرت نظام مولیٰ نے حاکم بہار مجد الملک کو متوجہ کیا۔ چنانچہ حاکم موصوف کی مدد سے عمارت خام پختہ تعمیر کر دی گئی اور مخدوم جہاں کی خدمت میں التجا اور اصرار کر کے وہاں مستقل قیام پر راضی کر لیا۔ حضرت مولانا نظام مولیٰ نے تمام فدائیان، شیدائیان اور معتقدین کی موجودگی میں آپ کو مسند شیخی پر بٹھلایا۔ مخدوم جہاں نے سجادہ شیخی پر بیٹھ کر مولانا نظام مولیٰ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ دوستو! تم لوگوں کی صحبت اور محبت نے بالآخر مجھ ناچیز کو اس بت خانہ میں بٹھلا ہی دیا۔ آپ کی مقبولیت اور شہرت سن کر سلطان محمد تغلق نے دہلی سے اپنے گورنر مجد الملک کو فرمان بھیجا کہ شیخ شرف الدین کے لئے خانقاہ بنوا دیں اور ان کے خرچ کے لئے پرگنہ راجگیر نذر کیا جائے۔ ساتھ ہی ایک مصلائے بلغاری بطور تحفہ مخدوم جہاں کے لئے بھیجا اور تاکید فرمائی کہ میرے کسی تحفے کو لینے میں شیخ تامل کریں تو انھیں پر جبر دیا جائے۔ سلطان محمد تغلق کے انتقال کے بعد فیروز شاہ تغلق تخت نشین آرائے سلطنت ہوا اور اس نے خرچ خانقاہ مخدوم جہاں کے لئے ایک لاکھ بیگہ زمین موضع اترا، کھرانٹ اور سونیرہ وغیرہ میں عطا کیا۔ کچھ دنوں بعد مخدوم جہاں سلطان فیروز شاہ تغلق کی خدمت میں دہلی حاضر ہوئے۔ جاگیرداری کے فرمان اور دستاویزات کو بڑی لجاجت سے واپس کر دیا۔ بہار شریف میں مستقل قیام پذیر ہونے کے بعد حضرت مخدوم جہاں فردوسی منیری البہاری قدس سرہ کی پوری زندگی فقر و فاقہ، درس و تدریس اور رشد و ہدایت میں بسر ہوئی۔ خانقاہ میں مشائخ، علماء، فقہا، محدثین اور متکلمین کی مجلسیں برابر منعقد ہوا کرتیں۔ سرزمین بہار کے قریہ قریہ شہر شہر کا آپ نے سفر فرمایا۔ اور اس کے گوشے گوشے میں پیغام

دین محمدی کو پہنچایا۔ آج بھی صوبہ بہار کی بکثرت بستیوں ، قریوں اور قصبوں میں وہ مقامات جہاں آپ نے بسلسلہ تبلیغ دین قیام فرمایا مخدوم جہاں کے چلہ گاہ کی حیثیت سے مشہور ہیں۔ ایک دفعہ آپ تبلیغی سفر پر تھے۔ سردی کا موسم تھا۔ دوران سفر رات گذارنے کے لئے کھیتوں کے درمیان آپ کو ایک کسان کا کھلیان موزوں معلوم ہوا۔ آپ نے کھلیان میں رکھے ہوئے پوال (دھان کے خشک ریشے) میں اپنے آپ کو ڈھانپ لیا تاکہ سردی سے محفوظ رہ سکیں۔ بیرا ، پکورہ ، مخدوم پور ، سرودہ ، شرف الدین پور ، سائیں ہرلا اور سدیسوپور جیسی قدیم بستیوں میں مخدوم جہاں کی تبلیغی قیام گاہ ، چلہ گاہ مخدوم صاحب کے نام سے مشہور ہیں۔

جناب محمد اسحاق صاحب پروفیسر عربک اینڈ اسلامک اسٹڈیز ڈھاکہ یونیورسٹی اپنی کتاب " Indian's Contribution to Hadith Literature " میں لکھتے ہیں۔

He (مخدوم جہاں) is credited to have for the first time, introduced Teaching of sahihan in Bihar, nay in India.

P-68

مخدوم جہاں کے پیر اور سلسلہ فردوسیہ۔

تاریخ سلسلہ فردوسیہ۔ تاریخ کے مطالعہ سے تصوف کے بکثرت سلاسل کا پتہ چلتا ہے۔ ابوالفضل نے " آئین اکبری " میں ہندوستان کے اندر چودہ سلاسل کا ذکر کیا ہے۔ جناب پروفیسر خلیق نظامی نے صرف چھ ایسے سلاسل کا ذکر کیا ہے جس نے ہندوستان میں تبلیغی کام انجام دیا اور شجرہائے تصوف کی آبیاری کی۔ وہ سلاسل درج ذیل ہیں۔

(۱۔ چشتیہ ، ۲۔ قادریہ ، ۳۔ شطاریہ ، ۴۔ نقشبندیہ ، ۵۔ سہروردیہ ، ۶۔ فردوسیہ)

حضرت خواجہ بدر الدین سمرقندی فردوسی قدس سرہ سلسلہ فردوسیہ کے سب سے پہلے بزرگ ہیں جو ہندوستان تشریف لائے۔ فردوسیہ دراصل سہروردیہ کی شاخ ہے۔ حضرت نجم الدین کبریٰ " جنھیں ولی تراش اور سر تراش کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے حضرت ضیاء الدین ابو نجیب سہروردیؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ حضرت ابو نجیب سہروردیؒ نے آپ کو خلافت دیتے وقت فرمایا تھا۔ " شما مشائخ فردوس ہستید " اس وقت سے سلسلہ فردوسیہ کی ابتداء ہوئی۔ جناب حضور حضرت سید شاہ امین احمد فردوسی قدس سرہ نے اپنی مشہور تصنیف " گل فردوس " میں لکھا ہے کہ حضرت بدر الدین سمرقندی فردوسیؒ نے اپنے مرید اور خلیفہ حضرت شیخ رکن الدین فردوسیؒ کو بھی فردوسی کا لقب بخشا تھا۔ مختصر یہ کہ حضرت ضیاء الدین ابو نجیب سہروردیؒ کے خلیفہ حضرت نجم الدین کبریٰ سے سلسلہ فردوسیہ کی ابتداء ہوئی۔ حضرت بدر الدین سمرقندی فردوسیؒ پہلی بار اس سلسلہ کو ہندوستان لائے۔ حضرت رکن الدین فردوسیؒ نے دہلی میں اس سلسلہ کی خانقاہ کی بنیاد ڈالی ، اپنے پیران طریقت کے شجرہ کا سلسلہ جاری کیا اور مشائخ فردوسی کے نام سے مشہور ہوئے۔ حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری فردوسی اور ان کے خلفاء حضرت مولانا مظفر شمس بلخی فردوسی اور شیخ ذکی الدین فردوسی وغیرہ ہم نے اس سلسلہ کو معراج کمال تک پہونچایا۔ سلسلہ فردوسیہ سے بہار و بنگال کی خاک پاک ہوئی اور سندھ و پنجاب میں بھی اس کی شاخیں پھیلیں۔

حضرت خواجہ نجیب الدین فردوسیؒ: شیخ کبیر حضرت خواجہ نجیب الدین فردوسی قدس سرہ العزیز حضرت رکن الدین فردوسیؒ کے برادر علاتی اور آپ ہی کے تربیت یافتہ اور خلیفہ تھے۔ اپنے شیخ و برادر محترم کی وفات کے بعد ان کی مسند کو آباد رکھا۔ آپ کے والد حضرت شیخ عماد الدین فردوسی نے آپ کو اپنے منجھلے لڑکے حضرت رکن الدین فردوسی کے حوالے کر دیا تھا۔ تاکہ آپ کی تربیت صحیح نہج پر ہو سکے۔ حضرت شیخ عماد الدین فردوسی کی محل اولی سے حضرت رکن الدین فردوسی اور محل ثانی سے خواجہ نجیب الدین فردوسی تھے۔ حضرت خواجہ فردوسیؒ

کی والدہ یعنی حضرت شیخ عماد الدین فردوسی کی اہلیہ دوم حضرت سید امیر خورد بلخی کی صاحبزادی اور مادرزاد ولیہ کاملہ تھیں۔

مجموعہ اہل صفا، سرچشمہ مردان خدا، شیخ کبیر حضرت خواجہ نجیب الدین فردوسی حضرت سید امیر خورد کے نواسے، شیخ عماد الدین فردوسی کے صاحبزادے، حضرت شیخ رکن الدین فردوسیؒ کے برادر علاتی اور آپ کے تربیت یافتہ خلیفہ و سجادہ، حضرت مخدوم جہاں سلطان المحققین شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہ کے پیر طریقت تھے۔ جناب پروفیسر معین الدین دردائی مرحوم اپنی معرکتہ الآرا تصنیف "تاریخ سلسلہ فردوسیہ" میں تحریر فرماتے ہیں "میرے خیال میں ان کی سب سے بڑی کرامت اور بزرگی ان کی گمنامی اختیار کرنے میں مضمر ہے۔ وہ "اولیائی تحت قبائی" (یعنی میرے دوست میرے قبا کے نیچے ہیں) پر عمل پیرا تھے۔ ان کے معاصرین میں بڑے بڑے مشائخ اور بزرگ تھے اور ان میں اکثر آپ کی بزرگی اور آپ کے بلند مدارج کے معترف تھے۔" جناب دردائی مزید تحریر فرماتے ہیں۔

"حضرت خواجہ نجیب الدین فردوسی نہ صرف شیخ کامل تھے بلکہ ان کی مثال ایک ایسے کیمیا گر کی تھی کہ جس کی ادنیٰ توجہ سے مریدوں کے سارے غش زائل ہو جاتے تھے۔ جس کے مرید کو دیکھ کر حضرت نظام الدین اولیاء جیسے شیخ کی زبان سے یہ جملہ نکل جائے۔ "سیر غنیمت و لیکن نصیب وام ماہیست" اس مرشد کامل کی بلندی مقام کا کیا کہنا۔"

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ اپنی کتاب "تاریخ دعوت و عزیمت" میں حضرت خواجہ فردوسی اور حضرت مخدوم جہاں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "خواجہ نجیب الدین فردوسی .... نے سلسلہ فردوسیہ کی اشاعت اور استحکام اور توحید و عشق الٰہی کی تبلیغ و اشاعت عام کے لئے ایک ایسے محقق مجتہد فن امام اور ربانی طریقہ (یعنی مخدوم جہاں) کی تربیت کی جس نے نہ صرف ان کے پیران عظام کے نام کو زندہ اور تابندہ رکھا بلکہ نصف صدی سے زیادہ تک مشرقی ہندوستان کو اپنے روحانی فیض اور حرارت عشق سے گرم و معمور رکھا اور اپنی تحقیقات عالیہ اور علوم نادرہ کی بنا پر عین القضاۃ ہمدانی، خواجہ فرید الدین عطار اور مولانا جلال الدین رومی کی یاد تازہ کر دی۔"

خواجہ فردوسی بہت کم لوگوں کو مرید کرتے تھے۔ اس لئے آپ کے مریدوں کی بہت کم تعداد تھی۔ لیکن آپ نے جن لوگوں کو اپنے حلقہ مریدی میں شامل کیا وہ بڑے اعلیٰ و ارفع مقام پر فائز ہوئے۔ از آں جملہ آپ کے مریدوں میں حضرت مولانا فرید الدین عالم اندر سی ابن العلا حنفی اندر پتی کا نام نامی بہت مشہور ہے۔ مولانا عالم اندر سیؒ نے ۷۷۷ھ میں فتاویٰ تاتار خانیہ تصنیف کر کے اپنے دوست امیر کبیر تاتار خان کے نام موسوم کیا۔

تعلیم و طریقہ فردوسیہ اور مشائخ فردوسیہ کی اپنی روش: ہندوستان میں اسلام کے ورود کے ابتدائی دور میں صوفیہ و مشائخ کرام کو بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اللہ کے ان نیک بندوں کی جدوجہد کے نتیجے میں مقامی ہندو اسلام تو قبول کر رہے تھے۔ لیکن ہندو آبادی اور ان کا معاشرہ جوگیوں، سادھوؤں اور ان کے مذہبی شعبدہ بازوں کے زیر اثر پروان چڑھا تھا۔ عوام اس قدر کشف و کرامات کے عادی ہو گئے تھے کہ جب تک کسی شیخ سے اظہار کرامت نہ دیکھتے اس کی بزرگی پر یقین نہیں کرتے۔ جن بزرگوں سے غیر معمولی خوارق عادات و کرامات کا ظہور ہوتا ان کی طرف مرجوعہ اور کشش لوگوں کو زیادہ ہوتی۔ ان ہی حالات میں سلسلہ فردوسیہ کے سب سے پہلے بزرگ حضرت شیخ بدر الدین سمرقندی فردوسیؒ ہندوستان تشریف لائے۔ آپ نے عوام کی اس ذہنیت کے خلاف آواز بلند کی آپ کا قول تھا کہ عبادت و ریاضت میں استقامت ہی سب سے بڑی کرامت اور بزرگی ہے۔ آپ نے جلد ہی طلب کرامت ذہنیت کے خلاف عوام کا دل استقامت دین کی طرف مائل کر دیا۔ پروفیسر دردائی مرحوم لکھتے ہیں۔

"خواجہ بدر الدین سمرقندی فردوسی اپنی روش کے لحاظ سے تمام مشائخ ہند میں ممتاز تھے کیونکہ ان کے ہمعصر مشائخ کچھ ارباب معاملہ تھے اور کچھ اصحاب ریاضت و مجاہدات تھے۔ لیکن آپ شطار محبان حق کے طریقہ پر گامزن تھے اور "موتوا قبل ان تموتوا" پر عمل پیرا

تھے اور بقول مصنف " مناقب الاصفیاء " اس پر گامزن ہونا بڑی شیر مردی کا کام ہے۔ کیونکہ طالبان مراد درجات و کرامات کے برخلاف طالبان کریم و اہل برخاست اور ناسزاوں میں شامل ہو جانا آسان کام نہیں ہے۔ "

حضرت شیخ رکن الدین فردوسیؒ نے بھی اپنے پیر شیخ سمرقندی فردوسی کی روش طریق شطار محبانِ خدا کو اختیار کیا۔ آپ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔ "اس کی (خدا کی) یاد میں اس کے سوا سب کو بھول جانا چاہئے۔ جیسا کہ آیا ہے کہ اپنے پروردگار کو یاد کر اس کے ماسوا سب کو دل سے مٹا کر۔ "

حضرت خواجہ نجیب الدین فردوسیؒ نصیحت نامہ فردوسیہ میں مخدوم جہاں کو نصیحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ " انسانی حرکات و سکنات، اقوال اور افعال ہی سے انسانی خواہشیں پیدا ہوتی ہیں۔ کھانا، سونا، بولنا، میل جول پیدا کرنا، سننا اور دیکھنا وغیرہ انسانی طبیعت کا اقتضا ہے۔ لیکن یہ تمام ضرورت بھر ہونی چاہئیں۔ اگر ضرورت سے زیادہ ہو تو حق سے دوری ہو جاتی ہے۔۔۔۔۔ خودی سے چھٹکارا پانے سے پہلے کسی کام میں مشغولی شیطنت ہے اس لئے کسی حال میں دوسرے کام کی طرف مشغول نہیں ہونا چاہئے۔ مجاہدہ اور ریاضت نفس اس طرح ہونا چاہئے کہ خودی فنا ہو جائے اور انتہائی درجہ کا تقویٰ حاصل ہو اور بشریت کی پوری صفائی ہو جائے۔ کسی وقت بے وضو رہنا درست نہیں اگرچہ آدھی رات، جاڑے کا موسم اور ٹھنڈا پانی ہی کیوں نہ ہو۔ وضو کے بعد دو رکعت نماز کسی حال میں فوت نہیں ہونی چاہئے۔ "

مناقب الاصفیاء کے حوالے سے حضرت مولانا ابو الحسن علی ندوی صاحب اپنی کتاب تاریخ دعوت و عزیمت میں تحریر فرماتے ہیں۔ " ایک موقع پر مشائخ عصر جمع تھے۔ ہر ایک نے اپنی اپنی تمنا کا اظہار کیا جب آپ کی (مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ) باری آئی تو فرمایا۔ "میری آرزو یہ ہے کہ نہ اس دنیا میں میرا نام و نشان رہے اور نہ اُس دنیا میں"

حضرت مخدوم جہاں کے مکتوبات و ملفوظات، تعلیمات فردوسیہ، نظریہ سلسلہ فردوسیہ اور روش مشائخ فردوسیہ کے آئینہ دار ہیں۔ آپ اپنی ساری زندگی اپنے پیر و مرشد اور پیرانِ عظام فردوسیہ کی تعلیمات پر عمل پیرا رہے۔ مریدوں اور ارادتمندوں کو بھی اسی کی تعلیم دیتے رہے۔ آپ اپنے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

" ۔۔۔۔۔ خدا وند تعالیٰ کو اپنے آپ پر رونے سے زیادہ کوئی آواز پیاری نہیں ہے۔ پس چاہئے کہ آج اس راہ کے صدیق اور دین کے پیشوا ماتم خوانی خواجہ اویس قرنیؓ سے سیکھیں۔ اے بھائی! جو کوئی ہر لحظہ اپنے آپ پر ماتم اور آہ و فغاں نہیں کرتا وہ ایک مدعی ہے جو قیامت سے غافل ہے۔۔۔۔۔ ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ دنیاوی جاہ و جلال ہونا چاہئے اور ہمارے احکام امر و نہی کا نفاذ ہونا چاہئے اور دنیا کی ناز و نعمت ہونی چاہئے۔ عزت اور اس کا اظہار ہونا چاہئے اور پھر ان سب کے ساتھ خدا وند تعالیٰ کے ساتھ آشنائی بھی ہونی چاہئے۔ خدا کی قسم یہ ناممکن ہے۔ " ایک اور مکتوب میں ہے۔

" میرے بھائی! آدمی کا نفس مکار دھوکا دینے والا ہے۔۔۔۔۔ اگر غصہ کا غلام ہے تو وہ ایک کتا ہے آدمی کی شکل میں، اگر پیٹ کا غلام ہے تو ایک جانور ہے، اور اگر وہ فاسد خواہشات نفس کا اسیر ہے تو وہ ایک سور خنزیر ہے، اور اگر وہ لباس و زینت کا غلام ہے تو وہ عورت ہے مرد کی صورت میں " حضرت کا ایک مکتوب اور پڑھئے اور غور فرمائیے۔

" برادر! ۔۔۔۔۔ صاحب تجرید و تفرید کی نظر میں موت و حیات برابر ہوتی ہے۔ بہشت و دوزخ کی جگہ اس کے دل میں نہیں ہوتی۔ کھانے کپڑے کے لئے وہ کسی مخلوق کی خوشامد نہیں کرتا اور دست سوال اس کے سامنے نہیں پھیلاتا۔ ظاہر ہے کہ جو تیراک سمندر میں غوطے لگا کر گوہر شب چراغ نکالتا ہے وہ کسی بڑھیا کے ٹمٹماتے ہوئے چراغ کی طرف کیا توجہ کرے گا۔ مقصود ولی اس کا اللہ کی درگاہ کے سوا کچھ نہیں، بجز اس کا ماسوا اللہ کی طرف نہیں بڑھتا، پائے طلب کو اس کی عالی ہمتی کچھ ایسا تیز رو بنا دیتی ہے کہ مرکب جادو کرامات عاجز ہو کر رہ جاتا ہے۔

اور اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ جنگ و نام و سلامتی کی تختی کو وہ ایسا دھو ڈالتا ہے کہ یہ حرف اس پر نہیں جچتے۔۔۔۔۔۔"

مختصر یہ کہ مشائخ و صوفیاء اور پیرانِ سلسلہ فردوسیہ "موتوا قبل ان تموتوا" (یعنی مرنے سے پہلے مرجاؤ) اور " اولیائی تحت قبائی"
(یعنی میرے دوست میرے قبا کے پیچھے ہیں) پر عمل پیرا رہے۔ گمنامی اور روش طریق شطار محبانِ خدا کو اختیار کیا۔ کشف و کرامات اور غیر
معمولی خوارق و عادات کے ظہور سے دور بھاگتے تھے۔ ان بزرگوں کے یہاں عبادت و ریاضت میں استقامت ہی سب سے بڑی کرامت تصور کی
جاتی ہے۔ ان کے نزدیک بغیر شریعت اہل حقیقت ہونے کا دعویٰ کرنا سراسر زندیقیت ہے اور حقیقت سے بے خبر رہ کر صاحب شریعت بن جانا
شانِ منافقانہ ہے دراصل دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ سلسلہ فردوسیہ کبریہ کی انہیں تعلیمات و نظریات کا نتیجہ ہے کہ آج بھی وابستگان و فقرائے
فردوسیہ شہرت اور خلائق سے دور بھاگتے ہیں۔ پیری مریدی کی دوکان چمکانے سے گریز کرتے ہیں۔ کرامت اور بزرگی کے اظہار سے اجتناب کرتے
ہیں۔ ہو ہا (سماع) کی محفل سرِ بازار گرم نہیں کرتے۔ عوام میں عام انسانوں کی طرح زندگی گذارتے ہیں۔ خشیتِ الٰہی اور عشقِ رسول صلی اللہ
علیہ وسلم سے سرشار رہتے ہیں۔ ہر لمحہ فنایت کی تمنا لئے گوشہ تنہائی میں گذارتے ہیں۔ مریدوں اور ارادتمندوں سے محنت شاقہ کراتے ہوئے
سلسلہ فردوسیہ کبریہ کی حقیقی راہ پر گامزن کر جاتے ہیں۔ راقم الحروف سید قیام الدین نظامی الفردوسی المصطفائی کا ذاتی مشاہدہ ہے کہ اس سلسلہ
فردوسیہ کے دامن سے وابستہ ہوتے ہی قدرتی طور پر مزاج میں ایک دھیما پن پیدا ہو جاتا ہے۔ دل میں حزن و ملال اور خوف بیٹھ جاتا ہے۔ شور
وغل سے گھبراہٹ اور تنہائی و سکون سے اطمینان پیدا ہوتا ہے۔ قارئین کرام سے گذارش ہے کہ اس حقیر کے حق میں دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ
اس حقیر کو سلسلہ فردوسیہ کبریہ کی روش طریق شطار محبان خدا کو اختیار کرنے والوں کے قدموں کی خاک بنا کر دنیا کی فضاؤں میں تحلیل کر دے۔
آمین ثم آمین۔

نقشہ اولاد مخدوم جہاں منیری البہاری۔

سلسلہ فردوسیہ اور محفل سماع: مشائخ فردوسیہ اور سلسلہ فردوسیہ کے منبع و سرخیل حضرت خواجہ نجم الدین کبریٰؒ اپنے وقت کے جید عالم دین اور سلسلہ سہروردیہ کبرویہ فردوسیہ کے معروف مشائخ کرام و صوفیائے کبار میں سے تھے۔ آپ کی شادی حضرت شیخ بہان ساکن مصر کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ آپ کو اپنے وقت کے تین مشائخ کرام حضرت شیخ اسمٰعیل قصریؒ، حضرت شیخ عمار بن یاسرؒ اور حضرت شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردیؒ سے بیعت و ارادت حاصل تھی۔ اسی لئے آپ کو "سہ سر تراش" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ سماع کا تحفہ آپ کو حضرت شیخ اسمٰعیل قصریؒ سے ملا۔ جس کی تفصیل صاحب نفحات الانس نے اس طرح نقل کیا ہے۔

حضرت خواجہ نجم الدین کبریٰ سفر کرتے ہوئے ایک بار ملک خوزستان پہنچے جہاں وہ ایک مہلک مرض میں مبتلا ہو گئے۔ ان دنوں آپ کا قیام حضرت شیخ اسمٰعیل قصریؒ کی خانقاہ کے ایک چبوترے پر تھا اور اپنی بیماری کی شدت سے بڑی تکلیف میں تھے۔ حضرت شیخ قصریؒ کے یہاں ہر رات محفل سماع سجتی تھی۔ حضرت خواجہ اس وقت تک سماع کے قائل نہ تھے۔ ایک رات آپ مرض کے باعث شدید تکلیف میں تھے۔ دوسرے مشائخ کی مجلس سماع کے شور و شغب سے آپ کو اور زیادہ تکلیف پہنچ رہی تھی۔ دوران سماع حضرت اسمٰعیل قصری حضرت خواجہ کے سرہانے پہنچے اور خیریت دریافت کرنے کے بعد ان کا ہاتھ پکڑا، اٹھا کر کھڑا کیا، معانقہ فرمایا اور ساتھ لے کر مجلس سماع میں چلے گئے۔ پوری توجہ عنایت فرمائی اور دیوار کے سہارے کھڑا کر دیا۔ حضرت خواجہ پر کیفیت طاری ہوگئی اور جب ہوش آیا تو ان کی دنیا ہی بدل چکی تھی۔ مرض میں افاقہ محسوس ہوا اور سماع سے نفرت کا جذبہ بھی جاتا رہا۔ آپ اسی وقت حضرت شیخ اسمٰعیل قصریؒ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ اور اس طرح فردوسیوں میں سماع حضرت خواجہ نجم الدین کبریٰؒ سے شروع ہوا۔

ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کے معروف شیخ حضرت نظام الدین اولیاءؒ سے بھی حضرت مخدوم جہاں فردوسیؒ کو سماع کا تحفہ ملا تھا۔ سید صباح الدین عبد الرحمن مرحوم نے اپنی کتاب "بزم صوفیاء" میں لکھا ہے کہ جب مخدوم جہاں حضرت نظام الدین اولیاء سے ملنے کے بعد واپس ہونے لگے تو حضرت سلطان اولیاءؒ نے رخصت کرتے وقت پان کے چند بیڑے بڑھاتے ہوئے فرمایا تھا "فقیروں کے یہاں سے خالی نہ جاؤ سماع لیتے جاؤ" اس جملہ سے یہ مطلب نہیں لینا چاہئے کہ فردوسیوں نے سماع چشتیوں سے لیا ہے۔ بلکہ نفحات الانس سے یہ بات ثابت ہے کہ سلسلہ فردوسیہ میں سماع حضرت خواجہ نجم الدین کبریٰؒ کے وقت سے رائج تھا اور مشائخ فردوسیہ اس وقت سے سماع سنتے آئے تھے۔

محفل سماع کی حقیقت اور اس کے آداب: نصیحت نامہ فردوسیہ میں حضرت خواجہ نجیب الدین فردوسی قدس سرہٗ سماع کے سلسلہ میں اپنے مرید خاص اور خلیفہ حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری فردوسیؒ کو نصیحت فرماتے ہیں۔

"سماع کے وقت جہاں تک ممکن ہو آبدیدہ نہ ہو اور جسم کو حرکت نہ دے، یہاں تک کہ مغلوب ہو جائے اور اپنی حفاظت آپ نہ رکھے۔ لیکن سماع میں احوال کے ظاہر ہونے سے بڑی آفتیں ہیں ان کا چھپانا بہت اہم باتوں میں سے ہے۔ قلب اور دل پر جتنی بھی آگ ہو اس سے اس کی خبر نہ ہو۔"

حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری فردوسی قدس سرہ کا ایک مفصل مکتوب سماع سے متعلق ہے جو آپ نے اپنے مرید حاکم چوسہ، حضرت شمس الدینؒ کے نام تحریر فرمایا ہے۔ حضرت کے اس مکتوب سے اقتباس پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ سماع کے متعلق عوام کے دلوں میں جو شکوک و شبہات ہیں وہ دور ہو جائیں۔

"عزیز بھائی شمس الدین اللہ تعالیٰ تمہیں بزرگی عطاء فرمائے۔ معلوم کرو کہ دل و دماغ اسرار خداوندی کے خزانے اور جواہر معنی کی کانیں ہیں اور ان اسرار و معانی کا دل میں پوشیدہ ہونا اس طرح ہے، جیسے پتھر اور لوہے میں آگ پوشیدہ ہوتی ہے۔ اور سماع

اس آگ کا پیدا کرنے والا ہے۔ جو اس لوہے اور پتھر میں پوشیدہ ہے۔ پس سماع سے وہی چیز ظاہر ہوتی ہے جو اس دل میں چھپی ہوئی ہے۔ جس طرح گھڑے اور صراحی سے وہی چیز نکلتی ہے جو اس میں موجود ہوتی ہے۔ پس یہاں سمجھنا چاہئے کہ جس دل میں خداوند عزوجل کی محبت زیادہ ہوگی اور وہ اس کے دیدار کا مشتاق ہوگا اس کے حق میں " سماع " شوق کا بھڑکانے والا اور عشق و محبت کو ابھارنے والا ہے۔ اور آگ کو ظاہر کرتا ہے جو سینے کے نہاں خانے میں دبی ہوئی ہے۔ اور مکاشفات و ملاطفات کے ذریعہ وہ احوال شریفہ ظاہر ہو جائیں گے جن کا کوئی اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ پس جانو کہ جس کو یہ دولت نصیب ہے اور اس نعمت کا لطف حاصل کرنے والا ہے تو اس کے احوال شریفہ کو صوفیوں کی زبان میں وجد کہا جاتا ہے۔ اس صورت میں سماع سننا حلال ہی نہیں بلکہ مستحب ہے اور واجب ہو جاتا ہے۔ ۔۔۔ اب رہا رقص کرنا تو سنو حضرت امام غزالیؒ نے اس کے تین وجوہ بتائے ہیں اور کہا ہے کہ رقص کا حکم اس کے محرک پر محمول کیا جاتا ہے۔ اگر محرک محمود ہے اور رقص اس کو بھڑکاتا اور ابھارتا ہے تو رقص بھی محمود ہے اور اگر رقص کا محرک مذموم ہے اور رقص اس کی برائی کو ابھارتا ہے تو رقص بھی مذموم ہوگا اور اگر محرک مباح ہے تو رقص بھی مباح ہوگا۔۔۔۔ چنانچہ اشعار کا سننا اور حالت کا طاری ہونا احادیث سے مروی ہے۔ ان میں سے ایک صحیح حدیث یہاں بیان کی جاتی ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ہم حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے حضرت جبریلؑ آئے اور کہا " یا رسول اللہ! آپ کو بشارت ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے درویش و فقیر امیروں کے اعتبار سے پانچ سو سال پیشتر بہشت میں داخل ہوں گے۔ " یہ خوشخبری سن کر حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو گئے اور فرمایا۔ " یہاں کوئی ہے جو شعر سنائے؟ " ایک بدوی نے کہا ہاں ہے یا رسول اللہ"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ " ہات ہات " (آؤ آؤ) اس نے یہ شعر پڑھے۔

ترجمہ: (میرے کلیجے پر محبت کے سانپ نے ڈس لیا ہے۔ اس کے لئے نہ کوئی طبیب ہے اور نہ جھاڑ پھونک والا۔ مگر ہاں وہ محبوب جو مہربانی فرمائے، اسی کے پاس اس کا منتر اور تریاق ہے۔) یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تواجد فرمایا اور جتنے اصحاب وہاں تھے سب وجد کرنے لگے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رداء مبارک دوش مبارک سے گر پڑی۔ جب اس حال سے فارغ ہوئے معاویہؓ بن ابی سفیان نے کہا " کتنی اچھی ہے آپ کی یہ بازی یا رسول اللہ " آپ نے فرمایا۔ ترجمہ (۔۔۔ اے معاویہ وہ شخص کریم (یعنی سخی و بامروت) نہیں ہے جو دوست کا ذکر سنے اور جھوم نہ اٹھے) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ردائے مبارک کے چار سو ٹکڑے کر کے حاضرین میں تقسیم کر دیئے گئے۔۔۔۔۔۔ مگر سماع کے لئے تین شرطیں ہیں۔ ان کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ مکان، زمان، اخوان۔ مکان چاہئے کہ مشائخ کی خانقاہ ہو یا کوئی پاک و صاف ہوادار کشادہ اور روشن مقام ہو۔ اخوان، چاہئے کہ فقراء، درویش اور یاران باتمیز صحبت یافتہ اور ریاضت کشیدہ ہوں اور زمان یہ کہ دل تمام اشغال سے فارغ اور خالی ہو۔ مگر سماع کا ادب یہ ہے کہ جب تک ضروری نہ ہو سماع نہ کرے اور اس کو عادت نہ بنائے اور ہر وقت سماع میں مشغول نہ رہے۔ تاکہ اس کی تعظیم و احترام دل سے نہ نکل جائے اور چاہئے کہ حرکت کی حالت میں کسی سے موافقت کی امید نہ رکھے اور اگر کوئی موافقت کرے تو منع نہ کرے اگر کوئی تواجد میں ہے تو اس کے حال پر تصرف (چھیڑ چھاڑ) نہ کرے اور اس کو اس شعر کے لطف و ذوق سے نہ ہٹائے جس سے وہ تواجد کر رہا ہے۔ کیونکہ بڑی پریشانی اور بے برکتی کا باعث ہوتا ہے۔۔۔۔ دوسرا ادب یہ ہے کہ تمام حاضرین محفل میں سر جھکائے رہیں اور ایک دوسرے کو نہ دیکھیں اور دوران سماع بات چیت نہ کریں نہ پانی پئیں نہ دائیں بائیں دیکھیں نہ ہاتھ پاؤں اور سر ہلائیں۔ بلکہ نماز میں تشہد کی طرح باادب بیٹھے رہیں۔ دل کو خداوند تعالیٰ کی طرف کلیۃً متوجہ رکھیں اور منتظر رہیں کہ سماع کے سبب غیب سے ان کے دل پر سر الٰہی منکشف کیا جائے اور اگر کوئی وجد و حال کے غلبہ سے کھڑا ہو تو اس کی موافقت میں یہ لوگ بھی کھڑے ہو جائیں اور اگر اس کی دستار یا ٹوپی گر جائے اٹھا کر رکھ لیں۔

یہ سب باتیں اگرچہ بدعت ہیں لیکن بدعت ممنوع نہیں ہے۔ بہت سی بدعتیں اچھی ہوتی ہیں۔ جیسا کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جماعت کے ساتھ تراویح امیر المومنین عمرؓ نے مقرر کی ہے اور یہ اچھی بدعت ہے۔ بدعت مذمومہ تو وہ ہوتی ہے جو سنّت کی مخالف ہو۔"

تصانیف: حضرت مخدوم جہاں بہاری قدس سرہ کی تصانیف یوں تو ان گنت ہیں۔ لیکن کتابوں میں آپ کی تصانیف کی تعداد تقریباً ستر، سو لکھی گئی ہیں۔ آپ کی بے شمار تصانیف امتداد زمانہ اور لوگوں کی غفلت سے ضائع ہو گئیں۔ آپ کی جن مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تصانیف کے ناموں کا پتہ چلتا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

مکتوبات: مکتوبات صدی، مکتوبات دوصدی، مکتوبات بست و ہشت اور فوائد رکنی۔

ملفوظات: معدن المعانی، مخ المعانی، راحت القلوب، خوانِ پُرنعمت، کنز المعانی، مغز المعانی، گنج لایفنی، مونس المریدین، تحفہ غیبی، ملفوظ الصفر، برأت المحققین۔

تصانیف: ارشاد الطالبین، ارشاد السالکین، شرح اداب المریدین، فوائد المریدین، اجوبہ کاکویہ، مکیہ وذکر فردوسیہ، لطائف المعانی، تحفہ شرفی، اوراد کلاں، اوراد اوسط، اوراد خورد وغیرہ۔

مندرجہ بالا تمام کتابوں پر تبصرہ طوالت کا باعث ہوگا۔ اس لئے یہاں صرف ان کتابوں پر تبصرہ پیش خدمت ہے جو بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہیں یا جو طبع ہو چکی ہیں، جن کا اردو ترجمہ شائع ہو چکا ہے اور با آسانی دستیاب ہیں۔

حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری البہاریؒ کے بیشتر مکتوبات و ملفوظات کے جامع آپ کے مرید خاص اور خلیفہ حضرت مولانا زین بدر عربیؒ ہیں۔ حضرت مولانا، مخدوم جہاں کی ہر مجلس میں حاضر رہتے اور آپ کے ملفوظات کو لکھتے جاتے تھے۔

مکتوبات صدی: یہ کتاب مخدوم جہاں بہاریؒ کے سو خطوط کا مجموعہ ہے۔ یہ تمام خطوط آپ نے اپنے ایک مرید حاکم چوسہ قاضی شمس الدینؒ کے نام لکھے ہیں۔ اس کتاب میں تصوف کے تمام اہم مسائل پر اجمالاً مگر محققانہ بحث کی گئی ہے۔ یہ مطبوعہ ہے اور اس کا اردو ترجمہ بھی چھپ چکا ہے۔ جس کو ہندوستان کے علاوہ پاکستان میں ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی نے بھی چھاپا ہے۔ اس وقت یہ با آسانی دستیاب ہے۔

مکتوبات دوصدی: مکتوبات کے جامع حضرت مولانا زین بدر عربیؒ نے مکتوبات صدی کی ترتیب کے بائیس سال بعد ۷۶۹ھ میں مکتوبات دوصدی کو ترتیب دیا۔ مکتوبات صدی اور مکتوبات دوصدی کو یکجا کر کے کتب خانہ اسلامی پنجاب لاہور نے سہ صدی مکتوبات کے نام سے چھاپا ہے۔ مکتوبات دوصدی کا اردو ترجمہ جناب سید محمد نعیم ندوی مرحوم نے کیا ہے جس کو مدینہ پبلشنگ کمپنی ایم اے جناح روڈ کراچی نے شائع کیا ہے۔ اور با آسانی دستیاب ہے۔

مکتوبات بست و ہشت: مخدوم جہاںؒ کے یہ ۲۸ خطوط وہ ہیں جو آپ نے اپنے مرید، خلیفہ خاص اور سجادہ حضرت مولانا مظفر شمس بلخیؒ کے نام تحریر کئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت مخدوم جہاں کے تقریباً دو سو خطوط مولانا کے نام تھے جو مولانا کی وصیّت کے مطابق ان کے ساتھ قبر میں دفن کر دیئے گئے۔ یہ خطوط کسی طرح دفن ہونے سے رہ گئے۔ اس کا اردو ترجمہ محترم جناب ڈاکٹر سید محمد علی ارشد مدظلہ نے کیا ہے اور مکتب شرف، خانقاہ معظم بہار شریف، نالندہ نے اس کے اردو ترجمہ کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۸ء میں چھاپا ہے۔ ۱۹۸۸ء والے ایڈیشن کی ایک کاپی برادر عزیز جناب سید شاہ سیف الدین صاحب مدظلہ نے اس حقیر کو اپنے دستخط خاص کے ساتھ عنایت فرمایا ہے۔ جو میرے لئے ایک تحفہ بیش بہا ہے۔

فوائد رکنی: یہ کتاب مخدوم جہاں کے مکتوبات کا خلاصہ اور مکتوبات کی شکل میں ہے۔ جس کا اردو ترجمہ حضرت حافظ سید شاہ محمد

شفیع فردوسی نے کیا ہے۔ اس کتاب کی تالیف کے سلسلہ میں حضرت مولانا زین بدر عربی تحریر فرماتے ہیں۔ " حاجی رکن الدین زائر الحرمین نے حضرت قطب المشائخ اوحد العصر غریب الدہر شیخ شرف الحق والدین احمد یحییٰ منیری متع اللہ المسلمین بطول بقائیہ وادام علینا نعمۃ قائیہ کے حضور عرض کی کہ اس درویش ناچیز کے لئے چند فوائد مکتوبات سے لکھ دئے جائیں تاکہ سفر و حضر مونس و مددگار ہوں۔ " چنانچہ لطف عمیم و شفقت قدیم کے باعث اس غریب کی التماس قبول ہوئی۔ بعدہ ان بہترین فوائد کو مرغوب عبارتوں میں بقلم خود حضرت مخدوم جہاں نے ارقام فرمایا۔

حضرت شیخ نصیر الدین اودھی نے مخدوم جہاں کے مکتوبات کا مطالعہ کرنے کے بعد فرمایا تھا۔

" سبحان اللہ شیخ شرف الدین نے اپنے ان مکتوبات کے ذریعہ ہم لوگوں کے تفرصد سالہ کو روز روشن کی طرح آنکھوں کے سامنے کر دیا۔ "

حضرت سید جلال الدین بخاری سے کسی نے پوچھا کہ آج کل اپنے آخری عمر میں آپ کا کیا مشغلہ ہے؟ فرمایا مکتوبات شیخ شرف الدین کا مطالعہ کر تا رہتا ہوں۔ پھر کسی نے پوچھا۔ آپ نے ان مکتوبات کو کیسا پایا۔ جواب دیا ابھی تک میں ان مکتوبات کے بعض مقام کو سمجھ بھی نہیں سکا ہوں۔ حضرت مخدوم جہاں کے دو معتقدین حضرت عزالدین کاکوی اور شیخ احمد بہاری دہلی تشریف لے گئے۔ یہ زمانہ فیروز شاہ کی حکمرانی کا تھا۔ دہلی میں دوران قیام ان بزرگوں کی زبان مبارک سے بحالت جذب ایسی باتیں ظاہر ہوئیں جو علماء ظاہری کو ناگوار گزرا اور انہوں نے بات فیروز شاہ تک پہنچائی اور فتوی صادر کر کے دونوں بزرگوں کو قتل کروا دیا۔ جب مخدوم جہاں کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا۔ جس شہر میں موحدین کا خون بہے وہ شاید ہی آباد و سلامت رہے۔ بد خواہوں نے حضرت کی اس پیش گوئی کو فیروز شاہ تک پہنچایا اور آپ کے خلاف خوب بھڑکایا۔ بادشاہ نے آپ کی طلبی کا فرمان جاری کیا۔ اسی زمانہ میں حضرت سید جلال الدین بخاری کا قیام دہلی میں تھا۔ اور وہ معتکف ہو کر مکتوبات مخدوم جہاں کے مطالعہ میں مصروف تھے۔ فیروز شاہ تغلق سید جلال بخاری کا بڑا معتقد تھا۔ جب بادشاہ نے بخاری کی محویت، مصروفیت اور انہماک مکتوبات کا حال سنا تو بہت شرمندہ ہوا۔ فوراً مخدوم جہاں کی طلبی کے فرمان کو منسوخ کیا۔

مکتوبات کے سلسلہ میں مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مد ظلہ نے اپنی کتاب " تاریخ دعوت و عزیمت " میں نہایت تفصیلی اور سیر حاصل تبصرہ پیش کیا ہے۔ لکھتے ہیں۔ " حضرت مخدوم کی زندہ یادگار اور ان کے علوم و کمالات کا آئینہ ان کے مکتوبات کا وہ نادر مجموعہ ہے جو نہ صرف اس عصر کی تصنیفات میں، بلکہ معارف و حقائق کے پورے اسلامی ذخیرہ میں خاص امتیاز رکھتا ہے۔ علم کی گہرائی، تحقیقات کی ندرت، مشکلات کی عقدہ کشائی، ذاتی تجربات اذواق صحیحہ، مجتہدانہ علم و نظر، کتاب و سنت کی صحیح و عمیق فہم، مقام نبوت کی حرمت و عظمت کے بیان، شریعت کی حمایت اور وجد انگیز نکات اور شرعی لطائف کے اعتبار سے پورے اسلامی کتب خانہ میں حضرت مخدوم کے مکاتیب..... کی نظیر نظر نہیں آتی۔ "

معدن المعانی: یہ کتاب مخدوم جہاں کے ملفوظات کا ایک اہم اور مفید مجموعہ ہے۔ جو پانچ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کو حضرت مولانا زین بدر عربی نے مرتب کیا ہے اور اردو ترجمہ اس کا جناب سید شاہ قسیم الدین احمد صاحب شرفی البلخی الفردوسی علیہ رحمتہ نے کیا ہے۔ اردو ترجمہ مکتبہ شرف، خانقاہ معظم، بہار شریف سے ۱۹۸۵ء میں چھپ کر شائع ہو چکا ہے۔ اس کتاب کی ایک جلد برادرم سید شاہ سیف الدین فردوسی نے اس حقیر کو عنایت فرمائی ہے۔ بقول حضرت مولانا زین بدر عربی اس کتاب میں مسائل کے سوال کے جواب میں حضرت مخدوم جہاں نے جو کچھ فرمایا ہے من و عن درج کر دیا گیا ہے۔ اس میں حدیث، تفسیر، فقہ، عقائد اور علم کلام پر مباحث کے علاوہ تصوف کے اسرار و رموز تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔

خوان پر نعمت: یہ بھی حضرت مخدوم جہاں کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جس کو حضرت زین بدر عربی نے مرتب کیا ہے۔ دراصل یہ معدن المعانی کی دوسری جلد ہے۔ اس میں ۱۵ شعبان ۷۴۹ھ سے ماہ شوال ۷۵۱ھ تک کے ملفوظات جمع کئے گئے ہیں۔ ڈاکٹر سید محمد علی ارشد

صاحب کا اردو ترجمہ خانقاہ بہار شریف سے ۱۹۸۹ء میں چھپا ہے۔ جس کی ایک جلد حضرت سید شاہ سیف الدین صاحب فردوسی کا عطاء کردہ راقم کی ذاتی لائبریری میں موجود ہے۔

راحت القلوب: اس کتاب میں رضاء حق، تعظیم تلاوت کلام پاک اور روز عاشورہ وغیرہ کے علاوہ ادائیگی نماز جمعہ، تعداد رکعت اور ان کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اس کتاب میں کل دس مجلسوں کے ملفوظات ہیں۔ جس میں ایک مجلس بہت اہمیت کی حامل ہے اور جو وفات نامہ مخدوم جہاں کے نام سے مشہور ہے۔ اس مجلس میں ان دعاؤں کا بھی ذکر تفصیل سے کیا گیا ہے جو عالم نزع میں حضرت کی زبان مبارک پر جاری تھیں۔ یہ کتاب بھی مطبوعہ ہے۔

گنج لایفنی: یہ کتاب ۱۰۴ صفحے کی ہے ہر ملفوظ میں دن، مہینے اور سال لکھے گئے ہیں۔ یعنی تاریخ وار مرتب کئے گئے ہیں۔ اس میں حضرت امام محمد اور امام یوسف کا مکالمہ درج ہے۔ حضرت امام اعظم کا ذکر بھی ہے۔ شب قدر کی علامتیں اس کے مخفی رکھنے کی حکمت، سکرات و موت اور تلقین میت وغیرہ کا ذکر موجود ہے۔ امام شافعی کا مذہب اور حضرت ابوبکر صدیق کی تمام امتوں پر فضیلت ثابت کی گئی ہے۔ ایک جگہ وہ واقعہ درج ہے کہ جب فیروز شاہ تغلق بہار شریف آیا تو اس نے حضرت مخدوم جہاں سے سوال کیا کہ بعض صوفیاء کا دعویٰ ہے کہ باری تعالیٰ کی تجلی سالک کو دنیا میں بھی حاصل ہوتی ہے۔ جب تجلی دنیا ہی میں حاصل ہو جاتی ہے تو دنیا و آخرت کا فرق کیا رہا۔ اس کے جواب میں حضرت نے فرمایا کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رویت ظاہر آنکھوں سے ہوگی اور یہاں دیکھنے والے اس کو دل کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ اس طرح کے دیکھنے کو تجلی اور مشاہدہ کہا جاتا ہے اور اس کا تعلق صفائے باطن سے ہے۔

ارشاد الطالبین و ارشاد السالکین: یہ دونوں دو مختصر رسالے ہیں۔ جن کا اردو ترجمہ خانقاہ معظم بہار شریف سے ایک ساتھ چھپ کر شائع ہو چکا ہے اور جس کا فوٹو کاپی راقم کے پاس موجود ہے۔ ارشاد الطالبین میں مخدوم جہاں نے طالب حق کو مختلف قسم کی ہدایتیں دی ہیں۔ اور ارشاد السالکین میں یہ بتایا گیا ہے کہ کائنات کی ساری چیزیں ایک ہی نور کی مختلف صورتیں ہیں۔ نور عالم لاہوت سے جبروت میں آیا تو روح ہوا اور جبروت سے ملکوت میں منتقل ہوا تو قالب کہلایا۔ اور ملکوت سے ناسوت میں پہنچا تو جسم کے نام سے موسوم ہوا۔ وغیرہ وغیرہ

شرح آداب المریدین: آداب المریدین ایک مشہور و معروف اور اہم کتاب ہے۔ جو حضرت شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردیؒ کی عربی تصنیف ہے۔ اس کے بارے میں حضرت شیخ نے بشارت دی تھی کہ اس کی شرح میرے ہی فرزندان معنوی میں سے ایک شخص کرے گا۔ چنانچہ حضرت مخدوم جہاں نے اس کتاب کی شرح لکھ کر حضرت شیخ کی بشارت کو سچ کر کے دکھایا۔

مولانا عبد الباری ندوی اپنی کتاب "نظام تعلیم و تربیت" میں مخدوم جہاں کی تصانیف پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"حیرت ہوتی ہے کہ اس شخص (مخدوم جہاں) کے کلام میں سطر دو سطر نہیں صفحے کے صفحے ایسے نظر آتے ہیں کہ گویا موجودہ زمانہ کے مغربی مفکرین کی کتابوں کا لفظی ترجمہ ہے۔ کانٹ، ہیگل، برکلے اور ہیوم از ین قبیل فلاسفہ جدید کے نظریات جن پر موجودہ فلسفہ کو ناز ہے۔ تو صاحب (مخدوم جہاں) کی کتابوں میں بکھرے پڑے ہیں۔"

مولانا باری کی مندرجہ بالا تحریر سے یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ مخدوم جہاں کی تصانیف موجودہ زمانہ کے مغربی مفکرین کی کتابوں کے بعد کی تصنیف ہے۔ حالانکہ کانٹ، ہیگل اور برکلے وغیرہ مخدوم جہاں کے زمانہ کے صدیوں بعد کے لوگ ہیں اور مخدوم جہاں کی تصانیف فلاسفہ جدید کے نظریات سے صدیوں قبل تصنیف کی گئی ہیں۔ اس لئے یہ کہنا درست نہیں کہ مخدوم جہاں کے کلام مغربی مفکرین کی کتابوں کا لفظی ترجمہ ہے۔ بلکہ اس کو اس طرح لکھنا چاہئے کہ مغربی مفکرین کانٹ، ہیگل اور برکلے وغیرہ فلاسفہ جدید کے نظریات پیش کرتے وقت مخدوم

جہاں کی کتابوں سے استفادہ کیا۔ صفحوں کے صفحے مخدوم جہاں کے کلام سے نقل کر کے اپنی کتابوں میں پیش کیا ہے۔

حضرت مخدوم جہاں کے خلفاء، مریدین اور ارادتمندوں کا تذکرہ۔

حضرت کے خلفاء، مریدوں اور ارادتمندوں کی ایک طویل فہرست ہے۔ آپ کے خلفاء اور مریدوں نے سرزمین بہار کے چپہ چپہ پر آپ کے مشن کو پہنچایا پھر بہار سے باہر پورے برصغیر اور پھر دنیا کے دوسرے ممالک تک دین کی تبلیغ کے لئے پہنچے۔

ممتاز مریدین و خلفاء: حضرت حسین نوشہ توحید بلخی فردوسی کے مطابق مخدوم جہاں کے مریدوں کی تعداد لاکھ سے زیادہ تھی۔ جن میں آپ کے تلامذہ اور مسترشدین و معتقدین کے نام بھی شامل ہوں گے۔ بہرحال آپ کے مشہور و معروف خلفاء و مریدین کے نام یہ ہیں۔

مولانا مظفر شمس بلخیؒ، مولانا زین بدر عربیؒ، قاضی شمس الدین حاکم چوسہ، ملک زادہ فضل اللہ، مولانا نصیر الدین جونپوری، مولانا نظام الدین ورو تھصاری، قطب الدین، فخر الدین، شیخ عمر، شیخ سلیمان، خواجہ احمد، امام تاج الدین، حسین نوشہ توحید بلخی، مولانا قمر الدین، مولانا تقی الدین اودھی، ابوالقاسم، مولانا ابوالحسن، قاضی شرف الدین، قاضی منہاج الدین درو تھصاری، مولانا شہاب الدین ناگوری، شیخ خلیل الدین، مولانا رفیع الدین، مولانا آدم حافظ، قاضی صدر الدین، شمس الدین خوارزمی، شیخ معز الدین، مولانا کریم الدین، خواجہ حافظ جلال الدین، خواجہ حمید الدین سوداگر، شیخ مبارک، ذکریا غریب، قاضی خان، نجم الدین شاعر، قاضی بدر الدین ظفر آبادی، مولانا لطف الدین، احمد سعید باف، شیخ ذکی الدین، مولانا نظام الدین خال زادہ مخدوم، مولانا احمد آموں، مولانا زین الدین، شیخ شعیب، سید شہاب الدین، عماد حافظ، حاجی رکن الدین، مولانا سید اوحد الدین یا (وحید الدین) سید جلال الدین، خواہر زادگان حضرت شیخ نجیب الدین فردوسیؒ، شیخ رستمؒ، شیخ چھجہ الدین، شیخ وحید الدین (ہرسہ یاران شیخ نظام الدین اولیاء)، مولانا حسام الدین، امام ہیبت حقانی اور حضرت مخدوم سید منہاج الدین راستی گیلانی وغیرھم۔

حضرت مخدوم جہاں کے چند معتقدین کے نام درج ذیل ہیں: حضرت مخدوم شمس الدین سمن اروئیؒ، حضرت مخدوم بدر الدین بدر عالم زاہدیؒ، عطاء اللہ شاہ بغدادی البہاریؒ، حضرت عز الدین کاکویؒ اور حضرت احمد بہاریؒ وغیرھم۔

حضرت مخدوم جہاں کے ہمعصر علماء و مشائخ درج ذیل ہیں: حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء، حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلوی اودھیؒ، حضرت آخی سراج پنڈوہ شریف (بنگال)، حضرت سید جلال الدین بخاری سیوستان، سید علی ہمدانی کشمیر، شاہ راجو قتال اوچھ، سلطان ساؤجی، علاؤ الدولہ سمنانی، شیخ اوحد الدین اصفہانی، امام یافعی مکہ، سید امیر کلاں شام، خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخارا، سید احمد چرم پوش بہار، مخدوم تیم اللہ سفیدباز، مخدوم عطاء اللہ کاکوی، مخدوم شاہ حسین دھکڑپوش (بنگان، مسوں، دیناج پور میں آسودہ ہیں۔)

وفات: مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہ کی وفات کے سلسلہ میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی اپنی کتاب "تاریخ دعوت و عزیمت" حصہ سوم میں تحریر کرتے ہیں۔

"حضرت مخدوم شیخ شرف الدین منیریؒ کے حالات زندگی اور ان کے کمالات و مقامات کے متعلق جو کچھ ان کے معاصر تذکرہ نویسوں نے آنے والی نسلوں کے لئے قلمبند کیا وہ اگرچہ خود بہت ناکافی، تشنہ، اور تفصیل طلب ہے۔ ان متفرق و منتشر حالات سے ان کی عظمت کا صحیح تصور نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ حالات بھی اگر خدا نخواستہ مفقود ہو جاتے اور صرف ان کی وفات کا حال جو کہ ان کے خلیفہ خاص اور واقعہ کے شاہد عینی شیخ زین بدر عربیؒ نے تفصیل کے ساتھ قلمبند کیا ہے محفوظ رہ جاتا تو ان کی عظمت و مرتبہ کا اندازہ کرنے کے لئے کافی تھا۔۔۔۔ حضرت مخدوم منیری کی وفات کے جو حالات یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔ ان سے ان کی بے نظیر استقامت، جذبہ اتباع شریعت، امت محمدیہ کی فکر، اس کے لئے دلسوزی، اہل اسلام سے محبت اور ان کی خیر خواہی اور زندگی کی نازک ترین ساعت میں بھی ان کا خیال اور ان کے لئے دعا، اللہ

تعالیٰ کی رحمت کی امید اور یقین و اعتماد کے ساتھ ہی اس کی بے نیازی اور کبریائی کا، سلامتی ایمان و حسن عاقبت کی فکر اور اہتمام بھی ظاہر ہوتا ہے۔" مولانا نے آگے چل کر اپنی کتاب میں حضرت شیخ زین بدر عربی کے تحریر کردہ وفات نامہ کا مکمل متن نقل کر دیا ہے جو قابلِ مطالعہ ہے۔

مخدوم جہاں کا وصال ۶ رشوال ۷۸۲ھ بروز پنجشنبہ بوقت نماز عشاء ہوا اور تدفین ۷ شوال بروز جمعہ بوقت نماز چاشت عمل میں آئی۔ نماز جنازہ حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ نے پڑھائی۔ مزار اقدس بہار شریف میں خام مٹی کا بنا۔ آپ کے قریب ترین مزار بجانب مغرب والدہ محترمہ اور بجانب مشرق آپ کے چھوٹے بھائی شیخ خلیل الدینؒ کا ہے۔ سوریوں کے عہد سلطنت میں آپ کے مزار اقدس کے ارد گرد پختہ اور بڑے مکانات، مسجد، حوض اور فوارے وغیرہ تعمیر کئے گئے۔ لیکن مزار اقدس خام مٹی کا ہی رہنے دیا گیا۔ تیرہویں صدی ہجری کے آخری عشرے میں مزار اقدس پر سائبان تعمیر کر دی گئی۔ ۱۹۲۹ء میں عرس کے موقع پر راقم الحروف کو مزار اقدس پر حاضری کی سعادت حاصل ہوئی تو مزار اقدس پر کوئی گنبد نہیں ۔ بلکہ صرف ایک پختہ سائبان تھا۔ لیکن ۱۹۸۶ء میں حاضری کے موقع پر بڑا عالی شان محراب نما دروازے اور مخدوم جہاں، آپ کی والدہ محترمہ اور شیخ خلیل الدینؒ کے مزارات کے اوپر ایک بلند و عالیشان گنبد نیا تعمیر شدہ دیکھا۔ ان دنوں ایک نامعلوم مجذوب نے مخدوم جہاں کے مزار شریف سے احاطہ کے باہر بود و باش اختیار کر رکھا ہے۔ مجذوب موصوف گذشتہ دس گیارہ سال سے بہار شریف میں مقیم ہیں اور ماہر انجینیروں اور معماروں کی نگرانی میں نئے تعمیرات کا کام انجام دے رہے ہیں۔ اعراس مخدوم جہاں کے موقع پر خانقاہ مخدوم جہاں پر حاضر ہوتے ہیں۔ صاحب سجادہ سے عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے محفل سماع میں بھی شرکت فرماتے ہیں۔ جب مخدوم جہاں کے روضہ پر گنبد بن کر تیار ہو گیا تو اس کے مینارے پر سنہرے رنگ کا کلس نصب کرنے کے لئے موجودہ صاحب سجادہ خانقاہ مخدوم جہاں حضرت مولانا سید شاہ محمد امجاد فردوسی مدظلہ اور حضرت مولانا سید شاہ محمد مصطفیٰ حسن فردوسی شطاری القادری مدظلہ کو مجذوب موصوف خود آ کر لے گئے اور ان دونوں بزرگوں نے اپنے دست مبارک سے اسے نصب فرمایا۔

عرس مخدوم جہاں بہاریؒ: بہار شریف میں مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری البہاری قدس سرہ العزیز کا عرس مبارک بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں صاحب سجادہ مخدوم جہاں، عوام الناس اور حکومت وقت کے اہلکاروں اور خدام مزار مخدوم جہاں کی کوششوں سے عرس شریف کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے۔

شہر میں عرس کی تیاریاں رجب کے مہینہ سے ہی شروع ہو جاتی ہیں۔ صاحب سجادہ اور خدام کی زیر نگرانی خانقاہ معظم کی مرمت اور چونا گروائی، بھنڈار خانہ کا انتظام، چاول، گھی، تیل اور شکر وغیرہ کے حصول کے انتظامات شروع ہو جاتے ہیں۔ شہر کے رہنے والے اپنے اپنے گھروں کی مرمت اور چونا گروائی شروع کر دیتے ہیں اور آخر رمضان المبارک تک خانقاہ شریف اور سارے شہر کا حسن نکھر آتا ہے۔ شہر کی سڑکیں اور گلیاں صاف ستھری ہو کر چمک اٹھتی ہیں۔

شرفا نگری کا گوشہ گوشہ یہاں تک کہ چپہ چپہ بوٹا بوٹا اپنے عقیدتمندوں کے استقبال کے لئے منتظر نظر آتا ہے۔ یکم شوال سے عقیدتمندوں، ارادتمندوں، حاجتمندوں اور زائرین کی آمد کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور پانچویں شوال تک پورا شہر مہمانوں سے بھر جاتا ہے۔ ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش کے گوشہ گوشہ سے لوگ قافلوں کی شکل میں حاضر ہوتے ہیں اور فیوض و برکات سے اپنے دامن بھرتے ہیں۔ صبح سے ہی نقاروں، زمزموں اور نوبت کی دلکش آوازیں گونج اٹھتی ہیں۔ نماز عصر سے قبل معززین شہر خانقاہ کے مہمان خانے میں جمع ہو جاتے ہیں۔ فقراء،

۔ محترم سید محمد حسن رضا دانا پوری مدظلہ کا کہنا ہے کہ تقسیم سے قبل سائبان بھی نہ تھا۔ کپڑے کا شامیانہ ہوتا تھا۔ مزار کا احاطہ کئی طاقوں سے گھرا ہوا تھا جس میں نصب ہونے کے لئے دروازے تھے۔

رفاعی قلندر، سدا سہاگ اور ملنگ نعرہ لگاتے ہوئے پہنچتے ہیں۔ پھر صاحب سجادہ مخدوم جہاں تشریف لاتے ہیں اور مجمع سے خطاب فرماتے ہیں۔ وعظ و نصیحت کے ساتھ اپنی دعاؤں اور خصوصی توجہ سے سرفراز فرماتے ہیں۔ شام ہوتے ہی پورا شہر چراغوں سے بقعۂ نور بن جاتا ہے اور خلقت مزار اقدس کا رخ کرتی ہے۔ فاتحہ خوانی اور چادر و پھول چڑھانے کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ شام سے ہی سرکاری محکموں جیسے بجلی، پانی، بلدیہ، آبکاری، کچہری، اور پولیس وغیرہ کے اداروں کے سربراہان ہاتھیوں گھوڑوں اور اونٹوں کے شاندار جلوسوں کے ساتھ چادریں لے کر حاضر ہوتے اور مزار اقدس پر چادر چڑھاتے ہیں گیارہ بجے رات کے بعد سب سے آخر میں صاحب سجادہ مخدوم جہاں پالکی پر سوار ہو کر ایک مشعل بردار جلوس کے ساتھ خانقاہ سے روانہ ہو کر مزار شریف پر حاضری دیتے ہیں۔ چادر چڑھاتے ہیں۔ اور قل و فاتحہ پڑھ کر واپس خانقاہ تشریف لاتے ہیں۔ جہاں محفل سماع سجتی ہے جو ۶ شوال کی نماز فجر سے قبل تک جاری رہتی ہے۔ بعد نماز فجر قل ہوتا ہے اور تبرک تقسیم ہوتی ہے۔ قل کے فوراً بعد حاضرین میں گاگر تقسیم ہوتا ہے۔ صاحب سجادہ اور دوسرے تمام حاضرین گاگر لئے چاہ راہٹ تشریف لے جاتے ہیں اور گاگر بھر کر واپس ہوتے ہیں۔ اس کے دوران قوال ہمراہ ہوتے ہیں اور ایک مخصوص ٹھمری گا رہے ہوتے ہیں۔ صاحب سجادہ اور تمام حاضرین اپنے گاگر کا پانی دیوان خانہ کی دیگ میں انڈیل دیتے ہیں جس سے نیاز کا کھانا پکتا ہے۔ بعد نماز ظہر قل اور فاتحہ ہوتا ہے۔ تمام حاضرین اور شہر میں گھر گھر فاتحہ کا کھانا تقسیم کیا جاتا ہے۔ ۶ شوال کی شب کو پھر محفل سماع ہوتی ہے ۷ شوال کو فقراء اور قلندر خانقاہ میں حاضری دیتے ہیں اور شہر میں گشت کرتے ہیں۔

۶ شوال ہی کو خاندان بلخیہ کے افراد ہمراہ صاحب سجادہ بلخیہ، فردوسیہ شرفیہ، فتوحہ شریف انتہائے ادب و احترام کے ساتھ خانقاہ معظم بہار شریف میں سجادہ مخدوم جہاں سے ملاقات کرتے ہیں اور پھر روضۂ اقدس مخدوم جہاں پر حاضر ہو کر چادر چڑھاتے، قل و فاتحہ پڑھتے اور وہیں بیٹھ کر محفل سماع سنتے ہیں۔ گذشتہ کئی صدیوں سے بلاناغہ یہ رسم بزرگان سلسلہ فردوسیہ بلخیہ ادا کرتے آ رہے ہیں۔ یہ اپنے آپ کو غلامان خانوادہ مخدوم جہاں کہلانے پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ واقع یوں ہے کہ مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہ نے اپنی زندگی ہی میں تحریری طور پر خلافت و سجادگی اپنے مرید خاص حضرت مولانا مظفر شمس بلخی کو تفویض فرما دی تھی۔ مولانا مظفر شمس بلخیؒ کے بعد ایک سو تیس سال تک خلافت و سجادگی اور تولیت خانقاہ مخدوم جہاں بلخیوں کے ہاتھ میں رہی۔ یہاں تک کہ حضرت شیخ حافظ درویش بلخی فردوسیؒ نے خدام کی مرضی کے مطابق اور ازراہ محبت و احترام مخدوم جہاں کے خاندان کے ایک بزرگ حضرت مخدوم شاہ محمد بھیکھ کو مسند سجادگی پر بیٹھا کر خود علیحدہ ہو گئے اور پھر آپ کے پوتے شیخ فرید بلخی بہار شریف کی سکونت ترک کر کے پھلواری شریف کے قریب موضع بیور، جا بسے وہیں ایک خانقاہ فردوسیہ بلخیہ کی بنیاد ڈالی۔ پھر حضرت شاہ فرید بلخیؒ کے چوتھے سجادہ حضرت شاہ برہان الدین بلخی نے فتوحہ کو اپنا مسکن بنایا۔

سندھ کے دار الحکومت اور روشنیوں کے شہر کراچی میں بھی کئی مقامات پر مخدوم جہاں بہاری قدس سرہ کا عرس ہوتا ہے۔ ۵ شوال کو پیرو مرشد حضرت مولانا سید شاہ مصطفیٰ حسن فردوسی قادری انتظاری مظلہ العالی کے مکان نمبر A-504 بلاک ایل، نارتھ ناظم آباد پر مخدوم جہاں کا عرس ہر سال بڑے سادہ اور پروقار انداز میں منعقد ہوتا ہے۔ بعد نماز عصر قرآن خوانی اور بعد نماز مغرب قل و فاتحہ ہوتا ہے اور حاضرین میں تبرک تقسیم کی جاتی ہے۔ بعد فاتحہ حضرت اپنے تمام مریدوں، عقید تمندوں اور ارادتمندوں کے ساتھ جناب ڈاکٹر جعفر صاحب کے یہاں محفل سماع میں شرکت کے لئے تشریف لے جاتے ہیں۔ ۲۵ شوال کو حضرت سید شاہ مصطفیٰ حسن فردوسی مدظلہ العالی اپنے پیرو مرشد حضرت شاہ محمد سجاد فردوسی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ مخدوم جہاں کا عرس کرتے ہیں۔ حضرت شاہ سجادؒ علیہ رحمۃ کے عرس کی ابتداء بھی بعد نماز عصر قرآن خوانی سے کی جاتی ہے۔ بعد نماز مغرب روٹی، قرما اور فرنی سے حاضرین کی تواضع کی جاتی ہے۔ بعد نماز عشاء قل اور فاتحہ ہوتا ہے۔ پھر محفل سماع شروع ہوتی ہے جو بارہ سے دو بجے شب کے درمیان ختم کر دی جاتی ہے۔ دونوں اعراس میں حضرت پیرو مرشد کے تمام مریدان شریک ہوتے ہیں۔ جن

میں راقم الحروف سید قیام الدین نظامی الفردوسی اورنگپوری، جناب سید مظہر عالم صاحب فردوسی راجگیری، جناب محمد شفیع صاحب فردوسی داناپوری، جناب مہتاب حسن صاحب فردوسی عسکری، جناب سید محمد شمشاد حسن صاحب فردوسی دسنوی، جناب سید مصباح الہدیٰ صاحب دسنوی، جناب شمیم احمد فردوسی صاحب، جناب نجیب احمد صاحب فردوسی (مرحوم)، حافظ سید عون احمد نظامی سلمہ (خلف راقم)، خصوصاً ضرور شریک ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ مخدوم جہاں، خانقاہ معظم کے عقیدت مند بھی خاصی تعداد میں حاضری دیتے ہیں۔ جناب سید شاہ ذکی الدین بلخی و صاحبزادگان، جناب سید شاہ مخدوم شرف الدین، جناب پروفیسر حسن شطاری، جناب سید شاہ کلیم الحق (مرحوم)، جناب سید شاہ ابوالحسنات، تکیہ پٹنہ، جناب صوفی شمیم، جناب سید مظفر حسین اکبر، جناب سید محمد حسن رضا دانزوی، جناب حسنین رضا دانزوی، جناب پروفیسر عابد شیر رضوی، جناب سید محمد مبین الدین، اور قبلہ ڈاکٹر سید جعفر صاحب خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

۵ شوال کو ہی جناب ڈاکٹر جعفر صاحب اپنے مکان نمبر D-24 بلاک ایل، نارتھ ناظم آباد میں مخدوم جہاں کا عرس بڑے اہتمام سے کرتے ہیں، حاضرین کا روٹی، قورما اور میٹھے دہی سے ضیافت فرماتے ہیں۔ شبیر رضا، ظفیر رضا اور ساتھی، جعفر نظامی اور ساتھی اور دوسرے قوال محفل سماع کے لئے بلائے جاتے ہیں۔ جناب ڈاکٹر جعفر صاحب، پیر و مرشد حضرت مولانا سید شاہ مصطفیٰ حسن صاحب فردوسی مدظلہ کو مسند پر بٹھا کر عرس کے تقریب کی ابتداء کرتے ہیں۔ حضرت اپنے تمام مریدوں کے ساتھ اس محفل میں خانقاہ معظم بہار شریف کی نمائندگی فرماتے ہیں۔ بحتری و مکرمی جناب سید شاہ ذکی الدین بلخی صاحب اپنے صاحبزادگان کے ساتھ شرکت فرماتے ہیں اور خانقاہ شرفیہ، فردوسیہ، بلخیہ، فتوحہ شریف کی نمائندگی کرتے ہیں۔ جناب محمد تحسیر فاروقی اپنے صاحبزادوں کے ساتھ خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف کی نمائندگی کرتے ہیں۔ جناب سید شاہ سراج الدین خانقاہ عمادیہ منگل تالاب کی نمائندگی فرماتے ہیں۔ جناب سید شاہ عطاء اللہ داناپوری، جناب سید شاہ مخدوم شرف الدین، جناب سید شاہ شمیم الحق استھوموی، جناب سید شاہ ابوالحسنات ابوالعلائی تکیہ پٹنہ اور جناب سید شاہ ابو عمر بہاری وغیرہ شرکت فرماتے ہیں۔

۶ شوال کو مخدوم جہاں فردوسی قدس سرہ کا عرس جناب سید شاہ ذکی الدین بلخی [1] بڑے عقیدت و احترام سے اپنے مکان، ناظم آباد، پہچان نگر میں ہر سال منعقد کرتے ہیں۔ ماشاء اللہ بڑی پر رونق محفل ہوتی ہے۔ اس محفل میں بھی وہ تمام افراد جن کا ذکر اوپر آچکا ہے شرکت کرتے ہیں علاوہ ازیں جناب سید عظیم الدین حیدر اور ان کے صاحبزادے سید فاروق حیدر، جناب سید محمد جعفری صاحب اور حافظ سید عون احمد سلمہ وغیرہ بھی اکثر شرکت فرماتے ہیں۔ مخدوم جہاں کا عرس لاہور، پشاور، اور حیدر آباد، سندھ میں بھی منعقد ہوتا ہے۔ کراچی کے علاقہ [illegible] میں بھی کئی مقامات پر عرس منعقد ہوتا ہے۔

جناب سید شاہ ذکی الدین بلخی مرحوم، برادرم سید شاہ مخدوم شرف الدین، جناب سید عبد اللہ قادری، برادرم سید جمیل الحق، برادرم سید محمد رفیع ابدالی، برادرم سید مختار احمد چشتی، برادرم سید شفیع الرحمن، برادرم ممتاز عالم اور برادرم سید محمد صلاح الدین وغیرہم نے [illegible] راقم الحروف سے اپنی اس خواہش کا اظہار فرمایا ہے کہ ہر تین سال کے بعد ایک بڑی تقریب کانفرنس کے طور پر منعقد کرنے کی ضرورت ہے۔ [illegible] میں مخدوم جہاں کے جلسے میں سیمینار کا اہتمام بھی ہو۔ بلاشبہ یہ بڑا ہی نیک، مستحسن اور مبارک خیال ہے معتقدین مخدوم اور اہل بہار کو [illegible] سلسلہ میں اجتماعی کوشش [illegible] نی چاہئے۔

ہر	کار	کہ	ہمت	بستہ	گردد
اگر	جاری		بود	گلدستہ	گردد

---

[1] افسوس صد افسوس ۱۹۹۲ء میں آپ کا وصال ہو گیا۔ [illegible] ایشیا کی سب سے بڑی کچی آبادی

حضرت مخدوم جہاں
شیخ ذکی الدین فردوسی
بی بی فاطمہ زوجہ
شیخ اشرف غیری
شیخ خلیل الدین غیری
بی بی زہرا زوجہ
میر قمر الدین مازندرانی
بن میر شمس الدین مازندرانی
بی بی بارکہ زوجہ
سید وحید الدین رضوی
سید عبداللہ عرف سجاد اکبر
منسوب از ہمشیرہ شہاب الدین علوی طوسی
سید ابو محمد عرف محمد بہاری
بی بی فاطمہ زہرا یا طاہرہ زوجہ
شہاب الدین علوی طوسی
زین الدین علوی
بی بی صوفیہ
سید امام الدین
سید علیم الدین
سجادہ خانقاہ سونیرہ
سید محمد بھیک
سجادہ خانقاہ
مخدوم جہاں
بہار شریف
سید نظام الدین
سید حسام الدین
مورث اعلیٰ

حضرت شیخ ذکی الدین فردوسیؒ

حضرت مخدوم ذکی الدین فردوسیؒ بن مخدوم جہاں فردوسی منیری البہاری اپنے نانا علامہ اشرف الدین بُو توامہؒ کے گھر شہر سنار گاؤں، بنگال میں پیدا ہوئے۔ جب منیر شریف بہار میں آپ کے جد بزرگوار کا وصال ہوا اور اس کی خبر آپ کے والد مخدوم جہاں کو سنار گاؤں میں ملی تو انہوں نے وطن واپس لوٹنے کا قصد فرمایا اور اپنی اہلیہ حضرت بی بی بہو بادام، صاحبزادے شیخ ذکی الدین اور دو صاحبزادیوں بی بی فاطمہ اور بی بی زہرا کے ساتھ منیر تشریف لائے۔ مخدوم جہاں کے وطن مراجعت کی کوئی حتمی تاریخ کا پتہ نہیں چلتا ہے۔ مولانا سید ابو الحسن علی ندوی نے ۶۹۰ھ قیاس کیا ہے۔ چونکہ منیر تشریف آوری کے وقت شیخ ذکی الدین تین چار سال سے زیادہ عمر کے نہ تھے۔ اس لئے آپ کا سال پیدائش ۶۸۶ھ اور ۶۸۷ھ کے درمیان ہی قیاس کیا جاسکتا ہے۔

مختصر یہ کہ شیخ ذکی الدین بچپن میں اپنے والدین کے ساتھ اپنی ننھیال سنار گاؤں سے منیر تشریف لائے۔ آپ کی پرورش اور تعلیم و تربیت شفیق و مہربان دادی محترمہ بی بی رضیہ عرف بڑی بوا کی نگرانی میں منیر شریف ہی میں ہوئی۔ جوان ہو کر آپ بھی ذوق طلب حق میں نکل کھڑے ہوئے۔ دوران سفر والد بزرگوار کی پیشین گوئی کے مطابق ایک دریا کے کنارے ایک بزرگ شکل نورانی و صاحب کرامات سے ملاقات ہوئی اور آپ نے ان سے بیعت حاصل کی۔ بزرگ موصوف نے بعد تلقین و ہدایات پانچ بیڑے پان عطا کرتے ہوئے فرمایا ایک خود نوش کریں، دو پان والد کو دیں اور دو اپنی جد ماجدہ کو اس کے بعد رخصت فرمایا۔ اثنائے راہ ایک پان آپ نے نوش فرمایا جس کے اثر سے آنکھیں روشن ہوگئیں۔ آتش شوق میں جنگل کی راہ لی اور حالت جذب میں والد اور جد ماجدہ کا پان بھی خود ہی نوش فرمالیا۔ جنگل اور بیابانوں میں گریبان چاک خاک چھانتے آتش شوق محبت الٰہی میں ایک مدت گزار دی۔ آخر والد اور پیر کی نصیحت کے بموجب بنگال کے شہر کوڑہ کلاں (کورکرہ) پہنچے اور پھر مخدوم نگر ضلع بردوان (بیر بھوم) کو اپنا مرکز دائمی بنا کر مقیم ہوگئے۔ ایک روز سلطان وقت کوڑہ کلاں میں علماء کی ایک مجلس میں جس میں آپ بھی موجود تھے، پہنچا اور آپ کے جمال و عظمت کو دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ آپ کی شادی حضرت سید حسن شاہ بادشاہ کوڑہ کلاں کی صاحب زادی سے ہوئی تھی جن کے بطن سے آپ کی ایک ہی صاحبزادی حضرت بی بی بارکہ تھیں۔

حضرت شیخ ذکی الدین فردوسیؒ کی علوم ظاہری اور باطنی کی تکمیل بنگال ہی میں ہوئی اور آپ وہیں موضع شکر پلسہ من مضافات سیوڑی، ضلع بیر بھوم (جو اب مخدوم نگر سکنڈھ کہلاتا ہے اور ضلع کا نام بردوان ہے) مستقل رہائش اختیار فرمائی۔ یہی مخدوم نگر حضرت بی بی بارکہ کی جائے پیدائش ہے۔

مخدوم جہاں منیری البہاریؒ کے سب سے چھوٹے بھائی شیخ حبیب الدین بن مخدوم یحییٰ منیری لاولد تھے۔ اور اپنے برادر زادہ شیخ ذکی الدین کے حسن و جمال و باطنی کمال پر فریفتہ تھے یہی وجہ ہے کہ سفرو حضر میں برابر ساتھ رہا کرتے تھے۔ بیعت بھی ساتھ ہی ہوئی تھا۔ دونوں نے وصال بھی وہیں مخدوم نگر میں پائی اور مزار بھی مخدوم نگر سکنڈھ، ضلع بردوان میں ایک ہی جگہ پر ہے۔ شیخ ذکی الدینؒ کی اہلیہ بھی مخدوم نگر میں آسودہ خاک ہیں۔

حضرت بی بی بارکہ شیر خوارگی ہی میں والدین کے سایہ سے محروم ہوگئیں۔ خادم نے آپ کو مخدوم نگر سے بہار شریف لاکر

آپ کے دادا حضرت مخدوم جہاںؒ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت نے بی بی بارکہ کو گود میں لیا اور ازراہ ترحم منہ جو آپ کے دوش پر تھا ان کے منہ کے قریب فرمایا۔ حضرت بی بی بارکہ نے حسب عادت بیساختہ چوسنا شروع کردیا اور منہ سے شیر جاری ہوگیا۔ روایت بیان کی جاتی ہے کہ مخدوم جہاں کے سینہ اور دوش پر سے تھے جس میں ایک منہ سے بی بی بارکہ اور دوسرے سے بی بی رقیہ دختر شیخ جلیل الدین نے پرورش پائی۔

جب بی بی بارکہ سن بلوغ کو پہنچیں تو مخدوم جہاں نے آپ کی شادی اپنے پیر کے بھانجے حضرت سید وحید الدین چلہ کش مشہدی رضوی بن حضرت سید علاء الدین جیوڑوی دہلویؒ سے کردی جن سے بزرگان و سجادگان خانقاہ مخدوم جہاں بہار شریف کی نسل جاری ہے۔

چند دوسری روایتوں کے مطابق حضرت مخدوم ذکی الدین فردوسیؒ کے ورثاء کی تفصیل کچھ اس طرح بنتی ہے۔
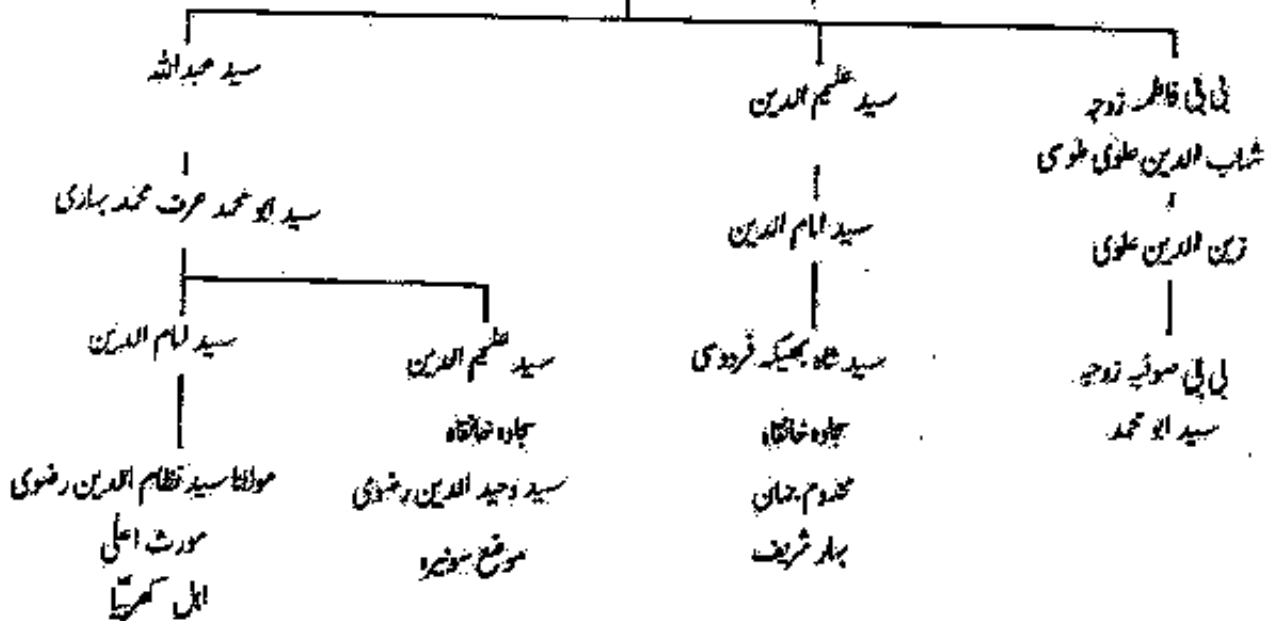
حضرت سید وحید الدین چلہ کش مشہدی رضوی ؒ

حضرت سید وحید الدین چلہ کش مشہدی رضوی فردوسی ؒ، حضرت علاء الدین جیوڑی دہلوی کے صاحبزادے اور حضرت شیخ نجیب الدین فردوسی قدس سرہ کے بھانجے تھے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم والد سید علاء الدین ؒ اور ماموں شیخ نجیب الدین فردوسی ؒ سے ہوئی۔ علم ظاہری و باطنی کی تکمیل بہار شریف میں حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین منیری فردوسی ؒ سے ہوئی۔ حضرت مخدوم سے آپ کو بیعت و خلافت بھی عطا ہوئی۔ آپ اکثر موضع بدر آباد، علاقہ اروَل میں جو اس زمانہ میں ایک غیر آباد جگہ تھی چلہ کش رہا کرتے تھے۔ آپ نے معہ اہل و عیال موضع سونبرہ میں مستقل رہائش اختیار فرمائی۔ سلطان فیروز شاہ تغلق کو جب پتہ چلا تو اس نے وہاں ایک خانقاہ تعمیر کرادی اور موضع سونبرہ نذر کیا۔ مخدوم جہاں اکثر اپنی بیوی بی بی بادّہ سے ملنے موضع سونبرہ جایا کرتے تھے۔

حضرت سید وحید الدین چلہ کش ؒ کا نام اکثر تذکرہ نگاروں نے احمد الدین بھی لکھا ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام علی رضا ؒ کے واسطے سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر مل جاتا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

> سید وحید الدین بن سید علاء الدین جیوڑی بن سید سلیمان بن سید سلطان سعید بن سید حسن بن سید عباس بن سید موسیٰ بن امام عسکری بن امام نقی بن امام تقی بن امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام باقر بن امام زین العابدین بن حضرت امام حسین بن حضرت بی بی فاطمہ بنت رسالت پناہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت سید وحید الدین ؒ کے والد حضرت سید علاء الدین ؒ کا ذکر "خوانِ پُر نعمت" میں تفصیل سے کچھ اس طرح درج ہے۔

"مخدوم جہاں کی ایک مجلس میں سید وحید الدین کا تذکرہ آ گیا۔ مولانا کریم الدین نے عرض کیا۔ یا حضرت! یہ سید جو حضور والا میں تشریف لاتے ہیں کون بزرگ ہیں۔ حضرت مخدوم جہاں نے فرمایا۔ ہمارے پیر و مرشد کے بھانجے اور شیخ علاء الدین کے لڑکے ہیں۔ سید علاء الدین ایک ایسے بزرگ تھے جو تمام علوم پر حاوی، صاحب سجادہ اور نسب میں عالی رتبہ تھے۔ ہمارے شیخ نے تفسیر و حدیث دونوں علم ان ہی سے حاصل کیا ہے۔ آپ نے پورے ہفتہ کو تقسیم کر لیا تھا۔ ایک دن فقہ، ایک دن نحو و منطق، ایک دن اصول و کلام، ایک دن حدیث و تفسیر غرض اسی طرح ایک علم میں روزانہ درس دیا کرتے تھے۔ دہلی کے علماء اور مشائخ بادشاہ کے یہاں جایا کرتے تھے۔ مگر سید علاء الدین کبھی نہ گئے۔ بعض وقت بادشاہ وقت نے منادی کرادی کہ جتنے بزرگان اس شہر میں ہیں ہمارے دربار میں آئیں۔ مگر سید علاء الدین نے ادھر نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ حضرت زین بدر عربی ؒ نے عرض کیا کہ سید وحید الدین کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ میری والدہ اور شیخ کبیر خواجہ نجیب الدین فردوسی ایک ماں سے اور شیخ رکن الدین اور نظام الدین ایک ماں سے۔ حضرت مخدوم جہاں نے فرمایا کہ بہت سچ ہے۔"

سید وحید الدین چلہ کش رضوی
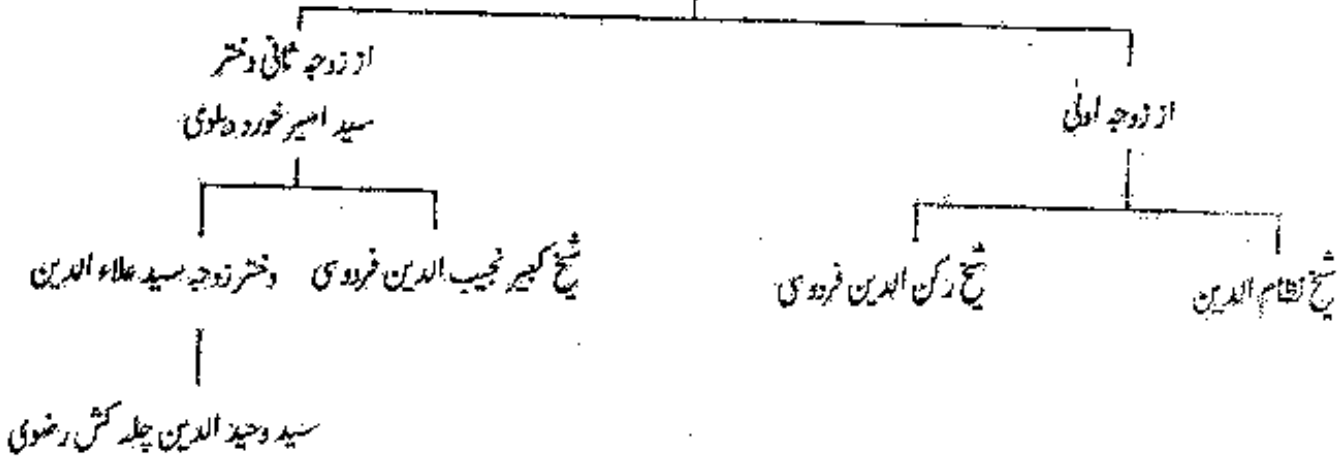
حضرت سید علاء الدین جیوڑوی ؒ تین بھائی تھے۔ ایک تو سید علاء الدین ؒ دوسرے سید سکندر علی اور تیسرے سید شمس الدین۔ سید شمس الدین کی شادی مخدوم جہاں کی بھتیجی بی بی رقیہ بنت شیخ جلیل الدین سے ہوئی۔ بی بی رقیہ سے سید شمس الدین ؒ کی دو لڑکیاں بی بی ماہ خاتون اور بی بی جمال تھیں اور دونوں کی شادی یکے بعد دیگرے سید مبارک علی بن سید سکندر علی یعنی سید وحید الدین چلہ کش ؒ کے چچا زاد بھائی سے ہوئی۔ بی بی ماہ نے لاولد وصال فرمایا۔ اور بی بی جمال سے نسل جاری ہے جو گھرانٹ اور اوترا لاری میں آباد ہیں۔

سید سلیمان

- سید علاء الدین
  - سید وحید الدین چلہ کش رضوی زوج بی بی بارکہ بنت شیخ ذکی الدین
- سید سکندر علی
  - سید مبارک علی
- سید شمس الدین زوج بی بی رقیہ یا رضیہ بنت شیخ جلیل الدین منیری
  - بی بی جمال زوجہ سید مبارک علی
  - بی بی ماہ خاتون زوجہ سید مبارک علی لاولد

سید مبارک علی (و بی بی جمال)
- مخدوم سید بڑے
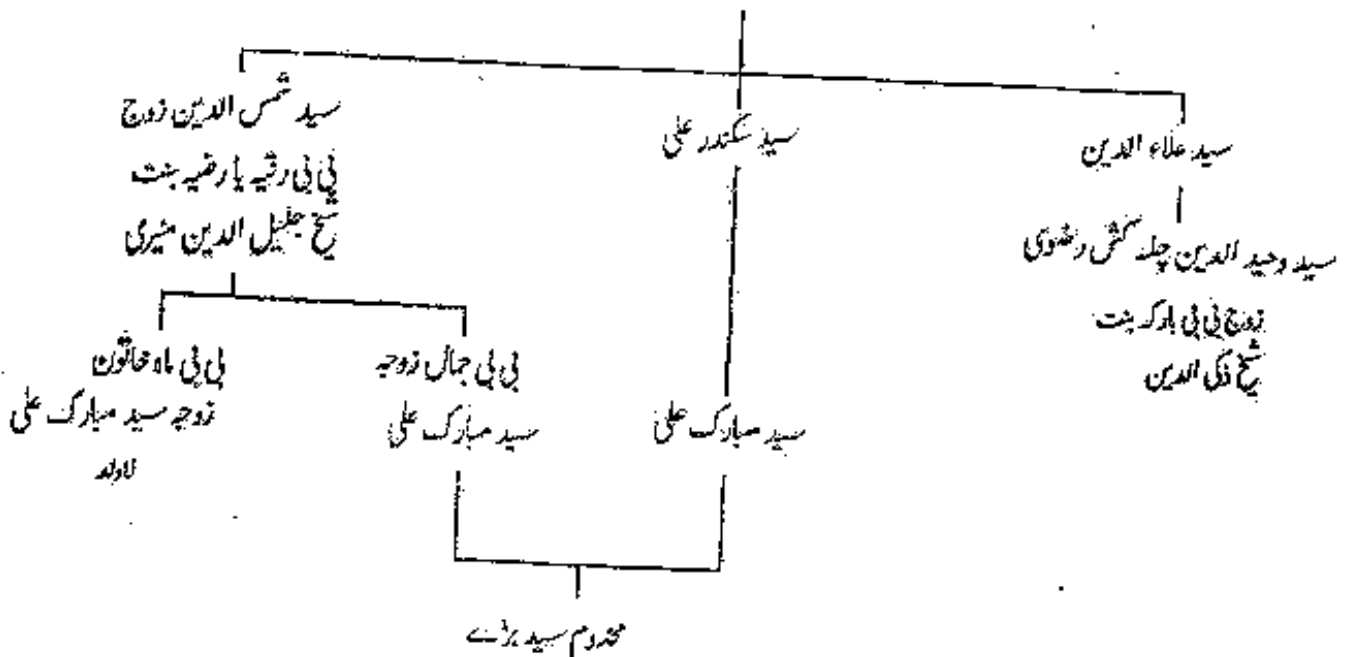
حضرت سید وحید الدین چلہ کش ؒ کے ایک صاحبزادے سید عبداللہ عرف سجاد اکبر اور ایک دختر بی بی فاطمہ زہرا ، حضرت بی بی بارکہ کے بطن سے تھے۔ دونوں کی شادی گونٹ پانٹ ہوئی یعنی سید عبداللہ ، حضرت شہاب الدین علوی طوسی کی ہمشیرہ سے منسوب تھے اور شہاب الدین علوی طوسی کی شادی بی بی فاطمہ زہرا بنت سید وحید الدین چلہ کش ؒ سے ہوئی تھی۔

حضرت سید وحید الدین چلہ کش مشہدی رضوی ؒ کا مزار اقدس خانقاہ سونیرہ سے تقریباً پانچ میل دور بدر آباد میں ہے۔ جہاں اکثر آپ اپنی زندگی میں چلہ کش ہوا کرتے تھے۔ ہر سال ۱۱ ، ذالحجہ کو آپ کا عرس ہوا کرتا ہے۔ آپ کی اہلیہ بی بی بارکہ بنت شیخ ذکی الدین منیری فردوسی یعنی مخدوم جہاں کی پوتی سونیرہ میں آسودہ خاک ہیں۔

نقشہ اولاد سید وحید الدین
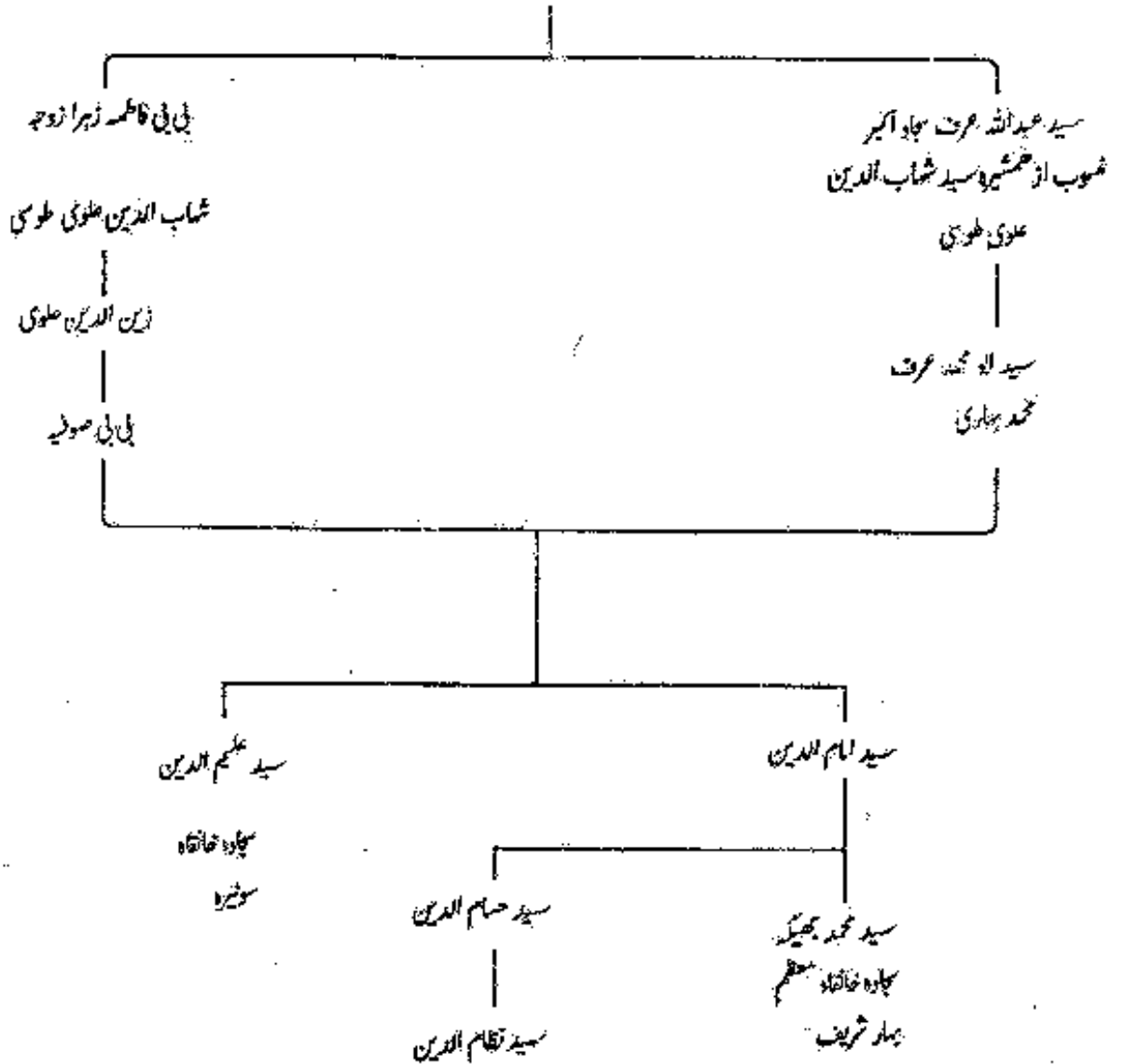
جناب حضور سید شاہ امین احمد فردوسی قدس سرہٗ

جناب حضور حضرت سید شاہ امین احمد فردوسی قدس سرہٗ، اپنے وقت کے ولی کامل اور پابند شریعت بزرگ تھے۔ اتباع شریعت اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر لحہ آپ کو خیال رہتا۔ آپ ۲۳ رجب المرجب ۱۲۴۸ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ کا نام امین احمد تھا۔ لیکن آپ کے والد بزرگوار حضرت مخدوم سید شاہ امیر الدینؒ آپ کو "جی میاں" اور آپ کے مریدان، خلفاء، عقید تمند اور تمام اہل بہار "جناب حضور" کے نام سے یاد فرماتے تھے۔ آج بھی آپ "جناب حضور" کے لقب سے ہی یاد کئے جاتے ہیں۔ آپ کا پدری نسب حضرت مخدوم سید وحید الدین چلہ کش مشہدی رضویؒ کے واسطے سے حضرت امام علی موسیٰ رضا علیہ السلام سے اور مادری نسب حضرت مخدوم جہاں سے ہوتا ہوا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر مل جاتا ہے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم مولوی ملک عنایت حسین بھنڈروی، بہاری سے ہوئی۔ فقہ اصول وغیرہ کی بیشتر کتابیں حضرت مولانا حاجی سید وزیر الدینؒ ساکن موضع سیدی۔ ضلع پٹنہ، جیسے جیّد عالم دین اور صاحب کمال بزرگ سے پڑھیں۔ حضرت مولانا محمد موسیٰ ملتانیؒ ساکن شہسرام سے فن منطق اور فقہ میں مہارت حاصل کیا۔ آپ نے ۲۱ اکیس سال کی عمر میں تمام علوم دینیہ اور علم طب کی تعلیم مکمل کرلی۔ قدرتی طور پر آپ بڑے ذہین و فطین واقع ہوئے تھے۔ آپ کے اساتذہ کرام اور ہم سبق آپ کی غیر معمولی ذہانت کے قائل تھے۔ اکثر نے اس کا اظہار بھی کیا ہے۔ حضرت مولانا محمد موسیٰ ملتانیؒ کا کہنا تھا کہ وہ درس و تدریس کا کام ایک مدت سے انجام دے رہے ہیں لیکن زندگی میں اب تک انہیں صرف ڈھائی آدمی ذہین ملے۔ اول حضرت جناب حضور امین احمد فردوسی قدس سرہٗ، دوسرے احمد حسینؒ اور نصف امیر حسن مخدوم پوری۔

علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد جب آپ نے علم باطنی اور سلوک کے میدان میں قدم رکھا تو آپ کے والد حضرت مخدوم سید شاہ امیر الدین فردوسیؒ نے آپ کی پوری توجہ کے ساتھ رہنمائی فرمائی۔ پھر والد کے حکم کے مطابق حضرت سید شاہ جمال علی بلخی فردوسی شعیبی کے دست حق پرست پر سلسلہ فردوسیہ شطاریہ میں بیعت حاصل کیا۔ آپ کی بیعت کے واقعہ کو جناب پروفیسر معین الدین دردائی مرحوم "حیات ثبات" کے مصنف کے حوالے سے یوں بیان کرتے ہیں۔

"ایک شب آپ نے (جناب حضور سید شاہ امین احمد فردوسی قدس سرہٗ) خواب دیکھا کہ وہ حضرت ملک العشاق مولانا امام مظفر شمس بلخی فردوسی قدس سرہٗ کے مزار اقدس پر حاضر ہیں اور خاک مزار کو ہاتھوں سے لیتے اور سینے پر ملتے ہیں۔ خواب سے بیدار ہوئے، تو دل کو ہمہ تن حضرت سید شاہ جمال علی بلخی فردوسی سجادہ نشیں حضرت شاہ شعیب قدس سرہٗ، شیخپوری کی طرف متوجہ پایا۔ والد ماجد کے حکم اور عقیدت میں یک رنگی پیدا ہو گئی۔ وقت اور موقع نے مساعدت کی یعنی اسی سال حضرت مخدوم جہاں کے عرس شریف میں حضرت ممدوح شیخپورہ سے بہار شریف تشریف لائے اور جناب میر سعادت علی مرحوم کے مکان میں حسب معمول مقیم ہوئے۔ آپ نے شاہ الٰہی بخش مرحوم کو اپنے والد ماجد کے حضور میں بھیجا کہ شیخپورہ سے حضرت تشریف لائے ہیں اب کیا حکم ہوتا ہے۔ حضور عالی نے سنتے ہی شاہ موصوف سے فرمایا کہ شیرنی (مٹھائی) منگاؤ اور حضرت سے کہو کہ شب کی دعوت قبول فرمائیں اور "جی میاں" کو شرف بیعت سے سرفراز فرمائیں۔ چنانچہ حضرت نے دعوت قبول فرمائی اور کمرہ پر تشریف لاکر ۷ شوال ۱۲۷۱ھ کو سلسلہ عالیہ فردوسیہ شعیبیہ میں بیعت طریقت لی۔ حضرت پیر و مرشد نے تعلیم فرمائی اور تازمانہ

حیات بدرجہ غائت شفقت و عنایت مبذول فرماتے رہے۔ "

جناب حضور حضرت سید شاہ امین احمد فردوسی قدس سرہ' العزیز اور بھی کئی بزرگوں سے راہ سلوک میں فیضیاب ہوئے۔ جن میں خصوصیت کے ساتھ حضرت سید شاہ ولایت علی قادری ابوالعلائی خلیفہ اجل حضرت مخدوم سید شاہ یحییٰ علی قدس سرہ' خسروپوری کا نام نامی بہت مشہور ہے۔ حضرت شاہ ولایت علیؒ سے جناب حضور کو مختلف سلاسل کی خلافت و اجازت بھی عطاء ہوئی۔

آپ اپنی ساری زندگی اپنے سلسلہ کے پیران عظام کے طریقہ پر گامزن رہے۔ آپ اعلیٰ اخلاق کے بہترین نمونہ تھے۔ طبیعت میں خشیت الٰہی اور حب رسول بہت زیادہ تھا۔ زندگی عزیز کو رشد و ہدایت خلق اور عبادت و مجاہدہ میں بسر فرمائی۔ لوگوں کے ساتھ خوش خلقی، نرمی اور محبت سے پیش آنا، سلام میں پہل کرنا، فحش کلمات، دروغ گوئی اور غیبت سے نفرت، جوودسخا، کم کھانا، کم سونا اور خود بینی و خود پرستی سے دور رہنا آپ کی زندگی کا شیوا تھا۔ جناب پروفیسر معین الدین دردائی مرحوم اپنی کتاب " تاریخ سلسلہ فردوسیہ " میں تحریر فرماتے ہیں۔

" مولوی ہادی حسن (مولانا حافظ سید شاہ نذر الرحمٰن حفیظؔ عظیم آبادیؒ کے برادر عم) کہتے ہیں کہ ایک روز میں جناب حضور کی خدمت میں حاضر تھا۔ چلم جل چکی تھی۔ کھسیٹا موجود نہ تھا۔ میں نے اپنی سعادت سمجھ کر چلم تیار کرنے کو اٹھائی، تو گھبرا کر روک دیا۔ ہاں ہاں، تمہارا کام چلم بھرنے کا نہیں ہے۔ " پروفیسر صاحب مزید لکھتے ہیں۔

" ایک مرتبہ خواجہ سید حسن صاحب (پٹنہ) آپ کو مدعو کرکے لے گئے۔ اور ایک کمرے میں جگہ دی۔ اس زمانہ میں حضرت جناب حضور کافی ضعیف القویٰ ہوگئے تھے۔ اس لئے کمرے کے بغل میں ہی حوائج ضروری کے لئے چوکی رکھ دی گئی۔ لوگوں نے غلطی سے اس چوکی کو خلاف سمت رکھ دیا۔ اجنبی جگہ، شب کا وقت ان کو سمت کا پتہ نہ چلا۔ استنجے سے فارغ ہوئے تو آپ کو تحقیق ہوئی کہ غلط رخ بیٹھے تھے۔ اب اس کے بعد خشیت الٰہی کا ایسا غلبہ ہوا کہ بستر پر کسی کروٹ چین ہی نہیں ملتا۔ جناب شاہ ولی احمد صاحب کا بیان ہے کہ میری آنکھ یکایک کھلی تو حضرت کو اتنا بے چین دیکھ کر اور کراہ کی آواز سن کر گھبرا گیا کہ کہیں کوئی تکلیف تو پیدا نہیں ہوئی۔ فوراً قریب آیا۔ مجھے دیکھتے ہی فرمایا۔ کون ولی احمد۔ جواب دیا جی میں ہی ہوں۔ فرمایا۔ ولی احمد! ہم سے آج بڑا قصور ہوگیا، اللہ معاف کرے۔ خدا جانے میرا کیا انجام ہوگا اور یہ کہتے ہوئے بے بسی کے عالم میں مجھ سے لپٹ گئے۔ اور زار زار رونے لگے۔ سارا جسم کانپ رہا تھا۔ "

جناب حضور سید شاہ امین احمد فردوسی قدس سرہ' نے پوری زندگی ایک معیّن اصول پر گزار دی۔ آخری چالیس سالہ زندگی میں ذرہ برابر اپنے اصول میں فرق نہ آنے دیا۔ عصر تا مغرب مسلسل اوراد و وظائف میں مشغول رہا کرتے۔ اس دوران نہ کچھ کھاتے نہ پیتے اور نہ گفتگو فرماتے۔ شب کو استراحت نہ فرماتے۔ دن رات میں صرف ایک دفعہ کم مقدار میں کھانا کھاتے۔ رمضان شریف کے صوم محرم اور رجب اور دوسرے نفل کے روزے کبھی ترک نہ کرتے۔

جناب حضور مریدین، معتقدین، طلباء اور عام مسلمانوں کی رشد و ہدایت کے لئے مجلسیں منعقد فرماتے جس میں درس و تدریس کے علاوہ ضروری دینی معلومات سے سرفراز فرماتے۔ سوالوں کا جواب دیتے۔ آپ کے ملفوظات و مکتوبات کا ایک بڑا ذخیرہ خانقاہ معظم بہار شریف میں موجود ہے۔ آپ فارسی کے قادرالکلام شاعر تھے۔ آپ کے فارسی کلام میں نظم کا ایک بڑا سرمایہ طبع شدہ موجود ہے جس میں آپ کی دس مثنویاں درج ذیل ہیں۔

۱۔ شجرات طیبات ۲۔ سلسلۃ اللالی ۳۔ گل فردوس ۴۔ گل بہشتی ۵۔ روضۃ النعیم
۶۔ عبرت افزا ۷۔ شہد وشیر ۸۔ رسالہ علم نجوم ۹۔ رسالہ علم رمل ۱۰۔ مجموعہ رباعیات

دیوان فائز مرتبہ ڈاکٹر خواجہ افضل امام صاحب میں تحریر ہے کہ " شاعری میں آپ کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ غزلیات اور قصائد کا مجموعہ بہت مختصر ہے۔ کئی مثنویاں یادگار ہیں۔ جن میں گل بہشتی (تصنیف ۱۲۹۱ھ طباعت ۱۲۹۷ھ) میر نجات کی مثنوی گل کشتی کے وزن میں ہے۔ گل بہشتی سیدنا ابو العلاء اور خواجگان چشت کی مدح میں ہے...... آپ کا فارسی کلام بمقابلہ اردو زیادہ پُر زور ہے۔"

جناب حضور سید شاہ امین احمد فردوسی قدس سرہ، کی پانچ شادیاں ہوئیں۔ محل اولیٰ دختر راجہ بہادر علی خاں مرحوم موضع آنتی ضلع گیا سے آپ کے ایک صاحبزادے حضرت سید شاہ برہان الدین احمد اور ایک صاحبزادی تھیں۔ سید شاہ برہان الدین احمدؒ نے آپ کی زندگی میں وصال فرمایا اور تین صاحبزادگان حضرت سید شاہ محمد حیات فردوسیؒ، حضرت سید شاہ نجم الدین نجم فردوسیؒ اور سید شاہ مسیح الدین فردوسیؒ کو یادگار چھوڑا۔ جناب حضور کی دوسری اہلیہ سید شاہ ہدایت حسین ساکن شیخپورہ، مونگیر کی صاحبزادی تھیں جن کے بطن سے سید شاہ وصی احمد عرف شاہ براتی صاحب تھے۔ جناب حضور کی تیسری شادی محلہ بارہ دری بہار شریف میں میر مہدی حسین صاحب کی دختر سے ہوئی تھی۔ آپ کی اہلیہ دختر خواجہ شاہ لطیف علی عرف شاہ میاں سجادہ نشیں تکیہ حضرت عشق قدس سرہ، پٹنہ کے بطن سے حضرت حافظ سید شاہ محمد شفیع فردوسیؒ، حضرت سید شاہ محمد وجیہ فردوسیؒ، حضرت حکیم سید شاہ عبد الحمیدؒ، حضرت سید شاہ محمد الیاس فردوسی متخلص بہ یاس بہاریؒ اور حضرت حکیم سید شاہ محمد جعفرؒ وغیرہم تھے۔ جناب حضور کی پانچویں اہل خانہ سے سید شاہ رشید الدین اور سید شاہ سلیمان تھے۔

جناب حضور کا وصال ۱۲ مئی ۱۹۰۳ء بمطابق ۵ جمادی الثانی ۱۳۲۱ھ کو شب میں ہوا۔ آپ نے اپنی زندگی ہی میں اپنے صاحبزادے حضرت سید شاہ برہان الدین فردوسی کو اپنی سجادگی پر بٹھادیا تھا لیکن انھوں نے آپ کی زندگی ہی میں وصال فرمایا۔ جناب حضور کو آپ کے وصال کا بے حد صدمہ ہوا اور آپ نے اپنے پوتے حضرت سید شاہ محمد حیات فردوسی قدس سرہ، بن سید شاہ برہان الدین کو سجادہ نشین مخدوم جہاں کیا۔

آپ کی رحلت پر حضرت سید شاہ عطا الحق شاغل فریدی ساکن چھوٹا تکیہ بہار شریف نے حسب ذیل قطعہ تاریخ کہا تھا۔

امین احمد بزرگ شیخ کامل — فقیر و عارف اسرار پنہاں
غریق بحر ذخار طریقت — خبردار رموز اہل عرفاں
بہار گلشن یحییٰ منیری — گل باغ شرف الدین ذیشاں
دریغا حسرتا دردا کہ چوں او — برفت ازایں جہاں درباغ رضواں
جہاں شد در نظر تاریک شاغل — میرس از من دراں حال پریشاں
چناں سال و صالش با تقسم گفت — بکسرت درس عیسیٰ عمراں
ویفزا نیکرہ اعداد و خوش گو — فنا شد چوں شرف درراہ عرفاں

۱۸+۱۸۸۵ ۱۹۰۳ء

حضرت سید شاہ محمد حیات فردوسیؒ کا نام سید ضیاء الدین تھا لیکن شاہ محمد حیات مشہور ہوئے۔ آپ نے اپنے دادا جناب حضور سے بیعت اور اجازت و خلافت حاصل کی۔ اور اپنے والد حضرت سید شاہ برہان الدین کی جگہ سجادگی پر رونق افروز ہوئے۔ آپ کی دو شادیاں ہوئی۔ محل اولیٰ نے لاولد وصال فرمایا۔ محل ثانی بشریٰ خاتون بنت حافظ عبدالستار صاحب کے بطن سے تین صاحبزادے ہوئے پسر اول حضرت سید شاہ محمد سجاد فردوسی قدس سرہ، سجادہ نشین خانقاہ مخدوم جہاں، پسر دوم سید شاہ محمد عزیز الدین اور پسر سوئم سید شاہ محمد نسیم الدین۔ حضرت سید شاہ محمد حیات فردوسی علیہ رحمتہ کے وصال کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت سید شاہ محمد سجاد فردوسی قدس سرہ، مسند سجادگی پر بٹھائے گئے۔

حضرت سید شاہ محمد سجاد فردوسی قدس سرہ، ۱۹۱۰ء میں پیدا ہوئے۔ بیعت و خلافت آپ کو اپنے والد ماجد حضرت سید شاہ محمد حیات علیہ رحمتہ سے تھی۔ آپ کا شمار بہار کے جیّد علماء اور مشائخ کرام میں بڑا محترم و مکرّم ہے۔ آپ کی ذکر بکار، ورد و وظائف اور ریاضت و مجاہدہ میں مشغولیت زیادہ تھی۔ گفتگو کم فرماتے۔ مریدوں کی تعلیم و تربیت پر توجہ زیادہ فرماتے۔ اور سخت سے سخت ریاضتیں کرواتے۔ اس وقت آپ کے صاحبزادے حضرت سید شاہ محمد امجاد مدظلہ العالی آپ کے خلیفہ اور سجادہ نشین خانقاہ معظم، بہار شریف پر رونق افروز ہیں۔ حضرت محمد سجاد قدس سرہ، کا عرس ہر سال ۲۵ شوال کو آپ کے مرید خاص اور خلیفہ حضرت سید شاہ محمد مصطفیٰ حسن فردوسی مدظلہ کراچی میں انجام دیتے ہیں۔

آپ کا وصال ۲۰ اکتوبر ۱۹۷۶ء مطابق ۲۵ شوال ۱۳۹۶ھ کو ہوا۔ تاریخ رحلت درج ذیل ہے۔

وَأَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ۖ إِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝
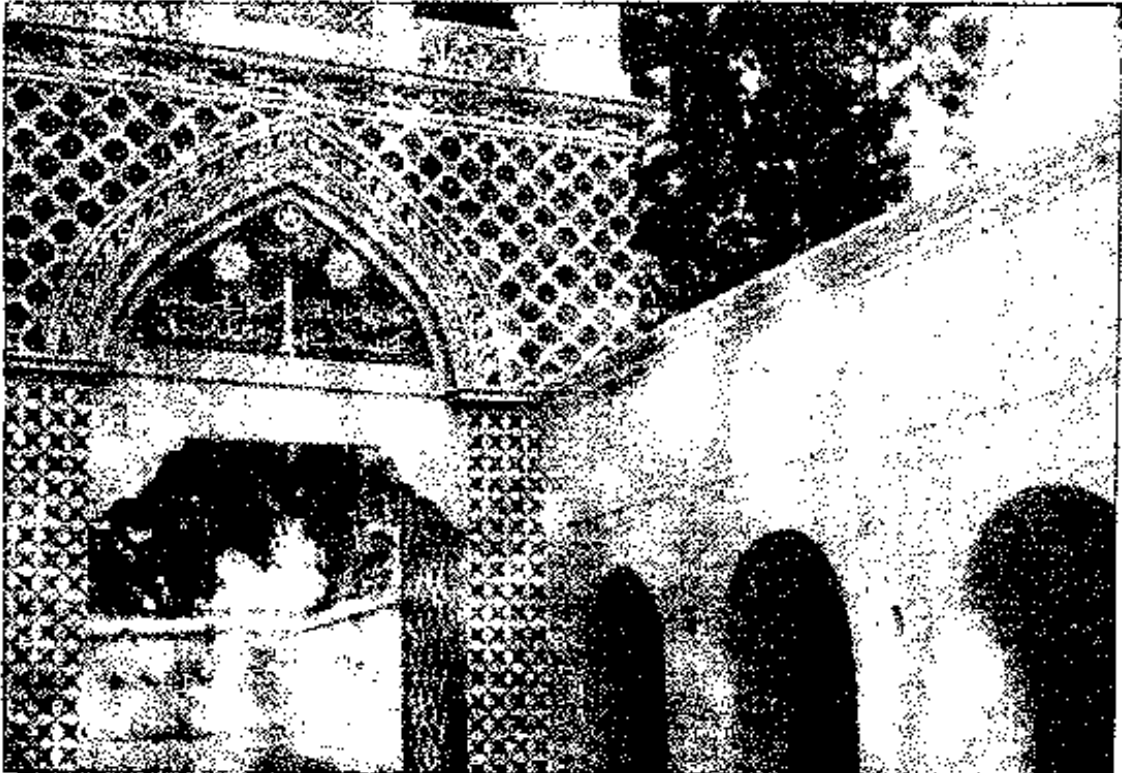
مخدوم جہاں کے روضۂ اقدس کا صدر دروازہ

نقشہ شجرہ نسب جناب حضور قدس سرۃ

سیدنا امام علی موسیٰ رضا
سیدنا امام محمد تقی
سیدنا موسیٰ
سید عباس
سید حسن
سید علاؤ الدین جیوڑی
سید وحید الدین چلہ کش مشہدی رضوی

زوج

امام محمد تاج فقیہ
شیخ اسرائیل
مخدوم شیخ یحییٰ منیری
مخدوم جہاں شیخ شرف الدین منیری
مخدوم شیخ ذکی الدین
بی بی پاک

سید علیم الدین
سید امام الدین
سید شاہ بھیکہ فردوسی
سید شاہ جلال فردوسی
سید شاہ آخوند فردوسی
سید شاہ محمد فردوسی
سید شاہ احمد فردوسی
دیوان سید شاہ علی فردوسی

سجادہ مخدوم جہاں

سید شاہ عبد السلام فردوسی
سید شاہ ذکی الدین فردوسی
سید شاہ وجیہ الدین فردوسی
سید شاہ بدیع الدین فردوسی
سید علیم الدین فردوسی
سید شاہ ولی اللہ فردوسی
سید شاہ امیر الدین فردوسی
سید شاہ امین احمد فردوسی
سید شاہ برہان الدین فردوسی
سید شاہ محمد حیات فردوسی
سید شاہ محمد سجاد فردوسی
سید شاہ محمد امجاد فردوسی ۔ موجودہ سجادہ
سید شاہ سیف الدین فردوسی

(از خوانِ پُر نعمت)

سید شاہ مصطفیٰ
سید شاہ قطب الدین
سید شاہ نظام الدین
سید شاہ مصطفیٰ
سید شاہ غلام مرتضیٰ
سید شاہ غلام غوث
سید شاہ احمد علی
سید شاہ واحد علی
سید شاہ ارشد علی
سید شاہ علی مظہر عرف تجمل حسین
سید شاہ محمد ابراہیم
سید شاہ قسیم الدین
سید شاہ محمد علی لو شد

(از خوانِ پُر نعمت)

سید عبد اللہ
سید ابو محمد (عرف مخدوم بہاری)
سید امام الدین
مولانا سید نظام الدین مشہدی
مولانا سید حسام الدین
میران سید بڑے
میران سید عبد الفتاح
سید عبد الغفور (ساکن موضع کمریا)
سید عبد الشکور
سید غریب محمد عرف چھجا
سید محمد معشوق
سید غلام مخدوم
سید غلام صمدانی
سید میر علی
ناظر سید تفضل حسین
سید تجمل حسین (ساکن موضع کمریا)
مولانا حافظ سید شاہ نذر الرحمٰن حنیفؔ عظیم آبادی
بی بی عزیز النساء
بی بی صالحہ خاتون
راقم سید قیام الدین نظامی الفردوسی

تمت

بیاض محبوب الحق رضا
استوی مدظلہ

حضرت مولانا الحاج سید شاہ محمد مصطفٰے حسن قادری شطاری الفردوسی مدظلہ

پیرو مرشد قبلہ و کعبہ، تاج الفقراء، کامل الطریقت، عامل الشریعت، شہنشاہ صحافت حضرت مولانا الحاج سید شاہ محمد مصطفٰی حسن قادری شطاری الفردوسی مدظلہ العالی کا مولد و مسکن محلہ شیرپور (سالوگنج) بہار شریف ہے۔ آپ ۳ جنوری ۱۹۲۱ء کو بہار شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان اصل رہنے والا موضع بیہار تزوا تھانواں علاقہ بہار شریف کا تھا۔ آپ کے والد حضرت سید علی حسن رحمۃ اللہ علیہ کی شادی مسماۃ بی بی سائرہ خاتون بنت سید امیر حسن علیہ رحمۃ ساکن محلہ شیرپور سے ہوئی اور آپ اپنی سسرال میں مستقل طور پر مقیم ہوگئے۔ اس طرح پیرو مرشد مدظلہ اپنے بڑے بھائی حضرت سید علی حسن اور دو بہنوں کے ساتھ اپنی نانیہال میں پروان چڑھے۔ ابتدائی تعلیم نانا جان اور والد بزرگوار سے ہوئی۔ حضرت کے نانا حاجی سید امیر حسن علیہ رحمۃ نے ایک مسجد اپنے مکان سے ملحق ۱۳۱۸ھ میں تعمیر کرائی تھی اور اس مسجد میں طلباء کے دینی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ قائم کیا تھا۔ آپ عربی، فارسی اور ابتدائی دینی تعلیم کے لئے اس مدرسہ میں بٹھائے گئے۔ اپنی آبائی مسجد سے قرآن و حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد کچھ دنوں مدرسہ عربیہ عزیزیہ، بہار شریف میں بھی زیر تعلیم رہے اور حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب مرحوم مدرس اعلٰی کے درس میں شریک ہوئے۔ پھر آپ کو انگریزی تعلیم کا شوق پیدا ہوا اور والدین کی اجازت سے اس طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت مولانا سید شاہ محمد مصطفٰی حسن مدظلہ نے ٹاؤن اسکول، بہار شریف سے میٹرک پاس کرنے کے بعد بی۔ این۔ کالج پٹنہ سے انٹر اور بی۔ اے کا امتحان نمایاں طور پر پاس کیا۔ آپ نے پٹنہ یونیورسٹی سے تاریخ اسلام میں اول درجہ سے ایم۔ اے کیا۔ راقم الحروف سید قیام الدین نظامی الفردوسی کو بہار شریف دوسری بار ۱۹۸۷ء کو مخدوم جہاں کے عرس مبارک پر حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ پیرو مرشد کے آبائی مکان میں قیام کرنے اور آپ کے نانا جان کے تعمیر کردہ مسجد میں نماز پڑھنے کا اعزاز حاصل ہوا۔ مسجد بڑی کشادہ، پختہ اور بارونق ہے۔ مسجد کے اندرونی حصہ میں داخل ہونے کے لئے تین کشادہ دروازے ہیں۔ ان دروازوں کے ساتھ کشادہ صحن ہے۔ صحن کے آخر میں سیدھے ہاتھ کو پختہ کنواں ہے۔ مسجد کے درمیانی دروازے کے اوپر سفید سنگ مرمر کے پتھر پر آپ کے نانا جان کا تحریر کردہ قطع تاریخ تعمیر مسجد نصب ہے۔ جو درج ذیل ہے۔

گفت خوش مسجد احسن بندہ خدا

۱۳۱۸ھ

حاجی سید امیر حسن ابن سید مصطفٰی

پیرو مرشد الحاج مولانا سید شاہ محمد مصطفٰی حسن قادری الفردوسی مدظلہ العالی جس زمانہ میں کالج میں زیر تعلیم تھے اس وقت

برصغیر میں افراتفری کا دور دورہ تھا۔ منقسم بھارت میں مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جاچکی تھی اور اب ان کا اقتصادی قتل عام شروع کردیا گیا تھا۔ مسلمانوں کا مستقبل وہاں تاریک تھا۔ پاکستان ایک نوزائیدہ ملک تھا۔ اس نئے اسلامی ملک کو اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کے لئے ابھی وقت درکار تھا۔ ان حالات میں آپ مشرقی پاکستان کے شہر ڈھاکہ تشریف لائے اور اپنے لئے صحافت کے میدان کو منتخب فرمایا۔ مشرقی پاکستان کے سب سے پہلے اردو روزنامہ " پاسبان " کی بنیاد ڈالی اور اپنا ذاتی پریس لگایا۔

اردو روزنامہ " پاسبان " ڈھاکہ مشرقی پاکستان کا پہلا اور واحد اردو اخبار ہوتے ہوئے کسمپرسی کا شکار رہا۔ ان حالات کے باوجود " پاسبان " اپنی بساط بھر اپنی صحافتی ذمہ داری سقوط ڈھاکہ تک نبھاتا رہا۔ سرزمین بنگال پر اردو کی ترقی و ترویج کے لئے کوشاں رہا۔ حضرت کی ادارت میں چلنے والا یہ اخبار سیاسی، معاشرتی اور اقتصادی جنگ لڑنے کے ساتھ ساتھ مذہبی میدان میں شریعت، طریقت، حقیقت اور تصوف کے تبلیغ و اشاعت کا کام بھی انجام دیتا رہا۔ آپ کے اس نیک کام میں حضرت سید شاہ شمس الدین" محترم جناب فروغ احمد فروغ" محترم جناب محمد سید حسن رضا دائری، جناب رفیع احمد فدائی مرحوم، محترم جناب سید شمیم احمد اور محترم جناب الحاج بشیر الدین وغیرھم آپ کے معاون و مددگار رہے۔ روزنامہ " پاسبان" جس طرح مشرقی پاکستان کا پہلا اردو روزنامہ تھا اسی طرح یہاں سے سب سے پہلا اردو ماہنامہ " شاہین " ڈھاکہ کے سب سے پہلے اردو اسکول " رحمت اللہ ماڈل ہائی اسکول " سے یہاں کے اساتذہ کرام جناب قاضی سید ظہور الحسن رمز کسمری مرحوم، جناب فروغ احمد فروغ، جناب سید مصباح الدجیٰ، جناب محمد کلیم اور ہیڈ ماسٹر جناب سید حفیظ الرحمن مرحوم کی ادارت میں کئی سال تک جاری رہا۔

میاں ظفیر احمد صاحب جو روزنامہ " پاسبان" ڈھاکہ سے ایک مدت تک منسلک رہے ہیں۔ روزنامہ "نوائے وقت" مورخہ ۴ نومبر ۱۹۹۲ء میں اپنے ایک مضمون " مشرقی پاکستان کی اردو صحافت سے وابستہ ہم سفروں کی یادیں۔" تحریر فرماتے ہیں۔

" ۱۹۵۰ء کے پاکستان جمہوریت کے سفر میں شاعر اسلام حضرت ابو الاثر حفیظ جالندھری مرحوم نے راقم (یعنی میاں صاحب) سے فرمایا تھا۔ بڑے بہادر ہو، دل گردے اور جگرے کا کام کررہے ہو کہ بنگال میں اردو اخبار چلارہے ہو۔ کتابت اور طباعت کمزور ہے۔ پیسے کی کمی ہے تو ڈھاکہ واپسی پر گلستان سینما ایک کرالو اور اعلان کردو کہ حفیظ اپنا پورا شاہنامہ بہ زبان خود سنائیں گے۔ ٹکٹ لگادو جو آمدن ہو بس لیکر اخبار میں دیدو۔ میں (میاں صاحب) نے جواب یوں کہا تھا۔ ایسی بات نہیں ہے۔ اخبار کے مالک اور چیف ایڈیٹر (سید محمد مصطفیٰ حسن) مالی طور پر کمزور نہیں ہیں۔ بلکہ یہاں کی زمین اردو صحافت کے لئے بڑی سنگلاخ ہے۔ بڑی مشکلات ہیں۔ یہاں یہ بات نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ مشرقی پاکستان میں چھوٹے چھوٹے کئی " بریف کیس" یا ذاتی اخبارات نکلتے رہے اور سب کے سب بچپن کی موت مرتے گئے۔ صرف ایک روزنامہ " پاسبان " نکلا۔ واحد اردو اخبار تھا جو اپنی تاریخ اجراء سے لیکر بائیس سال تک مسلسل پابندی سے شائع ہوتا رہا۔ یہ اخبار نکالا تو عبدالعزیز صاحب نے تھا۔ جس کو سید مصطفیٰ حسن نے خرید لیا اور الحمداللہ کے بھاشانی کے جلاؤ گھراؤ تحریک تک، جب تک حالات اس نہج پر نہیں پہنچ گئے کہ اخبار بند کردیا جائے۔ ۲۲ سال کے بعد بند کردیا گیا۔ مشرقی پاکستان میں جہاں بنگالی عصبیت اور لسانی عفریت قیام پاکستان کے ساتھ ہی سر اٹھا چکا تھا۔ اگر اس کا ادراک ارباب حل و عقد نہ کرسکے تو یہ ان کی کورچشمی تھی۔ ایسی سرزمین میں اتنے عرصہ تک اردو روزنامہ کا جاری رہنا کوئی آسان کام نہ تھا.......واضح رہے کہ سید مصطفیٰ حسن........ پڑھے لکھے بہت ہی شریف اور نجیب الطرفین سید ہیں۔ اللہ نے وسائل دے دیئے۔ مسلم لیگ، تحریک پاکستان، نظریہ پاکستان اور پاکستان سے محبت تھی۔ اس لئے پاکستان کی خدمت کرنے کے لئے اس میدان میں آگئے تھے۔ اور جب تک حالات نے مجبور نہیں کردیا میدان میں ڈٹے رہے۔ پاکستان میں یہ بات بہت کم لوگوں کے علم میں ہے کہ مشرقی پاکستان میں ۲۲ سال کے عرصہ تک اردو صحافت کی شمع جلائے رکھنے والا یہ شخص پاکستان ہی میں ہے اور گذشتہ ۹ سال سے بستر پر مفلوج پڑا ہے۔ میں جب ان کی

عیادت کو جاتا ہوں تو ان کے پاس بیٹھا ٹک ٹک خاموش ان کا چہرہ دیکھتا رہتا ہوں۔ اتنی طویل علالت اور ایسا نورانی چہرہ میں ورطۂ حیرت میں پڑ جاتا ہوں۔ ایک نیک شریف انسان کو ایسی جسمانی مجبوری، اللہ کے بھید اللہ ہی جانتا ہے............ "

پیرو مرشد حضرت الحاج مولانا سید شاہ مصطفیٰ حسنؔ فردوسی مدظلہ کی تعلیم و تربیت جس دینی ماحول اور انداز سے ہوئی اس کا نتیجہ تھا کہ آپ بچپن سے نیکی اور شرافت کے پیکر اور والدین و اساتذہ کے فرمانبردار تھے۔ بچپن اور جوانی مشائخ کرام اور اللہ کے برگزیدہ بندوں کی صحبت میں گزاری۔ نماز، روزہ، تلاوت کلام پاک اور ورد و وظائف کے پابند رہے۔ پابندیٔ شریعت اور صوم و صلوٰۃ نے آپ کو تصوف کی طرف مائل کر دیا تھا۔ کمسنی ہی سے فقراء اور درویشوں کی خدمت میں لذت محسوس کرتے۔ بہار شریف میں صاحب سلسلہ بزرگوں کی صحبت سے استفادہ کرنے کے شوق میں ان کی خانقاہوں اور تکیوں پر حاضری دیتے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہٗ کے عرس کے موقع پر صاحب سجادہ حضرت مولانا محمد سجادؒ پالکی میں ایک بڑے جلوس کے ساتھ آستانۂ مخدوم جہاں کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ اس وقت حضرت سید شاہ مصطفیٰ حسنؔ فردوسی مدظلہ کی عمر نو دس سال کی تھی۔ آپ صاحب سجادہ علیہ رحمۃ کی پابوسی کے شوق میں پالکی کے ساتھ دوڑے جا رہے تھے۔ کمسنی اور مجمع کی کثرت کی بنا پر آپ پالکی کے قریب نہیں پہنچ پا رہے تھے۔ ٹھوکریں کھاتے اور گرتے پڑتے پالکی کے قریب پہنچنے کے لئے سرگرداں تھے کہ جناب حضور سید شاہ محمد سجاد علیہ رحمۃ کی نظر آپ پر پڑی۔ حضرت کے شوق و جذبہ کو دیکھ کر اپنی پالکی آہستہ کروائی، آپ کو قریب بلایا اور اپنی زیارت و قدمبوسی سے مشرف فرمایا۔ جناب حضور کے اس خصوصی عنایت اور نوازش سے آپ کو بے پایاں مسرت و شادمانی حاصل ہوئی۔ حضرت سید شاہ محمد سجاد قدس سرہٗ سے آپ کی عقیدت و محبت دن بدن بڑھتی گئی۔ آخر عین عالم شباب میں ۱۹۵۴ء کو آپ مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری فردوسی قدس سرہٗ کے سجادہ جناب حضور سید محمد سجاد علیہ رحمۃ کے دست حق پرست پر مشرف بہ بیعت ہوئے۔ بیعت ہونے کے بعد پیرو مرشد کی خدمت کا کوئی لمحہ ضائع نہ جانے دیا اور پیر کی صحبت و خدمت سے خوب خوب مستفیض ہوئے۔ آپ جناب حضور کے سب سے چہیتے مرید تھے۔ آپ کو بھی اپنے مرشد سے عشق کی حد تک محبت تھی۔ آخر جناب حضور سید شاہ محمد سجاد قدس سرہٗ نے آپ کو اپنے روحانی فیوض و برکات سے سرفراز کیا اور ۱۹۶۸ء میں خلافت دیگر تمام سلاسل کی اجازت عطاء فرمائی۔ جس دن خلافت و اجازت دینے کی تقریب منعقد ہوئی اسی دن حضرت سید شاہ محمد سجاد قدس سرہٗ نے آپ کو ساتھ لیکر مخدوم جہاں کے روضہ اقدس پر حاضری دی۔ فاتحہ خوانی کے بعد چادر چڑھائی گئی۔ اس کے بعد جناب حضور نے شاہ صاحب کا ہاتھ پکڑ کر مخدوم جہاں کے روضہ اقدس کے قریب کرتے ہوئے فرمایا۔ حضرت! میں نے اپنی بساط بھر اپنا کام انجام دے دیا ہے۔ اب مصطفیٰ حسن کو آپ کے سپرد کرتا ہوں۔ ان کی رہنمائی فرمائیں۔ حضرت سید شاہ محمد مصطفیٰ حسنؔ فردوسی مدظلہ کا معمول تھا کہ ڈھاکہ سے سال میں کئی بار بہار شریف تشریف لے جاتے۔ مخدوم جہاں کے روضہ اقدس، حجرہ شریف اور چلہ گاہ واقع راجگیر پر حاضر ہو کر عبادت و ریاضت اور ذکر و اذکار میں وقت گزارتے۔ ڈھاکہ میں قیام کے دوران مخدوم جہاں کے استاد اور خسر حضرت علامہ شرف الدین ابو توامہ قدس سرہٗ کے مزار اقدس سنار گاؤں تشریف لے جاتے اور چلہ کشی رہتے۔ اس طرح آپ نے اپنے اوقات عزیز کو گوشہ تنہائی میں صرف کر کے باطنی فیوض و برکات حاصل کئے۔ اللہ جل شانہ نے آپ کو دینی اور دنیوی دونوں نعمتوں سے نوازا۔ صحافت کے ساتھ ساتھ دوسرے ذرائع تجارت کو اختیار کیا۔ لیکن جلد ہی آپ کی طبیعت دنیا اور لوازمات دنیا سے اچاٹ ہو گئی اور گوشہ نشینی اور شب خیزی کی طرف مائل ہوئے۔ پریس، موتی جھیل کمرشیل ایریا کی لق و دق عمارت اور تیج گاؤں کے گودام آپ نے مکمل طور پر اپنے منیجر کے سپرد کر دیا اور خود گوشہ تنہائی اختیار فرمایا۔ کراچی میں ۱۹۸۳ء میں آپ پر فالج کا حملہ ہوا۔ آپ کی علالت کی خبر

سن کر آپ کے منیجر صاحب آپ کی عیادت کے لئے ڈھاکہ سے کراچی تشریف لائے۔ راقم الحروف سے گفتگو کے دوران انھوں نے بتایا کہ " میں حضرت کے ساتھ بارہ چودہ سال کی عمر سے ملازمت کر رہا ہوں۔ میں نے آپ کو سخت ریاضت کرتے دیکھا ہے۔ ۱۹۷۰ء میں جب حضرت کے بچے مستقل طور پر کراچی منتقل ہوگئے۔ اس وقت سے کاروباری ذمہ داری کے علاوہ آپ کے کھانے پینے اور آرام کے تمام انتظامات میں ہی انجام دیتا ہوں۔ جب سے ساتھ رہ رہا ہوں میں نے رات میں کبھی آپ کو سوتا نہیں پایا۔ بلکہ جب کبھی میری آنکھ کھلی آپ کو جائے نماز پر یا وضو کرتے پایا۔ "

حضرت پیرو مرشد مولانا الحاج سید شاہ مصطفیٰ حسن قادری شطاری الفردوسی مدظلہ نے مسلسل سات حج کئے ہیں پہلا حج آپ نے ۱۹۶۵ء میں اور آخری حج ۱۹۷۱ء میں کیا۔ برصغیر پاک و ہند اور بنگلہ دیش کے تمام بزرگان دین اور مشائخ کرام کے آستانوں کے علاوہ دوسرے ممالک میں اسلامی زیارت گاہوں کی زیارت سے مشرف ہو چکے ہیں۔ بہار و بنگال اور کراچی میں اس وقت آپ کے بکثرت عقیدت مند اور مریدان موجود ہیں۔ مریدوں میں راقم الحروف سید قیام الدین نظامی الفردوسی اور نگینوی، جناب سید احمد عرف منظر عالم صاحب فردوسی راجگیری، جناب محمد شفیع صاحب فردوسی داناپوری، جناب مہتاب حسن صاحب فردوسی عسکری، جناب سید شمشاد حسن صاحب فردوسی دسنوی، جناب سید منظور الحق صاحب ابدالی فردوسی الہ پوری، جناب محمد شمیم صاحب فردوسی، جناب محمد عبدالرشید صاحب فردوسی بہاری، جناب مبین احمد حسنی فردوسی حیدرآباد دکن، جناب سید محمد عرف مظہر عالم فردوسی راجگیری مرحوم، جناب نجیب احمد فردوسی مرحوم، جناب عبدالرشید صاحب فردوسی مرحوم سلطان گنج پٹنہ اور حضرت کے بھانجے داماد جناب سید نجم الدین حیدر فردوسی بہاری وغیرہ سالکان کراچی۔

راقم الحروف سید قیام الدین نظامی، الفردوسی کی پہلی ملاقات پیرو مرشد سے ۱۹۶۳ء کو ڈھاکہ میں ہوئی۔ صورت یوں پیدا ہوئی کہ جناب ایس۔ جی۔ ایم۔ بدرالدین صاحب، سابق ایڈیٹر انگریزی روزنامہ مارننگ نیوز، جو راقم کے رشتہ میں نانا ہوتے ہیں۔ مجھے ملازمت کے سلسلہ میں حضرت کے پاس بھیجا۔ میں جناب بدرالدین صاحب کا رقعہ لیکر روزنامہ پاسبان کے دفتر محلہ سکھاری پٹی نزد نواب پور روڈ حاضر خدمت ہوا۔ میں ایک حسین و جمیل، سرخ و سفید، بارعب اور جاذب نظر شخصیت کے سامنے کھڑا تھا۔ آپ کی شخصیت بارعب ہونے کے علاوہ پرکشش بھی ہے۔ میں نے کچھ کہنے کے بجائے رقعہ بڑھا دیا۔ آپ نے مجھے دیکھا، مسکرائے اور اپنے سامنے پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھنے کو کہا۔ رقعہ پڑھ کر فرمایا۔ بھئی! میرے دفتر میں کوئی جگہ خالی تو نہیں ہے۔ لیکن آپ ایک ایسے شخص کا خط لیکر آئے ہیں جنھیں میں اپنا بڑا بھائی سمجھتا ہوں اور آپ کو ناامید نہیں کرسکتا۔ آپ کو پروف ریڈر کا کام انجام دینا ہوگا اور مبلغ ساٹھ روپے ماہانہ تنخواہ ہوگی۔ آپ کی گفتگو میں اپنائیت، خلوص اور بے تکلفی تھی۔ میں نے آپ کے بتائے ہوئے شرائط پر ملازمت کی حامی بھرلی اور تقریباً چھ ماہ روزنامہ " پاسبان " کی ملازمت سے منسلک رہا۔ میں نے حضرت کو کم گو، نرم دل، رقیق القلب، ہنس مکھ اور حد سے زیادہ شفیق انسان پایا۔ نماز روزے کا پابند دیکھا۔ آپ کا پریس، اخبار کا دفتر اور رہائش ایک بڑی سی عمارت میں نواب پور روڈ سے متصل محلہ سکھاری پٹی میں تھا۔ رمضان کے مہینہ میں شام کے تمام اسٹاف کے افطار کا انتظام آپ اپنے ساتھ کرتے اور جو لوگ دیر تک رات میں ڈیوٹی پر ہوتے انھیں رات کا کھانا بھی اپنے ساتھ کھلاتے۔ آپ کا دسترخوان کبھی مہمانوں سے خالی نہیں دیکھا گیا۔ مہمان نوازی اور داد و دہش آپ کی اہم خصوصیت ہے۔ بچے، بوڑھے، جوان اور ہر مسلک و طبقہ فکر کے افراد آپ کے اعلیٰ اخلاق سے بے حد متاثر ہیں۔ آپ اپنے عقیدت مندوں اور مریدوں کو فرض نماز کے علاوہ ہر وقت باوضو رہنے اور وضو کے بعد دو رکعت نماز تحیۃ الوضوء کی بڑی شدت سے تاکید فرماتے ہیں۔ آپ کا قول ہے کہ ہمیں اللہ کا بندہ ہونے کا دعویٰ ہے اور اس دعوے کے لیے

صرف فرائض کی ادائیگی کافی نہیں۔ خدا سے محبت اور اس کی بندگی کے دعوے کے لئے ضروری ہے کہ فرائض کے علاوہ نفل عبادتوں میں کثرت سے مشغول رہا جائے۔ آپ نے ایک بار فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جو روزی ہمیں عطا کرتا ہے اس میں سے زکوٰۃ و خیرات ادا کرنے کے بعد اپنے اعزہ و اقارب دوست احباب کا حق بھی ادا کرنا چاہیے۔ زکوٰۃ اور خیرات تو غربا و مساکین کا حق ہے۔ لیکن ہمارے صاحب نصاب اعزہ و احباب کا حق اس مال میں ہے جو ہم اپنے اور اپنے بال بچوں پر خرچ کرتے ہیں۔ جو لوگ اپنے مال خاص سے اپنے والدین اور اپنے بھائی بہنوں کا حق ادا کرتے ہیں اللہ ان کے مال اور روزی میں برکت دیتا ہے۔ اعزہ و اقارب اور دوست احباب کا حق یہ ہے کہ انہیں دعوت دیکر مدعو کیا جائے اور ان کی مہمان نوازی کی جائے۔ مہمانوں کی خاطر و مدارات سے سرمایہ کم نہیں ہوتا بلکہ اللہ میزبان کی روزی میں کشادگی پیدا کرتا ہے۔

حضرت مولانا سید شاہ مصطفیٰ حسنؔ مدظلہ العالی کی شادی بہار شریف کے ایک خدا ترس تاجر برادری میں دختر مولوی الحاج محمد عبدالغفور مرحوم سے ہوئی۔ حضرت مولوی صاحب اور ان کا گھرانہ قصبہ بہار شریف میں نیکی، شرافت، خدا ترسی اور داد و دہش میں بہت مشہور رہا ہے۔ صوبہ بہار میں یہ خاندان بڑے تاجروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ جن کے تجارتی دفاتر بہار و بنگال کے علاوہ پاکستان کے شہر کراچی، راولپنڈی اور پشاور میں بھی ہیں۔ ان مقامات پر قائم تجارتی مراکز اور دفاتر سے اس خاندان کے افراد حضرت مولانا محمد سہیل مدظلہ، جناب الحاج محمد بشیر الدین مدظلہ، جناب الحاج محمد عزیز الدین مدظلہ اور جناب الحاج محمد جمیل الدین مدظلہ پسران مولوی محمد عبدالغفور مرحوم غرباء و مساکین کے امداد کا کام بڑے اہتمام سے انجام دیتے ہیں۔ عموماً تمام سادات کرام اور خصوصاً سادات بہار سے اس خاندان کی محبت و عقیدت اپنی مثال آپ ہے۔ جناب پروفیسر ڈاکٹر مجیب الرحمٰن صاحب اپنی کتاب "تاریخ بارہ گانواں" میں مولانا سید عبدالشکور صاحب کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں "......... آخر میں مدرسہ اسلامیہ چمن بہار شریف سے منسلک ہو گئے۔ تنخواہ صرف پچاس روپے تھے۔ مگر سپرنٹنڈنٹ اسلامک اسٹڈیز مولانا مبارک کریم اور حکیم یوسف خان صاحب کے اصرار پر خدمت قبول کرلی۔ راقم کی ایما پر آپ کے شاگرد رشید مولانا محمد سہیل خلف الحاج عبدالغفور تاجر بیڑی، بہار شریف پچاس روپیہ ماہانہ پوشیدہ طور پر مولانا (سید عبدالشکور صاحب) کو دیا کرتے۔ خدمت کا یہ سلسلہ تادم تحریر معرض خفا میں رہا۔ اس خاندان (یعنی خاندان الحاج عبدالغفور مرحوم) کی یہ ہمیشہ عادت خیر جاری ہے۔ جناب الحاج محمد جمیل صاحب، آپ کے چھوٹے صاحبزادے بھی حاتم دوراں ہیں اور اپنے پدر بزرگوار کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔" پیرو مرشد مدظلہ کو اللہ جل شانہ نے ایک پسر اور چار دختر عطاء کیا ہے۔ صاحبزادہ صاحب برادرم سید شاہ محمد باقر سلمہ کالج میں زیر تعلیم ہیں۔ ماشاء اللہ ہونہار اور حضرت کے نقش قدم پر گامزن ہیں۔ صاحبزادیوں میں دختر اول مطہرہ فیضیہ سلمہا زوجہ چودھری سید محمد علی آروی، دختر دوم شرفیہ فیضیہ سلمہا، دختر سوم صدیقہ فیضیہ سلمہا اور دختر چہارم مبارکہ فیضیہ سلمہا زوجہ جاوید اقبال۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گوہوں کہ اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اور مخدوم جہاں شرفاء بہاری قدس سرہ، کے ذریعہ اور وسیلہ سے ان تمام عزیزوں کو دین دنیا میں سرخروئی عطاء کرے، ترقی کی اعلیٰ منزلیں طے کرائے، ہمیشہ شاد و آباد رکھے اور تمام بلاؤں، تمام مصیبتوں اور شر و فساد سے محفوظ رکھے۔ آمین

پیرو مرشد حضرت سید شاہ محمد مصطفیٰ حسنؔ مدظلہ کو بچپن سے شاعری کا شوق تھا۔ اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں طبع آزمائی کی ہے۔ آپ کے کلام میں صوفیانہ رنگ غالب ہے۔ تصوف سے فطری لگاؤ کی بنا پر آپ نے حمد و نعت زیادہ کہے ہیں۔ نعت شریف بڑے خوبصورت اور دلکش انداز میں پڑھتے ہیں۔ نمونہ کلام صفحہ پر ہے۔

پیرو مرشد حضرت مولانا سید شاہ محمد مصطفیٰ حسن فردوسی مدظلہ العالی گذشتہ آٹھ نو سال سے صاحب فراش ہیں اور صبر ایوبی کی سنت پوری کررہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے برگزیدہ بندے حضرت مخدوم جہاں کے صدقے اور وسیلے سے آپ کو صحت کلی عطا کرے اور ہم بھٹکے ہوؤں کے لئے ذریعہ ہدایت بنائے۔ آمین ثم آمین

مورخہ ۶ نومبر ۱۹۹۰ء مطابق ۱۸ رجب ۱۴۱۱ھ بروز جمعرات بوقت دو بجکر دس منٹ پر کراچی میں آپ کا وصال ہو گیا۔ تخی حسن قبرستان میں آسودہ خاک ہیں۔

شجرہ و نقشہ اولاد سید شاہ محمد مصطفیٰ حسن فردوسی مدظلہ

درود شریف فردوسیہ علیہ

اللّٰھم صل علی سیدنا محمد کان علیا فی درجاتہ ○ حسینا فی وفاتہ ○ زین العابدین فی
عبادتہ ○ باقرا فی محامدہ ○ جعفرا فی کلامہ ○ کاظما فی حلمہ ○ علیا فی رضائہ ○
معروفا فی عرفانہ ○ سریا فی اسرارہ ○ جنیدا فی جندہ ○ ممشادا فی مدارجہ ○ احمدا
فی تجلیاتہ ○ محمدا فی جمالہ ○ وجیہ الدین فی اصحابہ ○ ضیاء الدین فی انوارہ ○ نجم الدین
فی عظمتہ ○ سیف الدین فی اصحابہ ○ بدر الدین فی افاضتہ ○ رکن الدین حسناتہ ○ نجیب الدین
فی درجاتہ ○ شرف الدین فی شریعتہ ○ مظفرا فی جلالہ ○ حسینا فی ولایتہ ○
حسنا فی نسبہ ○ بھراما فی سخاوتہ ○ ایوبا فی احوالہ ○ قاضنا فی معرفتہ ○
ابو الفتح فی ارشادہ ○ علیا فی تسلیمہ ○ علاء فی تعظیمہ ○ قطبا فی اضابتہ ○
محی الدین فی احیاء القلوب ○ رکن الدین فی تفضلاتہ ○ محمد بھیکہ
فی علمہ ○ حسن علی فی حبہ ○ حسینا فی حسنہ ○ امیرا فی مملکتہ ○
امینا فی خلقتہ ○ حیاتا فی احکامہ ○ سجادا فی سجدہ ○ وعلی الہ
الطاھرین ○ واصحابہ المقربین وعلی الذین یطلبون شفاعۃ
الکبری وسلم ○

تیری شان جل جلالہٗ

ترا نام کتنا ہے دلربا تیری شان جل جلالہٗ
ترا اسم باعثِ صد شفا تیری شان جل جلالہٗ

نہ وہ دل ہے جس کو فدا کروں نہ وہ عقل ہے کہ میں وا کروں
ترے فضل کا ہے بس آسرا تیری شان جل جلالہٗ

تو حکیم ہے تو علیم ہے تو رحیم ہے تو کریم ہے
ترا فضل و بخشش بر ملا تیری شان جل جلالہٗ

میرا فسق گرچہ کبیر ہے تیرا عفو اس سے کبیر ہے
تیری ذات عفو و کرم عطا تیری شان جل جلالہٗ

میں تو تیرے در کا فقیر ہوں میں حقیر ہوں میں حقیر ہوں
مجھے اپنے فضل سے دے خدا تیری شان جل جلالہٗ

تو عظیم سے بھی عظیم تر ترا فضل سب سے قدیم تر
بطفیل ایں ہمہ اھدنا تیری شان جل جلالہٗ

تیرا حق تو ہے کہ ادا کروں یہ ادا کروں تو وہ کیا کروں
تیرے فضل کی نہیں انتہا تیری شان جل جلالہٗ

میں گناہگار سہی مگر حسن جائے چھوڑ کے کس کے در
تیرے باب رحم پہ ہوں کھڑا تیری شان جل جلالہٗ

لا الٰہ الا اللہ

صدائے مرغِ چمن لا الٰہ الا اللہ — بہارِ کوہ و دمن لا الٰہ الا اللہ
نکھر کے پردہ گل سے کسی نے دی صدا — بساطِ حسن چمن لا الٰہ الا اللہ
اسیر حسن ازل کی زباں پہ لیل و نہار — فغانِ صبح قرن لا الٰہ الا اللہ
ترا مزاق تلطف یہ ترا رنگ شباب — فسونِ سرو علن لا الٰہ الا اللہ
رفیق اہل سعادت فغان نیم شبی — سرودِ بزم کہن لا الٰہ الا اللہ
اگرچہ حسن ازل کو نیاز عشق نہیں — صدائے شوق حسن لا الٰہ الا اللہ

نہ صبح وصل کی جوشش نہ شام غم کا قلق — اسیر حسن ذقن لا الٰہ الا اللہ
کشاکش دل عاشق سرور ذوق جمال — یہ باب دارو رسن لا الٰہ الا اللہ
کبھی وہ چشمِ بتاں کے شرار تمکین میں — کہیں یہ زلف شکن لا الٰہ الا اللہ
جو شوق دل میں تھا ان کے پذیر حسن ہوا — نگار و باغ و سمن لا الٰہ الا اللہ
کبھی یہ شوخیِ آہو کبھی حسن خرام — یہ سوزو ساز و لحن لا الٰہ الا اللہ
شباب لالہ و گل بافغان مرغ اسیر — سرورِ رنج ومحن لا الٰہ الا اللہ

سمجھ سکا نہ کوئی راز حسن مخفی کا
عجب ہے رمزِ حسن لا الٰہ الا اللہ

عرضی بحضور

رب العلاء

یا راحم العطایا یا غافر الخطایا — بندوں پہ اپنے کیجئے رحم و کرم خدایا
عرق گنہ میں ڈوبے حاضر ہیں تیرے بندے — در پہ ترے کرم کے دست طلب اٹھائے
احوال سے تو واقف یا ساتر العیوب — یا عالم الغیوب یا غافر الذنوب
گرچہ کہ ہم نہیں ہیں لائق کے پیش ہوتے — اس روسیہ کو لے کر در پہ تمہارے آتے
لیکن کہاں پہ جائیں دکھ کس کو ہم سنائیں — کوئی نہیں ہے ایسا جس کی پناہ چاہیں
اے لا شریک مالک یکتا ہے ذات تیری — تیرے سوا کسی کی ہستی نہیں ہے باقی
مرضی پہ تیرے ہوتا ہے کام اس جہاں کا — تیرے حکم کے تابع ہر ذرہ دو جہاں کا
"اے بے نیاز مالک مالک ہے نام تیرا — عصیاں ہے فعل میرا بخشش ہے کام تیرا"
تیرے غریب بندے امت تیرے نبی کے — ظلم و ستم کے مارے بوسیدہ حال زارے*
بے کس و بے سہارے پھرتے ہیں مارے مارے — محروم آشیانے زاریدہ دلفگارے
بہرکرم نگا ہے برحال زارما کن — ہم عاصیوں پہ اپنے چشم فضل کو وا کن
یہ سب ہمارے اپنے اعمال کی سزا ہے — جو کچھ ہوا ہے سب کچھ اپنا ہی آئینہ ہے
اللہ اپنے عاصی بندوں کی اب خبر لے — بہرکرم ہمارے زخم جگر کو بھر دے
ذالجود و الکرم تو غفار نام تیرا — عصیاں ہے فعل میرا بخشش ہے کام تیرا

سبحانک لاالٰہ انت یا حنان یامنان

اللّٰہ حلیمٌ اللّٰہ کریمٌ اللّٰہ حکیمٌ اللّٰہ عظیم
اللّٰہ حفیظٌ اللّٰہ جلیلٌ اللّٰہ عزیزٌ اللّٰہ رحیم
اللّٰہ رقیبٌ اللّٰہ ودودٌ اللّٰہ وکیلٌ اللّٰہ کفیل
اللّٰہ معیزٌ اللّٰہ علیٌ اللّٰہ رشیدٌ اللّٰہ علیم

اللّٰہ سمیعٌ اللّٰہ بصیرٌ اللّٰہ لطیفٌ اللّٰہ خبیر
اللّٰہ مَلِکٌ اللّٰہ برٌّ اللّٰہ رؤفٌ اللّٰہ رحیم
اللّٰہ احدٌ اللّٰہ حمدٌ اللّٰہ ربٌّ اللّٰہ معبیر
اللّٰہ مجیبٌ اللّٰہ حسیبٌ اللّٰہ وہابٌ اللّٰہ کریم

اللّٰہ متینٌ اللّٰہ ولیٌ اللّٰہ حمیدٌ اللّٰہ مصیر
اللّٰہ حقٌّ اللّٰہ شہیدٌ اللّٰہ مجیدٌ اللّٰہ نعیم
اللّٰہ جمالٌ اللّٰہ جمیلٌ اللّٰہ معیدٌ اللّٰہ قدیر
اللّٰہ فردٌ اللّٰہ وترٌ اللّٰہ مقیتٌ اللّٰہ قدیر

اللّٰہ غنیٌ اللّٰہ علیٌ اللّٰہ قویٌ اللّٰہ کبیر
اللّٰہ شکورٌ اللّٰہ غفورٌ اللّٰہ عفوٌ اللّٰہ کریم

نعت

بہ ہجرت دلفگارم یا محمدؐ — کرم برحال زارم یا محمدؐ
بریدہ آمدہ ام از جہانے — امید لطف دارم یا محمدؐ
بہ صدقے وقت پاک بیعت رضواں — نظر الطاف خواہم یا محمدؐ
زمانہ در سر پیکار جنگم — نہ دارم جز تو یارم یا محمدؐ
درت حاجت روائے ماہمہ است — توئی سلطان عالم یا محمدؐ
چہ خواہم تخت خسرو چوں بہ خلوت — جمال یار یابم یا محمدؐ
تمنائے حسن است بر در تو — شب عمرم گذارم یا محمدؐ

شجرہ عالیہ فردوسیہ

فضل کر یارب محمد مصطفےٰ کے واسطے   سرورِ کونین احمد مجتبیٰ کے واسطے
شاہ شاہانِ رسل خیر الوریٰ کے واسطے   فضل کر یارب امام الاصفیا کے واسطے
یا علی مولائے کل بابِ رسل سرِ خدا   اور حسینا جانِ وصفِ اولیا کے واسطے
یا امام العابدین یعنی علی ابن حسین   قبلہ گاہے طائفۂ اہل صفا کے واسطے
باقر و جعفر و کاظم اور علی موسیٰ رضا   اہل بیت نور عرش کبریا کے واسطے
خواجہ معروف کرخی اور سری سقطی جنید   خواجہ ممشاد و احمد باخدا کے واسطے
پیشوائے شرع مصطفوی و شمع عارفاں   ابن عبد اللہ محمد عمویہ کے واسطے
از طفیل وجیہ الدین و بونجیب و نجم دین   صاحبِ عشق و رضائے کبریا کے واسطے
از طفیل سیف الدین و بدر الدین و رکن دین   اور نجیب الدین فردوسی پیا کے واسطے
جان شرف الدین مظفر تن شود در عشق تو   صاحب عشق و وفا شرف العلیٰ کے واسطے
نوشہ توحید و حسن دائم جشن بہرام من   اور شہ ایوب کاہی باصفا کے واسطے
از طفیل قاضن و بوالفتح علی باصفا   اور علاء الدین مست با خدا کے واسطے
شاہ قطب الدین محی الدین و رکن الدین وبھیکہ   اور حیات و ہم حسن اہل وفا کے واسطے
یا الہ العالمین صدقے علی و میر الدین   اور امین دین متین شمع وفا کے واسطے
یا حیاتِ واقف اسرار حق حُسن ازل   وارث نورِھدیٰ ھادی الھدیٰ کے واسطے
میرے آقا میرے مولا احمد سجاد حق   ان کے وصف عفو و لطف و سخا کے واسطے
از طفیل واثقاں سرحسن بروئے تو   جملہ ارباب وفا و مقتدا کے واسطے
سہل کریارب امور دین و دنیا از کرم   باغلامان شرف حاجت کشاں آوردہ ام

یا الہ العالمین انت رجاء السائلین
فضل کر یارب بحق جملہ اسمائے حسنین

غزل

اے کہ محراب دلم ابروئے تو   قبلہ و کعبۂ من خوش روئے تو
رشکِ گلشن صد ہزاراں می شود   چو صبا آید زراہِ کوئے تو
آرزوئے ما غلامت ایں بس است   ہر کجا ہر سو رسد خوشبوئے تو
نیست گنجد در دلِ ما یک نفس   جز خیالِ تو جمالِ روئے تو
ہم چو پروانہ کنم طوف مدام   پیشِ روئے شاہدِ مہ روئے تو
ایں منم خواہم کہ بوسم تا ابد   نقشِ پائے خاک و سنگِ کوئے تو

چوں رقصم پیشِ جاناں شد   بہ حالِ شوق مستانہ
نگاہ یار شگفتہ   ہمیں رقصد بہ تابانہ
سرورم تلطف آں   سبوئے جام و پیمانہ
بدستِ ساقی مہ برخ   چو تو شم جام رندانہ
نہ دارم فرق ایں و آں   بہ حالِ شوق مستانہ
کنم پرواز در آں دم   بہ سوئے عرش شاہانہ

چوں شمعِ حسن افروزد   بہ آید گرد پروانہ
فدائے جاں کند براو   بہ حالِ شوق مستانہ
نہ می بیند کہ سوزد جان   شود از حال بیگانہ
تمیزِ من و تو باقی   نہ ماند بر درِ جاناں
بہ شوقِ زینتِ محفل   شود از جاں بیگانہ
چرا غافل کند ایں جا   کہ باز آید شہانی
نہاں انگشت در دنداں   بگوید ایں چہ حیرانی
چہ میرم مختصر ایں است   چہ شوقِ رقص تابانی

غزل

جلوۂ انداز جانانہ بھی یاد آتا رہا
ساغر و مینا و میکدہ بھی یاد آتا رہا

اک تماشا گاہِ عالم ان کی بزم شوق ہے
میکشوں کا اور اترانا بھی یاد آتا رہا

زندگی لحظہ بہ لحظہ کروٹیں لیتی رہی
ہر فریب شوق کا ملنا بھی یاد آتا رہا

اہل تمکین میری وحشت پر بہت حیرت میں ہیں
مجھ کو ان کے حال پہ رونا بھی یاد آتا رہا

جلوۂ جاناں کی لذت کچھ جدا باتوں میں ہے
گاہے چھپنا سامنے آنا بھی یاد آتا رہا

فرط احساس غم فرقت نے جب گھیرا مجھے
ان کا آنا بے حجابانہ بھی یاد آتا رہا

کچھ عجب ہیں فرقت و بیم و رجا کی منزلیں
گاہے رونا خود بخود ہنسنا بھی یاد آتا رہا

چشم حو یا کی تھکن سے نیند جب طاری ہوئی
چپ سے ان کا سامنے آنا بھی یاد آتا رہا

جب طواف کوچۂ جاناں کو ہم نکلے حسن
راہ میں ہر دل کا گھبرانا بھی یاد آتا رہا
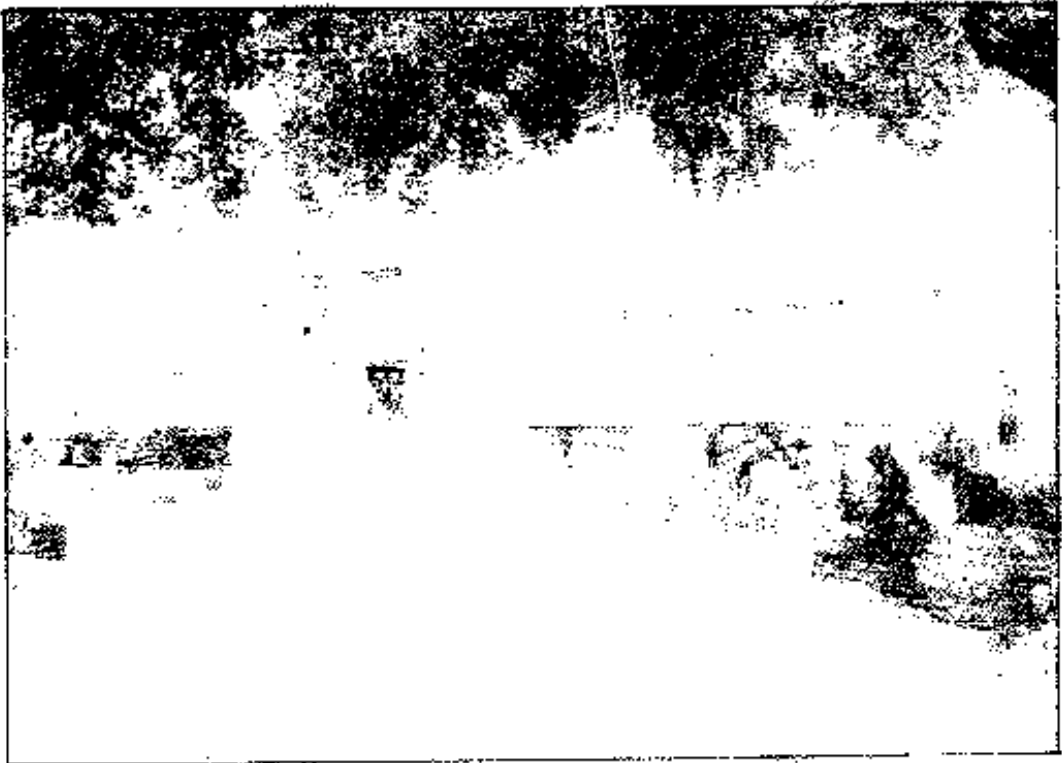
درگاہ حضرت بی بی کمال بکوری قدس سرہا کی عیدگاہ اور دروازہ

سید شہاب الدین پیر جگجوت عظیم آبادیؒ

سلسلہ سہروردیہ کے سب سے پہلے بزرگ جو ہندوستان تشریف لائے وہ حضرت سید شہاب الدین پیر جگجوت قدس سرہ، العزیز ہیں۔ آپ شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ اپنے پیر کے حکم سے ہندوستان تشریف لائے۔ آپ اصل رہنے والے کاشغر کے تھے۔ اکثر تذکرہ نگاروں نے آپ کے والد سلطان سید شاہ محمد عرف شیخ عبدالرحمٰن کو کاشغر کا بادشاہ اور آپ کو کاشغر کا شہزادہ لکھا ہے۔ اور بعضوں نے قاضی کاشغر لکھا ہے۔ بہرحال یہ بات مسلّم ہے کہ آپ کاشغر کے امراء میں سے تھے۔ امارت و ریاست کو خیرباد کہہ کر آپ تبلیغ دین کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ کاشغر سے ایران اور ایران سے لاہور تشریف لائے اور ہندوستان کے مختلف علاقوں کی سیر کرتے ہوئے صوبہ بہار کے ایک موضع عالم پور جیٹھلی میں مستقل رہائش اختیار فرمائی۔ آپ کی پیدائش ۵۷۰ھ کو کاشغر میں ہوئی۔ آپ کی اہلیہ بی بی مریم عرف ملکہ جہاں خاتون حضرت سید وجہ الدین کاشغری کی صاحبزادی تھیں۔ آپ کو بھی شیخ شہاب الدین سہروردیؒ سے بیعت حاصل تھی۔ پیر جگجوت کے ہندوستان آنے کا زمانہ خلجی دور حکومت میں قیاس کیا گیا ہے۔

حضرت پیر جگجوت قدس سرہٗ حسینی سادات میں تھے۔ اور آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام جعفر صادقؓ کے واسطہ سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ جناب پروفیسر محمد معین الدین دردائی مرحوم نے اپنی کتاب "تاریخ سلسلہ فردوسیہ" میں آپ کا نسب نامہ تحریر کیا ہے وہ درج ذیل ہے۔

سید شہاب الدین پیر جگجوت بن سلطان سید شاہ محمد بن سید شاہ احمد بن سید شاہ ناصر الدین بن سید یوسف بن سید حسن بن سید قاسم بن سید موسیٰ بن سید حمزہ بن سید داؤد بن سید رکن الدین بن سید قطب الدین بن سید اسحاق بن سید اسماعیل بن امام جعفر صادقؓ بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن حضرت امام حسین بن حضرت بی بی فاطمہ بنت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

جناب مولانا حکیم سید محمد شعیب پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "اعیان وطن" میں آپ کو حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ کا مرید و خلیفہ لکھا ہے۔ جو خود سلسلہ سہروردیہ کے بہت بڑے بزرگ تھے۔ حکیم صاحب، حضرت پیر جگجوتؒ کے متعلق لکھتے ہیں۔ "پیر جگجوت قدس سرہ، صوبہ بہار کے بہت متقدم بزرگ ہیں۔ آپ کی ذات بابرکات سے صوبہ بہار میں فقر و عرفان کا بہت چرچا ہوا، صدہا طالبین حق مرتبہ کمال کو پہنچے، صدہا خدا رسیدہ مشائخ آپ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے اور سلسلہ سہروردیہ اور فردوسیہ کی اجازت حاصل کی۔ حضرت مخدوم یحییٰ منیریؒ، حضرت مخدوم آدم صوفیؒ، حضرت مخدوم حمید الدین قدس اسرار ھم۔ یہ تمام بزرگان شیخ وقت اور صاحب سلسلہ بزرگ تھے۔ ان سب بزرگوں نے خرقہ کبرویہ آپ ہی سے حاصل کیا.................. پیر جگجوت قدس سرہ، بہت بافیض اور کثیر الذریۃ بزرگ تھے۔ صوبہ بہار کا شاید ہی کوئی ایسا خاندان ہو جس کو آپ کی جزئیت نہ پہنچی ہوگی۔ آپ کی خصوصیات میں ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ کی اولاد میں صدہا اولیاء اللہ و مخدوم وقت ہوئے ہیں۔ اس لئے اہل تصوف آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نقش قدم پر تصور کرتے ہیں۔ یعنی جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریات طیبات میں صدہا انبیاء ہوئے اسی طرح حضرت کی اولاد میں کثیر در کثیر اولیاء اللہ ہوئے۔ حضرت مخدوم

پیر جگجوت کی چاروں صاحبزادیاں ولیہ کاملہ تھیں اور چاروں صاحبزادیوں کی شادیاں بھی مخدومین وقت ہی سے ہوئی تھی۔"

تمام تذکرہ نگاروں نے حضرت سید شہاب الدین پیر جگجوت قدس سرہٗ کی اولاد نرینہ کے سلسلہ میں کچھ تحریر نہیں کیا ہے۔ صرف آپ کی چار صاحبزادیوں اور ان کے ورثا کی تفصیل پیش کی ہے۔ حالانکہ حضرت مخدوم جہاں کے ملفوظات کے مطالعہ اور خصوصیت سے معدن المعانی میں مذکور ہے کہ آپ کی نرینہ اولاد بھی تھی جن سے آپ کا نسبی سلسلہ جاری ہے۔ اکثر ملفوظات میں مخدوم جہاں کے ماموں زاد بھائیوں کا ذکر ملتا ہے۔

حضرت بی بی رضیہ - حضرت پیر جگجوت قدس سرہٗ کی سب سے بڑی صاحبزادی بی بی رضیہ عرف بڑی بوا تھیں جن کی شادی حضرت مخدوم شیخ یحییٰ منیری ؒ سے ہوئی۔ جن کے صاحبزادے حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہٗ تھے، جنہیں سلطان المحققین، شیخ الاسلام، مخدوم الملک اور مخدوم جہاں جیسے بلند القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور جن کی بیشمار تصانیف سے مسلمانان عالم فیضیاب ہو رہے ہیں۔ حضرت بی بی رضیہ خود ایک ولیہ کاملہ خاتون تھیں جنھوں نے بڑی جانفشانی سے اسلامی اور شرعی احکام کے مطابق اپنی زندگی بسر کی۔ اور اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت بھی اسی نہج پر کی۔

حضرت بی بی حبیبہ - پیر جگجوت قدس سرہٗ کی منجھلی صاحبزادی بی بی حبیبہ عرف بی بی جیا اپنے وقت کی مخدومہ تھیں۔ اور حضرت سید موسیٰ ہمدانی قدس سرہٗ سے منسوب تھیں جن کے صاحبزادے حضرت سید احمد چرم پوش تیغ برہنہ جیسے پر جلال و پر شکوہ بزرگ تھے۔

حضرت بی بی کمال - حضرت سید شہاب الدین پیر جگجوت ؒ کی تیسری صاحبزادی حضرت بی بی کمال کاکوی تھیں۔ جن کا مزار صوبہ بہار کے موضع کاکو میں مرجع خلائق ہے۔ اور جن کی بزرگی اور فیض سے ایک زمانہ فیضیاب ہو رہا ہے۔ آپ کی شادی حضرت مخدوم سلیمان لنگر زمین کاکوی بن شیخ عبدالعزیز منیری بن امام محمد تاج فقیہ رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔ جنکے صاحبزادے مخدوم عطاء اللہ، صاحبزادی بی بی کمال (ہم نام والدہ) اور نواسہ حضرت شاہ حسین غریب دھکڑ پوش قدس اسرار ہم اپنے وقت کے صاحب کشف و کرامت بزرگ شمار کئے جاتے ہیں۔

حضرت بی بی جمال - حضرت بی بی جمال عرف بی بی جمالو پیر جگجوت قدس سرہٗ کی سب سے چھوٹی صاحب زادی، حضرت حمید الدین بن حضرت سید شاہ آدم صوفی قدس سرہٗ سے منسوب تھیں۔ حضرت مخدوم تیم اللہ سفید باز چشتی قدس سرہٗ آپ ہی کے صاحبزادے ہیں۔

حضرت سید شہاب الدین پیر جگجوت قدس سرہٗ نے ۲۱ ذیقعد ۶۶۹ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار موضع عالم پور جنھلی، ضلع پٹنہ میں برلب دریائے گنگ واقع ہے اور کچی درگاہ کے نام سے موسوم ہے۔ آپ کا مزار خام مٹی کا ہمیشہ سیلاب گنگا سے محفوظ رہتا ہے۔ آپ کے پاس ہی آپ کی اہلیہ بی بی ملکہ جہاں خاتون کا مزار اقدس ہے۔ کچھ فاصلہ پر آپ کے سمدھی حضرت سید آدم صوفی کا مزار ہے جو پکی درگاہ کے نام سے موسوم ہے۔ راقم الحروف کی نانی محترمہ کے نانا حضرت میر سید قاسم شیر رضوی رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت پیر جگجوت قدس سرہٗ کے احاطہ مزار میں آسودہ خاک ہیں۔

نقشہ اولاد پیر جگجوت عظیم آبادی۔
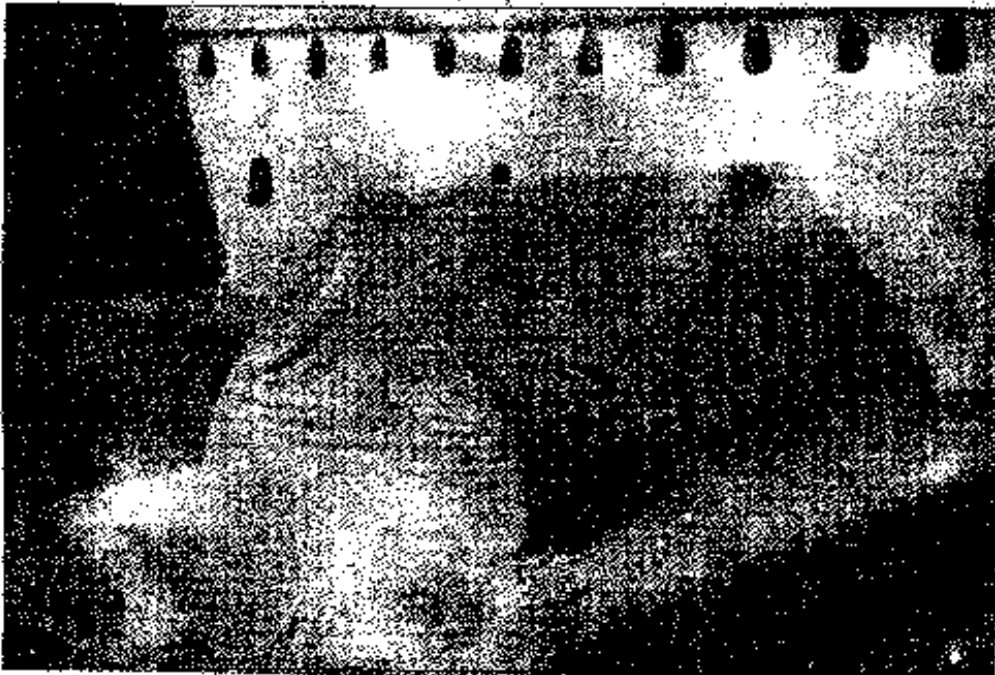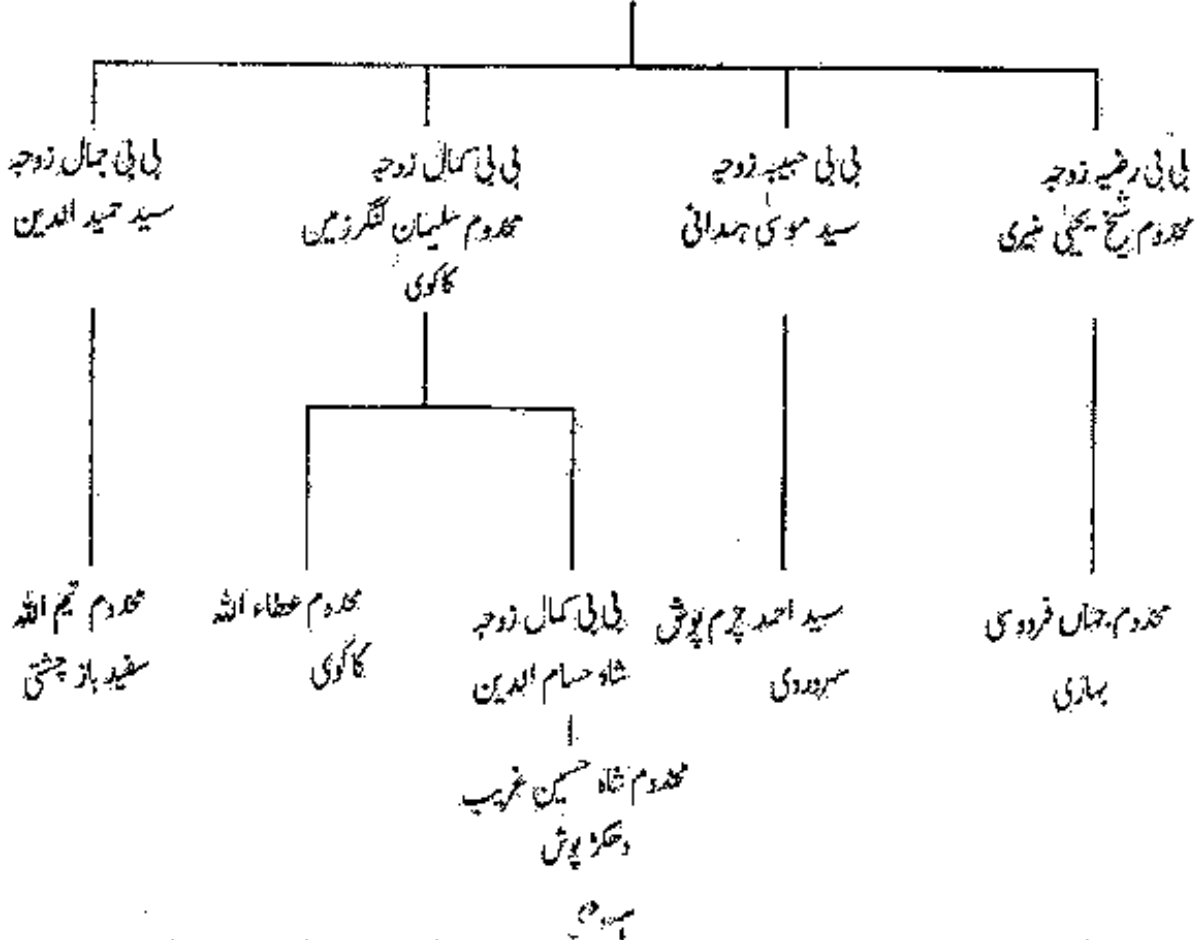
لوح مزار حضرت بی بی کمال کاکوی قدس سرہا

ملک العشاق
حضرت مولانا مظفر شمس بلخی قدس سرہ

مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ قدس سرہٗ العزیز کے سب سے چہیتے اور عزیز ترین مرید، خلیفہ خاص اور سجادہ حضرت مولانا شیخ مظفر شمس بلخیؒ اپنے وقت کے سربر آوردہ علماء اور صاحب کشف و کرامت بزرگوں میں تھے۔ مولانا کو اپنے پیرو مرشد سے انتہائی حد تک عشق تھا۔ یہاں تک کہ آپ حلقہ صوفیاء اور وابستگان سلسلہ فردوسیہ میں ملک العشاق کے لقب سے یاد کئے جانے لگے۔ یہ ایک فطری عمل ہے کہ جب عاشق صادق اپنے محبوب کی محبت میں گم ہوجاتا ہے اور اپنی ذات کی نفی کر دیتا ہے تو محبوب کو بھی اپنے عاشق سے محبت ہوجاتی ہے۔ اور معاملہ " تو من شدی من تو شدم " تک پہنچتا ہے۔ کچھ اسی قسم کا معاملہ مخدوم جہاں اور مولانا کے درمیان تھا۔ " تن شرف الدین جان مظفر، جان شرف الدین تن مظفر، شرف الدین مظفر، مظفر شرف الدین جیسے محبت بھرے جملے مخدوم جہاں کی زبان مبارک سے نکلے۔ حضرت مولانا مظفر بلخیؒ اپنے پیر کے حکم کے مطابق تجدید علم ظاہری کے لئے کئی سال دہلی میں مقیم رہے۔ تکمیل علم کے بعد بادشاہ نے آپ کو ایک کو شک میں طلباء کی تعلیم کے لئے مقرر کیا۔ دہلی سے واپسی پر آپ کی باطنی تعلیم کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ آپ نے سالہا سال اپنے پیر کے ساتھ راجگیر میں چلہ کشی کی اور سخت سے سخت ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہے۔ پھر خانقاہ کی خدمت سپرد ہوئی۔ خانقاہ میں مقیم فقراء اور درویشوں کی خدمت کرتے اور مطبخ کا انتظام و انصرام کا کام انجام دیتے۔ یہاں تک کہ مطبخ کے لئے جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے۔ جسمانی محنت، شب بیداری اور سخت ریاضت و مجاہدہ سے آپ سوکھ کر کانٹا ہوگئے تھے۔ جسم میں صرف ہڈی اور چمڑا رہ گیا تھا، چہرہ مبارک پر جھریاں پڑگئی تھیں اور بدن پر چیتھڑے کے سوا کچھ نہ ہوتا جس میں جگہ جگہ گرہیں لگی ہوتیں۔ کہا جاتا ہے کہ خانقاہ کی خدمت کے دوران ایک روز مطبخ کے لئے لکڑیاں نہ تھیں آپ نے صبح سویرے جنگل کی راہ لی۔ درختوں سے لکڑیاں کاٹے اور شاخیں جمع کرنے میں کئی گھنٹے گزر گئے۔ واپسی میں تھکاوٹ سے چور لکڑی کا بوجھ سر پر اٹھائے خانقاہ کی طرف تشریف لارہے تھے کہ سرراہ ایک شخص دیدہ و دانستہ آپ سے ٹکرا گیا۔ اور آپ گر پڑے۔ لکڑی کے بوجھ، تھکاوٹ اور چوٹ کے باعث آپ جھنجھلا گئے۔ غیر ارادی طور پر زبان مبارک سے نکلا " افسوس بلخ نہ باشد " جب شام کی مجلس میں مخدوم جہاں سے آمنا سامنا ہوا تو مخدوم جہاں نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ " مظفر ا بوئے بلخ ہنوز باقی است۔ "

مولانا کا خاندان ۔ حضرت مولانا شیخ مظفر شمس بلخیؒ کے والد حضرت شیخ شمس الدین بلخیؒ ریاست بلخ کے شاہزادے اور حضرت سید ابراہیم ادھم بلخیؒ کی اولاد سے تھے۔ شیخ شمس الدین شہزادگی کی زندگی ترک کرکے اپنی اہلیہ تین لڑکوں اور ایک صاحبزادی کے ہمراہ بلخ سے ہندوستان تشریف لائے اور دہلی میں مقیم ہوئے۔ سلطان محمد تغلق نے ازراہ قدردانی دربار میں ایک اعلیٰ عہدہ عطا کیا۔ درباری سیاست، چپقلش اور رقابت سے آپ کا دل اچاٹ ہوگیا۔ اور آپ دہلی سے بہار چلے آئے۔ حضرت مخدوم جہاں کے خالہ زاد بھائی حضرت سید احمد چرم پوشؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہوگئے، دنیا سے کنارہ کشی اختیار فرمائی اور خانقاہ میں گوشہ گیر ہو کر یاد الٰہی میں مشغول رہنے لگے۔ دہلی میں جب آپ کی اہلیہ کو آپ کا حال معلوم ہوا تو تمام مال و متاع غربا میں تقسیم کرکے معہ اہل و عیال بہار چلی آئیں۔

حضرت شیخ شمس الدین بلخیؒ کے تین صاحبزادوں میں مولانا مظفرؒ سب سے بڑے ، شیخ معزالدین منجھلے اور شیخ قمرالدین سب سے چھوٹے تھے۔ شیخ شمس الدینؒ کی اہلیہ اور دو صاحبزادے حضرت معز اور حضرت قمرالدین ، حضرت سید احمد چرم پوش قدس سرہٗ سے مرید ہوئے۔ مولانا کی طبیعت مخدوم جہاں کی طرف مائل تھی۔ اپنے والد کی اجازت سے مخدوم جہاں حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری فردوسی قدس سرہٗ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوگئے۔ مختصر یہ کہ ریاست بلخ کے شاہی خاندان سے تعلق رکھنے والے اس کنبے نے عیش و عشرت کی زندگی ترک کیا ، بوریہ نشینی کو تخت نشینی پر ترجیح دی اور مورث اعلیٰ حضرت سلطان سید ابراہیم ادھم بلخیؒ کی سنت پر عمل پیرا ہوا۔ تذکروں میں ہے کہ جب شیخ شمس الدینؒ دہلی سے روانہ ہوئے اور بہار شریف کے قریب پہنچے تو حضرت سید احمد چرم پوش قدس سرہٗ نے اپنے مریدوں سے کہا۔ مرا ایک دوست آرہا ہے۔ اور سب کو ساتھ لیکر ان کے استقبال کو باہر تشریف لائے۔

نسب نامہ - حضرت مولانا شیخ مظفر شمس بلخیؒ کا نسب نامہ جناب قاضی سید عبدالحسین کسری مرحوم نے اپنی کتاب " تاریخ الشرفا " قلمی میں تحریر کیا ہے وہ اس طرح ہے۔

مولانا مظفر بلخی بن سید شمس الدین بن سید علی بن سید حمید الدین بن سید سراج الدین بن سید سلطان محمود بن سید سلطان ابراہیم ادھم خرد بن میر سید سلیمان بن میر سید نصیر الدین بن میر سید محمد بن میر سید امیر بن امیر سید یعقوب بن امیر سید احمد بن امیر سید اسحاق بن امیر سید زید بن امیر سید محمد بن امیر سید قاسم بن امیر سید علی اصغر (کہ نامش امام زید بود) بن حضرت امام زین العابدینؓ بن حضرت امام حسینؓ بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ -

بلخ میں ایک صحیح النسب سید بزرگ حضرت سید سلیمانؒ تھے جن کی شادی فرمانروائے بلخ سلطان ابراہیم بن سلطان ادھم بلخی سے ہوئی تھی۔ سلطان ابراہیم بن سلطان ادھم خلیفہ دوم امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کی اولاد سے تھے۔ حضرت سید سلیمانؒ کو دختر سلطان ابراہیم کے بطن سے ایک صاحبزادے ہوئے جن کا نام سید ابراہیم ادھم بلخی رکھا گیا۔ اس طرح حضرت سید ابراہیم ادھم بلخی خرد اپنے والد سید سلیمان کی طرف سے زیدی سادات سے تھے اور ننھیالی سلسلہ سلطان ابراہیم بن ادھم کلاں سے ہوتا ہوا حضرت عمر فاروق بن خطابؓ سے جا ملتا ہے۔

حضرت مولانا شیخ مظفرؒ ایک بہت بڑے عالم تھے۔ تمام علوم دینی و دنیوی میں مہارت رکھتے تھے۔ احکام شریعہ کی پابندی کو ضروری جانتے تھے۔ اپنی طبیعت کے میلان کے مطابق اور والد کی اجازت سے مخدوم جہاں کی خدمت میں حاضر ہو کر اول اول علمی مسائل پر گفتگو کا آغاز کیا۔ دوران گفتگو اکثر مسئلہ میں آپ " لانسلم " کہتے۔ لیکن مخدوم جہاں آپ کے ہر سوال کا نرمی سے جواب دیتے اور مشکلات حل کرتے رہے۔ آخر مولانا کی تشفی ہوگئی اور حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ مخدوم جہاں نے آپ کو مرید کیا اور فرمایا۔ " مولانا ! راہ طریقت کی مشغولی بغیر علم کے نہیں ہوتی اور آپ نے اس وقت تک جو کچھ پڑھا ہے جاہ اور نفس پروری کے لئے تھا۔ اس لئے خلوص نیت سے راہ خدا میں دوبارہ علم حاصل کریں۔" آپ دو سال دہلی میں تجدید علم میں مشغول رہے۔ واپسی پر آپ کی باطنی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا۔ آپ نے راجگیر میں چلہ کشی بھی کی ، جہاں مخدوم کنڈ کے قریب آپ کا چلہ گاہ اب تک

زیارت گاہ عالم ہے۔

حضرت مولانا نے عبادت و ریاضت، مجاہدہ و نفس کشی میں اتنی محنت کی اور مشقت اٹھائی کہ جسم میں ہڈی چمڑا اور اس پر چیتھڑوں کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ ایک دن مولانا ہاتھ اٹھائے دہلیز میں کھڑے تھے۔ مخدوم جہاں کی نظر پڑی، قاضی زاہد کو مخاطب فرمایا اور کہا۔ زاہد! دیکھتے ہو یہ "لاتسلم" کہنے والا سلوک کی منزل کو کتنی تیزی سے طے کر گیا۔" دریائے رحمت کو جوش آیا، شیخ کی محبت اُمنڈ آئی اور نوازشوں کے بند کھل گئے۔ مولانا کے لئے اچھے کھانے اور کپڑے پیش کرنے کا حکم ہوا۔ حجرہ مبارک کو سجایا گیا۔ لیکن مولانا فقر و فاقہ کی لذت سے آشنا ہو چکے تھے۔ ہمی اور انانیت بالکل ختم ہو چکی تھی۔ لذیذ کھانوں اور اچھے کپڑوں کی طرف توجہ نہ فرمائی۔ انہیں شیخ کے علاوہ کچھ نظر ہی نہ آتا تھا۔ حضرت شیخ حسین نوشہ توحید بلخی سے روایت ہے کہ حضرت مخدوم جہاں کے مریدوں کی تعداد لاکھ سے زیادہ تھی۔ ان میں صرف چالیس حضرات واصل بحق کے درجہ پر تھے اور ان چالیس حضرات میں تین بزرگ یعنی حضرت مولانا مظفر شمس بلخی اور دو دوسرے بزرگ بہت اہم تھے۔ حضرت مولانا کو عشق کی آگ ودیعت ہوئی تھی اور بقیہ دو کو اس کا دھواں ... حضرت مخدوم جہاں کو اپنے دو خاص مرید اور خلیفہ حضرت مولانا مظفر اور حضرت شیخ نصیر الدین جونپوری سے بڑی محبت تھی۔ تذکروں میں ہے کہ جب مولانا، مخدوم جہاں کی خدمت میں حاضر ہوتے تو مخدوم جہاں دروازہ تک بڑھ کر ان کا استقبال کرتے اور جب شیخ نصیر الدین جونپوری آتے تو آپ دوزانو ہو بیٹھتے۔ قاضی زاہد نے جب وجہ دریافت کی تو مخدوم جہاں نے فرمایا۔ "کیا کروں جب مولانا مظفر آتے ہیں۔ تو دل کہتا ہوا بڑھتا ہے، بادشاہ آتا ہے، شاہ آتا ہے اور جب شیخ نصیر الدین آتے ہیں تو دل کہتا ہے کہ مولانا آتا ہے۔"

وفات نامہ (مخدوم جہاں) میں حضرت مولانا زین بدر عربی تحریر فرماتے ہیں کہ وصال سے ایک دن قبل ۵ شوال کو مولانا شہاب الدین نے، مولانا مظفر بلخی اور شیخ نصیر الدین جونپوری کا نام لیا اور فرمایا۔ ان دونوں کے باب میں کیا ارشاد ہوتا ہے؟ آپ نے بہت خوش ہو کر مسکراتے ہوئے اور اپنی تمام انگلیوں سے سینہ مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ "مظفر میری جان ہے۔ مرا محبوب ہے، مولانا نصیر الدین بھی اسی طرح ہیں۔ خلافت اور مقتدائی کے لئے جو شرائط و اوصاف ضروری ہیں وہ ان دونوں میں موجود ہیں۔ میں نے جو کچھ کہا ہے اس سے ان غریبوں کو فتنہ خلق سے محفوظ رکھنا مقصود تھا۔"

مخدوم جہاں نے مولانا کو جو خطوط تحریر فرمائے ان کی تعداد دو سو سے زیادہ تھی جن کو آپ ہر کس و ناکس کی نگاہ سے پوشیدہ رکھتے تھے۔ اور وصال کے وقت فرمایا تھا کہ ان خطوط کو میری قبر میں رکھ دینا اور ایسا ہی کیا گیا۔ لیکن ۲۸ خطوط کسی طرح دفن ہونے سے رہ گئے۔ وہ ۲۸ خطوط مطبوعہ ہیں اور ان کا اردو ترجمہ "مکتوبات بیست و ہشت" کے نام سے خانقاہ معظم بہار شریف سے چھپ چکا ہے۔ "مکتوبات بیست و ہشت" کے مطالعہ سے توحید کے سربستہ راز، ربوبیت کے اسرار، عشق کی وارفتگی، فنا و بقا کے درجات اور تصوف کے اسرار و رموز کے علاوہ حضرت مولانا مظفر شمس بلخی کی عظمت و رفعت، استعداد ظاہری و باطنی اور کمال و عروج کا بھی بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ مخدوم جہاں نے اکثر خطوط میں آپ کو مولانا اور امام کے لقب سے مخاطب کیا ہے۔

حضرت مولانا مظفر شمس بلخی قدس سرہ نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ سفر میں گزارا۔ آپ نے دہلی، ظفر آباد، جونپور، بنگال، مکہ مکرمہ، اور عدن کا سفر کیا۔ آپ کو ملک بنگال سے بڑا گہرا تعلق تھا۔ آپ نے بنگال کے شہر سنار گاؤں میں دو سال قیام فرمایا۔ آپ نے زندگی کے آخری ایام زیادہ تر مکہ مکرمہ اور عدن میں گزارے۔ ان ممالک میں تبلیغ دین اسلام اور سلسلہ فردوسیہ کے فروغ کی سعی کے ساتھ ساتھ عبادت و ریاضت اور ورد و وظائف میں مشغول رہے۔ عدن میں آپ "میر ہندی" کے نام سے مشہور تھے۔

حضرت مولانا رحمتہ اللہ علیہ کو گھر لٹانے میں بڑی لذت محسوس ہوتی اور یہ آپ کی عادت تھی۔ آپ نے اپنی زندگی میں تقریباً چالیس بار گھر لٹایا۔ اس طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ کی سنت پر عمل پیرا ہو کر صدیقیت کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔ حضرت شیخ حسین سمندر نوشہ توحید بلخیؒ فرماتے ہیں کہ جب آپ اپنا گھر لٹواتے تھے تو اس وقت میں چھوٹا تھا۔ کبھی میرا ہاتھ پکڑ کر گھر سے باہر نکل آتے تھے اور کبھی مجھ کو بھی بھول جاتے تھے۔ کوئی دوسرا آدمی میرا ہاتھ پکڑ کر ہجوم سے باہر لاتا تھا۔ آپ عوام کو جمع کرتے اور فرمادیتے کہ گھر میں جو کچھ ہے لے لو۔ اس طرح اکثر پڑھنے کی کتابیں بھی لٹ جاتیں، جن کو بعد میں حضرت حسین بلخی قیمت دیکر واپس لیتے۔ مال و متاع دنیوی کے لٹانے کا آپ کو ایسا چسکا تھا کہ ایک مرتبہ ایک ضرورت مند آیا سامنے شیخ حسین بلخی کا بچھونا پڑا تھا۔ سائل کو اٹھا کر دیدیا۔ دو تین دنوں بعد حضرت حسین بچھونا تلاش کرنے لگے تو آپ نے فرمایا، تم جانتے ہو میں بے دیانت ہوں پھر میرے پاس کیوں کوئی چیز رکھتے ہو۔ اس پر حسین نوشہ توحید نے کہا حضرت! سعادت میری ہے اگر آپ مجھے بھی کسی کو بخش دیں۔

کرامت و بزرگی۔

حضرت شیخ مظفر شمس بلخی قدس سرہ، سلوک کے انتہائی مدارج پر فائز ہونے کے باوجود ایک باشرع عالم باعمل تھے۔ اس لئے آپ سے کشف و کرامت اور خوارق عادات کا اظہار بہت کم ہوتا تھا۔ دوسرے آپ کے پیرو مرشد حضرت مخدوم جہاں اسے ناپسند فرماتے تھے۔ پھر بھی اکثر طبیعت سے مجبور ہو کر، شیخ کی محبت اور جلال کی حالت میں کرامت کا اظہار ہوجاتا۔ آپ نے اپنے مکتوب میں مخدوم جہاں کو تحریر فرمایا کہ میں جس راستے سے وضو کے لئے جاتا ہوں درخت مجھ سے باتیں کرتے ہیں۔ ایک درخت کہتا ہے کہ مجھ سے چاندی بنتی ہے۔ حضرت مخدوم نے جواب میں لکھا کہ تجربہ کرکے دیکھئے اگر غلط ہو تو وسوسہ سمجھئے اور لاحول پڑھئے۔ اگر صحیح ہو تو مجھے دکھایئے۔ مولانا نے اس درخت کے عرق کو تانبے پر ٹپکایا تو واقعی چاندی بن گیا جس کو آپ نے مخدوم جہاں کی خدمت میں بھجوادیا۔ حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری بہاریؒ نے اپنے ایک مکتوب کے ذریعہ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا۔ "برادرم! ایسی چیزیں تمہیں بہت دکھائی جائیں گی لیکن تم کو چاہئے کہ ان کی طرف توجہ نہ کرو۔ کیونکہ تمہاری منزل اس سے بہت آگے ہے۔"

فیروز شاہ تغلق کو جزام کا مرض لاحق ہوگیا تھا۔ جب کسی علاج سے فائدہ نہ ہوا تو دعاء کے لئے حضرت مخدوم جہاں کی خدمت میں حاضر ہوا۔ خادم خانقاہ مولانا مظفر بلخیؒ تھے، بادشاہ مہمان بن کر آیا تھا۔ بادشاہ کی ضیافت کے لئے روٹی اور پرند کا گوشت پیش کیا گیا۔ بادشاہ کے دل میں خیال گزرا کہ شاید یہاں بھی شفاء نہیں، اس لئے کہ کھانے میں وہی چیزیں ملی ہیں جو اس مرض میں نقصان دہ ہیں۔ مولانا بادشاہ کے وسوسہ سے آگاہ ہوگئے اور انہیں جلال آگیا۔ پکے ہوئے پرندوں کے گوشت کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ بادشاہ شکی ہے نہیں کھانے کا اڑ جاؤ۔ تمام پرندے اڑ گئے۔ جب مخدوم جہاں کو خبر ہوئی دوبارہ روٹی اور گوشت بھیجا، بادشاہ نے کھایا اور صحتیاب ہو کر واپس گیا۔

حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری فردوسیؒ اپنی والدہ کی کبیر سنی کی وجہ سے فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے ارض مقدس نہ جاسکے تھے۔ شیخ منہاج الدینؒ نے سات حج کئے تھے۔ اکثر وہ مخدوم جہاں کے حج نہ کرنے پر اعتراض کرتے اور مخدوم جہاں عذر شرعی بیان کردیتے۔ ایک دن شیخ منہاجؒ کے اسی اعتراض کے وقت مولانا بھی موجود تھے۔ انہیں جلال آیا، اپنا ہاتھ بڑھایا

ور کہا کتنا حج کیجئے گا؟ ان کے غلاموں کی آستین دیکھئے ۔ شیخ منہاج الدین اور وہاں موجود تمام افراد نے مولانا کی آستین میں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، حرم اور تمام مقامات کی زیارت کی۔ یہی وہ پہلا موقع تھا کہ مخدوم جہاں نے مولانا مظفر سے اپنی انتہائی خفگی کا اظہار فرمایا اور آئندہ کرامات کے اظہار کے لئے منع فرمایا۔ حضرت مخدوم جہاں کے وصال کے موقع پر مولانا مظفر بلخیؒ موجود نہ تھے۔ جب عدن میں آپ کو اپنے پیرو مرشد کے وصال کی خبر ہوئی تو واپس بہار تشریف لائے اس وقت یہاں سجادگی کا مسئلہ زیر بحث تھا۔ لیکن کسی خلیفہ کے پاس سجادگی کی سند موجود نہ تھی۔ حضرت مولانا نے حضرت شیخ حسین معدر نوشہ توحید بلخیؒ کو مخدوم جہاں کا عطا کردہ اجازت نامہ سجادگی لانے کے لئے کہا۔ حضرت شیخ حسین ابھی چند ہی قدم گئے تھے آپ نے انہیں روک دیا اور فرمایا۔ میرا پیر مردہ نہیں۔ لوگوں سے کہا مزار اقدس پر چل کر خود مخدوم رحمۃ اللہ علیہ سے معلوم کر لیتے ہیں۔ حضرت کے حکم سے سجادگی کا مسئلہ حل کرلیا جائے۔ جناب قاضی عالم وہاں موجود تھے انہوں نے لوگوں کو ایسا کرنے سے منع کیا اور آپ بالاتفاق مخدوم جہاں کے پہلے سجادہ نشین ہوئے اور سجادہ نشینی کا یہ سلسلہ آپ کے خاندان میں تقریباً ایک سو تیس سال باقی رہا۔ آپ کے خاندان کے آخری سجادہ جو بہار شریف میں خانقاہ مخدوم جہاں کے سجادہ رہے حضرت شیخ حافظ درویش بلخیؒ تھے۔ آپ نے ازراہ محبت و احترام مخدوم جہاں کے خاندان کے ایک بزرگ حضرت مخدوم شاہ محمد بھیکھ فردوسیؒ کو مسند سجادگی پر بٹھا کر خود علیحدہ ہو گئے اور موضع بیور نزد پھلواری شریف میں سکونت اختیار فرمائی۔ کئی پشتوں کے بعد حضرت سید شاہ برہان الدین بلخیؒ نے موضع فتوحہ، ضلع پٹنہ میں ایک خانقاہ فردوسیہ، شرفیہ، بلخیہ کی بنیاد ڈالی۔ جہاں سے تبلیغ دین محمدی اور سلسلہ فردوسیہ کی ظاہری و باطنی تعلیمات کا کام ہنوز جاری و ساری ہے۔ موجودہ صاحب سجادہ حضرت حکیم مولانا سید شاہ عظیم الدین بلخی فردوسی مدظلہ سالانہ اعراس کے علاوہ مسجد فتوحہ سے خطبات اور وعظ و نصیحت کا کام بھی انجام دیتے ہیں۔ جس سے لوگوں کی ایک بڑی تعداد فیضیاب ہو رہی ہے۔

وفات:۔ حضرت مولانا مظفر شمس بلخی قدس سرہٗ نے اپنی زندگی کے آخری ایام مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور عدن میں گزارے۔ مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران ۹ شوال کو آپ کے بھائی حضرت شیخ معزالدینؒ نے وصال فرمایا۔ اس حادثہ کا آپ کے دل پر بہت اثر ہوا اور فرمایا۔

"معزالدین! ہونا تو یہ کہ مجھے پہلے لے جاتے کیونکہ میں تم سے بڑا ہوں، پھر اپنے پیراہن کو ہاتھ میں لیکر کہا ہمارے اور تمہارے درمیان بس یہی پیراہن ہے"۔ حضرت معزالدین شمس بلخیؒ کا مزار اقدس مکہ شریف میں حضرت بی بی خدیجۃ الکبریٰؓ اور حضرت فضیل عیاضؒ کے روضہ کے قریب ہے۔ بھائی کے وصال کے بعد حضرت مولانا عدن تشریف لے گئے۔ اثنائے راہ عدن پیراہن مبارک پھٹ گیا۔ حکم ہوا پیوند لگایا جائے۔ حضرت شیخ حسین معدر نوشہ توحید بن شیخ معزالدین ساتھ تھے نیا جوڑا پیش کیا۔ مولانا نے پہننے سے انکار کیا اور فرمایا تم پہنو۔ پھر دستار کے لئے اصرار کیا۔ آپ نے اسے بھی قبول نہ فرمایا۔ عدن پہنچ کر آپ مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ حضرت حسینؒ ہمیشہ حاضر خدمت رہے۔ ان سے کبھی کبھی ارشاد فرماتے "میں اپنے شیخ کو دیکھتا ہوں لیکن وہ مجھ سے کچھ فرماتے نہیں۔" ایک دن صبح بشاش اٹھے۔ حضرت حسین بلخیؒ سے کہا مجھے اٹھاؤ اور تکیہ کا سہارا دو، آج کی رات میں نے اپنے شیخ کو اپنے مطلب کے مطابق دیکھا ہے اور ملاقات کی ہے۔ سفر آخرت کے روز آپ نے حضرت شیخ حسین معدر نوشہ توحید بلخیؒ کو ہر طرح کی اپنی اور اپنے پیر کی نعمتیں عطا کیں، نصیحتیں فرمائیں اور اپنا قائم مقام بنا کر بہار شریف کی مسند سجادگی تفویض فرمائی۔ آپ کا وصال بوقت سحر ۳، رمضان المبارک ۷۸۸ھ میں ہوا۔ آپ کا مزار اقدس عدن میں "روضہ پیر ہندی" کے نام سے مرجع خلائق ہے۔ تاریخ وصال "بہار شرف" سے نکلتی ہے۔

تصانیف :- آپ کی تصانیف میں ۔ ۱۲۲ مکاتیب کا مجموعہ ، رسالہ ہدایت درویشی ، شرح عقاید نسفی ، شرح مشارق انوار اور ایک دیوان مطبوعہ ہے۔

حضرت مولانا مظفر شمس بلخیؒ کی کوئی اولاد نہ تھی آپ اپنے برادر زادہ حضرت شیخ حسین سمندر نوشہ توحید بلخی بن حضرت شیخ معزالدین شمس بلخیؒ کی اپنی نگرانی میں پرورش و پرداخت کی ، تعلیم و تربیت سے آراستہ کیا اور خلافت عطا فرما کر مسند سجادگی پر بٹھایا۔ آج صوبہ بہار اور صوبے سے باہر خانوادہ بلخیہ کے افراد اپنے آپ کو حضرت مولانا ہی کی اولاد کہتے اور شمار کرتے ہیں۔

حضرت شیخ حسین سمندر نوشہ توحید بلخیؒ :- حضرت شیخ حسین نوشہ توحید بلخی قدس سرہ بن شیخ معزالدین شمس بلخی حضرت مولانا مظفر بلخیؒ کے بھتیجے اور پسر معنوی ہیں۔ آپ کی تعلیم و تربیت حضرت مخدوم جہاں فردوسی اور مولانا مظفر دونوں سے ہوئی۔ آپ کو بیعت مخدوم جہاں فردوسی اور خلافت و سجادگی مولانا سے ملی تھی۔ حضرت مخدوم جہاں نے حضرت مولانا مظفر بلخیؒ سے فرمایا تھا۔ " مظفر! تم سوزش رکھتے ہو تم سے کوئی اولاد نہ ہوگی۔ لیکن دلگیر نہ ہو کیونکہ معزالدین کی اولاد تمہاری ہی اولاد کہلائے گی۔ اور تمہارا فیضان اسی سے جاری رہے گا۔ "

حضرت شیخ حسین بلخی مظفر آباد میں پیدا ہوئے۔ تو مخدوم جہاں نے مولانا کو مبارک باد دی اور اپنا پیراہن اس مقصد سے کہ نومولود کا پیراہن اس کا سلوایا جائے اور اپنے رومال کا کلاہ سلوا کر بھیجا۔ کلاہ چھٹے روز آپ کو پہنایا گیا جو ساری زندگی آپ کے استعمال میں رہا۔ حضرت شیخ حسین بلخیؒ کی تصانیف درج ذیل ہیں۔

۱۔ حضرات خمس ۲۔ رسالہ قضاء وقدر ۳۔ رسالہ توحید خاص ۴۔ رسالہ توحید اخص الخواص ۵۔ رسالہ ذکرو جود اول ہدایت آں وبیاں معرفت، عالم و نہایت آں ۶۔ رسالہ دربیان ہشت چیز ذات و جہت، و نفس وصفت و اسماء و افعال و صورت جامعہ و صورت متفرقہ بر سبیل توضیح و تشریح براصطلاح موحدان ۷۔ اوراد فصلی ۸۔ گنج یخفی ۹۔ مکتوبات ۱۰۔ اجازت نامہ بنام مولانا حسن بلخیؒ ۱۱۔ دیوان فارسی۔

آپ کی دو شادیاں ہوئیں۔ پہلی شادی آپ کی کھیری بازید پور میں ہوئی۔ جن سے دو صاحبزادے حضرت سلیمان بلخی اور حضرت سیف الدین بلخی تھے۔ دوسری شادی آپ کے چھوٹے چچا حضرت شیخ قمر الدین شمس بلخیؒ کی صاحبزادی حضرت بی بی عروس سے ہوئی جن کے بطن سے حضرت شیخ حسن دائم جشن بلخیؒ تھے۔ حضرت شیخ حسین سمندر نوشہ توحید بلخیؒ کا وصال ۲۲ ذالحجہ ۸۴۴ھ کو ہوا۔ تاریخ وصال " گل بہار شرف " سے نکلتی ہے۔

حضرت شیخ حسن دائم جشن بلخی قدس سرہ :- حضرت شیخ حسن دائم جشن بلخی خاندان بلخیہ کے تیسرے بزرگ ہیں۔ جو اپنے والد حضرت شیخ حسین نوشہ توحید بلخیؒ کے بعد مخدوم جہاں کی مسند سجادگی پر رونق افروز ہوئے۔ آپ اپنے دادا حضرت مولانا مظفر بلخیؒ کی طرح جو دوسخا کے پیکر تھے۔ داد و دہش کی عادت آپ کو بچپن سے تھی آپ کے والد حضرت شیخ حسین بلخی فرمایا کرتے تھے۔ " میاں حسن کو اگر گھر بھر دولت مل جائے تو کچھ ہی دنوں میں اس سے فارغ ہوجائیں۔ بلکہ موقع ہاتھ آئے تو ہمیں بھی کسی کو بخش دیں۔ "

حضرت حسن بلخیؒ نے کچھ دنوں بیعت لینا ترک کردیا تھا۔ ایک رات خواب میں حضرت شیخ حسین بلخیؒ نے اس کا سبب

دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا مجھے اپنی آلودگیوں سے ہی دہشت ہوتی ہے۔ دوسروں کا ہاتھ کس طرح پکڑوں۔ حضرت شیخ حسین ؒ نے اپنی آستین سے ایک کاغذ نکالا اور فرمایا دیکھو تمہارا نام چوبیس پیروں کے نام کے اوپر لکھا ہے یا نہیں۔ اور کہا پیچھے مڑ کر دیکھو آپ نے پیچھے کی طرف دیکھا تو حضرت مولانا مظفر بلخی ؒ کو کھڑا پایا، ان کے پیچھے مخدوم جہاں اور ان کی پشت پر حضرت خواجہ نجیب الدین فردوسی ؒ کو اسی طرح تمام سلسلہ فردوسیہ کے بزرگوں کو کھڑا پایا۔ اس خواب کے بعد دوسرے ہی دن سے آپ نے بیعت لینا شروع کیا۔ آپ کا وصال ۲۱ رمضان المبارک ۸۴۴ھ کو ہوا۔ " بوئے گل بہار شرف " سے تاریخ وصال نکلتی ہے۔ آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ احمد لنگر دریا بلخی ؒ تھے۔

حضرت شیخ احمد لنگر دریا بلخی ؒ:-

حضرت شیخ احمد لنگر دریا بلخی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد شیخ حسن دائم جشن بلخی ؒ کے بعد خانقاہ معظم بہار شریف میں مخدوم جہاں کی سجادگی پر بٹھائے گئے۔ آپ ۲۷ رمضان المبارک ۸۲۹ھ کو پیدا ہوئے۔ شریعت و طریقت کی تعلیم اپنے جد امجد حضرت شیخ حسین اور والد حضرت شیخ حسن سے حاصل کی۔ آپ کا قول تھا کہ رقص کرنا، تالیاں بجانا، پاکوبی کرنا اور آستین جھاڑنا (دوران سماع) اس وقت تک بے معنی اور فعل عبث ہے جب تک کہ کوئی ایسا کرنے سے پہلے اپنی خودی نفسانیت، کبر و حسد اور مال و دولت پر لات نہ مارے۔

جناب پروفیسر معین دردائی نے مونس القلوب کے حوالے سے لکھا ہے کہ شیخ احمد لنگر دریا ؒ کہتے ہیں۔ " مکہ کے راستہ میں ایک مرتبہ جہاز ڈوبنے لگا اور دو روز تک تمام مسافر امید و بیم کے جھولے میں جھولتے رہے۔ ناامیدی نے ہر ایک کو دہشت زدہ بنا دیا تھا۔ میں اپنے تمام اہل و عیال کے ساتھ جہاز پر تھا۔ اور سوچتا تھا کہ خداوندا تیرے اس کام سے میں راضی ہوں۔ ضرور اس میں تیری کوئی مصلحت مضمر ہوگی۔ اسی اثناء میں میری لڑکی فاطمہ کو غنودگی آگئی تو اس نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خواب میں دیکھا کہ وہ تسلی دے رہے ہیں کہ تم لوگ متردد نہ ہو جہاز محفوظ رہے گا۔ اس کے بعد جہاز خطرہ سے باہر ہوگیا۔ "

حضرت شیخ احمد لنگر دریا قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے۔ کہ یوں تو مسلمانوں پر پانچ شکر واجب ہے۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نے وجود میں لایا، دوسرے یہ کہ حیوان بنایا جمادات نہ بنایا، تیسرے یہ کہ حیوان مطلق نہ بنایا بلکہ انسان بنایا، چوتھے یہ کہ اسلام کی دولت سے مالا مال کیا۔ پانچویں یہ کہ حضرت ختم المرسل احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ؐ کی امت میں بنایا۔ لیکن مجھ پر ایک شکر اور واجب ہے وہ یہ کہ حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری ؒ کے غلاموں میں شمار کرایا۔

حضرت شیخ احمد بلخی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۱۹، رمضان المبارک ۸۹۱ھ کو ہوا تاریخ وصال " ہوائے طیب بوئے گل بہار شرف ہے " ۔ آپ کا ایک دیوان مطبوعہ ہے، جو مطبع حنفیہ پٹنہ میں چھپا ہے آپ کے دیوان کو دیکھنے سے آپ کی قادر الکلامی کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ کے کلام میں تصوف اور اخلاقی مضامین کے علاوہ دردمندی اور سوز و گداز پایا جاتا ہے۔

آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ ابراہیم سلطان بلخی فردوسی ؒ تھے جو بہار میں اپنے والد کی رحلت کے بعد مخدوم جہاں کی خانقاہ میں مسند سجادگی پر بٹھائے گئے۔

نقشہ اہل خاندان بلخیہ فردوسیہ

سلطان سید شمس الدین بلخی

سید قمر الدین بلخی — بی بی عروس

سید معز الدین بلخی

(۱) - مولانا سید مظفر شمس بلخیؒ

محل ثانی

(۲) - سید حسین سمندر نوشہ توحید بلخیؒ

از محل اول ساکن کھمیری بازید پور

سید سیف الدین بلخی کھمیری بازید پوری

سید سلیمان بلخی

(۳) - سید حسن دائم جشن بلخی
(۴) - سید احمد لنگر دریا بلخی
(۵) - سید ابراہیم سلطان بلخی
(۶) - سید حافظ درویش بلخی
(متوطن بہار شریف ساکن موضع بیور)
(۷) - سید شاہ جیون بلخی
(۸) - سید شاہ فرید بلخی
(۹) - دیوان سید شاہ دولت بلخی
(۱۰) - سید شاہ نور محمد بلخی
(۱۱) - سید شاہ برہان الدین بلخی
(ساکن موضع فتوحہ)

سید غلام مظفر
سید مخدوم بخش (عدل پوری)
سید کفایت حسین
سید ابراہیم
سید ابو الحسن
سید شرف الدین (محی الدین پوری)
سید شاہ غلام معز الدین
حکیم سید معین الدین
زوج صالحہ خاتون
بنت سید محی الدین
بن میر سید جلال الدین
بن میر سید تفضل حسین عرف
میر گنگو اورنگپوری

(۱۲) - سید شاہ غلام معز بلخی
(۱۳) - سید شاہ تقی بلخی اول
(۱۴) - سید شاہ علیم الدین بلخی اول
(۱۵) - سید شاہ غلام مظفر بلخی

سید محمد یعقوب
سید محمد یوسف
بی بی قمر النساء
زوجہ سید عظیم الدین حیدر
بن سید محی الدین
بن میر سید جلال الدین
بن میر سید تفضل حسین
عرف میر گنگو
اورنگپوری
سید فاروق حیدر

(۱۶) - سید شاہ غلام شرف الدین بلخی
عرف شاہ درگاہی
(۱۷) - سید شاہ تقی بلخی دوم
(۱۸) - سید شاہ علیم الدین بلخی دوم

۱۶۔ سید شاہ غلام شرف الدین بلخی

سید سیف الدین بلخی بن سید حسین نوشہ توحید بلخی
سید آخوند شیخ بلخی
سید احمد حاجی الحرمین بلخی
سید جلال حاجی الحرمین بلخی
دیوان سید شاہ پیر بلخی
دیوان سید سیف الدین بلخی ثانی
دیوان رفیع الدین بلخی
سید شمس الدین بلخی
دختر زوجہ
سید حبیب اللہ
مورث اعلیٰ
عطاکا کوی
بی بی عاصمہ زوجہ
سید غلام معشوق رضوی
ساکن کھریا
بی بی واحد
سید عزیز اللہ بلخی
از محل ثانی
غلام شرف
بی بی عابدہ
غلام فردوس
سید غلام حسین بلخی
سید حیدر علی
سید رستم علی بازید پوری
سید غلام مخدوم رضوی
سید غلام صمدانی رضوی
ساکن موضع کھریا
سید میر علی رضوی
ماہر سید تفضل حسین رضوی
حاجی سید تجمل حسین رضوی
حافظ سید شاہ نذر الرحمن رضوی
بی بی وحیدن زوجہ
سید محمد حسین کسمری
سید معز الدین ساکن کوپا
سید شاہ واجد حسین
سید شاہ علیم الدین
سید شاہ امام الدین
سید نور الرحمن
سید خلیل الرحمن
بی بی عزیز النساء
زوجہ سید ظہیر الدین
بی بی مریم
بی بی قمرن
سید شاہ ضیاء الدین
بی بی صالحہ خاتون زوجہ
سید نظام الدین بن میر سید امیر الدین
بن میر سید تفضل حسین عرف میر ننگو
اورنگ پوری

حضرت مخدوم شاہ شعیب فردوسی قدس سرہ،

حضرت مخدوم شاہ شعیب فردوسی بن شیخ جلال بن شیخ عبدالعزیز بن حضرت امام محمد تاج فقیہہ قدس سرہ، حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری فردوسی قدس سرہٗ کے چچازاد بھائی اور خلیفہ تھے۔ آپ کے والد شیخ جلال کی شادی خاندان ہی میں بی بی سعیدہ بنت شیخ ابوبکر ساکن موضع کجاواں بن شیخ ابراہیم بن شیخ اسمٰعیل بن حضرت امام محمد تاج فقیہہ قدس سرہ، سے ہوئی تھی۔ حضرت مخدوم شعیب قدس سرہ، پیدائشی ولی تھے، جس کے آثار مادر شکم میں وجود پانے کے بعد ہی سے نمودار ہونے شروع ہوگئے تھے۔ ایک دن دوران تلاوت کلام پاک آپ کی والدہ بی بی سعیدہ پر غنودگی طاری ہوگئی اور آپ کو خواب ہوگئیں۔ جب آپ کے والد حضرت شیخ جلال کمرہ میں داخل ہوئے تو اہلیہ کو سوتا پایا لیکن تلاوت کلام پاک کی آواز صاف سنائی دی۔ غور کرنے سے منکشف ہوا کہ آواز مادر شکم سے آرہی ہے۔ حضرت شیخ جلال منیری کو یقین ہوگیا کہ عالم وجود میں آنے والا بچہ اپنے زمانہ کا ولی کامل ہوگا۔ آپ نے فوراً وضو کیا اور دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی۔

حضرت مخدوم شاہ شعیب قدس سرہ، کی پیدائش اپنی ناشیال موضع کجاواں میں ۶۸۸ھ کو ہوئی۔ آپ کا بچپن بھی حیران کن واقعات سے بھرا پڑا ہے۔ آپ کی عمر جب پانچ سال کی ہوئی تو والد بزرگوار کا وصال ہوگیا اور آپ کی پرورش آپ کے نانا شیخ ابوبکرؒ کے زیر سایہ ہوئی۔ آپ کا بچپن موضع کجاواں میں نانا جان کے زیر سایہ گزرا۔ نوجوانی کے حدود میں داخل ہوئے تو نانا کی انتہائی شفقت اور عیش و آرام کے باوجود آپ کا یہ حال تھا کہ ہر وقت خاموش رہتے اور دن بدن لاغر اور زرد ہوتے گئے۔ اطباء اور وید علاج میں ناکام ہوگئے۔ آخر ایک دن حضرت شیخ ابوبؒ نے آپ کو اپنے پاس بٹھایا اور بڑی شفقت و محبت سے ان کے حالات دریافت کئے۔ دوران گفتگو آپ نے فرمایا بستی کے ہم عمر لڑکوں، کے ساتھ کھیلنے کے لئے جب قبرستان کی طرف جاتا ہوں تو وہاں مُردوں کو عذاب قبر میں مبتلا پاتا ہوں اور ان کی تکلیف سے مجھے سخت غم ہوتا ہے اور کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ بچپن میں حضرت شیخ ابوبکرؒ نے آپ کی رسم بسم اللہ ادا کی اور کتاب شروع کرائی۔ تقریب بسم اللہ خوانی جاری ہی تھی کہ ایک اجنبی بزرگ تشریف لائے اور حضرت شیخ سے فرمایا یہ بچہ آپ کے سپرد کیا جاتا ہے، اس کی تعلیم میں پوری توجہ فرمائیں اور پھر وہ بزرگ غائب ہوگئے۔ ایک مرتبہ آپ مدرسہ میں دوسرے لڑکوں کے ساتھ پڑھ رہے تھے۔ استاد لڑکوں سے کسی بات پر ناراض ہوئے اور سب کو سزا دینی چاہی۔ تمام لڑکے سزا کے ڈر سے بھاگ گئے۔ آپ سزا سے بچنے کے لئے ایک شکستہ دیوار پر چڑھ گئے۔ جب استاد دیوار کی طرف بڑھے تو آپ نے دیوار کو ایڑ لگائی، دیوار زمین چیرتی ہوئی آگے چلنا شروع ہوئی۔ استاد صاحب یہ ماجرہ دیکھ کر متحیر ہوئے اور آپ کے نانا سے جاکر واقعہ بیان فرمایا۔

حضرت مخدوم شاہ شعیب قدس سرہ، عالم شباب میں موضع کجاواں کے قریب دانا پور میں جو اس وقت ایک بڑا جنگل تھا اور اب ایک فوجی چھاؤنی ہے گوشہ نشیں ہو کر عبادت الٰہی میں مشغول ہوئے۔ اکثر وقت نکال کر موضع کجاواں میں اپنی والدہ سے ملنے آجایا کرتے تھے۔ آپ کچھ دنوں حضرت مخدوم جہاں فردوسی قدس سرہٗ کے ساتھ راجگیر کے جنگل میں بھی چلہ کش رہے۔ آپ کے اندر عشق الٰہی کا جذبہ دن بدن شدید تر ہوتا گیا اور آپ نے طویل عبادت و ریاضت اور گوشہ نشینی کے خیال سے ضلع مونگیر کے زلزلوں و اصرہ کے خطرناک لق ودق جنگل کو منتخب فرمایا۔ ایک مدت دراز تک آپ اس جنگل میں مقیم رہے اور روحانیت کے مدارج

طے کرتے رہے۔ جنگل سے نکل کر آپ کبھی کبھی آبادی اور جنگل کے درمیان ایک درخت کے نیچے بیٹھا کرتے جہاں چند گوالے اور چرواہے آپ کو دیکھ کر آپ سے مانوس ہوگئے اور آپ کی خدمت کرنے لگے۔ اس زمانہ میں آپ کی والدہ بہار شریف میں مخدوم جہاں کے ساتھ مقیم تھیں اور آپ کی طویل جدائی سے بہت پریشان تھیں۔ آپ کو والدہ کی بے چینی اور پریشانی کا علم ہوا تو ان سے ملنے بہار تشریف لائے اور واپسی پر انھیں اپنے ساتھ مونگیر لیتے گئے۔ موجودہ موضع شیخپورہ کے قریب موضع تورا میں والدہ کی رہائش کا انتظام کیا۔ خود قریب ہی دامن کوہ میں جہاں اب موضع شیخپورہ اور یحیٰی پور آباد ہے اس وقت ایک بڑا گھنا جنگل تھا، آپ نے ایک پہاڑی کو اپنا مسکن بنالیا۔ ہر شب جمعہ کو یہاں سے اتر کر موضع تورا میں والدہ کے حضور حاضری دیتے اور آپ کی خدمت کرتے۔ بعد میں اسی موضع تورا میں آپ کی والدہ کا وصال ہوا اور یہیں ان کا مزار اقدس ہے۔ موضع تورا سے متصل ایک آباد گاؤں کماسی تھا اس گاؤں میں ایک عالم دین حضرت شیخ شمس الدین مقیم تھے۔ گاؤں والوں نے شیخ شمس الدین کو بتایا کہ ایک حسین و جمیل بزرگ ہر جمعرات کی شام جنگل کی پہاڑی سے موضع تورا میں تشریف لاتے ہیں۔ مولانا شمس الدین نے دوسری ہی جمعرات کو موضع تورا کے راستہ پر حضرت مخدوم سے ملاقات کی اور موضع کماسی میں قیام کرنے کی درخواست کی۔ حضرت مخدوم نے کہا کہ گاؤں والے چاہیں تو پہاڑی کے دامن میں میرے حجرہ کے قریب آباد ہوجائیں تو میں بھی مستقل ہی قیام پذیر ہو جاؤنگا۔ اس طرح موضع کماسی کی پوری آبادی مع مولانا شمس الدین حضرت مخدوم کے حجرہ کے قریب جہاں اس وقت "صحت کواں" ہے منتقل ہوگئی۔ اسی نئی آبادی سے شیخپورہ کی بنیاد پڑی۔ اس وقت محلہ سکونت موضع شیخپورہ کا سب سے پرانا محلہ ہے۔

حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحیٰی منیری فردوسی قدس سرہ نے اپنے وصال سے کچھ دنوں قبل اپنا پیراہن، دستار، ٹوپی اور مقراض حضرت مظفر شمس بلخی فردوسیؒ کے سپرد کرکے وصیت فرمائی کہ "برادرم شعیب ان دنوں پہاڑوں اور جنگلوں میں عبادت الٰہی اور چلہ کشی میں مشغول ہیں۔ ان کے آبادی میں آجانے کی خبر ملے تو یہ چیزیں میری طرف سے ان کے حوالے کردینا۔"

جب مخدوم شاہ شعیب فردوسی قدس سرہ نے موضع شیخپورہ میں مستقل قیام فرمایا تو اس وقت حضرت مولانا مظفر بلخی فردوسی قدس سرہ کا وصال ہوچکا تھا اور حضرت حسین نوشہ توحید بلخی خانقاہ مخدوم جہاں کی مسند سجادگی پر بہار شریف میں رونق افروز تھے۔ حضرت حسین نوشہ توحید بلخیؒ نے اپنے صاحبزادے حضرت مخدوم حسن دائم جشن بلخیؒ کو ان تبرکات کے ساتھ حضرت مخدوم شاہ شعیب فردوسی شیخپوری قدس سرہ کی خدمت میں روانہ فرمایا۔ اُدھر حضرت شاہ شعیب علیہ رحمۃ کو بھی نور باطن سے اس بات سے آگاہی ہوئی اور آپ شیخپورہ سے حضرت حسن بلخیؒ کے استقبال کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ موضع چرواہواں میں مخدوم بڑ (ایک مشہور درخت) کے نیچے دونوں بزرگوں کی ملاقات ہوئی۔ مصافحہ اور معانقہ کے بعد دونوں اسی درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ حضرت شیخ حسن بلخیؒ نے تمام تبرکات بصد احترام حضرت شاہ شعیبؒ کی خدمت میں پیش کی۔ حضرت شاہ شعیبؒ نے کھڑے ہو کر قبول فرمایا اور سر پر رکھا۔ اس کے بعد آپ نے حضرت شیخ حسن بلخیؒ سے بیعت لینے کی درخواست کی۔ حضرت شیخ حسنؒ صد ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہچکچائے لیکن حضرت شاہ شعیبؒ کے اصرار پر آپ نے بیعت لی اور اجازت و خلافت عطا فرمائی۔

حضرت مخدوم شاہ شعیب فردوسی قدس سرہ نے تاحیات موضع شیخپورہ ضلع مونگیر میں قیام فرمایا اور پوری زندگی رشد و ہدایت خلق میں گزار دی۔ صوبہ بہار کے اس علاقہ میں اسلام کی ابتداء آپ ہی سے ہوئی۔ بعد میں سادات زیدی الواسطی جاجنیری کے بزرگوں نے بھی اس علاقے میں تبلیغ دین اسلام کے لئے انتھک کاوشیں کیں جس کی تفصیل تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے۔ حضرت مخدوم شاہ شعیب قدس سرہ، اوران کے بتایا کہا تخلوں شیخپورہ مونگیر میں ایک بہت بڑے مدرسے کی بنیاد ڈالی گئی تھی۔ پروفیسر مجیب الرحمن کلکتہ

یونیورسٹی کے بیان کے مطابق خدا بخش اورینٹل لائبریری میں ایک کتاب دیکھی گئی ہے۔ اس میں مدرسے کی پوری روداد موجود ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس مدرسہ میں ایک بڑا دارالاقامہ بھی تھا جہاں بہار اور برصغیر پاک و ہند کے علاوہ دوسرے ممالک سے طلباء کی بہت بڑی جماعت قیام پذیر ہو کر تعلیم دین حاصل کرتی تھی۔ اس میں یہ بھی درج ہے کہ شیخپورہ کی اس دینی درسگاہ کے زوال کے بعد یہیں کے فارغ التحصیل عالم دین نے اسی نوعیت کا ایک مدرسہ مظفرپور میں قائم کیا تھا۔

حضرت مخدوم شاہ شعیب ؒنے فارسی زبان میں ایک کتاب " مناقب الاصفیاء " تصنیف فرمائی ہے۔ اس کتاب میں احوال مناقب مشائخ فردوسیہ تفصیل سے درج ہیں۔ اس میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر حضرت مولانا مظفر شمس بلخیؒ تک کے احوال ترتیب سے لکھے گئے ہیں۔ یہ کتاب سلسلہ فردوسیہ کی تاریخ و احوال کا سب سے قدیم ماخذ ہے۔ " مناقب الاصفیاء " تصنیف مرتبہ حضرت مخدوم شاہ شعیب فردوسی قدس سرہ کا اردو ترجمہ بنام " تذکرہ مصابیح رشاد " محترم جناب الحاج مولانا ابو صالح محمد یونس شعیبی فردوسی مدظلہ نے کیا ہے جو مطبوعہ ہے۔

سادات جاجنیر کے سب سے پہلے بزرگ حضرت سید احمد تریدی الواسطی جاجنیریؒ اکساری مونگیر تشریف لائے تھے۔ جن کے صاحبزادے حضرت سید جان تھے جو موضع اورین میں مقیم تھے۔ حضرت سید جان علیہ رحمۃ کو حضرت مخدوم سے ملاقات کا شوق پیدا ہو۔ جب آپ اورین سے ملاقات کی غرض سے روانہ ہوئے تو حضرت مخدوم اس وقت اپنے احباب و معتقدین کے درمیان بیٹھے تھے، یکایک اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنا سینہ مبارک ملنے لگے۔ دریافت کرنے پر فرمایا، حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صاحبزادے تشریف لا رہے ہیں۔ سید صاحب علیہ رحمۃ تشریف لائے حضرت مخدوم نے ان کا استقبال کیا اور تین دنوں مہمان نوازی کا شرف حاصل کیا۔ حضرت سید جانؒ آپ سے متاثر ہو کر آپ سے مرید ہوئے۔ سادات بارہ گاواں، ضلع مونگیر حضرت سید جانؒ کی نسل میں ہیں جن کی تفصیل محترمی و مکرمی جناب سید عبدالقیوم صاحب چواروی کی مرتب کردہ کتاب " سادات جاجنیری " میں دیکھی جا سکتی ہے۔

حضرت مخدوم شاہ شعیب فردوسی شیخپوری قدس سرہٗ کی شادی موضع بلوری نزد لکھی سرائے، ضلع مونگیر کے فاروقی خاندان میں ہوئی تھی۔ حضرت مخدوم اور مولانا شمس الدین شیخپوری علیہ رحمۃ کی نسل آج تک موجود ہے اور دونوں خاندان کے مراسم ہنوز سے خوشگوار چلے آتے ہیں۔ حضرت مخدوم کے چار صاحبزادے اور دو لڑکیاں تھیں۔ اول مخدوم شاہ بہاء الدین، دوم حضرت مخدوم شاہ منور، سوم مخدوم شاہ مظفر، چہارم مخدوم شاہ شمس الدین عرف شاہ ممن۔ حضرت مخدوم شاہ شعیب فردوسیؒ کا وصال ۱۲۶ سال کی عمر میں ۱۲ ربیع الثانی بروز پیر ۸۲۴ھ کو شیخپورہ میں ہوا۔ آپ کی خانقاہ میں ہر سال ۱۱ ربیع الثانی کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور ۱۲ ربیع الثانی کو حضرت مخدوم کا عرس منعقد ہوتا ہے۔

شجرہ و نقشہ اولاد حضرت مخدوم شاہ شعیبؒ

حضرت مخدوم سید احمد چرمپوش تیغ برہنہ ؒ

حضرت مخدوم سید احمد چرمپوش تیغ برہنہ قدس سرہ، کے والد حضرت سید سلطان محمد موسیٰ کاظم بن سید سلطان شارک ہمدانی ملک ایران کے شہر ہمدان کے رہنے والے تھے۔ جو ہمدان کے بڑے رؤساء، صاحب ثروت و اقتدار لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ اکثر تذکرہ نگاروں نے آپ کو ہمدان کا حکمراں بھی لکھا ہے۔ آپ نے عیش و عشرت کی زندگی کو خیرباد کہہ کر فقیری کی راہ اختیار کی۔ آپ کی شادی مسماۃ بی بی حبیبہ بنت مخدوم سید شہاب الدین پیر جگجوت کاشغری ثم بہاری ؒ سے ہوئی جن کے بطن سے حضرت سید احمد چرمپوش، سید محمد اور سید محمود پیدا ہوئے۔ اس طرح حضرت سید احمد چرمپوش اور حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین یحییٰ منیری البہاری ؒ آپس میں سگے خالہ زاد بھائی تھے۔

حضرت سید احمد چرمپوش قدس سرہ، ۶۵۷ھ میں شہر ہمدان میں پیدا ہوئے۔ آپ نے بچپن اور جوانی کے بیشتر زمانے ہمدان اور بہار دونوں جگہ بسر کئے۔ بچپن عظیم آباد کے متصل گاؤں جیٹھلی شریف میں گزرا۔ آپ مادر زاد ولی تھے اور آپ سے بکثرت کرامات کا ظہور ہوا۔ آپ کی طبیعت میں جلال تھا اور آج بھی آپ کے مزار اقدس سے جلال کا اظہار ہوتا ہے۔ موضع جیٹھلی کا نام آپ کی کرامت ہی کی یادگار ہے۔ تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ کا زمانہ طفلی زیادہ تر آپ کے نانا سید شہاب الدین پیر جگجوت بہاری ؒ کی پاکیزہ صحبت میں گزرا۔ اسی زمانہ میں آپ کسی ہندو لڑکے کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ بازی باقی رہ گئی اور آفتاب غروب ہونے لگا۔ چنانچہ فیصلہ یہ ٹھہرا کہ باقی کل۔ حسب وعدہ صبح سویرے آپ اس کے گھر تشریف لے گئے تو معلوم ہوا کہ وہ لڑکا رات ہی فوت ہوگیا۔ آپ یہ سن کر اس کی میت کے سرہانے جا کھڑے ہوئے اور فرمایا " اے فلاں اٹھ " اتنا کہنا تھا کہ وہ مردہ لڑکا یہ کہتا ہوا اٹھ بیٹھا " جی اٹھلی سرکار " اسی وقت سے اس مقام کا نام " جی اٹھلی " پڑگیا اور اب جیٹھلی کے نام سے مشہور ہے۔ والد کے فقیری اختیار کرنے کے بعد ہمدان کی ریاست کے انتظام و انصرام کا بوجھ آپ کے کاندھوں پر آن پڑا لیکن آپکو بھی دنیا اور لوازمات دنیا سے نفرت تھی۔ ہمدان میں آپکو قرار نصیب نہ ہوا۔ امارت اور ریاست سے دست کش ہوکر شہر ملتان چلے آئے۔ پھر وہاں سے اپنے پیرومرشد حضرت مولانا علاؤالدین علاءالحق قدس سرہ کے حکم کے مطابق تبت تشریف لے گئے۔ وہاں کافی مدت قیام فرماکر زہد و ریاضت، رشد و ہدایت اور ارشاد و تبلیغ میں مشغول رہے، تبت کا علاقہ اس وقت اسلام کی روشنی سے خالی تھا۔ وہاں کوئی مسلمان نہ تھا۔ آپ کے کشف و کرامات سے متاثر ہو کر وہاں کا راجہ اور عوام کی ایک بڑی تعداد مسلمان ہوئی۔ دوران قیام تبت آپ سے جو کرامت ظہور پزیر ہوئے اس کو اکثر تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے اور وہ روایت بہار کے مسلمانوں میں سینہ بہ سینہ آج تک منتقل ہوتی چلی آرہی ہے۔

تیغ برہنہ :- حضرت سید احمد چرمپوش قدس سرہ، کا ایک لقب " تیغ برہنہ " ہے اس کی وجہ تسمیہ آپ کی ایک کرامت ہے۔ کہتے ہیں کہ جب آپ نے تبت کی سرزمین پر قدم رنجہ فرمایا اور وہاں کے راجہ کو معلوم ہوا کہ ہماری حکومت میں ایک ملیچھ (مسلمان) داخل ہوگیا ہے تو وہ بہت ناراض ہوا۔ اس نے اپنے چند اہل کاروں کو بھیج کر آپ کو تبت سے نکل جانے کا حکم دیا۔ آپ نے فرمایا میں یہاں قیام کے لئے نہیں آیا۔ چند دنوں آرام کرنے کے بعد چلا جاؤنگا۔ راجہ اور اس کے درباری سادھو کو آپ سے خطرہ محسوس ہوا اور دونوں نے مشورہ کرکے ایک دستہ فوج کا روانہ کیا تاکہ آپ کو زبردستی تبت سے نکال باہر کرے۔ فوجی دستہ جب

آپ کے خیمہ کے سامنے صف آرا ہوا اس وقت آپ خیمہ سے باہر جائے نماز بچھائے نماز میں مشغول تھے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد جب آپ نے راجہ کی فوج کو کھڑا پایا تو جلال آگیا۔ اپنی تلوار ہوا میں اچھال دی جس سے پورا دستہ تہ تیغ ہوگیا۔ دوسری روایت اس طرح بھی بیان کی جاتی ہے کہ دوران نماز جب آپ نے تشہد کی حالت میں بیٹھ کر تحیات پڑھتے ہوئے شہادت کی انگلی بلند کی تو دستہ کے پہلے صف میں جتنے فوجی تھے ان کی گردنیں اڑ گئیں۔ تیسری روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ جب راجہ کی فوج آئی تو ایک تلوار بے نیام آسمان کی طرف سے حضرت کے دست مبارک میں آئی اور آپ تنہا میدان جہاد میں کود پڑے اور پوری فوج کو تہ تیغ کر ڈالا۔ اس وقت سے آپ تیغ برہنہ مشہور ہوئے۔ واللہ اعلم

چالیس سال بند کنویں میں چلّہ کشی :- جب راجہ اور اس کے گرو کو فوج کا حشر معلوم ہوا تو وہ حضرت کے پاس آئے۔ راجہ نے حضرت سے اپنے گذشتہ کئے کی معافی چاہی۔ لیکن گرو نے اس کو اپنی بے عزتی تصور کیا۔ اور حضرت سے کہا کہ ہماری فقیری معرکہ کی طلبگار ہے۔ آپ کو چالیس روز کے حبس دم کے چلّے کی دعوت دیتا ہوں۔ آپ نے جواب دیا ہمارے یہاں مرد کا چلّہ چالیس سال کا، زاہدوں کا چلّہ تیس سال کا اور عورتوں کا چلّہ چالیس دن کا ہوتا ہے جس کو ہم چلّہ کہتے ہیں۔ لہٰذا میں چالیس سال کا چلّہ کرنا چاہتا ہوں۔ یہ سن کر گرو کے ہوش اڑ گئے اور وہ اس چیلنج سے فرار کی راہ تلاش کرنے لگا۔ لیکن راجہ کا اشتیاق بڑھ گیا تھا۔ اس نے فوراً ایک کنواں کھودنے کا حکم دیا۔ کنویں کے مغرب اور مشرق جانب ایک ایک طاق بنائے گئے۔ مغرب جانب طاق پر حضرت سید احمد چرمپوش قدس سرہ، اور مشرق جانب گرو کو بٹھا کر کنواں اوپر سے پاٹ دیا گیا۔ چھتیس سال بعد راجہ مرگیا اور اس کا لڑکا تخت کا وارث ہوا۔ چالیسویں سال راجہ کے لڑکے نے اپنی نگرانی میں کنویں کو کھلوایا۔ سب سے پہلے مشرقی طاقچہ کو دیکھا گیا۔ وہاں مٹی کے ڈھیر کے سوا کچھ نہ تھا لیکن مغربی طاقچہ سے حضرت کے ذکر کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ فوراً روئی کے گالے منگوائے گئے اور بڑی احتیاط سے آپ کو باہر نکالا گیا، درباری ویدوں اور حکیموں نے آپ کا علاج کیا۔ راجہ، اس کے اہل خانہ اور اس علاقہ کے ہندوؤں کی ایک اچھی خاصی تعداد نے اسلام قبول کیا۔ چلّہ کے مقام پر حضرت کے حکم سے ایک حجرہ بنا کر مقفل کردیا گیا ہے۔ آپ کی پیش گوئی کے مطابق آپ کی اولاد میں سے اکیسویں پشت کی بائیسویں اولاد آکر اس حجرے کو کھولے گی۔ اس مقام پر جو خدام ہوتے ہیں وہ اپنے کو " احمدی " کہتے ہیں۔ حضرت سید احمد چرمپوش قدس سرہ، پوری طرح صحت یاب ہونے کے بعد تبت سے روانہ ہوئے اور سیوان پہنچے۔

چرمپوش :- چرم بمعنی چمڑا اور پوش بمعنی پہنے کے ہیں۔ اس طرح چرمپوش کے معنی " چمڑا پہنے والا " کے ہیں۔ چونکہ حضرت مخدوم سید احمد چرمپوش قدس سرہ، ہر وقت ایک چمڑا گلے میں ڈالے رہتے تھے اس لئے آپ کا لقب چرمپوش پڑگیا۔ اس واقعہ کا تذکرہ جناب پروفیسر ڈاکٹر مجیب الرحمن (پروفیسر کلکتہ یونیورسٹی) نے اپنی کتاب " تاریخ بارہ گاواں " میں مختصر طور پر کیا ہے۔ سیوان صوبہ بہار کے ایک ضلع چھپرہ کا ایک سب ڈویژن تھا۔ تقسیم کے بعد ایک الگ ضلع بن گیا ہے۔ حضرت سید احمد چرمپوش قدس سرہ، جب تبت سے سیوان پہنچے تو اس وقت وہاں ایک بزرگ حضرت حسن پیارے آپ کے منتظر تھے اور مشتاق دیدار تھے۔ حضرت حسن پیارے علیہ رحمتہ آپکے مرید ہو کر آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوگئے۔ حضرت حسن پیارے کے پاس اُس مخصوص دنبہ کا چمڑا موجود تھا۔ جو حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ کی جگہ قربان ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت سید احمد چرمپوش قدس سرہ نے وہ چمڑا بڑی عاجزی کر کے ان سے مانگ لیا اور اس کو درمیان سے چاک کرکے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے گلے میں ڈال لیا۔ اس وقت سے آپ چرمپوش مشہور ہوئے۔ واللہ اعلم

حضرت مخدوم سادات کاظمی سے ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام موسیٰ کاظم بن حضرت امام جعفر صادق اور حضرت امام زین العابدین بن حضرت امام حسین شہید دشت کربلا سے ہوتا ہوا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک جا پہنچتا ہے۔

نسب نامہ پدری :-

سید سلطان احمد چرمپوش بن سید سلطان موسیٰ ہمدانی بن سید سلطان شارک یا مبارک ہمدانی
بن سید سلطان خضر ہمدانی بن سید سلطان ابراہیم ہمدانی بن سید سلطان سلیمان ہمدانی بن
سید سلطان عبدالکریم ہمدانی بن سید سلطان عبدالحکیم ہمدانی بن سید عبدالشکور مدنی
بن سید نعمت اللہ مدنی بن سید عبدالمجید مدنی بن سید عبدالرحیم مدنی بن سید عبد
الاسحٰق مدنی بن سید عبدالرحمٰن مدنی بن سید ابوالقاسم مدنی بن سید نورالدین مدنی
بن سید یوسف مدنی بن سید رکن الدین مدنی بن سید علاء الدین مدنی بن سید یحییٰ مدنی
بن سید زکریا مدنی بن سید حسن مدنی بن سید شاہ قریشی مدنی بن سید محمد عمر عرف عمر مدنی
بن سید امام عبداللہ مدنی بن سیدنا امام موسیٰ کاظم بن سیدنا امام جعفر صادق

درگاہ انبیر شریف :- حضرت سید احمد چرمپوش تیغ برہنہ قدس سرہ کے والد سید سلطان موسیٰ ہمدانی علیہ رحمتہ کا مزار اقدس بہار شریف میں محلہ انبیر سے شمال ندی کے بعد مشرق جانب عماد پور کی طرف جو سڑک گئی ہے اس سے شمال کی طرف کھیت کے قریب ہے۔ نشان مٹ چکا ہے۔ آپ کی والدہ حضرت بی بی حبیبہ بنت سید شہاب الدین پیر جگجوت سہروردی کا مزار انبیر درگاہ میں پھاٹک کے سامنے حجرہ کے اندر ہے۔ صحن درگاہ میں نمایاں قبر آپ کی ہے۔ آپ کے پچھم جانب آپ کے بڑے صاحبزادے سید شاہ سراج الدین احمد اور ان کے پچھم اہلیہ چرمپوش قدس سرہ آسودہ ہیں۔ حضرت سید احمد چرمپوش کے پورب جانب آپ کے چھوٹے لڑکے سید شاہ تاج الدین احمد اور ان کے استاد کی قبریں ہیں اس کے بعد راستہ ہے۔ راستہ سے پورب حضرت چرمپوش کے پوتے حضرت سید عبدالرحمٰن بن سید سراج الدین احمد آرام فرما ہیں۔ درگاہ شریف کی مسجد سے پچھم چراغدان کے ساتھ ممتاز قبر حضرت نصیرالدین شمشیر دست کی ہے۔ حضرت سید احمد چرمپوش قدس سرہ کا وصال ۱۱۸ سال کی عمر میں ۲۹؍ صفر ۷۷۶ھ کو ہوا۔ آپ حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری سے چار سال بڑے تھے اور مخدوم جہاں سے چھ سال قبل وصال فرمایا۔ ۲۹؍ صفر کو آپ کا عرس مبارک انبیر درگاہ میں بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے اور جہاں آسیب زدہ افراد شفاء یاب ہوتے ہیں۔ حضرت چرمپوش قدس سرہ کے منجھلے اور چھوٹے دو برادران سید محمد اور سید محمود کے مزارات شہر ہمدان۔ ایران میں ہیں۔

دیوان احمدی کی چوری اور لکھنؤ میں اشاعت :- حضرت سید احمد چرمپوش تیغ برہنہ قدس سرہ کی تصانیف میں سب سے اہم اور مشہور آپ کا فارسی دیوان " دیوان احمدی " ہے۔ چند دوسری کتابوں کے ساتھ " دیوان احمدی " کو شائع کرانے کے خیال سے سجادہ درگاہ انبیر شریف حضرت سید شاہ علی حیدر احمدی سہروردی علیہ رحمتہ نے مالک مطبع نولکشور لکھنؤ کو روانہ کیا۔ کسی بنا پر کچھ دنوں بعد تمام نسخے بغیر چھپے واپس آگئے۔ نسخے واپس آنے کے کافی مدت کے بعد مالک مطبع نے " دیوان احمدی " کو حرف تہجی کے حساب سے ترتیب دیکر بنام احمد جام زندہ پیل چھپوا کر فروخت کر دیا۔ حضرت سید شاہ علی حیدر احمدی علیہ رحمتہ نے اس واقعہ کو اپنے بیاض قلمی میں بیان کیا ہے۔ قارئین توجہ فرمائیں۔

"......... چنانچہ خان صاحب مدعمرہ دیوان احمدی و نسخہ معدن المعانی ، و نسخہ گنج لایخفی و خوان پر نعمت مجملہ ارشادات حضرت مخدوم الملک درچھاپہ خانہ لکھنؤ در مطبع نو لکشوری ویں فرستادہ بودند چونکہ فی مابین در معاہدہ خلاف افتاد بنا بر بعد چند ماہ جملہ نسخہ جات واپس گرفتندواں را زمانہ بست سال یا زیادہ شدہ باشد ہماں زمان نسخہ دیوان احمدی را نایاب و نادر دیدہ فہمیدہ صاحب مطبع بخیال نفع خود درفرصت زماں چند ماہ گزشتہ از طبیعت خود بوجہ پردہ دری وبددیانتی خود ترتیب حروف تحجی دادہ بنام احمد جام زندہ پیل یکے از فرزندان عبداللہ من حرید صلی کہ اواز اولاد عمر بن خطاب تحی نویسد مؤلف قائم ساختہ چھاپ کردہ فروخت میکنند۔ مصرعہ چہ دلاوراست وزدیکہ بکف چراغ دارد۔ حالانکہ در دیوان احمدی بسیار غزل لقب چرمپوش و نسبت فرزندیت امام زادگی موجود است یکے ازاں اینست۔ شعر

گاہ شدیم چرمپوش گاہ شدیم خرقہ پوش	گاہ بقہر درخروش بوالعجب است حال ما
ایں رمز وایں نکات زاسرار مرتضیٰ	احمد غلام و بندہ واولاد حیدر است

واضح باد کہ از زمانہ رسول مقبول تا ایں زماں لقب بزرگاں مشاہیر کہ مشتہر اند چنانکہ بابا فریدگنج شکر و معین الدین چشتی و عبدالقادر جیلانی وبندہ نواز گیسو دراز۔ تحتی سوار ، بختیار کاکی وغیرہ حضرات کہ ملقب ہستند بایں لقب وخطاب گدای بزرگ ثانی ہنوز نشدہ اند ہم چنا لقب چرمپوش گدای اولیائے کبار پیدا نشد پس آں نابینا وکور باطن دیوان خبر کہ را مؤلف یکے از فرزند خلفاء نام زد کردہ حیف براں نافہمی و مغالطہ دہی کہ سراسر خطائے اوست ...."

نقشہ اولاد حضرت سید احمد چرمپوش تیغ برہنہ قدس سرۃ

حضرت مخدوم سید تیم اللہ سفید باز قدس سرہ،

چھٹی صدی ھجری کے آخری دنوں میں مشہد مقدس سے ایک بزرگ حضرت سید جلال الدین چشتی شہر لاہور تشریف لائے۔ آپ کو بیعت و خلافت حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ سے حاصل تھی۔ آپ کے ایک صاحبزادے سید ابراہیم چشتی پاک و ہند کے مختلف علاقوں کی سیرو سیاحت کرتے ہوئے بہار آئے اور ضلع مظفرپور کے مشہور قصبہ حاجی پور میں مستقل بودوباش اختیار فرمائی۔ حضرت سید ابراہیم چشتی اپنے والد کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ سلسلہ چشتیہ کے بڑے مایہ ناز بزرگ تھے۔ آپ حاجی پور میں آسودہ خاک ہیں۔ آپ ہی کے صاحبزادے سید آدم صوفی تھے۔

حضرت سید آدم صوفی، حضرت سید ابراہیم چشتی کے صاحبزادے مرید اور خلیفہ تھے۔ لیکن انہیں ارادت و عقیدت حضرت سید شہاب [illegible]ین پیر جگجوت سہروردی عظیم آبادی سے تھی۔ آ[illegible] نے حضرت پیر جگجوت قدس سرہ، سے سلسلہ کبریہ ، سہروردیہ اور فردوسیہ کی تعلیم حاصل کی او[illegible] مستقل قیام اپنے مرشد کے ساتھ موضع عالم پور جتھلی میں اختیار کیا۔ جناب سید کریم الدین صاحب مرحوم نے اپنی کتاب " مخزن الانساب " میں آپ کو حضرت بابا فرید گنج شکر کا خلیفہ لکھا ہے جس کی تصدیق کسی دوسرے تذکرے سے نہیں ہوتی۔ حضرت سید آدم صوفیؒ کا وصال جتھلی میں ۶۹۷ھ میں ایک سو تیرہ سال کی عمر میں ہوا۔ آپ کا مزار اقدس پیر جگجوتؒ کے مزار کے قریب ہی واقع ہے۔ اور پکی درگاہ کے نام سے زبان زد خلائق ہے۔ آپ کو پیر جگجوت سے اس قدر محبت تھی کہ آپ نے اپنے صاحبزادے مخدوم سید حمید الدینؒ کی شادی ان کی دختر حضرت بی بی جمال سے کی، جن کے بطن سے حضرت مخدوم سید تیم اللہ سفید باز قدس سرہ، عالم وجود میں آئے۔ حضرت مخدوم سید تیم اللہ سفید باز اور مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحیٰی منیری البہاری سگے خالہ زاد بھائی تھے۔

حضرت مخدوم سید حمید الدین بن سید آدم صوفی اپنے والد کے مرید و خلیفہ تھے۔ لیکن حضرت سید شہاب الدین پیر جگجوت عظیم آبادیؒ کے وصال کے بعد ان کی مسند سجادگی پر بٹھائے گئے اور جتھلی کے سہروردیہ فردوسیہ خانقاہ کے انتظام و انصرام کی ذمہ داری بھی آپ ہی کے حصہ میں آئی۔

حضرت مخدوم سید حمید الدین بن سید آدم صوفی بن سید ابراہیم چشتی بن سید جلال الدین چشتی مشہدی لاہوری ، حضرت سید شہاب الدین پیر جگجوت سہروردی عظیم آبادی البہاری قدس سرہ، کے داماد ، خلیفہ اور سجادہ تھے۔ حضرت سید حمید الدین رحمۃ اللہ علیہ کا روضہ بھی جتھلی میں پکی درگاہ میں ہے۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت مخدوم سید تیم اللہ سفید باز قدس سرہ، خانقاہ پیر جگجوت کی مسند سجادگی پر بٹھائے گئے۔

حضرت مخدوم سید تیم اللہ سفید باز قدس سرہ، مرید و خلیفہ اپنے والد کے تھے آپ کو اپنے نانا حضرت پیر جگجوتؒ اور اپنے خالہ زاد بھائی حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحیٰی منیریؒ سے بھی تمام سلاسل کی اجازت و خلافت حاصل تھی۔ آپ نے ان بزرگوں سے راہ سلوک میں کافی رہنمائی حاصل کی علاوہ بریں حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلویؒ سے سلسلہ چشتیہ کا دوسرا خرقہ بھی حاصل کیا تھا۔ اور ایک عرصے تک چراغ دہلوی قدس سرہ، سے فیض باطن حاصل کرتے رہے۔ آپ کا رجحان اپنے خاندانی سلسلہ

چشتیہ کی طرف زیادہ رہا۔ آپ کے ذریعہ صوبہ بہار میں سلسلہ چشتیہ کو بڑا فروغ ہوا اور اس سلسلہ کی کئی مرکزی خانقاہیں وجود میں آگئیں۔ آپ نے اپنے والد، نانا اور خالہ زاد بھائیوں کے ساتھ بہار میں تبلیغ دین کے لئے بڑی کاوشیں کیں۔ حضرت مخدوم سید تیم اللہ سفید باز قدس سرہ، کے خلفاء میں درج ذیل تین بزرگوں کے نام زیادہ مشہور ہیں۔

نمبر۱ - آپ کے صاحبزادے حضرت مخدوم سید شاہ فیض اللہ قدس سرہ، جو آپ کے جانشین ہوئے۔ حضرت سید شاہ فیض اللہ ؒ نے موضع جنگلی اور بہار شریف کی اقامت ترک کر کے موضع کرجی نزد دگھا گھاٹ پٹنہ میں رہائش اختیار کی اور اسی جگہ ایک خانقاہ کی بنیاد ڈالی جو جماعت خانہ کے نام سے مشہور تھی۔ اس مقام سے آپ کے بعد آٹھ پشتوں تک تبلیغ دین کا سلسلہ جاری رہا۔

نمبر۲ - دوسرے بزرگ حضرت مخدوم شمس الدین عرف ممن ارولی چشتی قدس سرہ، ہیں۔ آپ کا تعلق سادات بارہہ سے ہے۔ آپ کنتور سے بہار تشریف لائے اور حضرت مخدوم سید تیم اللہ سفید باز قدس سرہ، کے حلقہ ارادتمندوں میں داخل ہو کر علم وعرفان کے حصول میں مصروف رہے اور حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہ، کے حکم کے مطابق قصبہ اروّل اور سہار میں تبلیغ دین کا کام شروع کیا۔ آپ کے ذریعہ سلسلہ چشتیہ کی دو خانقاہیں، خانقاہ اروّل شریف اور خانقاہ سہار وجود میں آئیں۔ خانقاہ اروّل آج بھی قائم ہے جہاں سے حضرت مخدوم کا فیض عام جاری ہے۔ پھلواری شریف میں موجود موئے مبارک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت تیم اللہ سفید باز قدس سرہ، سے حضرت ممن اروّلی چشتی کو ملا تھا۔ جو بعد میں آپ کے ورثاء سے منتقل ہو کر پھلواری پہنچا۔

نمبر۳ - تیسرے بزرگ حضرت صوفی ضیاء الدین چنڈ ھوسی بن شیخ نورالدین نورجہاں بن قطب الدین منور بن قطب جمال الدین چشتی ہانسوی ؒ، حضرت سید تیم اللہ سفید باز قدس سرہ، کے اجل خلفاء میں سے ایک ہیں۔ آپ کی خانقاہ بہار کے علاقہ چنڈھوس میں ہے۔ پھلواری شریف میں موجود موئے مبارک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی عرب سید نے یمن سے لا کر حضرت صوفی چنڈ ھوسی ؒ کے پر دادا حضرت قطب جمال ہانسوی ؒ کو دیا تھا۔ پھر یہ موئے مبارک حضرت صوفی ضیاء الدین چنڈھوسی ؒ کے پاس آیا۔ آپ نے یہ تبرک اپنے پیرو مرشد سید تیم اللہ سفید باز قدس سرہ، کو ہدیہ دیا۔ پھر حضرت سید تیم اللہ سفید باز نے اپنے مرید خاص حضرت شمس الدین ممن اروّلی ؒ کو دیا۔ کئی پشتوں کے بعد یہ موئے مبارک حضرت ممن اروّلی چشتی قدس سرہ، کے ورثاء سے منتقل ہو کر پھلواری شریف پہنچا اور اب تک وہاں موجود ہے۔

حضرت مخدوم سید تیم اللہ سفید باز قدس سرہ، کی شادی بہار شریف کے محلہ چشتیانہ میں ہوئی تھی جن کے بطن سے حضرت سید شاہ فیض اللہ اور دو صاحبزادیاں بی بی عابدہ اور بی بی نورہ ہوئیں۔ شادی کے بعد حضرت تیم اللہ سفید باز قدس سرہ، نے جنگلی کی اقامت ترک کر کے بہار شریف میں رہائش اختیار فرمائی۔ آپ نے ۹ محرم الحرام ۷۹۰ھ کو وصال فرمایا۔ آپ کا مزار اقدس بہار شریف میں حوض علاء الدین پر واقع ہے۔ حضرت شاہ عطا حسین صاحب نے کنزالانساب میں آپ کے ایک صاحبزادے سید نعیم اللہ کی خبر دی ہے۔

حضرت سید تیم اللہ سفید باز اور حضرت مولانا مظفر شمس بلخی ہمجد ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت سید ابراہیم ادھم بلخی سے ہوتا ہوا حضرت امام علی زین العابدین ؓ تک پہنچتا ہے۔

سید تیم اللہ بن سید حمید الدین بن سید آدم صوفی بن سید ابراہیم بن سید جلال چشتی

بن سید حسن بن سید محمود بن سید ابراہیم ادھم بلخی بن سید یعقوب بن سید احمد بن
سید اسحٰق بن سید امام عمر زید بن سید محمد صوفی بن سید امام قاسم بن سید علی اصغر بن
سید عمر اشرف بن امام علی زین العابدین بن امام حسین شہید دشت کربلا۔

نقشہ اولاد حضرت سید تیم اللہ سفید باز قدس سرہ

حضرت زین بدر عربی قدس سرہ٭

حضرت زین بدر عربی قدس سرہ٭، مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہ٭ العزیز کے بڑے چہیتے مرید تھے۔ آپ کی ابتدائی زندگی عیش و عشرت میں گزری۔ آپ کی والدہ بھی مخدوم جہاں کی مرید تھیں۔ جو اپنے اکلوتے صاحبزادے کے لئے ہمیشہ فکرمند اور مغموم رہا کرتی تھیں۔ اکثر مخدوم جہاں کی خدمت میں آپ کو لیکر آیا کرتی تھیں اور دعاء کی درخواست کرتی تھیں۔ مخدوم جہاں آپ کی والدہ کو تسلی دیتے اور صبر کی تلقین فرماتے۔ ایک بار حضرت زین بدر عربی اپنی والدہ کے پاس تشریف لائے اور کچھ روپے طلب کئے۔ والدہ نے اپنے قریب بٹھایا اور بڑے دردمند دل کے ساتھ نصیحت فرماتے ہوئے کہا "بیٹا! تم اپنا وقت لہو لعب میں ضائع کرتے ہو۔ نہ اس دنیاوی زندگی کے لئے کچھ کرتے ہو اور نہ آخرت کی تمہیں فکر ہے۔ تمہارا کمایا ہوا کچھ گھر میں جمع ہے تو لے جاؤ۔" والدہ کی طرف سے ناامید ہو کر آپ مخدوم جہاں کی خدمت میں پہنچے۔ اس وقت حضرت جائے نماز پر تشریف فرما تھے۔ حضرت زین بدر عربیؒ کی طرف دیکھا اور فرمایا "ادھر آؤ، جس مقصد سے آئے ہو لے جاؤ۔ پھر جائے نماز کا ایک کونا الٹ کر کہا اپنی ضرورت بھر پیسے لے لو۔" آپ نے دیکھا کہ جائے نماز کے نیچے خزانے کا ایک دریا بہہ رہا ہے۔ آپ کے اندر ایک تلاطم پیدا ہوا۔ بحکم مخدوم جہاں اپنی ضرورت بھر پیسے لئے اور سیدھے والدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پورا واقعہ بیان فرمایا۔ والدہ نے کہا بیٹا! اللہ جل شانہ کے ایسے برگزیدہ بندے سے ایک سگ دنیا کا دست سوال دراز کرنا کچھ زیب نہیں دیتا۔" آپ کے دل و دماغ میں تو پہلے ہی سے ایک تلاطم برپا ہو چکا تھا۔ والدہ کے اس جملے نے اس میں شدت پیدا کر دی اور آپ میں ایک انقلاب رونما ہوا۔ آپ کی دنیا ہی بدل گئی۔ جو نقدی ہاتھ میں تھی ضرور تمندوں میں لٹا کر مخدوم جہاں کے قدموں میں جا گرے۔ پھوٹ پھوٹ کر روتے رہے۔ جب دل کی کیفیت میں کچھ سکون ہوا تو مخدوم جہاں نے توبہ کرائی اور اپنے غلاموں میں شامل فرمایا۔ مخدوم جہاں کی صحبت، تعلیم و تربیت اور رشد و ہدایت نے آپ کو اللہ کا برگزیدہ بندہ بنا دیا۔

حضرت زین بدر عربی علیہ رحمۃ ہمیشہ مخدوم جہاں کے ساتھ ساتھ ہوتے۔ آپ کی ہر مجلس میں شریک رہتے آپ کے ملفوظات، آپ کی تعلیمات اور آپ کے اقوال کو تحریری شکل میں محفوظ فرمایا کرتے۔ آج مخدوم جہاں کے ملفوظات و مکتوبات کا جو کچھ ذخیرہ ہمارے درمیان موجود ہے، وہ سب کچھ مخدوم زین بدر عربیؒ کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ آپ ان مکتوبات و ملفوظات کو تحریری شکل میں لانے کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

ترجمہ از معدن المعانی۔ "حصول ملازمت، خدمت شیخ کا موقع ملا اور حاضری مجلس شریف کی سعادت حاصل ہوئی میں نے دیکھا کہ ہر مجلس میں موقع موقع سے طالبان صادق مریدان واثق بندگان موافق ازروئے احوال و معاملات اپنے لطائف و نکات، رموز و اسرار شریعت و طریقت، معرفت و حقیقت سے ایراد و سوال پیش کیا کرتے ہیں۔ حضرت مخدوم اس کا شافی جواب دلپذیر عبارت اور بے نظیر اشارات میں فرمایا کرتے تھے۔ ہر عبارت سے سو طرح کے غیبی معانی کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اور ہر اشارہ سے ہزاروں مطالب قرآنی حاصل ہوا کرتے ہیں ہر معانی نہایت مفہوم لئے ہوئے ہوتا ہے، ہر لطیفے میں ادراکات کی فراوانی ہوتی ہے، ہر مفہوم

بے شمار حالات کا مخبر، ہر ادراکات کشف مقامات کا زینہ، ہر حالت میں ایسا ذوق جس کو بیان کا ترازو نہ تول سکے، ہر مقام سے ایسی خبر ملے جو عالم امکان سے بالکل باہر ہو .... حضرت مخدوم کی پر فیض مجلس کا یہ رنگ دیکھ کر توفیق ازلی اور عنایت لم یزلی میری دستگیر ہوئی اور میں نے بقدر وسعت و تحمل اپنے جو باتیں سنیں ان کو یاد کر لیا اور لکھنا شروع کیا۔ حتی الامکان اس کا بے حد لحاظ رکھا کہ زبان مبارک سے جو لفظ نکلا ہے بعینہٖ جمع ہو۔ اگر شاذ و نادر بمقتضائے بشریت و قصور حافظہ وہی لفظ و عبارت یاد نہ رہی تو مجبوراً دوسری عبارت میں اس معنی کو ادا کیا۔ کیونکہ مقصود تو معنی ہے۔ اس ناقابل عفو جرم کا کبھی میں مرتکب نہ ہوا کہ حیلۃً صریحۃً بھی نفس معنی میں کسی قسم کا تصرف یا تغیر پیدا کیا ہو۔ یہاں تک نگہداشت رکھی کہ اگر معنی یاد نہ رہے تو اس ورق کو سادہ چھوڑ دیا اور جب شرف باریابی حضور حاصل ہوا تو عرض کیا اور جواب سے مشرف ہو کر اس کو خوب یاد کر لیتا۔ اس کے بعد قلمبند کر لیتا۔ جب یہ ملفوظات مرتب ہو گئے تو مجرد اس خیال سے کہ آخر بشریت ہے مبادا کہیں بھول چوک نہ ہو گئی ہو۔ بارگاہ عالی میں عرض کی کہ بندہ درگاہ نے ملفوظات جمع کئے ہیں اگر وہ سن لئے جاتے تو خاکسار کو دولت دارین حاصل ہوتی۔ کمال شفقت سے یہ التماس قبول ہوئی پھر تو مانگی مراد بر آئی۔ حسب موقع بندہ درگاہ نے سبقاً سبقاً لفظاً لفظاً حرفاً حرفاً نہایت ترتیل سے مجلسوں میں سنانا شروع کیا کہیں جگہ سہواً اس عاجز سے الفاظ چھوٹ گئے تھے یا بے محل درج ہو گئے تھے۔ ازراہ لطف و کرم اصلاح فرمائی گئی۔ جس وقت حضرت مخدوم اس ملفوظات کی سماعت فرماتے تو موقع موقع سے کوئی حکایت یا مثال یا بیت یا رباعی یا ایراد یا جواب بھی فرماتے جاتے تھے۔ ان کو بھی میں نے اس ملفوظات میں درج کر لیا تاکہ حضرت کے فیوض و برکات سے جہان والے محروم نہ رہیں ...." (ترجمہ از مکتوبات صدی۔)

"حمد و درود کے بعد ناچیز بندہ زین بدر عربی کہتا ہے کہ جب قاضی شمس الدین، حاکم قصبہ چوسہ نے جو آپ کے مرید ہیں مسلسل اور بار بار درخواست کی جس کا مقصد یہ تھا کہ " یہ بیچارہ وقت کی مجبوریوں اور زمانہ کی معذوریوں کی وجہ سے اپنے مخدوم کی مجلس سے دور اور پیر کے فیض خدمت سے جو دینی اور دنیاوی علوم کے حصول کا ذریعہ ہے محروم ہو گیا ہے۔ عاجزی سے التماس کرتا ہے کہ علم سلوک کے ہر باب میں اس بندہ کی سمجھ کے موافق اگر کچھ تحریر کیا جائے تو اپنا حصہ اور ذوق حاصل کرے" اس ضرورت کی بنا پر یہ چند سطریں حاجت برآری کی حد تک سائل کے سوال پورا کرنے کے لئے حضرت بندگی مخدوم جہاں نے اللہ تعالیٰ ان کو عظمت عطا فرمائے، سالک کے مراتب و مقام اور مریدوں کے احوال و معاملات میں توبہ و ارادت، توحید و معرفت، عشق و محبت، سلوک و طریقت، مجاہدہ و جذبہ، بندہ ہونا اور بندگی کرنا، تجرید و تفرید، سلامتی اور ملامتی اور پیری و مریدی وغیرہ کو مریدوں اور سالکوں کی ضرورت کے مطابق، مناسب دلیلوں میں بزرگوں کی حکایت اور کسی قدر ان کے احوال و اعمال کو اپنے قلم شفقت سے تحریر فرمایا اور مختلف اوقات میں خطہ بہار سے اللہ تعالیٰ اس کو آفتوں اور ہلاکتوں سے محفوظ رکھے۔ ۷۴۵ھ میں سائل مذکور کو ارسال فرمایا اور آپ کے خادموں اور خدمت گاروں نے جو اس وقت وہاں حاضر تھے۔ ان مکتوبات کو نقل کر کے اس مجموعہ کو اسی ترتیب سے مرتب کر لیا تاکہ جب توفیق رفیق ان کے شامل حال ہو تو ان کو عمل پر آمادہ کرے اور بھیدوں کو تلاش کرنے اور صدق و خلوص رکھنے والے اس سے دولت حاصل کریں اور اس کو سعادت ابدی اور نعمت سرمدی تصور کریں اور اس جہان کے درجات کی ترقی اور اس جہان کے لئے اپنا مونس جانیں اور توفیق اللہ کی طرف سے ہے۔"

حضرت مخدوم زین بدر عربی قدس سرہ، کا تمام سالکان راہ سلوک اور طالبان معرفت و طریقت اور وابستگان سلسلہ فردوسیہ پر احسان عظیم ہے کہ آپ نے حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری البہاری فردوسی قدس سرہ، کے مکتوبات و ملفوظات کو

ہدایت و رہنمائی کے لئے تاقیامت محفوظ فرمادیا۔ بلاشبہ آپ کا یہ کارنامہ ہمیشہ ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ اللہ جل شانہ ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

حضرت زین بدر عربی قدس سرہٗ کا خاندان عرب سے منتقل ہو کر مصر میں آباد ہوگیا تھا۔ آپ کے جدّامجد حضرت شاہ ابو الفضل، حضرت امام احمد غزالیؒ کے مرید خاص اور خلیفہ تھے جن کا مزار اقدس مصر میں ہے۔ آپ کے والد حضرت شاہ محمد صالح کا مزار مبارک بھی مصر میں ہے۔ اس روایت کی رو سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت زین بدر عربیؒ اپنی والدہ اور دوسرے عزیزوں کے ہمراہ صوبہ بہار تشریف لائے ہوں گے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ حضرت زین بدرؒ کا وصال بہار شریف میں ہوا اور آپ روضہ مخدوم جہاں کے احاطہ میں حضرت مخدوم شاہ خلیل الدین احمدؒ کے زیر پائیں مشرق جانب تین مزارات کے بعد اپنی والدہ کے پہلو میں پورب جانب آرام فرما ہیں۔ حضرت سید شاہ فرزند علی صوفی منیریؒ "وسیلہ شرف" کے حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ حضرت زین بدر عربیؒ کا سلسلہ نسب حضرت امام حسنؓ سے ملتا ہے۔

شجرہ و نقشہ اولاد حضرت زین بدر عربی۔

حضرت شیخ آموں قدس سرہ،

حضرت مخدوم شیخ آموں، حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری البہاری فردوسی قدس سرہ، کے خاص مریدوں اور خادموں میں تھے۔ آپ کے والد حضرت مولانا شیخ ابراہیم ؒ بھی مخدوم جہاں کے مرید تھے۔ جو ضلع شاہ آباد آرہ میں بکسر کے قریب موضع چوسہ میں آباد تھے۔ مولانا ابراہیم ؒ کا خاندان اصفہان سے آکر یہاں آباد ہو گیا تھا۔ مخدوم جہاں سے مرید ہونے کے بعد مولانا چوسہ سے بہار شریف منتقل ہو گئے۔ بادشاہ وقت کی طرف سے آپ کو ضلع مونگیر میں چار گاؤں شیخپورہ، ملاّبیسہ، پارچہ باغ اور ابراہیم پور جاگیر میں عطا ہوئے۔ یہ چاروں گاؤں مولانا ابراہیم کے نام پر ابراہیم پور چار گانواں کے نام سے موسوم ہوا جو اب موضع چروانواں کے نام سے زبان زد خلائق ہے۔ یہی موضع ابراہیم پور چروانواں حضرت شیخ آموں کا مولد و مسکن ہے۔ آپ حضرت مخدوم جہاں کے ساتھ برابر شریک حال رہے اور خدمت کا شرف بھی آپ کو حاصل ہے۔ پیرو مرشد کے ساتھ انتہائے عقیدت، فیض صحبت اور خدمت کا نتیجہ تھا کہ حضرت شیخ آموں اپنے وقت کے صاحب کشف و کرامت بزرگ ہوئے۔ آپ کے ورثاء، اولادوں اور خلفاء میں بکثرت اولیاء اللہ اور مشائخ کرام گذرے ہیں۔ جن میں حضرت شاہ ارزانی ؒ اور حضرت شاہ مبارک ؒ کا نام نامی بہت مشہور ہے۔ حضرت شیخ آموں، حضرت شیخ ارزانی اور حضرت شیخ مبارک کے مزارات اسی قصبہ میں ہیں۔ جہاں زائرین کا ہر وقت مجمع موجود ہوتا ہے۔

" وفات نامہ " مخدوم جہاں میں حضرت زین بدر عربی ؒ، حضرت شیخ آموں کے والد مولانا ابراہیم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔........ " اس دوران میں مولانا ابراہیم آگئے۔ آپ نے (یعنی مخدوم جہاں نے) اپنا دایاں ہاتھ ان کی داڑھی پر پھیرا اور فرمایا کہ تم نے میری اچھی خدمت کی اور پورا ساتھ دیا۔ باآبرو رہوگے۔ مولانا ابراہیم نے عرض کیا۔ مخدوم مجھ سے راضی ہیں؟ فرمایا۔ ہم سب سے راضی ہیں۔ تمہیں بھی ہم سے راضی ہونا چاہیے۔ "

" وفات نامہ " ہی میں حضرت شیخ آموں کا ذکر کرتے ہوئے۔ حضرت زین بدر عربی علیہ رحمۃ تحریر فرماتے ہیں " .... پھر زبان مبارک سے فرمایا۔ آموں! مولانا آموں حجرہ کے اندر تھے۔ وہ سن کر لبیک کہتے ہوئے دوڑتے ہوئے آئے۔ آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور چہرہ مبارک پر ملنے لگے۔ فرمایا تم نے بڑی خدمت کی ہے تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔ خاطر جمع رکھو۔ ایک ہی جگہ رہیں گے۔ اگر قیامت کے دن پوچھیں گے کیا لائے؟ تو کہنا لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا۔ اگر مجھ سے پوچھیں گے تو میں بھی یہی کہوں گا۔ "

حضرت سید شاہ عطاء حسین دانا پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب " کنز الانساب " میں حضرت شیخ آموں کا نسب نامہ تحریر کیا ہے وہ اس طرح ہے۔

حضرت شیخ آموں بن مولانا شیخ ابراہیم بن عبدالرحیم بن شیخ عبدالرحمان بن شیخ عبدالعزیز بن
شیخ اسرائیل بن شیخ عبداللہ چوسوی بن شیخ عبدالواحد حقانی بن شیخ ابوالقاسم بن شیخ ابو مسعود

اصفہانی بن شیخ ابو نجیب بن امام ابو الولیس بن امام ابو سعید بن امام ابو للیث بن امام ابو اسحاق بن امام ابو زید بن امام عبداللہ بن حضرت عباس بن خواجہ عبد المطلب جد حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت شیخ آموں رحمۃ اللہ علیہ کے آبائی گاؤں ابراہیم پور چرواتواں میں ایک بہت پرانا برگد کا درخت حضرت مخدوم جہاں کے زمانہ کا موجود تھا جو ابھی چند سال ہوئے گر گیا۔ اس درخت کے قریب ہی ایک کنواں بھی ہے جو مخدوم کنواں کے نام سے موسوم ہے۔ اس مقام کو جہاں برگد درخت تھا اور مخدوم کنواں ابھی موجود ہے ایک تاریخی حیثیت حاصل ہے۔ حضرت مخدوم جہاں جب کبھی بہار شریف سے اپنے چچا زاد بھائی حضرت شاہ شعیب قدس سرہ، سے ملنے مونگیر جاتے تو موضع ابراہیم پور چرواتواں کے راستہ سے جاتے اور اس برگد کے درخت کے نیچے آرام فرماتے تھے اور اپنے مرید مولانا ابراہیم ؒ کو مہمان نوازی کا موقع فراہم کرتے۔ اسی درخت کے سائے میں حضرت سید حسن دائم جشن بلخی قدس سرہ، نے حضرت مخدوم شاہ شعیب قدس سرہ، کو سلسلہ فردوسیہ میں بیعت کرنے کے بعد سند خلافت بخشا اور حضرت مخدوم جہاں کا عنایت کردہ امانت یعنی خرقہ، دستار، پٹی اور مقراض ان کے سپرد کیا۔ اسی مخدوم برگد کے نیچے اور مخدوم کنواں کے قریب حضرت مخدوم شیخ آموں کا مزار اقدس مرجع خلائق ہے۔ شاہ صاحبان خانقاہ و درگاہ شاہ ارزاں ؒ، شہر عظیم آباد۔ پٹنہ۔ حضرت مخدوم آموں ؒ کی اولاد سے ہیں۔ مجھے آپ کے ورثاء کی تفصیل حاصل نہ ہو سکی۔

حضرت سید شاہ فرزند علی صوفی منیری ؒ اپنی کتاب "وسیلہ شرف" کے حاشیہ پر تحقیقات المعانی کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں۔ "...... شفقت فرمائی اور کھانے کے لئے حضرت مخدوم جہاں نے کچھ طلب فرمایا۔ اسی کھانے میں سے ایک لقمہ کا کچھ حصہ چبا کر اپنے دست مبارک سے میرے منہ میں ڈال دیا جس کے کھانے سے میرے (شیخ آموں کے) دل میں ایک نورانی کیفیت جلوہ گر ہوئی۔ اس طرح کہ تمام دنیاوی وابستگی سے دل پھر گیا ...... آپ کا انتقال ۴، شعبان ۷۸۲ھ میں دوپہر کے وقت ہوا۔ جس کی تفصیل یہ ہے ...... ۲۵، روز حجرہ نشینی کے بعد سجادہ مبارک پر بیٹھے اور تمام مریدوں اور طالبوں کو پوری تاکید اور خواہش کے ساتھ طلب فرمایا چنانچہ تمام مریدین و طالبین و دوستان دوزانو ہو کر آپ کے گرد بیٹھے پھر آپ نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ آج میرا سفر آخرت ہے۔ اگر میری آبرو رہے گی تو کسی کو نہ چھوڑونگا۔ لیکن میری وصیت تمام دوستوں اور عزیزوں کو یہ ہے کہ یاد مولیٰ کہ ازہمہ اولیٰ۔ یہ کلام درد انگیز سن کر ہر ایک آہ بھرنے لگا اور آنکھیں پُر آب ہو گئیں۔ لوگوں نے افسوس اور صدمہ کا اظہار کیا اور کہا کہ یہ ہم لوگوں کی شامت نفسی ہے کہ ایسی ذات بابرکات کہ جس سے تمام مریدین و طالبان فیضیاب ہوتے تھے اب محروم ہوتے ہیں۔ جب یہ امر ناگزیر ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر ہم لوگوں کو راضی ہونا چاہئے۔ پھر اپنی عنایت سے اسی عاصی بیچارہ (ارزانی۔ یعنی پسر مخدوم شیخ آموں ؒ) کو اپنے پاس بلا کر حاضرین مجلس کے سامنے سجادہ پر بٹھایا اور دستار خاص اور تبرکات وغیرہ سے نوازا .... پھر خود حجرہ مبارک میں خدا کی یاد میں مشغول ہو گئے۔ جمعہ کے دن ۴، شعبان المعظم ۷۸۲ھ نماز چاشت کے وقت انتقال فرمایا اور ظہر کے وقت مدفون ہوئے۔"

حضرت سید ابراہیم ملک بیاؒ

حضرت سید ابراہیم ملک بیاؒ کا خاندان بغداد شریف میں آباد تھا۔ آپ کے اجداد نے بغداد سے غزنی آکر سکونت اختیار کیا۔ آپ سلطان محمد تغلق کے دور حکومت میں غزنی سے ہندوستان تشریف لائے، جس کی تخت نشینی ۷۲۵ھ میں ہوئی تھی۔ آپ نے سلطان فیروز تغلق کے دور حکومت کے ابتدائی چند سال بھی دیکھے۔ آپ پیشے کے لحاظ سے ایک سپاہی تھے اور سلطان محمد تغلق کی فوج کے سپہ سالار تھے۔ لیکن اہل بہار، حضرت سید ابراہیم ملک بیاؒ کو ایک صوفی بزرگ کی حیثیت دیتے ہیں اور آپ سے بڑی عقیدت رکھتے ہیں۔ سلطان دہلی کی طرف سے آپ کو اور آپ کے ورثاء کو بہار کی صوبہ داری بھی عطا ہوئی۔ کمپری ہنسو ہسٹری آف بہار میں سلطان محمد تغلق کے زمانہ میں صوبہ بہار کے صوبہ داروں کی جو فہرست دی گئی ہے۔ اس میں آپ کا اور آپ کے ورثاء کا نام موجود ہے۔ سید ابراہیم ملک بیاؒ نے بہار کے تین علاقوں پر فوج کشی کی۔ ہزاری باغ کے راجہ، صوبہ دار بہار، شری بٹھل اور رہتاس کے راجہ ہنس کمار پر۔ لیکن ڈاکٹر پروفیسر مجیب الرحمن صرف دو جنگوں کا ذکر کرتے ہوئے۔ حضرت سید ابراہیم ملک بیاؒ کے فتح بہار سے متعلق اپنی کتاب "تاریخ بارہ گاواں" میں تحریر کرتے ہیں۔

"سید ابراہیم نے بہار پر دو مرتبہ چڑھائی کی۔ تاریخ شری سوری گیان مولفہ شری رام گیانی۔ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ (جو بھا کا زبان میں ہے۔) نے لکھا ہے کہ متھرا کے سوری ہندو سوداگران پر بہار کے صوبہ دار شری بٹھل نے بڑا ظلم کیا تھا۔ ان کا تجارتی مال ریشمی کپڑا، اونی شال دوشالے، انگوٹھی، جواہرات اور گھوڑے وغیرہ صوبہ دار کے لوگوں نے خریداری کے بہانے لے لیا اور قیمت دینے سے مکر گئے۔ ان سوداگران نے سلطان محمد تغلق کے پاس دہلی جاکر شکایت کی، بادشاہ نے اپنے سپہ سالار سید ابراہیم کو کچھ فوج کے ساتھ روانہ کیا کہ صوبہ دار کو سمجھا بجھا کر سوداگران کو مال کی قیمت دلوادیں۔ اگر نہیں مانیں تو مناسب طور پر گوشمالی کریں۔ صوبہ دار کسی طرح راضی نہ ہوا۔ دونوں کی فوجوں میں جنگ ہوئی۔ صوبہ دار مارا گیا۔ سید ابراہیم نے مال غنیمت سے اسباب کی قیمت ادا کر دی۔ سوری قوم ان کے سلوک سے بہت خوش ہوئی اور بہار ہی میں مقیم ہو گئی۔ سید ابراہیم نے بہار پر دوسری بار جو چڑھائی کی، اس کے پیچھے بھی ایک واقعہ ہے۔ محمد تغلق کے زمانہ میں بہار کا راجہ ہنس کمار تھا اس کا پایہ تخت رہتاس گڑھ تھا۔ یہ راجہ متعصب اور ظالم تھا۔ اس کے خلاف شکایتیں دہلی پہونچنے لگیں۔ جب ظلم نقطہ عروج پر پہونچ گیا تو بادشاہ نے سید ابراہیم کو اس کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ دونوں طرف سے تلوار بجلی کی طرح چمکنے لگی۔ راجہ جنگ کرتا مارا گیا۔ رہتاس گڑھ کا قلعہ فتح ہو گیا۔ سید ابراہیم خطرات سے مطمئن ہو کر قلعہ سے باہر آرہے تھے کہ چند چھپے ہوئے لوگوں نے ان پر حملہ کرکے شہید کر دیا۔" تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ زیدی سادات کے گھرانے کے دو بزرگ حضرت سید احمد جاجنیری اور سید محمد جاجنیری برادران، حضرت سید ابراہیم ملک بیاؒ کی فوج میں شامل تھے اور ان ہی کے ساتھ بہار تشریف لائے۔ جنگی معرکہ میں شامل ہوئے اور ان کے ورثاء بہار کے مختلف علاقوں میں آباد ہوئے۔

حضرت سید ابراہیمؒ حسنی سادات سے ہیں اور آپ کا سلسلہ نسب حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوتا ہوا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جاکر مل جاتا ہے۔ آپ بہار کے پہلے معرکہ سے کامیاب ہو کر جب دہلی پہنچے

تو سلطان محمد تغلق نے خوش ہو کر آپ کو ملک کا خطاب دیا۔ کہا جاتا ہے کہ جب آپ دربار میں تشریف لائے تو بادشاہ نے پر مسرت انداز میں آپ کو ان الفاظ سے مخاطب کیا "ملک بیا" (ملک آؤ) اس دن سے آپ ملک بیا کے نام سے مشہور ہوئے ۔ بعض تذکرہ نگاروں نے "ملک بیّو" بھی لکھا ہے جو دراصل ملک بیا کی بگڑی ہوئی شکل ہے ۔ حضرت سید ابراہیم ملک بیا کا سلسلہ نسب درج ذیل ہے ۔

سید ابراہیم بن سید ابوبکر بن سید قاسم عبد اللہ بن سید محمد فاروق بن سید ابو منصور عبد السلام بن سید عبد الوہاب بن سید محی الدین عبد القادر جیلانیؓ

جناب سید محمد نجم الحسن نے اپنی کتاب "اشراف عرب" اور ڈاکٹر مجیب الرحمن نے ملک محمد نعیم کی کتاب "ریاض النعیم" کے حوالہ سے سید ابراہیم ملک بیا کے آٹھ لڑکوں اور ایک لڑکی کے نام لکھے ہیں جو یہ ہیں۔ ملک داؤد، ملک محمد الیاس، ملک بدر الدین، ملک صدر الدین، ملک محمد محسن، ملک عثمان، ملک سلیمان اور بی بی مشیا۔ کمپری ہنسو ہسٹری آف بہار میں بحیثیت صوبہ دار بہار آپ کا اور آپ کے ورثاء کے نام گئے ہیں۔ نمبر ایک ملک ابراہیم بیا، نمبر دو داؤد خان ولد ملک ابراہیم بیا، نمبر تین شاہزادہ سلیمان ولد داؤد۔ "تاریخ حسن" مصنفہ سید جواد حسین گیاوی مرحوم، مطبوعہ مطبع آصفی کانپور ۱۹۱۲ء کے بیان کے مطابق حضرت سید ابراہیم ملک بیا مجرد تھے ۔ آپ نے شادی نہیں کی تھی اور آپ کی کوئی صلبی اولاد نہ تھی۔ بہار کے معرکہ میں شری بٹھل کے محل سے دورانیاں قید ہو کر آئی تھیں۔ ان میں سے ایک حاملہ تھی۔ حاملہ رانی نے ایک لڑکے کو جنم دیا۔ اس نومولود بچے کی حضرت ملک بیا نے پرورش کی اور بیٹا بنا کر رکھا۔ اسی لڑکے کے ورثاء اپنے کو ملک کہتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ تاریخ حسن کی اصل عبارت کچھ اس طرح ہے۔

"در کتاب قلمی من حالات سادات جاجنیری کہ در محافظ خانہ جناب صاحب کلکٹر بہادر ضلع مونگیر ست یافتہ میشود کہ حضرت سید ابراہیم را دو صبایا قوم زنار دار چکوار بدست آمدہ بودیکے را از کمی لشکریان اسلام معتقد فرمودو دیگری کہ باردار بود بچہ آورد و چون شریعت اسلام نسبت مملوک تاکید کردہ و نیز باعث نیکو سیرتی و خلق آبائی خود سید صاحب بچہ را پرورش فرمودازیں جہت آن بچہ موسوم بملک گشت و پس از وفات حضرت سید ابراہیم ملک بیا۔ او بچہ صاحب ثروت و عزت گشتہ بعلاقہ بہار سکونت ورزید و بنو اوبسیار گشتند۔ گویند کہ اولاد او بعد جوی کیول کہ متصل لکھی سرای جاریست ودریای گنگ و کوہ ہزاری باغ ودریای سون منتشر شدہ سکونت در زیدند ممکن باشد کہ اولاد او بچہ را اولاد یا آل سید ابراہیم ملک بیا شمردہ شجرہ خودرا بہ سید ابراہیم رسانیدہ باشند۔"

حضرت سید ابراہیم ملک بیا قدس سرہ ۱۳ ذی الحجہ ۷۵۳ھ بروز اتوار رہتاس گڑھ قلعہ میں شہید ہوئے ۔ جسد خاکی بہار لائی گئی۔ آپ شہر بہار سے ایک میل دور پہاڑی پر مدفون ہوئے ۔ آپ کی قبر ایک بڑے گنبد نما عمارت کے اندر ہے ۔ حضرت قائد اعظم محمد علی جناح کے مزار کو دیکھنے کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت سید ابراہیم ملک بیا رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ کی نقل ہے ۔ سات صدیوں سے زیادہ کا عرصہ گذر چکا ہے لیکن ملک صاحب کے روضہ کی عمارت بالکل نئی معلوم ہوتی ہے ۔ عمارت کی اینٹوں سے خوشبو نکلتی ہے ۔ روضہ کے اندر ایک مخصوص گوشہ ہے جہاں ایک مخصوص مقام پر جس قد کا آدمی کھڑا ہو جائے وہ ایک مخصوص خوشبو محسوس کرے گا۔ لیکن کھڑا ہوا شخص اپنے پیر کے پنجوں پر کھڑا ہو کر اپنا قد اونچا کرے یا چہرہ ادھر ادھر گھوما لے تو وہ خوشبو غائب ہو جاتی ہے ۔ جس پہاڑی پر آپ کا روضہ اقدس ہے وہ "پیر پہاڑی" کے نام سے مشہور ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے روضہ سے شمال مشرق جانب ایک بزرگ حضرت سید احمد عرف

پیر پہاڑی کی قبر آپ کی شہادت سے پہلے سے موجود ہے۔ ڈاکٹر پروفیسر مجیب الرحمٰن صاحب نے "گنج ارشدی قلمی" کے حوالے سے لکھا ہے کہ سید ابراہیمؒ کے مقبرہ کا سنگ بنیاد حضرت مخدوم جہاں بہاری، مخدوم سید احمد چرم پوش اور مخدوم شاہ احمد سیستانی قدس سرہاء نے رکھا ہے۔ روضہ کی عمارت کے اندر دس قبریں اور باہر دو قبریں ہیں۔ یہ تمام قبریں آپ کے اقرباء اور ورثاء کی بتائی جاتی ہیں۔
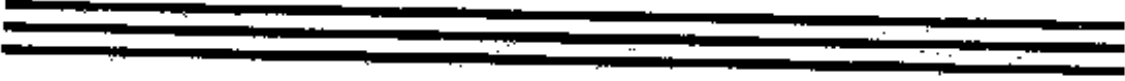
روضۂ اقدس حضرت سید ابراہیم ملک بیاؒ

حضرت شیخ چولھائی قدس سرہ

حضرت شیخ چولھائی قدس سرہ حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحیٰی منیری البہاری قدس سرہ العزیز کے خادم خاص تھے ۔ آپ ہر لحہ مخدوم جہاں کی خدمت اقدس میں حاضر رہتے ۔ آپ کو دنیا کے کسی اور دوسرے کاموں سے کوئی سروکار نہ تھا۔ سوائے حضرت مخدوم کی خدمت گذاری کے ۔ مخدوم جہاں اور ان کی والدہ حضرت بڑی بوا قدس سرہا کے تمام امور آپ ہی انجام دیا کرتے تھے ۔

جس زمانہ میں قاضی شمس الدین بہار کے قاضی ہو کر آئے تو وہ حضرت مخدوم جہاں سے ملنے آئے ۔ مخدوم جہاں حجرہ کے اندر حالت استغراق میں تھے ۔ حضرت چولھائیؒ دروازہ پر تھے وہ قاضی صاحب کو منع نہ کر سکے ۔ قاضی صاحب حجرہ کے اندر داخل ہوئے اور سلام کیا " حضرت مخدوم جواب نہ دے سکے اور نہ قاضی صاحب کی تعظیم کی۔ پھر قاضی صاحب نے سوال کیا شیخی کیا ہے ؟ حضرت مخدوم جہاں نے فرمایا ۔ صوفی وہ ہے کہ ننانوے صفات باری عزاسمہ سے موصوف ہو شیخی بالاتر اس سے ہے ۔ قاضی صاحب فوراً حجرہ سے باہر آئے اور چلے گئے ۔ جب مخدوم جہاں کو ہوش آیا تو آپ نے حضرت چولھائیؒ سے فرمایا یہاں کوئی آیا تھا۔ حضرت چولھائیؒ نے ساری باتیں بیان کر دیں۔ حضرت مخدوم جہاں نے حضرت چولھائیؒ سے فرمایا میرے ہاتھوں کو رسی سے اتنا کس کر باندھو کہ خون نکل آئے اور اسی طرح مجھے قاضی کے پاس لے چلو۔ حضرت چولھائیؒ نے اپنے پیر کے حکم کے مطابق عمل کیا۔ جب یہ خبر قاضی شمس الدین صاحب کو ملی کہ شرف الدین درویش دروازے پر اس حالت میں کھڑے ہیں تو گھبرائے ہوئے باہر آئے ۔ مخدوم جہاں نے فرمایا شرع کی جو سزا ہے ہم پر جاری کی جائے ۔ قاضی صاحب نے آگے بڑھ کر خود مخدوم جہاں کا ہاتھ کھولا اور مرید ہو کر حلقہ ارادت میں داخل ہوئے ۔

حضرت شیخ چولھائی قدس سرہ موضع بدمرہ کے رہنے والے اور ہندوؤں کی ایک مشہور ذات اہیر سے تعلق رکھتے تھے ۔ موضع بدمرہ ضلع گیا میں کاکو کے قریب ہندوؤں کی ایک بستی تھی۔ جس کا نام و نشان مٹ چکا ہے ۔ حضرت شیخ چولھائیؒ کے متعلق حضرت سید شاہ فرزند علی صوفی منیری علیہ رحمتہ اپنی کتاب "وسیلہ شرف" میں تحریر کرتے ہیں۔ "شیخ چولھائی رحمتہ اللہ علیہ کے مسلمان ہونے کا قصہ یہ ہے کہ جس زمانہ میں آپ (مخدوم جہاں) جنگل بہیا میں تھے ایک دن چولھائی کہ گاؤبان تھے یعنی گوالے ، گائیں چرا رہے تھے ۔ آپ نے فرمایا کہ اس گائیں سے دودھ ہم کو دوہ دو (دوہنا یعنی دودھ نکالنا)۔ چولھائیؒ نے کہا کہ یہ گوئبالہ ہے ابھی اس نے بچہ نہیں دیا ہے ۔ آپ نے فرمایا دوہو تو۔ چولھائی نے کہا ابھی نر سے جفت بھی نہیں ہوئی ہے ۔ پھر آپ نے فرمایا دوہ کر دیکھو۔ بہت اصرار سے چولھائی غصہ میں آکر دوہنے لگے تو اتنا دودھ ہوا کہ برتن بھر گیا۔ پھر تو بے دام و درم غلام ہو گئے ۔ کہنے لگے کہ اب ہم یہ قدم کہاں چھوڑیں گے ۔ گائیں وہیں چھوڑ اور گھر بار سب کو ترک کر کے ذاکر و شاغل ہوئے ۔ اور کامل و واصل ہوئے ۔ فقیر راقم (شاہ فرزند علی منیری) کہتا ہے کہ ہم لوگوں نے وہ گائیں دیکھی تھیں۔ ہرنوں کی طرح جنگل بہیا میں چھٹی ہوئی رہتی تھیں اور آدمیوں کو دیکھ کر بھاگتی تھیں۔ راجہ کی طرف سے منادی تھی کہ کوئی شخص ان کو صید و قید نہ کر سکتا تھا۔ "

حضرت مخدوم فرید الدین طویلہ بخش چشتیؒ

حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہ نے اپنے حقیقی بھائی سید جمال الدین بدایونی بن خواجہ سید احمد بدایونی کے انتقال کے بعد ان کے خوردسال لڑکے سید ابراہیمؒ کو اپنے پاس دہلی بلوالیا۔ سید ابراہیمؒ نے اپنے چچا محبوب الٰہی کی خدمت میں رہ کر تعلیم و تربیت حاصل کی۔ بعض تذکرہ نگاروں نے حضرت سید ابراہیمؒ کو حضرت محبوب الٰہی کے چچا زاد بھائی کا بیٹا لکھا ہے۔ جب حضرت اخی سراج الدینؒ کو حضرت خواجہ کی طرف سے بنگال جانے کا حکم ہوا تو حضرت سید ابراہیم بھی ساتھ کر دیئے گئے۔ جہاں آپ کا مستقل قیام پنڈوہ شریف میں ہوا۔ حضرت سید ابراہیمؒ کی شادی پنڈوہ میں حضرت میر بدر الدین بدر عالم زاہدیؒ کی ہمشیرہ سے ہوئی جو حضرت شیخ علاء الدین علاء الحق پنڈویؒ کی سالی تھیں۔ اس طرح سید ابراہیمؒ بن سید جمال الدین بدایونی اور شیخ علاء الحق پنڈویؒ ہمزلف تھے۔ سید ابراہیمؒ کے صاحبزادے حضرت مخدوم سید شاہ فرید الدین طویلہ بخش چشتی قدس سرہ تھے۔ حضرت مخدوم طویلہ بخش چشتی کی شادی ان کی خالہ زاد بہن دختر شیخ علاء الحق پنڈویؒ سے ہوئی۔

حضرت مخدوم سید فرید الدین طویلہ بخش چشتی قدس سرہ، اپنے خالہ زاد بھائی اور برادر نسبتی حضرت شیخ نور قطب عالم پنڈویؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ مخدوم طویلہ بخشؒ پنڈوہ شریف میں ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ کر کپڑا سینے کا کام کرتے تھے۔ آپ کپڑے کی سلائی کا کوئی مطالبہ نہیں کرتے تھے، بلکہ جو کوئی جو کچھ دے دیتا لے لیتے تھے۔ اسی راستہ سے اکثر گھوڑے کے تاجر گذرتے تھے۔ ایک مرتبہ گھوڑے کا ایک تاجر وہاں ٹھہر گیا اور اس نے حضرت کو اپنا کپڑا سینے کو دیا۔ آپ نے اس تاجر سے پوچھا، یہ گھوڑے کہاں سے آئے ہیں اور کہاں جائیں گے۔ اس نے جواب دیا تم اپنا کام کئے جاؤ۔ تم کو کیا مطلب ہے کہ گھوڑے کہاں سے آئے ہیں اور کہاں جائیں گے۔ جئیں گے یا مریں گے۔ آپ نے فرمایا "جئیں یا مریں ہم کو کیا۔" دوسرے دن صبح کو سارے گھوڑے مردہ پائے گئے۔ تاجر بڑا پریشان ہوا۔ اس نے لوگوں سے کل کی بات کا ذکر کیا اور جب اسے معلوم ہوا کہ آپ حضرت شیخ علاء الحقؒ کے داماد ہیں، تو وہ تاجر حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور واقعہ بیان کیا۔ شیخ نے حضرت مخدوم کو بلایا اور کہا "جوانی کا غصہ نہیں جاتا ہے؟ غریب کے گھوڑے تم نے مار ڈالے۔" آپ نے فرمایا۔ "حضور مجھے کیا، گھوڑے مرتے ہوں یا جیتے ہوں۔" حضرت شیخ علاء الحقؒ نے تاجر سے کہا جاؤ گھوڑوں کو زندہ پاؤ گے اور حضرت مخدوم فرید الدین قدس سرہ کو طویلہ بخش کا لقب عطا فرمایا۔

حضرت مخدوم سید فرید الدین طویلہ بخش چشتی قدس سرہ، بسلسلہ تبلیغ و رشد و ہدایت خلق بنگال سے بہار تشریف لائے۔ شہر بہار کے قریب چاند پورہ میں بودوباش اختیار فرمائی۔ چاند پورہ، بہار میں، خانقاہ طویلہ بخش بہت مشہور ہے۔ دنیائے اسلام میں علم فقہ اور منطق کے مشہور عالم دین حضرت ملا محب اللہ بہاریؒ آپ ہی کے خاندان میں مرید ہوئے اور احاطہ خانقاہ طویلہ بخش چاند پورہ میں آسودہ خاک ہیں۔ آپ کی اولادوں میں بکثرت صوفیاء و مشائخ گذرے ہیں۔ ازاں جملہ حضرت سید سلطان چشتی نظامی قدس سرہ تقویٰ اور طہارت ظاہری و باطنی سے آراستہ تھے۔ صاحب کرامت اور مقام عالی رکھتے تھے۔ آپ کا پدری سلسلہ نسب صاحب مخزن الانساب نے اس طرح لکھا ہے۔

سید شاہ محمد سلطان ثانی چشتی النظامی بن سید محمد بخش بن سید احسان اللہ بن سید امر اللہ بن سید عنایت اللہ بن سید مسعود بن سید محبوب بن سید منصور بن سید مظفر بن سید سلطان اکبر بن سید نصیر الدین بن سید معین الدین بن مخدوم سید فرید الدین طویلہ بخش چشتی بن سید ابراہیم بن سید جمال الدین بدایونی بن سید احمد بدایونی بن سید علی بخاری بن سید عبد اللہ بخاری بن سید حسن بخاری بن سید علی بخاری بن سید احمد بن سید عبد اللہ بن سید علی اصغر مدنی بن سید جعفر الثانی مدنی بن امام علی الہادی نقی بن امام جواد محمد تقی بن حضرت امام علی رضاؓ۔

نقشہ اولاد حضرت سید فرید الدین طویلہ بخش
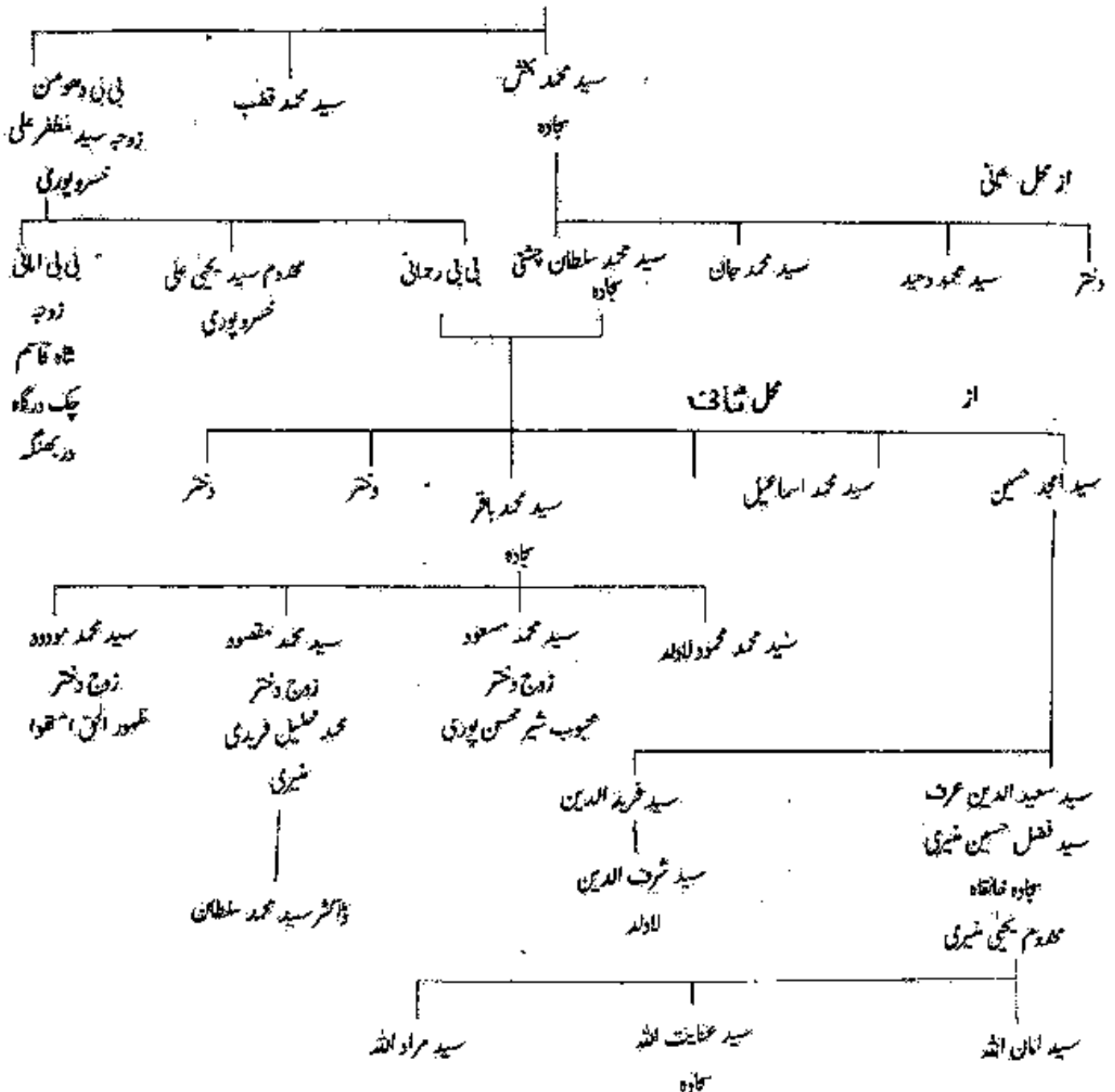
سید قطب بخش چشتی چاندپوری
سید محمد ابراہیم عرف
شاہ درگاہی
سید حیدر بخش
دختر
دختر
دختر
دختر زوجہ
حکیم سید حسین علی
خسروپوری
دختر
سید احمد حسین
حکیم سید ابوالحسن
سید محمد ناظم
سید محمد جان چشتی چاندپوری
سید محمد کبیر
سید محمد آصف
سید محمد زاہد
سید محمد عابد
سجادہ
خانقاہ
چاندپورہ
سید محمد اسماعیل چشتی چاندپوری
سید محمد عسکری
سجادہ
خسروپوری
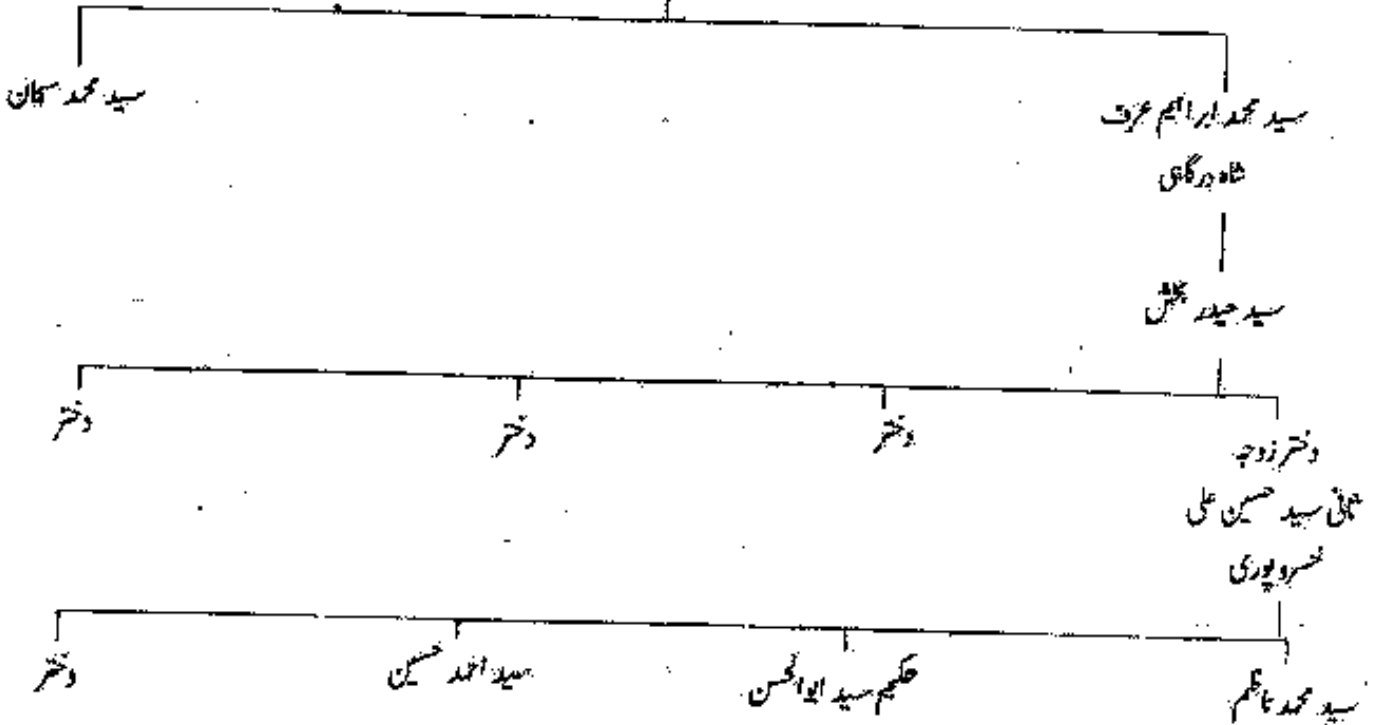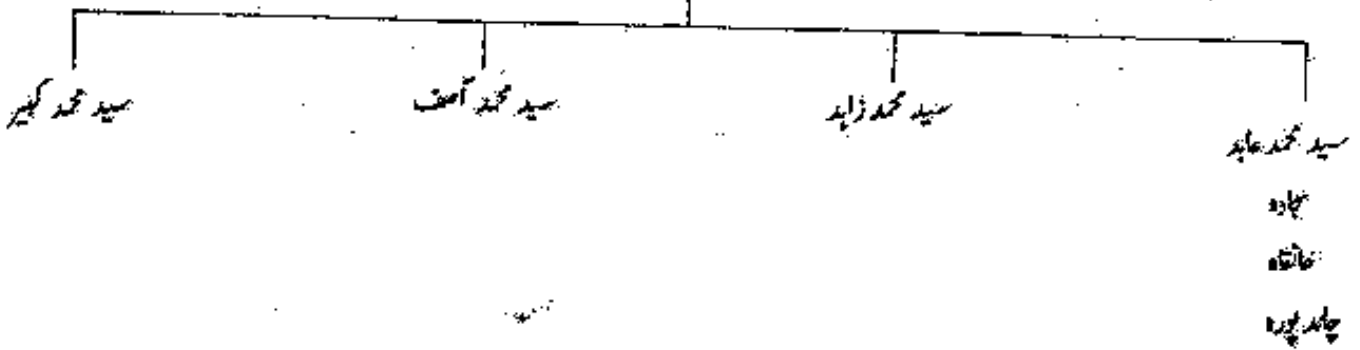
حضرت پیر بدرالدین بدر عالم زاہدی قدس سرہٗ

ماہنامہ رسالہ "آستانہ" دہلی۔ اکتوبر ۱۹۶۴ء نے حضرت پیر بدرالدین بدر عالم زاہدی قدس سرہٗ کو سادات کے ممتاز گھرانے میں شمار کیا ہے۔ بعض تذکرہ نگاروں نے آپ کے جد امجد حضرت عبدالرحمٰن رومیؒ کو زیدی سید لکھا ہے۔ ایک روایت اس طرح بیان کی جاتی ہے کہ سید عبدالرحمٰن رومیؒ کے فرزند سید احمد شاہ صوفی تھے۔ جن کو شہنشاہ روم حسین شاہ رومی نے متبنیٰ بنالیا تھا۔ چونکہ سلطان لاولد تھا اس لئے سلطان کے انتقال کے بعد تخت روم پر سید احمد شاہ صوفی جلوہ افروز ہوئے۔ حضرت سید احمد شاہ صوفی کی طبیعت فقیری اور درویشی کی طرف مائل تھی۔ حکومت کا بار گراں گزرا۔ آخر تخت و تاج حضرت عثمان غنیؓ کی ایک اولاد کے سپرد کرکے مکہ مکرمہ تشریف لائے اور اپنی زندگی یاد الٰہی میں بسر کرنے لگے۔ آپ خواجہ حسن رومیؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ اس قدر زہد و عبادت میں مشغول ہوئے کہ آپ کا لقب ہی زاہد ہوگیا۔ اور آپ ہی سے روحانی سلسلہ زاہدیہ کی بنیاد پڑی۔ آپ ہی کے صاحبزادے حضرت شیخ شہاب الدین زاہدی امام کعبہ کبیرؒ ہندوستان کے علاقہ جہاں اب میرٹھ آباد ہے وارد ہوئے۔ شیخ شہاب الدین امام کعبہ میرٹھیؒ کے صاحبزادے حضرت شیخ فخر الدین بزرگ خداداد زاہدی کا مزار میرٹھ ہی میں ہے۔ حضرت پیر بدرالدین بدر عالم زاہدی قدس سرہٗ کا خاندانی نسب نامہ جو اہل بہار میں مشہور ہے اور راقم الحروف سید قیام الدین نظامی القروی نے خال محترم سید شاہ ولایت حسین ابدالی عرف شاہ دتّو علیہ رحمۃ کی بیاض سے نقل کیا وہ درج ذیل ہے۔

پیر بدر الدین بدر عالم زاہدی بن شیخ فخر الدین زاہدی ثانی بن شیخ شہاب الدین حق گو شہید زاہدی بن شیخ فخر الدین بزرگ خداداد زاہدی بن شیخ شہاب الدین کبیر زاہدی میرٹھی امام کعبہ بن حضرت احمد شاہ صوفی بن عبدالرحمٰن رومی بن اسمٰعیل بن محمد بن عبداللہ بن شیخ ابوبکر شبلی بن عثمان بن عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن بن ضیاءالحق بن عبدالعزیز بن خالد بن عبدالرحمٰن بن عمر بن خلیفہ ثالث امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ۔

مندرجہ بالا نسب نامہ کی رو سے حضرت پیر بدر الدین بدر عالم زاہدی قدس سرہٗ عثمانی شیخ ہیں۔ حضرت پیر بدر عالم قدس سرہٗ کے دادا حضرت شہاب الدین حق گو شہید نے سلطان جونا خان محمد تغلق کو اس کے روبرو ظالم و جابر کہدیا تھا اور سلطان نے آپ کو شہید کرادیا تھا۔ اسی وجہ سے آپ حق گو شہید مشہور ہوئے۔ آپ کا مزار اقدس زیر قلعہ دہلی واقع ہے۔ آپ کی شادی مشہور عالم دین سید قطب الدینؒ کی دختر سے ہوئی تھی جن کے صاحبزادے شیخ فخر الدین زاہدی ثانی یعنی حضرت پیر بدر عالم زاہدی کے والد کا مزار اقدس بھی دہلی ہی میں حوض شمسی پر ہے۔

حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحیٰی منیری قدس سرہ العزیز نے بسلسلہ تبلیغ دین بہت سے علماء و مشائخ کو دعوت دیکر بہار بلوایا تھا۔ جنہیں بہار کے مختلف علاقوں میں ولایت تفویض فرمائی تھی۔ مخدوم جہاں نے حضرت پیر بدرالدین بدر عالم زاہدیؒ کو بھی میرٹھ سے بہار طلب فرمایا۔ لیکن جب آپ بہار تشریف لائے تو اس وقت مخدوم جہاں کا وصال ہو چکا تھا۔ آپ مخدوم جہاں کے روضہ پر حاضر ہوئے، دوزانوں ہو کر بیٹھے اور مراقب ہوئے۔ ارشاد ہوتا جاتا تھا اور قریب آؤ اور قریب آؤ، یہاں

تک کہ زانو مبارک قبر شریف سے جالگا۔ یہ حالت دیکھ کر بعض خدام مزار خفا ہو کر بولے کیسا بے ادب فقیر ہے کہ مزار پر چڑھا جاتا ہے۔ حضرت پیر بدرالدین بدر عالم زاہدی قدس سرہ، نے بہار شریف کے محلہ سوہ ڈیہہ میں رہائش اختیار فرمائی اور اسی جگہ آپ کی اولاد مستقل آباد ہوئی۔ آپ کی دختری اولاد یعنی بی بی ابدال صاحبہ کے ورثاء کی ایک شاخ محلہ مزار پور میں رہی۔ شاہ صاحبان اسلام پور اور خال محترم سید شاہ ولایت حسین ابدالی عرف شاہ ولّو علیہ رحمتہ کا تعلق اسی شاخ سے ہے۔ حضرت پیر بدر عالم زاہدی کی کمر سے بالا سینہ، پشت اور بازوں پر گھنے روئیں تھے جو اس انداز کے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ قرآن شریف کی آیتیں لکھی ہیں۔ آپ لیٹ کر غسل کیا کرتے تھے تاکہ غسل کا پانی کمر سے نیچے نہ پہنچے۔ حضرت پیر صاحب کا اصل نام تو بدرالدین ہی تھا۔ بعض تذکرہ نگاروں نے سید جلال الدین بھی لکھا ہے۔ حضرت احمد شاہ صوفی زاہدی کی نسبت سے بدر عالم زاہدی مشہور ہوئے۔ آپ کا لقب سراج الآخرت تھا۔

سراج الآخرت حضرت پیر بدرالدین بدر عالم زاہدی قدس سرہ، سے بہار کے ساتھ ساتھ صوبہ بنگال کو بھی بڑا فیض حاصل ہوا۔ آپ بسلسلہ تبلیغ دین اسلام بنگال بھی تشریف لے گئے۔ آپ جس زمانہ میں بنگال میں قیام پذیر تھے وہ وقت بڑا پُر آشوب تھا۔ عموماً پورا بنگال جادوگری کے لئے خاصہ مشہور تھا اور خصوصیت کے ساتھ چاٹگام کا پہاڑی علاقہ بھوت پریت اور جادوگروں کا مسکن تھا۔ روایت بیان کی جاتی ہے کہ جب آپ چاٹگام پہنچے تو وہاں ایک پہاڑی پر قیام فرمایا اور ایک چراغ روشن کیا۔ جس کی روحانی طاقت سے علاقہ کی ظلمت دور ہوئی۔ بدروحوں، جادوگروں اور کاہنوں کا صفایا ہوگیا۔ چراغ کو بنگلہ زبان میں " چاٹی " کہا جاتا ہے۔ اس لئے جس پہاڑ پر آپ نے چراغ روشن کیا تھا اس کا نام چٹی پہاڑ اور اس پورے علاقہ کا نام چاٹیگرام پڑگیا۔ چاٹی کے معنی چراغ اور گرام کے معنی گاؤں کے ہیں۔ یعنی چراغ والا گاؤں اس طرح بعد میں چاٹگام مشہور ہوا۔ اس روایت کو آسان الفاظ میں یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ بنگال کا یہ علاقہ جو کفر کی تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا آپ نے وہاں اسلام کی روشنی (حق کا چراغ روشن کیا) پھیلائی۔ چٹی پہاڑ پر آج بھی آپ کا چلہ موجود ہے۔ جہاں لوگ ہر سال قندیلیں روشن کرکے آپ کی یاد مناتے ہیں۔ ایک واقعہ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ کسی ملّاح کی کشتی دریائی طوفان میں گھر گئی اس نے حضرت پیر بدر ؒ کے واسطہ سے اللہ سے دعاء کی اور بہ حفاظت ساحل تک پہنچا۔ جہاز کے اندر جو تجارتی مال تھا اس کا چوتھائی حصہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے وہ مال ضرورتمندوں میں تقسیم کردیا۔ بنگال میں دریاؤں کا جال بچھا ہوا ہے۔ وہاں کی انسانی زندگی میں دریا، ملّاح، مچھیروں اور مانجھیوں کا بڑا عمل دخل ہے۔ کشتی بانی، ماہی گیری اور دریائی تجارت کرنے والوں میں آج بھی حضرت پیر بدر عالم زاہدی ؒ سے ارادت و عقیدت قائم ہے۔ ملّاحوں اور ماہی گیروں کے ترانوں، گیتوں اور قصیدوں میں حضرت پیر بدر ؒ کا نام کثرت سے پایا جاتا ہے۔ جب ملاح اپنے بادبانی جہاز کا لنگر اٹھاتے ہیں، جب کبھی وہ یا ان کی کشتی کسی خطرہ سے دوچار ہوتی ہے یا مانجھی طوفان میں گھر جاتے ہیں تو پکارتے ہیں اللہ نبی پنج پیر بدر بدر۔ بنگال کے شہر دیناج پور میں بھی حضرت پیر بدر الدین بدر عالم زاہدی قدس سرہ، کا ایک چلہ گاہ ہے جو درگاہ پیر بدر عالم کے نام سے مشہور ہے۔

سلطان علاء الدین حسین شاہ (علی مبارک) کی مدد سے آپ نے کئیں راجہ مشا سے جنگ کی تھی جو بڑا ظالم و جابر تھا۔

سراج الآخرت حضرت پیر بدر الدین بدر عالم ؒ نے کئی شادیاں کیں جن میں ایک فیروز شاہ نامی کسی سلطان کی دختر تھیں۔ فیروز شاہ کی مناسبت سے کسی نے فیروز شاہ تغلق لکھا، کسی نے فیروز شاہ شرقی اور کسی تذکرہ نگار نے فیروز شاہ موصوف کو حاکم بنگال تحریر کیا ہے۔ بہر حال یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ کی ایک اہلیہ فیروز شاہ نامی کسی حکمراں کی دختر نیک اختر تھیں۔ پیر بدر عالم زاہدی قدس سرہ، کی کل چھ اولادیں تھیں۔ پسر اول شیخ شہاب الدین پیر جگجوت، پسر دوم شیخ ابو سعید، پسر سوئم شیخ جنید، پسر چہارم شیخ تیز طبع،

پسر پنجم شیخ ابو اسحٰق اور ایک دختر بی بی ابدال صاحبہ جو اپنے وقت کی ولیہ کاملہ تھیں۔ آپ کی شادی حضرت سید محمد دانشمند حصاری فردوسی رحمۃ اللہ علیہ بن مخدوم سید محمد علیم الدین گیسودراز دانشمند نیشاپوری سے ہوئی، جن کا تذکرہ کتاب ہذا میں تفصیل سے کیا گیا ہے۔ حضرت بی بی ابدال صاحبہ نے اپنے شوہر حضرت سید محمد فردوسیؒ کی اجازت سے موضع بی بی پور ضلع گیا جو اس وقت ایک جنگل تھا۔ چلّہ کشی کی اور بڑی سخت ریاضتیں کیں۔ روایت ہے کہ اکثر بی بی صاحبہ کو ہاتھ میں سانپ کے کوڑے لئے شیر پر سواری کرتے دیکھا گیا (واللہ اعلم بالصواب)۔ حضرت بی بی ابدال صاحبہ کی اولادوں میں شاہ صاحبان اسلام پور، حضرات مراد پور، بہار شریف، اہل ابوپور، ضلع پٹنہ، میر صاحبان موضع اور گھپور اور ابراہیم پور پکورہ ضلع پٹنہ وغیرہ ہیں۔

حضرت پیر بدر الدین بدر عالم زاہدی قدس سرہ، کا وصال ۲۷ رجب ۸۴۴ھ مطابق ۱۴۴۰ء کو بہار شریف میں ہوا۔ آپ کا مزار اقدس چھوٹی درگاہ کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کے مزار پر کوئی گنبد نہیں ہے۔ آپ کے روحانی اثرات برما سے انڈونیشیا تک پائے جاتے ہیں۔ بردوان کے مسٹر عبد الجبار مرحوم کا تعلق بھی اسی خانوادہ سے ہے۔

شجرہ اولاد حضرت پیر بدر الدین بدر عالم زاہدی

حضرت سید محمد علیم الدین گیسودراز دانشمند نیشاپوریؒ

حضرت سید محمد علیم الدین گیسو دراز دانشمند نیشاپوری قدس سرہٗ ، حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہٗ العزیز کے عہد میں صوبہ بہار تشریف لائے۔ اور حضرت مخدوم کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو کر بیعت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔ آپ نے سلسلہ فردوسیہ کی تبلیغ و اشاعت میں بڑی کاوشیں کیں۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام محمد المامون دیباج سے ہوتا ہوا حضرت امام حسین شہید کربلا علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ حضرت امام محمد دیباج بن حضرت امام جعفر صادقؓ کو جب خلیفہ منصور نے زندہ دیوار میں چنوا دیا تو آپ کے پوتے سید جعفر نیشاپور میں آکر متوطن ہوئے۔ پھر کئی پشتوں کے بعد سید محمد علیم الدین گیسو دراز دانشمند نیشاپور سے ہندوستان وارد ہوئے۔ اور مختلف علاقوں کی سیر و سیاحت کرتے ہوئے حضرت مخدوم جہاں بہاری کی طلب پر صوبہ بہار آئے۔ اکثر تذکرہ نگاروں نے آپ کے صاحبزادے حضرت سید محمد فردوسی قدس سرہٗ کے نام کے ساتھ فردوسی دروں حصاری کا لفظ لکھا ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت سید محمد علیم الدین گیسو دراز نیشاپور سے براہ دروں حصار بہار پہنچے ہوںگے واللہ اعلم بالصواب۔ آپ کے دو صاحبزادے حضرت سید محمد فردوسی دروں حصاری اور حضرت سید احمد تھے۔ حضرت سید احمد بن سید علیم الدین گیسو دراز نیشاپوری نے لاولد وصال فرمایا جن کا مزار اقدس موضع نادرہ ضلع گیا میں ہے۔

حضرت سید محمد فردوسی دروں حصاری اور ان کے بھائی سید احمدؒ کی تعلیم و تربیت حضرت مخدوم شیخ بدر الدین بدر عالم زاہدی قدس سرہٗ کی خانقاہ اور مدرسہ واقع محلہ چھوٹی درگاہ بہار شریف میں ہوئی۔ حضرت مخدوم بدر عالم زاہدی کو اپنے شاگرد رشید حضرت سید محمد فردوسی سے از حد پیار و محبت تھی اور یہی وجہ تھی کہ حضرت نے اپنی دختر نیک اختر حضرت بی بی ابدال صاحبہ کو آپ کے نکاح میں دیدیا جو اپنے وقت کی ولیہ کاملہ تھیں۔ آپ کا چلہؔ اب تک موضع بی بی پور ضلع پٹنہ میں مرجع خلائق ہے۔ جناب سید کریم الدین میر دادی بہاری اپنی کتاب " مخزن الانساب " میں بی بی پور کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ " ایں موضع بی بی پور را حضرت بی بی ابدال بجہیز یافتہ بود در آنجا چلہؔ خدمت وے وچاہ پختہ تعمیر کردہ وے معروف بہ چاہ بی بی صاحبہ و خطیرہ پاک فرزندان حضرت سید ولی قدس سرہٗ ہنوز موجود اند .... بزمانہ سابق فرزندان حضرت بی بی ابدال بد آنجا قیام میداشتند۔ حالا در آنجا کسے اولاد آنحضرت نیستند "۔ حضرت سید محمد فردوسی دروں حصاری قدس سرہٗ کو حضرت بی بی ابدال کے بطن سے ایک صاحبزادے سید محمود اور دو صاحبزادیاں بی بی بڑی اور بی بی الٰہی تھیں۔ حضرت بی بی ابدال نے اپنے شوہر حضرت سید محمد فردوسیؒ کی اجازت سے گوشہ نشینی اختیار کی اور موضع بی بی پور میں جو اس وقت ایک خطرناک جنگل تھا چلہؔ کشی کی۔ بعد میں اسی موضع بی بی پور کو آپ کی اولاد یعنی سید محمود بن حضرت سید محمد فردوسی بن سید محمد علیم الدین گیسو دراز دانشمند نیشاپوری کے ورثاء نے آباد کیا اور یہاں سے بیعت و ارشاد کا سلسلہ جاری کیا۔ حضرت سید محمد فردوسی دروں حصاری بن سید محمد علیم الدین گیسو دراز دانشمند نیشاپوری قدس سرہٗ کا پدری سلسلہ نسب درج ذیل ہے۔

حضرت سید محمد فردوسی دروں حصاری بن سید محمد علیم الدین گیسو دراز دانشمند نیشاپوری بن سید

مسعود بن سید محمد بن سید عذرہ بن سید ابراہیم بن سید اسمعیل بن سید آدم بن
سید محمد بن سید مسعود بن سید عبداللہ بن سید عبدالغنی بن سید فخرالدین بن سید
محمد جعفر بن سید حسین بن امام محمد الماموں دیباج بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر
بن امام عبداللہ علی زین العابدین بن حضرت امام حسین شہید کربلا بن امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ
وجہہ۔

حضرت سید محمد فردوسی درون حصاری قدس سرہٗ کی سجادگی خاندان میں نسلاً بعد نسلٍ دسویں پشت میں حضرت سید اشرف علی علیہ رحمۃ (بن سید شاہ بقاء اللہ بن سید شاہ حسن بن سید حسن شمّی بن سید شاہ غریب محمد بن سید شاہ محی الدین بن سید شاہ مسعود بن دیوان سید شاہ اعظم بن سید شاہ ولی بن سید شاہ جہانگیر بن سید شاہ محمود بن سید محمد فردوسی) تک جاری رہی۔ دسویں پشت کے آخری سجادہ خانقاہ بی بی پور حضرت سید شاہ اشرف علیؒ کی شادی مساۃ بی بی امین بنت میر سید احمد علی مودودی چشتی ساکن شیخپورہ نزد زہٹ، ضلع گیا سے ہوئی۔ حضرت سید اشرف علی علیہ رحمۃ کو کوئی اولاد نہ ہوئی اور آپ نے لاولد وصال فرمایا۔ خانقاہ بی بی پور پر وارثان سید جہانگیر بن سید محمود بن سید محمد فردوسی درون حصاری کے بجائے۔ مساۃ بی بی امین زوجہ سید اشرف علیؒ کے بھائی سید وارث علی کے ورثاء قابض و متصرف ہوئے۔ اور پھر اس خاندان سے منتقل ہو کر یہ تبرکات محلہ میرداد بہار شریف کے سید کرامت حسین کے ورثاء کے تصرف میں آئی جن کی تفصیل "مخزن الانساب" میں موجود ہے اور اس کے مصنف سید کرامت حسین کے صاحبزادے ہیں۔ اس طرح موضع بی بی پور میں سجادگی کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ سید محمد فردوسی درون حصاری اور بی بی ابدال صاحبہ کے حقیقی ورثاء سے یہ موضع یکسر خالی ہوگیا اور ایک ویران کھنڈر کی حیثیت سے باقی رہ گیا۔ حضرت سید محمد فردوسی بن سید محمد علیم الدین گیسو دراز دانشمند نیشاپوری کے خاندان کے افراد صوبہ بہار کے مختلف شہروں، قصبوں اور بستیوں میں آباد ہیں۔ جن میں اسلام پور، الیوپور، ابراہیم پور پکورہ، محلہ مراد پور بہار شریف، محلہ سملی اور محلہ صدر گلی پٹنہ سیٹی کے سادات کی ایک بڑی تعداد کا تعلق حضرت سید محمد فردوسی قدس سرہٗ کے خانوادوں سے ہے۔ لیکن پتہ نہیں کس مصلحت کی بنا پر صاحب مخزن الانساب نے موضع الیوپور، موضع ابراہیم پور پکورہ اور سید بقاء اللہ، سید حسن شمّی، سید حسن، سید غریب محمد اور سید محی الدین کی دوسری اولادوں کا تذکرہ کرنا ضروری نہیں سمجھا۔ کیا میر سید اشرف علی سید شاہ بقاء اللہ کی اکلوتی اولاد تھے۔ کیا سید شاہ بقاء اللہ بن سید شاہ حسن شمّی کے کوئی دوسرے بھائی بہن نہیں تھے۔ اور کیا سید شاہ اشرف علی قدس سرہٗ کے خاندان میں اوپر کی پانچ پشتوں تک مسلسل تمام افراد کو ایک ہی اولاد ہوتی رہی۔ ؟ ؟ ؟ سب سے زیادہ افسوس ناک بات تو یہ ہے کہ صاحب مخزن الانساب نے حضرت بی بی ابدال بنت حضرت مخدوم شیخ بدرالدین بدر عالم زاہدی کی والدہ کے نسب کے سلسلہ میں بغیر کسی حوالے کے جس غلط بیانی کا مظاہرہ کیا ہے قابل صد افسوس ہے۔ نتیجہ اس کا یہ نکلا کہ ایک شیعہ محقق نے اپنے ایک مقالہ میں بغیر تحقیق کے صاحب "مخزن الانساب" کے بیان کو نقل کردیا ہے۔ جب کہ یہ بات ایک حقیقت ہے کہ حضرت بی بی ابدال کی والدہ بادشاہ فیروز شاہ شرقی کی دختر تھیں اس طرح بی بی صاحبہ بادشاہ فیروز شاہ شرقی کی نواسی تھیں۔

حضرت بی بی ابدال بنت مخدوم شیخ بدرالدین بدر عالم زاہدی زوجہ سید محمد فردوسی درون حصاری کا فیض ان کے چلّہ گاہ موضع بی بی پور سے اب تک جاری ہے۔ آپ کا عرس ہر سال قرب و جوار کے مسلمان بڑے تزک و احتشام سے مناتے ہیں۔ آپ کے عرس

میں علاقے کے ہندو اور دوسرے غیر مسلم بھی عقیدت و احترام سے شرکت کرتے ہیں۔ آپ کا مزار اقدس بہار شریف سے دو میل دور دیوی سرائے میں ہے۔ چھوٹی درگاہ بہار شریف میں آپ کے والد حضرت مخدوم شیخ بدرالدین بدر عالم زاہدی اور آپ کے روضہ واقع دیوی سرائے کی زیارت کے لئے آنے والوں کا ہر وقت مجمع لگا رہتا ہے۔ ایک عالم یہاں سے فیض و برکت سے بہرہ مند ہو کر جاتا ہے۔

حضرت سید محمد فردوسی درول حصاری بن حضرت سید محمد علیم الدین گیسو دراز قدس سرہ، کا مزار ضلع گیا میں موضع معافہ میں ہے۔ جہاں سے فیض و عرفان کے چشمے جاری ہیں۔ آپ کے ورثاء صوبہ بہار کے مختلف شہروں قصبوں اور دیہاتوں میں آباد ہوئے جن میں اسلام پور، بی بی پور، محلہ مزار پور، بہار شریف۔ قاسم پور، ابو پور، ابراہیم پور پکورہ، محلہ سملی اور صدر گلی، شہر عظیم آباد، پٹنہ وغیرہ شامل ہیں۔

سید صدر جہاں بن سید فخر الدین
سید محمد
سید محمود
میر سید محمد مبارک
میر اعظم
سید محمد تقی زوج
بی بی حیاتن بنت
شاہ لطف اللہ بن مولانا
شاہ محمد قائم پوری
سید محمد عاشق
سید غلام رسول
سید غلام محمود
سید ابو تراب
سید تجمل علی (مراد پورہ) بہار شریف
سید غلام مرتضیٰ
سید احمد علی
سید محمد علی
سید شاہ فرزند علی منیری
سید امداد علی منیری
سید شاہ عبد اللطیف
سجادہ نشین
اسلام پور
دختر
سید شاہ محمد عمر
سید شاہ علی
سید عطاء الرحمٰن
حافظہ بیگم
سید محمد الیاس
دختر
خدیجۃ الکبریٰ زوجہ
سید جاوید وسیم
بن سید محمد حنیف
ساکن موضع کوپا
فاطمۃ الزہرا زوجہ
سید علی الرحمٰن
دختر زوجہ
شاہ ولایت علی صدیقی
اسلام پوری
سید سرفراز علی (محلہ مراد پورہ)
بہار شریف
دختر
دختر زوجہ
سید فرزند علی منیری
سید ہدایت حسین
سید لیاقت حسین
سید لطافت حسین
سید بشارت حسین
سید شجاعت حسین
سید ولایت حسین زوج
امۃ فاطمہ بنت
سید تقی الدین رضوی
ساکن موضع پیالاواں
سید معین الدین
سید شجاعت حسین
احمد
دختر
ربانی
عرفان
ارشد
قدسیہ بانو زوجہ
ڈاکٹر سید وحید عالم
موضع نظام پور
حسن آرا زوجہ
سید مطیع عالم
موضع سائیں
جمال آرا زوجہ
سید انیس الرحمٰن ہاشمی
موضع قاضی دولت پور
جہاں آرا زوجہ
افتخار حسینی

سید برہان الدین بن سید محی الدین

سید شاہ فرزند علی فردوسی منیریؒ

ابو محمد جلیل الدین حسین عرف حضرت سید شاہ فرزند علی صوفی منیری قدس سرہ، ۹ شوال ۱۲۵۳ھ مطابق ۶ جنوری ۱۸۳۸ء کو اپنی ننہیال منیر شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت سید محمد علیم الدین گیسو دراز دانشمند نیشاپوریؒ کی اولاد سے ہیں۔ آپ کا پدری سلسلہ نسب حضرت امام جعفر صادقؓ سے ہوتا ہوا رسول مقبول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر مل جاتا ہے۔ آپ کی والدہ بی بی رحیمہ بنت شاہ لطف علی منیری، حضرت امام محمد تاج فقیہہ ہاشمی فاتح منیر کی اولاد سے تھیں۔ حضرت شاہ صاحب کا خاندان موضع بی بی پور ضلع پٹنہ، پھر محلہ دیوی سرائے، بہار شریف میں رہا۔ چھ پشتوں کے بعد ابدالی خاندان کی یہ شاخ شرف آباد پار تھو جا بسا۔ موضع شرف آباد پار تھو، ضلع پٹنہ میں پن پن اسٹیشن سے دو میل جنوب مغرب کی طرف ہے۔ شاہ صاحب سات سال کے تھے کہ آپ کے والد حضرت سید شاہ محمد علی علیہ رحمتہ نے ۱۲۶۰ھ میں وصال فرمایا اور آپ اپنے بڑے بھائی حضرت سید شاہ اولاد علی اور ہمشیرہ کے ساتھ شرف آباد پار تھو سے اپنے ماموں شاہ اعظم علی بیکنؒ کے پاس منیر شریف چلے آئے۔ آپ کی تعلیم و تربیت منیر شریف میں بڑے بھائی اور ماموں کے زیر سایہ ہوئی۔ حضرت شاہ اعظم علی عرف بیکن منیریؒ نے اپنے بڑے بھانجے حضرت سید شاہ اولاد علی ابدالی کو سلسلہ فردوسیہ میں مرید کر کے اپنا مجاز، خلیفہ اور جانشیں بنایا اور تمام سلسلوں کی اجازت و خلافت عطا فرمائی۔ حضرت سید شاہ

اولاد علی ابدالی فردوسیؒ نے اپنا مجاز اور جانشیں اپنے چھوٹے بھائی حضرت سید شاہ فرزند علی فردوسی منیریؒ کو بنایا۔ اس طرح حضرت سید شاہ فرزند علی فردوسی قدس سرہ، کو خرقۂ خلافت ننہیالی سلسلہ میں اپنے بڑے بھائی سے عطا ہوئی۔

حضرت سید شاہ فرزند علی ابدالی فردوسی منیری قدس سرہ، کی ابتدائی تعلیم منیر شریف میں ہوئی۔ ابتدائی درسی کتابیں اپنے ماموں سے تمام کیں۔ عربی کی تعلیم حسام الدین حیدر منیری اور مولوی فیض اللہ پشاوری ساکن اسلام پور سے پڑھی۔ آپ کو کتب بینی کا بے حد شوق تھا۔ حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ کے تمام مکتوبات و ملفوظات کا بڑے ذوق و شوق سے مطالعہ کیا۔ مشائخ کرام شطاریہ، خواجگان چشت، خواجہ عطارؒ، سعدی شیرازی اور مولانا رومی کے تصانیف و تالیف پر پوری دستگاہ حاصل کی۔ آپ کے گہرے مطالعے اور صلاحیتوں کے پیش نظر آپ کے پیرو مرشد نے "واقف اسرار الٰہی" اور حضرت شاہ امین احمد قدس سرہ، سجادہ خانقاہ بہار شریف نے "گنج اسرار" "محرم حقائق اسرار" اور "صوفی صافی" کے لقب سے نوازا ہے۔ آپ کو کتابت کا بھی شوق تھا آپ کی تحریر صاف اور خوش خط تھی۔ فن حرب اور فن کشتی سے بھی بڑا لگاؤ تھا۔ شمشیر زنی اور بنوٹ کے استاد تھے۔ آپ گوشہ گیر اور عزلت گزیں تھے۔ مجالس اور بھیڑ بھاڑ کو ناپسند فرماتے تھے۔ اپنے اوقات عزیز تصنیف و تالیف اور رشد و ہدایت خلق میں بسر فرماتے۔ حضرت مخدوم جہاں فردوسی بہاریؒ اور حضرت خواجہ شیخ نجیب الدین فردوسی دہلوی قدس سرہ، سے عشق کی حد تک محبت تھی۔ اردو اور فارسی زبانوں میں آپ کی تصانیف کثیر موجود ہیں جن میں مطبوعہ کتابیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ راحت روح۔ اردو ۲۔ عروۃ الوثقیٰ۔ اردو ۳۔ وسیلۂ شرف۔ اردو ۴۔ ذریعہ دولت۔ اردو

۵۔ اصول تکبیر۔ فارسی ۶۔ سرّ دوستاں۔ فارسی

تصانیف غیر مطبوعہ:- ۱- مصطلحات المتصوفین- فارسی ۲- تحفۂ نعت- فارسی ۳- خطراست- اردو
۴- تتمہ بالخیر- اردو ۵- کشش عشق ۶- روشِ عشق وغیرہ

"مسلم شعرائے بہار" میں حکیم سید احمد اللہ ندوی تحریر کرتے ہیں۔ "آپ کو ادب کا فطری ذوق تھا، اردو اور فارسی کے غزل گو اور بلند پایہ شاعر تھے۔ نظم و نثر فارسی و اردو دونوں میں مہارت حاصل تھی، فارسی اور اردو نثر و نظم میں متعدد کتابیں یادگار ہیں۔ حضرت غالب دہلوی مرحوم سے تلمذ تھا۔"

حضرت سید شاہ مراد اللہ منیری مدظلہ العالی اپنی کتاب "تذکرہ شعرائے منیر شریف" میں لکھتے ہیں۔ "آپ کو قطعہ تاریخ لکھنے کا خاص ملکہ تھا۔ آپ کی جودت طبع کا ایک نمونہ شاہ اعظم علی عرف شاہ بھیکن منیری کا قطعہ رحلت ہے۔ گزشتہ صفحات میں ذکر ہو چکا ہے۔ اس قطعہ سے سات سو تیس طرح سے سن وصال نکلتا ہے۔" حضرت سید شاہ فرزند علی صوفی منیری نے خود اپنا تاریخ قطعہ پیدائش لکھا ہے جو درج ذیل ہے۔

در دل شب بہ نجم شب زمہ عید الفطر
شب شنبہ چو فگندند بہ غربت مارا
۱۲۵۳ھ ۱۲۵۳ھ
گفت "لختِ جگرو مظہر حق" خواجہ ما
شاہ اولاد علی سال ولادت مارا

حضرت شاہ صوفی منیری فردوسی قدس سرہٗ کی شادی، حضرت شاہ ولایت علی ہمدانی اسلام پوری کی منجھلی صاحبزادی مسماۃ بی بی قدیرن سے ہوئی جن کے بطن سے تین بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ پسر اول سید شاہ عبد القادر جو اپنے نانا سید شاہ ولایت علی ہمدانی قادری ابوالعلائی منعمی کی سجادگی پر خانقاہ اسلام پور بٹھائے گئے۔ پسر دوم سید شاہ محمد عمر، پسر سوئم سید شاہ سید علی۔ سید شاہ فرزند علی صوفی منیری نے ایک دوسرا نکاح غیر کفو میں بھی کیا تھا، جس سے شاہ اسد اللہ تھے۔ آپ کی دختر اول بی بی مجیدن لاولد تھیں اور دختر دوم بی بی امامن زوجہ سید شاہ لطف الرحمٰن مرحوم تھیں۔

حضرت سید شاہ فرزند علی صوفی منیری الفردوسی قدس سرہٗ نے ۲ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ کو موضع اسلام پور- ضلع پٹنہ میں وصال فرمایا۔

سید شاہ عبدالقادر ابدالی اسلام پوری

سید شاہ محمد عمر ابدالی اسلام پوری
محمد ادریس
لاولد
شہاب الدین
لاولد
سید ذکریا
لاولد
حافظ سید محمد یحییٰ ابدالی
بی بی مغزی
محسن
احسن
احمد
بی بی میمونہ
بی بی مومنہ
نعمان غنی
عرفان غنی
حسان غنی
رضوان غنی
بی بی عتیقہ
زوجہ
سید شعیب ابدالی
سید محمد رضی ابدالی
وغیرہ
بی بی عطیہ
بی بی عارفہ
عمران غنی (سجادہ)
خانقاہ شاہ فرزند علیؒ
اسلام پور
سید معین ابدالی
سید متین ابدالی
بی بی سکینہ
سید عمر ابدالی
بی بی سعدیہ
حبیب
عمران
بی بی مسعودہ زوجہ
سید جاوید حکیم بن سید محمد حنیف (موضع کوپا)
بی بی زہرا زوجہ
سید ولی الرحمٰن
طارق ابدالی
شارق ابدالی
بی بی شازیہ
شکیل ابدالی
تنویر ابدالی
بی بی رفعت
بی بی نزہت
بی بی مسرت
بی بی ثروت
عامر ابدالی
بی بی صوفیہ
بی بی ماریہ

سید شاہ علی ابدالی اسلام پوری
بی بی مریم
لاولد
سید محمد ایوب ابدالی
سید محمد شعیب ابدالی
سید محمد شفیق ابدالی
لاولد
بی بی صالحہ
بی بی عائشہ
بی بی رقیہ
لاولد
بی بی ربیعہ
پسر لاولد
ذکی امام
بی بی اسعد
بی بی عاصمہ
شوکت
بی بی رفعت
سید ریاض احمد ابدالی
سید محمد رضی ابدالی
بی بی ربیعہ
بی بی فریدہ مرحومہ
سید محمد ادریس ابدالی
بی بی رقیہ مرحومہ
ندرت
انعم
منزہ
سید محمد طیب ابدالی
سجادہ
خانقاہ دوم اسلام پور
سید محمد یحییٰ ابدالی
سید محمد طاہر ابدالی
سید زین العابدین ابدالی
سید مصطفیٰ ابدالی
سید ابو عبیدہ ابدالی
سید ولی اللہ ابدالی
بی بی نعیمہ
بی بی زہرا
بی بی شاکرہ
بی بی حسینہ
بی بی عظمیٰ
بی بی عمیرا
بی بی صوفیہ

مسماۃ امامن بنت سید شاہ فرزند علی منیری (ساکن اسلام پور)

سید غلام امام ابو پوری

سید باب اللہ ابو پوری
سید قدرت اللہ
زوج مسماۃ بدرالنساء بنت
میرزا احمد علی بکھوری
سید ذوالفقار الدین
سید واجد علی (لاولد)
مسماۃ عیدن
سید مظہر الحسن
سید مدار بخش
سید امام بخش
سید وحید الدین
دختر
سید زین الدین
خدیجہ
سید معین الحق
سید احمد حسین
سید محمد حسین
سید علی حسین
لاولد
سید شاہد حسین
لاولد
سید حامد حسین
لاولد
سید ماجد حسین
سید واجد حسین
سید امیر حسن ساکن موضع
سید محمد عاشق
سید عنایت حسین
ڈاکٹر سید شجاعت حسین
سید قمرالدین عرف چندو
سید محمد اظہار الحق
مسماۃ محمودہ
مسماۃ بشریٰ
سید امجد حسین
اصغری
سید ریاست حسین
سید رحمت حسین
سید عباس علی
سید محمد جمیل احمد
سید عبدالرزاق ابدالی
سید شہاب الدین ابدالی
اختری
سید محمد الیاس

سید احمد حسین ابوپوری

سید ظہیر الدین احمد

سید بشیر الدین زوج
بی بی رفعت بنت مولوی اظہار الحق
عن بی بی صالحہ خاتون بنت
میر سید امیر الدین اورنگپوری

سید منظور الحق
زوج مسماۃ اصغری بنت
سید عبدالحفیظ ماسٹر
ساکن موضع ہرلا

سید محمود الحق
شہید ۱۹۴۶ء

مسماۃ ہاجرہ زوجہ
نجم الدین ساکن ڈمری

شہاب الدین

مسماۃ حلیمہ منسوب
موضع کرائے پر سرائے
لاولد

سید قمر الدین چندوابو پوری
سید شاہ محمد علی اصغر
سید محمد عمر
سید شرف الدین
سید معین الدین
سید امین الدین
لاولد
سید عزیز الدین
مسماۃ آمنہ
مسماۃ رابعہ
نعیم الکلام ابدالی
مکین ابدالی
حبیبہ خاتون
وجیہہ خاتون
مقصودہ خاتون
نسیم ابدالی
وسیم ابدالی
حکیم ابدالی
سلیم ابدالی
فہیم ابدالی
بی بی شفیقہ
بی بی سکینہ
حسام ابدالی
بی بی لطیفہ
بی بی صدیقہ
خطیب ابدالی
قطب الدین ابدالی
رفیق ابدالی
غفران ابدالی
مسماۃ طیبہ
مسماۃ عطیہ
مسماۃ عالیہ
مسماۃ فوزیہ
نجم الدین ابدالی
فرید ابدالی
برہان ابدالی
مختار ابدالی
مسماۃ
مسماۃ

موضع ابراہیم پور پکورہ :-

ڈاکخانہ خلیل آباد نول ۔ پرگنہ ساڑا۔ تھانہ مسوڑھی ۔ ضلع پٹنہ ۔ صوبہ بہار۔ ہندوستان میں سادات کی ایک پرانی بستی ہے۔ مسوڑھی ریلوے اسٹیشن سے جنوب مشرق کی طرف پانچ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس بستی کے مشرق جانب پانچ چھ میل کی دوری پر براڑی اور تماڑ کی مشہور بستیاں ہیں جو ۱۹۴۶ء کے ہندو مسلم فساد میں تباہ ہو گئیں۔ شمال کی جانب تین میل کی دوری پر برنی اور ساڑا کی بستیاں آباد ہیں۔ مغرب میں مسوڑھی اور جنوب میں علی نگرپالی اور کاکوکی بستیاں واقع ہیں۔ پکورہ سے قریب ترین اور ملحق بستیاں اورنگپور، خلیل آباد نول، نزاواں، براواں اور علی نگرپالی ہیں جن میں اکثریت سادات گھرانوں کی ہے۔ صرف خلیل آباد نول میں شیوخ زیادہ ہیں جو صاحب ثروت ہیں۔ پکورہ، اورنگپور اور نول میں سب سے پرانی اور سادات کی بستی ابراہیم پور پکورہ ہے۔ جس کا تذکرہ اکثر انساب کی کتابوں میں موجود ہے۔ جب ابراہیم پور پکورہ کی آبادی بڑھی تو اس کی نئی آبادی کو اورنگپور کا نام دیا گیا۔ موضع خلیل آباد، موضع اورنگپور اور پکورہ کے بہت بعد میں آباد ہوا۔

حضرت مخدوم سید سعادت علی شہید مشہدی ؒ ساکن ابراہیم پور پکورہ :- ابراہیم پور پکورہ کو سب سے پہلے آباد کرنے والے بزرگ حضرت سید سعادت علی شہید مشہدی ؒ ہیں۔ آپ بسلسلہ رشد وہدایت اور تبلیغ اسلام اپنے دو بھانجوں حضرت مخدوم سید علی حیدر مشہدی ؒ، حضرت سید جلال مشہدی ؒ اور دوسرے قرابت مندوں اور مریدوں کے ساتھ اس علاقہ غیر آباد میں تشریف لائے۔ آس پاس کی ہندو آبادی مزاحم ہوئی نوبت جنگ و جدل تک پہنچی۔ اس جنگ میں حضرت سید سعادت علی مشہدی شہید ہوگئے۔ آپ کا مزار اقدس خام مٹی کا موضع پکورہ میں اب تک موجود ہے۔ جو روضہ مخدوم سعد علیؒ کے نام سے زبان زد خاص و عام ہے۔ آپ کے روضہ کے سرہانے ایک سیاہ پتھر نصب ہے۔ قرب و جوار کے مسلمان اور ہندو اپنے مریضوں کے لئے اس پتھر کو پانی سے دھو کر مریضوں کو پلاتے ہیں۔ وہ مقام جہاں ہندوؤں سے جنگ ہوئی تھی گنج شہیداں کہلاتا ہے۔ گنج شہیداں آبادی سے کچھ فاصلہ پر ہے اور اس وقت چھوٹی ٹانٹر کے نام سے مشہور ہے۔ اس جگہ ایک بزرگ حضرت مخدوم شاہ منصور کا مزار خام مٹی کا اب تک موجود ہے اور اس کے سرہانے بھی ایک سیاہ پتھر نصب ہے۔ موضع ابراہیم پور پکورہ اور ہندوؤں کی ایک بستی بلداری چک کے درمیانی قطعہ میں جو مزار واقع ہے۔ حضرت مخدوم شاہ مظفرؒ کی کہی جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ دونوں بزرگ حضرت مخدوم شاہ منصور اور مخدوم شاہ مظفر حقیقی بھائی تھے اور حضرت سید سعادت علی شہید قدس سرہٗ کی اولاد میں سے تھے۔ راقم الحروف سید قیام الدین نظامی الفردوسی کو حضرت مخدوم سید سعادت علی شہید مشہدی ؒ کا مکمل نسب نامہ اور ان کے ورثاء کی تفصیل حاصل نہ ہوسکی شاید ابراہیم پور پکورہ آپ کے ورثا سے خالی ہوگیا اور وہاں حضرت سید محمد فردوسی ورنل حصاری بن سید محمد علیم الدین گیسو دراز ؒ کے ورثاء بسلسلہ ازدواج آباد ہوگئے۔ حضرت سید میر پیکاؤ علیہ رحمۃ بن سید امانت اللہ ابو پوری بن سید رحمت اللہ بن سید برہان الدین بن سید شاہ محی الدین پی پی پوری بن سید شاہ مسعود بن دیوان سید شاہ اعظم بن سید شاہ ولی بن سید شاہ جہانگیر بن سید شاہ محمود بن سید محمد فردوسی اور ان کی ہمشیرہ بی بی مجّن بنت سید امانت اللہ ابو پوری کی شادی ابراہیم پور پکورہ میں حضرت مخدوم سید سعادت علی شہید قدس سرہٗ کے خاندان میں ہوئی۔ اس طرح بعد میں حضرت سید میر پیکاؤ کے زمانہ سے موضع ابراہیم پور پکورہ دوبارہ سید محمد فردوسی بن سید محمد علیم الدین گیسو دراز دانشمند نیشاپوری سے آباد ہوا۔ راقم سید قیام الدین نظام الدین الفردوسی کے والد سید نظام الدین احمد علیہ رحمۃ کی ننہیال موضع

ابراہیم پور پکورہ ہے۔ یعنی میری دادی مسماۃ شکر النساء عرف بی بی شکرن بنت میر سید بہادر علی علیہ رحمۃ یکے از اولاد حضرت سید محمد علیم الدین گیسو دراز دانشمند نیشاپوری قدس سرہ، اسی بستی پکورہ کی رہنے والی تھیں۔

میر سید بہادر علی پکوروی :- میر پکاؤ ابدالی بن میر سید امانت اللہ ابوپوری کی شادی موضع ابراہیم پور پکورہ میں حضرت مخدوم سید سعادت علی شہید ؒ کے خاندان میں ہوئی آپ کے تین صاحبزادے میر سید محمد علی، میر سید قاسم علی اور میر سید عصمت علی تھے۔ میر سید عصمت علی کے صاحبزادے میر سید چمن علی اور میر سید چمن علی علیہ رحمۃ کے ایک صاحبزادے میر سید بہادر علی اور ایک دختر تھیں۔ میر سید بہادر علی موصوف اور ان کی ہمشیرہ کی شادی گولٹ پالٹ موضع لکھنور میں میر سید جمن اور ان کی ہمشیرہ سے ہوئی۔ میر بہادر علی موصوف کی ہمشیرہ بنت میر سید چمن علی کے ورثاء میں سید عبدالرزاق ابدالی ابوپوری معہ اہل وعیال کراچی میں مقیم ہیں۔ میر سید بہادر علی پکوروی کو مسماۃ بی بی شریفن ساکن موضع لکھنور کے بطن سے بفضلہ تین لڑکے اور چار لڑکیاں ہوئیں۔ پسر اول میر سید عابد علی زوج بی بی امت ساکن کرائی لسنہ لاولد۔ پسر دوم میر سید عبدالرحمٰن زوج بی بی زنتل ساکن پرسائیں۔ پسر سوم میر سید عبدالرزاق زوج مسماۃ ہاجرہ بنت سید غلام غوث بن سید رضی احمد ساکن بیتھو۔ دختر اول میر سید بہادر علی پکوروی مسماۃ بی بی شکر النساء عرف بی بی شکرن کی شادی میر سید امیر الدین بن میر سید تفضل حسین عرف میر ننکو بن میر سید شجاعت علی بن میر سید رفیع الدین ساکن موضع اور نگپور سے ہوئی۔ دختر دوم بی بی تسلیمن زوجہ میر سید محسن علی بن میر جمن ساکن موضع لکھنور۔ دختر سوم بی بی قسیمن زوجہ سید حکیم علی ساکن موضع لکھنور۔ دختر چہارم بی بی بچو زوجہ سید شاہد حسین ساکن موضع سائیں لاولد۔

تفصیل اولاد میر سید بہادر علی پکوروی

میر سید عابد علی
لاولد

میر سید عبدالرحمٰن

سید صدرالدین عرف صدو
منسوب دختر سید محمد رضا
براواں مقیم پھلواری

سید منظور الحق مرحوم
ساکن فیروزی

سید معین الحق
شہید ۱۹۸۲ء

بی بی بی فاطمہ زوجہ
سید شرافت حسین بن سید کرامت حسین
ساکن موضع کگڑیا

سید ریاست حسین
عرف عزیز ۔ کراچی

میر سید عبدالرزاق

بی بی مکرن
سید نظام الدین احمد
سید قیام الدین

عظیم
سعیدہ
شبانہ عرف عائشہ

ندیم
سعد

فرخ عوض
روا

فاطمہ
امامہ

بی بی تسلیمن

سید محبوب عالم
لاولد

سید محمود عالم منسوب
از دختر سید رؤف احمد
جھیاواں مخدوم پور

سید آفتاب عالم
بی بی آرزو

بی بی تسیمن

بی بی شبو زوجہ
سید محمد بشیر
موضع سائیں

امجد
ذاکر
امجد
علاء الدین
بی بی سائرہ

دختر
لاولد

بی بی بو
لاولد

میر عبدالرزاق بن میر سید بہادر علی پکوروی

مسماۃ بی بی شکر النساء عرف بی بی شکرن بنت میر سید بہادر علی پکوروی :- آپ کی شادی میر سید امیر الدین علیہ رحمۃ بن میر سید تفضل حسین عرف میر ننکو بن میر سید شجاعت علی بن میر سید رفیع الدین اورنگپوری بن میر سید مسیح الدین سے ہوئی۔ آپ نہایت نیک نفس اور خوش خلق خاتون تھیں۔ بستی کی تمام عورتیں اور بچے آپ سے بے حد مانوس تھے۔ عورتوں اور بچوں کا مجمع ہروقت آپ کے گرد ہوتا۔ ضعیفی اور کبیر سنی کے باوجود ہر ایک کی دلجوئی اور خوشنودی کا خیال رکھتیں آپ کے نزدیک چھوٹے بڑے اور امیر و غریب کی کوئی تفریق نہ تھی۔ ہر ایک کے کام آتیں۔ ہمیشہ اپنے آپ کو گھریلو کاموں میں مشغول رکھتیں۔ آپ کی صحت آخر عمر میں بھی بڑی اچھی رہی۔ ضعیفی کی بنا پر کمر سے جھک گئی تھیں۔ لیکن آنکھ کی روشنی برقرار رہی، عینک کی آپ کو کبھی ضرورت نہ پڑی۔ سارے دانت موجود تھے۔ اسی سال کی عمر میں آپ پر فالج کا حملہ ہوا اور اس مرض میں ایک سال سے زیادہ صاحب فراش رہیں۔ مگر اس حالت میں بھی اشارے سے نماز پڑھا کرتی تھیں۔ وصال کے چند ماہ قبل سے ہر لحہ توبہ استغفار میں مشغول رہنے لگی تھیں۔ مسماۃ بی بی شکرن صاحبہ کے زمانہ علالت میں راقم الحروف سید قیام الدین کی عمر چھ سات سال کی تھی۔ ہر وقت اپنے قریب بٹھائے رکھتی تھیں۔ اور تمام کلمے اور درود شریف یاد کرواتیں۔ انتقال سے چند دنوں قبل مجھ سے فہمائش کی کہ آخری لمحات میں کلمہ اور درود پڑھوانا اور استغفار کروانا۔ جب آپ پر نزع کی کیفیت طاری ہوئی تو میں نے کلمہ اور درود پڑھنا شروع کیا۔ جب کبھی درمیان میں طبیعت کچھ بحال ہوتی تو خود ہی کلمہ، درود اور استغفار کا ورد جاری رکھتیں۔

۱۹۴۹ء ماہ شوال کو صبح صادق کے وقت آپ کا وصال ہوا۔ اور موضع ابراہیم پور پکورہ میں مخدوم سید سعادت علی شہید قدس سرہ العزیز کے مزار اقدس کے قریب جنوبی گوشے میں مدفون ہوئیں۔ مسماۃ بی بی شکرن مرحومہ کو نو اولادیں ہوئیں۔ سات لڑکے اور دو لڑکیاں۔ لڑکوں میں چھ نے نوعمری میں وصال کیا۔ صرف ایک صاحبزادے اور دو لڑکیوں سے نسل جاری ہے۔ آپ کے صاحبزادے سید نظام الدین احمد صاحب اپنے تمام مرحوم بھائیوں سے چھوٹے تھے۔ جن کی شادی مسماۃ صالحہ خاتون بنت سید ظفیر الدین رضوی بن سید نظیر الدین رضوی بن میر سید رضی الدین رضوی ساکن موضع پیلاواں آدم پور سے ہوئی۔ مسماۃ شکرن کی صاحبزادیاں مسماۃ بی بی صالحہ خاتون زوجہ مولوی ریاض الحق بن مولوی سرور الحق بن مولوی جسیم الدین ساکن موضع رہی ضلع پٹنہ اور مسماۃ بی بی قمر النساء زوجہ سید محمد حنیف کمپاؤنڈر بن ڈاکٹر سید عبدالحلیم بن سید عبدالکریم عرف میر بلاقی بن میر سید اشرف علی بن میر سید لطف علی بن میر سید محمود علی ساکن موضع کو پاسنگرہ ضلع پٹنہ سے نسل جاری ہے۔

سید نظام الدین احمد بن مسماۃ بی بی شکرن بنت میر سید بہادر علی علیہ رحمۃ پکوروی کے تفصیلی حالات اگلے صفحات پر بہ تذکرہ موضع اورنگپور موجود ہے۔ حضرت سید نظام الدین مرحوم کو مسماۃ بی بی صالحہ خاتون مرحومہ ساکن موضع پیلاواں کے بطن سے چھ اولادیں ہیں پسر اول راقم الحروف سید قیام الدین نظامی قادری الفردوسی (بی۔ اے)، پسر دوم عزیزی سید امام الدین سلمہ (بی۔ کام)، پسر سوم عزیزی سید حسام الدین اشرف سلمہ، (ایف۔ اے)، پسر چہارم سید احتشام الدین ارشد سلمہ (ایم۔ اے سیاسیات)، دختر اول بی بی شگفتہ مژانہ عرف شہلا سلمہا زوجہ سید وصی احمد زیدی خسرو پوری اور دختر دوم بی بی شگفتہ فرزانہ عرف شیریں زوجہ ڈاکٹر خواجہ سید احسان ربانی بن خواجہ سید محمد کمال شہر گھاٹوی ضلع گیا۔

سید قیام الدین نظامی قادری الفردوسی بن سید نظام الدین احمد بن مسماۃ بی بی شکرن بنت میر سید بہادر علی پکوروی کا تذکرہ بھی کتاب ہذا میں تفصیل سے تحریر ہے۔ راقم قیام الدین کو مسماۃ بی بی نفیسہ خاتون ساکن موضع کو پاسنگرہ سے اللہ جل شانہ نے پانچ

اولادیں عنایت کی ہیں۔ سب سے بڑی بچی بی بی وقار النساء تبسم سلمہا کی شادی عزیزی سید محمد احتشام سلمہ بن سید محمد محتشم بن سید منظور احمد بن سید محمد اسمٰعیل ساکن موضع براواں ضلع پٹنہ سے کی ہے۔ تبسم سلمہا کو اس وقت ایک بچی ہے۔ تاریخ پیدائش ۲۰ رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۵ مارچ ۱۹۹۳ء ہے۔ نام سمعیہ فردوس رکھا گیا ہے۔ راقم کے بڑے لڑکے کا نام سید ندیم احمد نظامی، دوسرے کا سید فرخ احمد نظامی اور تیسرے کا نام سید عون احمد نظامی ہے۔ تمام بچوں میں سب سے چھوٹی بچی عزیزی فاطمۃ الزہرا زوبی سلمہا کو ہم لوگ پیار سے گڑیا کہتے ہیں۔ میٹرک [illegible] فرسٹ ڈویژن سے پاس کیا۔ انٹر کے بعد اس وقت گورنمنٹ پولیٹکنک انسٹیٹیوٹ برائے خواتین کراچی میں زیر تعلیم ہے اور [illegible]ٹ ٹکنالوجی میں ڈپلوما کر رہی ہے۔

سید ندیم احمد نظامی سلمہ :- ۲۷۔ اکتوبر ۱۹۶۷ء کو ڈھاکہ، مشرقی پاکستان میں پیدا ہوئے۔ تعلیمی سلسلہ کراچی میں شروع ہوا۔ این۔ ای۔ ڈی انجینیرنگ یونیورسٹی سے میکینکل ٹیکنالوجی میں انجینیرنگ کرنے کے بعد ایک نجی ادارے میں ملازمت کی ابتدا کی ہے۔ تعلیمی کیریئر بڑا اچھا رہا ہے۔ میٹرک سے بی۔ ای تک سارے امتحانات میں ہمیشہ اول درجہ حاصل کیا ہے۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند ہیں۔ سنت رسول مقبول ﷺ کو چہرہ پر سجا رکھا ہے۔ شریعت کی پابندی کا خیال رکھتے ہیں۔ خوش خوراک اور خوش پوشاک ہیں۔ قد لانبا، ہڈیاں چوڑی ہیں۔ بدن پر گوشت نہیں لیکن سینہ سڈول ہے۔ ناک لانبی اور پیشانی کشادہ ہے۔ رنگ کھلتا ہوا ہے۔ مختصر یہ کہ اپنے پردادا میر سید امیر الدین علیہ رحمۃ کی وجاہت ورثے میں پائی ہے۔ مزاج میں سادہ پن ہے۔ حالات و واقعات کے مطابق مصلحت کو مد نظر نہیں رکھتے۔ عملی زندگی میں اپنی تعلیمی صلاحیتوں اور محنت و کاوش سے انشاء اللہ ترقی کی منزلیں طے کریں گے۔

سید فرخ احمد نظامی سلمہ :- ۳۰ اپریل ۱۹۶۹ء کو ڈھاکہ، سابق مشرقی پاکستان میں پیدا ہوئے۔ میٹرک کے بعد جناح پولیٹکنک انسٹیٹیوٹ۔ کراچی سے مکینکل ٹکنالوجی میں ڈپلوما کیا ہے۔ اس وقت بی ٹیک کے آخری سال میں ہیں اور گذشتہ دوسال سے صوبائی حکومت کے ادارہ آب (واٹر بورڈ) میں سب انجینیر کی حیثیت سے برسرکار ہیں۔ ماشاء اللہ بڑے ذہین اور ہوش مند نوجوان ہیں۔ بزرگوں کی نصیحتوں پر بڑی سنجیدگی سے توجہ دیتے ہیں اور اپنی عملی زندگی میں اس سے استفادے کی کوشش کرتے ہیں۔ دوستوں کی تعداد زیادہ رکھتے ہیں اور بہت سوشل ہیں۔ سیاست کا بھی شوق ہے۔ اچھی انتظامی (Managment) صلاحیت کے مالک ہیں۔ اپنے کام میں لگن اور شوق کے ساتھ محنت کرتے ہیں۔ کم خوراک ہیں اور لباس کے معاملہ میں سادگی کی طرف مائل ہیں۔ قد لانبا، ہڈی چوڑی ہے۔ جسم دبلا مگر سینہ چوڑا ہے۔ ناک کھڑی اور پیشانی کشادہ ہے۔ رنگ گندمی ہے۔ اپنے منجھلے ماموں سے شکل و شباہت اور خیالات میں انتہائی حد تک مطابقت رکھتے ہیں۔ محنت کرتے رہے اور بزرگوں کے مشوروں پر عمل پیرا رہے تو انشاء اللہ دن دونی رات چوگنی ترقی کریں گے۔

حافظ سید عون احمد نظامی ۲۳ مارچ ۱۹۷۲ء کو کراچی میں پیدا ہوئے اپنے دادا جان حضرت سید نظام الدین ؒ کی خواہش اور جدوجہد کے نتیجہ میں ساڑھے دس سال کی عمر میں صرف ڈھائی سال کے عرصہ میں حفظ کلام اللہ مکمل کرلیا۔ حفظ قرآن کے بعد مدرسہ میں درس نظامی کے لئے داخل کئے گئے۔ عزیزی موصوف کو تعلیم اسلامیہ کے حصول میں بے انتہا رکاوٹوں کا سامنا ہے۔ تمام تر مشکلات اور رکاوٹوں کے باوجود عزیزی موصوف اپنے مقصد کی تکمیل میں سرگرداں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے

شرفا بہاری ؒ کے وسیلے سے عالم باعمل بنائے۔ علم دین کو حصول رزق کے بجائے رشد و ہدایت خلق کے لئے استعمال کی توفیق عطا فرمائے آمین ثمہ آمین۔ عون احمد سلمہ اس وقت درس نظامیہ کے آخری سال میں ہیں۔ ایک اچھے حافظ اور خوش الحان قاری ہیں۔ ۱۹۹۳ء کو پہلی بار روشن باغ (النور سوسائٹی) کی جامع مسجد میں رمضان کے مہینہ میں تراویح پڑھانے کا موقع ملا۔ مقتدی سامعین نے بڑے ذوق و شوق سے سنا، پسند کیا اور تعریف و توصیف سے نوازتے ہوئے ہمت افزائی فرمائی۔ درس نظامیہ کے ساتھ انگریزی تعلیم کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ حافظ سید عون احمد نظامی سلمہ پر مولویت کا رنگ غالب ہے اور مجھ جیسے فقیر اور تصوف کے شائقین سے نظریاتی اختلاف کا اکثر اظہار فرمایا کرتے ہیں۔ گھر پر منعقدہ عرس رسول مقبول ؐ کے موقع پر محفل سماع اور دوسرے اعراس میں میری دلجوئی کے خیال سے شرکت کرتے ہیں اور قل شریف بھی پڑھتے ہیں۔ لیکن مجھے اکثر ان کی ناپسندیدگی کا احساس ہوتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ علم ظاہری کے حصول کے بعد علم باطنی کی ابتدا کے ساتھ اللہ نے چاہا تو حقیقت ان پر منکشف ہوجائے گی۔

حافظ سید عون احمد نظامی سلمہ کا قد لانبا اور جسم مخنی ہے۔ رنگ صاف ہے۔ ناک اور گردن لانبی ہے۔ پیشانی اونچی اور آنکھیں متفکر ہیں۔ اپنے چھوٹے چچا احتشام الدین فرشد سلمہ سے ذہن اور مزاج کی خاص مطابقت حاصل ہے۔ لباس کے معاملہ میں نفاست پسند واقع ہوئے ہیں۔

تفصیل اولاد مسماۃ شکر النساء عرف شکرن

(دختر میر سید بہادر علی پکوری - زوجہ میر سید امیر الدین اورنگپوری)
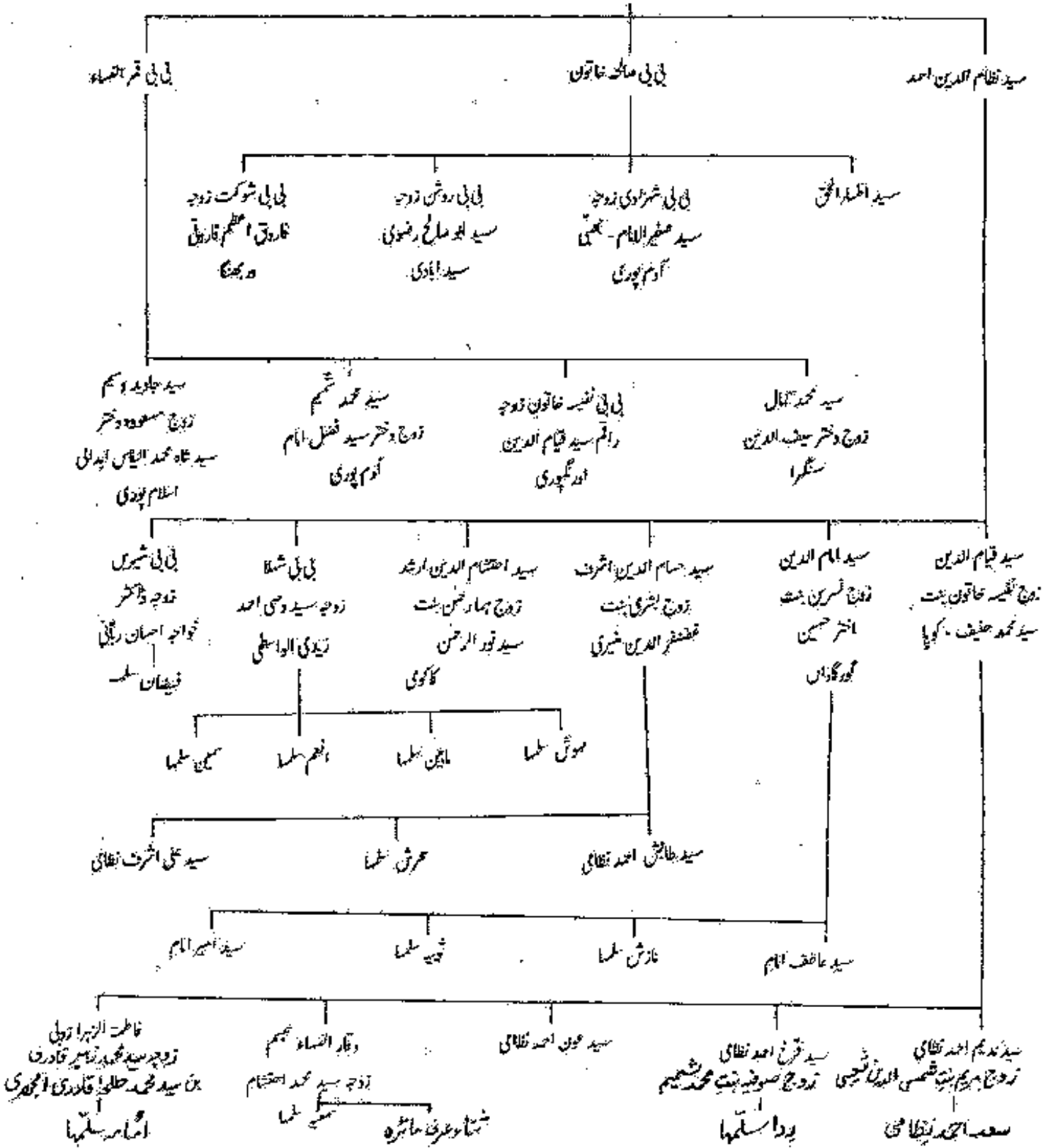
میر سید علیم الدین بن میر سید راحت علی پکوروی ۔ آپ میر سید بہادر علی پکوروی موصوف کے چچا زاد بھائی تھے۔ آپ نے بچپن کا زمانہ اپنے آبائی گاؤں پکورہ میں گزارا۔ جوانی میں ہمیشہ کلکتہ میں رہے۔ اکثر و بیشتر دو چار دنوں کے لئے اپنے گاؤں تشریف لاتے۔ چونکہ آپ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھے اس لئے آپ کا آبائی مکان بند رہتا۔ جب کبھی پکورہ تشریف لاتے دو چار دنوں رہ کر اپنے چچازاد بھائی میر بہادر علیؒ اور ان کے بچوں سے مل کر واپس کلکتہ چلے جاتے۔ آپ کی شادی کلکتہ ہی میں ہوئی اور چالیس سال کی عمر میں مستقل طور پر اپنی اہلیہ اور ایک خورد سال بچہ مولوی عبدالغفور صاحب کے ساتھ پکورہ واپس آگئے۔ اپنے آبائی مکان کی مرمت کرائی اور اپنی اہلیہ اور صاحبزادے مولوی عبدالغفور صاحب کو اس میں آباد کیا۔ اس کے بعد آپ برابر پکورہ ہی میں مقیم رہے اور یہیں وصال فرمایا۔ مولوی عبدالغفور مرحوم کی شادی ملک برادری کی بستی لاٹھی میں ہوئی۔ آپ کے ورثاء میں تمام لوگ کراچی کے علاقہ لانڈھی اور کورنگی میں آباد ہیں۔ جن میں منصور عالم مرحوم، سرور عالم، محبوب عالم، انصار عالم مرحوم، ایک دختر اور ان کے بچے خوش و خرم زندگی گزار رہے ہیں۔

دختر میر چمن علی پکوروی (خواہر میر سید بہادر علی) ۔ میر بہادر علی کی ہمشیرہ کی شادی میر چمن ساکن لکھنور سے ہوئی اولاد کی تفصیل درج ذیل ہے۔

اولاد خواہر میر بہادر علی

- دختر زوجہ میر عبدالکریم اورنگپوری — لاولد
- دختر زوجہ میر ریاست حسین انوپوری
  - سید عبدالرزاق ایدبلی انوپوری
    - سید شہاب الدین ایدبلی کراچی
  - بی بی روشن زوجہ سید ابو محمد۔ لکھنور
    - سید ابو ظفر وغیرہ
- دختر زوجہ میر غوثی ساکن کھریہ — لاولد
- دختر زوجہ میر سخاوت حسین ساکن لکھنور — لاولد
- دختر زوجہ مولوی لیاقت حسین ساکن نوری چک — لاولد
- میر سید محسن علی زوج بی بی حسین بنت میر بہادر علی
  - سید محمود عالم
    - سید آفتاب عالم ساکن اورنگ پور
    - بی بی آرزو ساکن پھلواری
  - سید محبوب عالم — لاولد

موضع اورنگپور۔

اورنگپور موضع پکورہ سے بالکل ملحق بستی ہے ۔ اس کے اکثر مکانات کے حصے پکورہ کے حدود میں ہیں۔ یہاں حضرت مخدوم سید سعادت علی شہیدؒ پکوروی کے بھانجے ، حضرت مخدوم سید علی حیدر مشہدی کی اولاد آباد ہوئی۔ حضرت مخدوم سید علی حیدر مشہدی قدس سرہ العزیز کی صاحبزادی حضرت بی بی دولت تھیں۔ جن کے صاحبزادے سید فیروز احمد علیہ رحمۃ تھے ۔ سید فیروز احمد کے لڑکے سید سید اللہ تھے۔ سید سید اللہ کے دو لڑکے سید عنایت اللہ جن کا حال معلوم نہیں ، دوسرے لڑکے کا نام سید ثناء اللہ تھا۔ سید ثناء اللہ کے تین لڑکوں سید عباد اللہ ، سید سمیع اللہ اور سید حفیظ اللہ سے نسل پھیلی جس سے اورنگپور کی آبادی میں کافی اضافہ ہوا۔ حضرت مخدوم سید علی حیدر مشہدیؒ اور آپ کے برادر حقیقی مخدوم سید جلال مشہدیؒ کا مزار اورنگپور میں ایک پختہ چبوترے پر ہے ۔ چونکہ یہ بستی آپ کی اولادوں سے خالی ہو گئی ہے ۔ اس لئے مزار مبارک منہدم ہو رہا ہے ۔ راقم الحروف سید قیام الدین نظامی الفردوسی جولائی ۱۹۷۹ء میں جب ہندوستان گیا تو اپنے بزرگوں کے مزارات پر فاتحہ پڑھنے اور وطن کی محبت کے جذبات سے سرشار اپنے آبائی گاؤں اورنگپور پکورہ پہنچا۔ مزار مقدس کی شکستہ حالت اور بستی کی ویرانی دیکھی نہ گئی۔ اورنگپور پکورہ کی شاد و آباد بستی جہاں ہر وقت چہل پہل رہتی تھی۔ عید و بقر عید کے موقع پر اور محرم کے زمانہ میں یہ بستی اپنے دور افتادہ فرزندوں کو اپنی آغوش میں کھینچ لاتی تھی۔ اب سنسان کھنڈر ہے ۔ اتنی بڑی بستی میں صرف تین مکانات باقی ہیں۔ جس کے مکین بھی خزاں رسیدہ درخت کی طرح بے بس و بے حس زندگی گزار رہے ہیں۔ یہاں کی بیشتر آبادی پاکستان منتقل ہو گئی ہے ۔ اس بستی میں میر سید بہادر علی پکورویؒ کے خویش میر سید امیر الدین علیہ رحمۃ کا خاندان آباد تھا۔ اب اس خاندان کے تمام افراد شہر کراچی پاکستان آگئے ہیں۔

سید عباس علی بن میر سید رفیع الدین اورنگپوری

سید محمد سلیم الدین بن سید فدا حسین
(زوج مسماۃ کنیز فاطمہ بنت میرا میر علی)
ساکن امتھوآ
سید فہیم الدین زوج
مسماۃ آمنہ خاتون بنت میر مجیب علی
ساکن امتھوآ
سید صدیق عالم عرف صدو
سید محی الدین عرف دکو
لاولد
مسماۃ صغیرہ خاتون زوجہ انوار الحق
(مسوڑھی)
مسماۃ نفیسہ خاتون زوجہ محمد ادریس (بنجوارہ)
سید ذکیل احمد زوج
مسماۃ بلقیس بنت سید یونس اختر
بن سید لطیف الرحمن ساکن
سید آباد
شبنم ناز
نگہت
زوجہ
سید محمد شریف
بن سید مقبول عالم
رفعت
صغیرہ
از محل اولی امت النساء بنت سید عبدالکریم (بیرلا)
مسماۃ تیتو بنت سید ضمیر علی (امتھوآ) از محل ثانی
سید شفیق عالم کراچی
زوج مسماۃ جمیلہ خاتون بنت
غلام دستگیر ساکن دریاپور
سید منوّر عالم
سید بدر عالم
زوج مسماۃ شاہدہ خاتون
بنت پروفیسر عین الحق
سید آفتاب عالم زوج شاہینہ
بنت ظفیر احمد (امتھوآ)
سید اقبال عالم
زوج درخشاں
بنت شجیع احمد (بنجورہ)
فراز عالم
مہرین
فائزہ
تنظیم عالم
عظیم عالم
صادقہ
صائمہ
عابدہ

سید محب علی بن مسماۃ گھسیٹن اورنگپوری

سید حسام علی بن میر رفیع الدین اورنگپوری
میر سید جان علی
منسوب در موضع کھرڈیا
میر منڈو (نامعلوم)
میر پوچا (نامعلوم)
سید وصی احمد
مسماۃ جیلین زوجہ
(ناظر میر سخاوت حسین)
ساکن کھرڈیا
مسماۃ گھسیٹن زوجہ
محمد اسمٰعیل ساکن الیاپور
میر عمر دراز عرف میر جگن
زوج مسماۃ امام النساء ساکن کوپا
میر ولایت حسین
زوج مسماۃ حفیظن بنت میر مشرف علی
ساکن کوپا
بی بی حفیظن زوجہ
حافظ رضا ساکن لکھنور
محبوب رضاء
ساکن موضع کوپا
یعقوب رضاء
کراچی
صابرہ زوجہ
محمد خلیل الرحمن
محسن پور مقیم پچھیرہ
پروفیسر معین الحق کراچی
وغیرہ
مسماۃ ولیمن زوجہ آل رسول
ساکن پچھورہ
دختر زوجہ
سید حسن امام
کرائے پر سرائے
سید مشتاق احمد
زوج حلیمہ خاتون بنت مولوی نجم الحق
ساکن سنگھرات کوپا
مسماۃ عشرت
مسماۃ عظمت
مسماۃ فرحت
مسماۃ صالحہ
زوجہ عبداللطیف گارڈ
ساکن کرولی
عبدالمنان ۔ کراچی

سید وصی احمد ساکن کھرڈیہا ابن سید جان علی اورنگپوری

سید کرامت علی بن میر رفیع الدین اورنگپوری
سید امجد علی
سید الطاف حسین (ساکن آدم پور)
عائشہ زوجہ
(ڈاکٹر سید عبداللہ)
پھلواروی
آمنہ زوجہ
(سید حبیب الدین ساکن پیاناواں)
لاولد
خدیجہ زوجہ
(ڈاکٹر ریاست)
ساکن ہرل
لاولد
ڈاکٹر سید عبداللطیف زوج
خدیجۃ الکبریٰ بنت
سید محمد خلیل
سید آبادی
سید سعادت حسین
داروغہ
سید ابوالبرکات
لاولد
سید ابوالحیات
سید شہاب الدین
سید صفیر الامام عرف جھنی
زوج دختر مولوی ریاض الحق
ساکن دری
لاولد
دختر زوجہ
ڈاکٹر حلیم یکیلی پوری
(از محل اولی دختر ڈاکٹر عبداللہ پھلواروی)
از محل دوم دختر سید ابراہیم جعفری محل پر
رضیہ خاتون زوجہ
رحمت بن ڈاکٹر عبدالغفار
ساکن جنگھرہ
بی بی فاطمہ زوجہ
ڈاکٹر خواجہ افضل امام
ساکن جاپور
بلقیس زوجہ
انعام الحق۔ گیا

سید روشن علی بن میر رفیع الدین اورنگپوری
سید عنایت حسن
نامعلوم
سید فضل حسن
سید ظہور حسن
نامعلوم
مسماۃ شرفن
نامعلوم
مسماۃ فضیلن
میر نظیر حسن
آپکی شادی چیری ڈمری ہوئی
سید منظور حسن
لاولد
سید یٰسین حسن
شادی چیری
ڈمری ہوئی
لاولد
سید یونس حسن
شادی ٹوپا ہوئی
لاولد
مسماۃ بنت الفاطمہ
زوجہ غلام نبی
ساکن پرسابیگ
لاولد
سید ظفیر الدین
شادی شیخ پورہ
مچھورہ ہوئی
لاولد
سید صفیر الدین
شادی قاضی دولت پور
لاولد
سید نظیر الدین
نعیم الفاطمہ
عرف چندہ
(زوجہ سید عطاء امام بن سید یوسف امام ساکن کراۓ پرسراسنہ)
سید اکبر امام
زوج دختر صدر الدین شیر
علی امام
اویس امام
مسماۃ کاظمی زوجہ
سید عزیز الحسن زیدی
محمود عزیز
مسعود عزیز
منصور عزیز
بشہود عزیز
حنا عزیز
مسماۃ فاطمی زوجہ
سید محمد جمیل احمد
محمد امان
مسماۃ ہاشمی زوجہ
عشرت صدیقی
وسیم صدیقی
فرح بانو
راحت صدیقی
صباح صدیقی

میر سید شجاعت علی بن میر سید رفیع الدین اورنگپوری۔

آپ کی شادی بی بی ضمیرن بنت سید حفیظ اللہ بن سید ثناء اللہ بن سید سید اللہ بن سید فیروز احمد بن مسماۃ بی بی دولت بنت مخدوم سید علی حیدر مشہدی قدس سرہ العزیز ساکن اورنگپور کیے از اولاد حضرت امام موسیٰ کاظمؒ سے ہوئی۔ جن سے صرف ایک صاحبزادے جناب سید تفضل حسین عرف میر ننگو علیہ رحمۃ تھے۔

میر سید تفضل حسین عرف میر ننگو بن میر شجاعت علی اورنگپوری۔

آپ کی شادی موضع کھرڈیہا میں آپ کے چچا زاد بھائی سید جان علی بن سید حسام علی بن میر سید رفیع الدین اورنگپوری کی سالی سے ہوئی۔ جن سے دو صاحبزادے میر سید جمال الدین اور میر سید امیر الدین اور دو صاحبزادیاں مسماۃ صغریٰ اور مسماۃ زہرا تھیں۔ صاحبزادیاں لاولد اس دنیا سے گئیں۔ میر سید تفضل حسین عرف میر ننگو علیہ رحمۃ کی زیادہ تر زمینداریاں گنگا پار کے علاقے میں تھیں۔ آپ اپنی زمینداری کے انتظام و انصرام کے سلسلہ میں بیشتر اوقات ان علاقوں میں گزارتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ خاندان اور برادری میں میر ننگو کے نام سے مشہور ہوئے۔

میر سید جمال الدین بن میر سید تفضل حسین عرف میر ننگو اورنگپوری۔

سید جمال الدین علیہ رحمۃ دو بھائی تھے۔ ایک خود میر سید جمال الدین دوسرے میر سید امیر الدین علیہ رحمۃ۔ آپ کے والد میر ننگو علیہ رحمۃ آپ دونوں کو خوردسال چھوڑ کر وصال کر گئے۔ کچھ دنوں بعد والدہ کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا۔ ابھی آپ دونوں حضرات کم سن تھے اور سن بلوغ کو نہیں پہنچے تھے کہ ماں اور باپ کی شفقتوں سے محروم ہو گئے۔ گھر میں کوئی دوسرا بڑا بزرگ نگہداشت کرنے والا نہ تھا۔ اس لئے ان دونوں بھائیوں کی پرورش ننھیال موضع کھرڈیہا میں ہوئی اور آبائی گاؤں اورنگپور سے ان کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

میر سید جمال الدین کا قد درمیانہ، جسم چھریرہ، رنگ گورا، ناک کھڑی اور آنکھوں سے رعب و دبدبہ نمایاں تھا۔ ریش مبارک کسی حد تک گھنی تھی۔ طبیعت میں جلال تھا۔ گھر کے تمام افراد آپ کی طبیعت سے واقف تھے۔ آپ کی مرضی کے خلاف کوئی شخص کسی عمل اور لب کشائی کی جرات نہیں کرتا۔ خاص طور سے غیر اسلامی رسم و رواج کو آپ مطلق پسند نہیں کرتے۔ خوف خدا اور حب رسول سے سرشار تھے۔ حمد خدا، نعت رسول مقبولؐ اور بزرگوں کی منقبت بڑے ذوق و شوق سے سنتے اور بے خود ہو کر جھومتے۔ تعلیم دینیہ کو قابل اکتساب جانتے اور انگریزی تعلیم کے شدید مخالف تھے۔ کسی پر ظلم برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ صاف اور کھری بات کرنے کے عادی تھے۔ اگر کسی پر ظلم ہوتا تو مظلوم کی داد رسی کے لئے مسلح ہو کر نکل کھڑے ہوتے۔ بڑے سے بڑا زور آور اور صاحب اقتدار بھی ان کی راہ نہ روک پاتا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کی موجودگی میں بستی کے حدود میں کوئی بھی بے جا ظلم و زیادتی کی جرات نہیں کر پاتا تھا۔ میر جمال الدین صاحب کو اپنے چھوٹے بھائی میر امیر الدین صاحب سے غایت درجہ محبت تھی۔ میر امیر الدین صاحب سیاحت پسند واقع ہوئے تھے۔ طبیعت کے اسی رجحان کی بناء پر ہندوستان کے دور دراز شہروں اور علاقوں کی سیاحت کو نکل جاتے۔ ایک مرتبہ دوران سفر ریلوے کی ملازمت کر لی اور اسسٹنٹ گارڈ کے عہدے پر فائز ہو گئے۔ ایک مدت تک گھر سے باہر رہے۔ میر صاحب

چھوٹے بھائی کی جدائی برداشت نہ کر سکے۔ جب آپ کو بھائی کا حال معلوم ہوا اور اس ملازمت کی خبر ہوئی تو تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ منت سماجت کر کے ملازمت سے استعفیٰ دلا کر واپس لائے اور اس خیال سے کہ آئندہ کہیں نہ جائیں ان کی شادی کر دی اور اپنے آبائی گاؤں اورنگپور میں رہائش کی تاکید کی۔ امیر الدین صاحب نے اس طرح دوبارہ جدّی مسکن کو آباد کیا اور جمال الدین صاحب اپنی سسرال موضع گورہواں میں مقیم ہوئے۔ امیر الدین صاحب کی خواہش تھی کہ بڑے بھائی کے ساتھ ہی موضع گورہواں میں آباد ہوں۔ آپ نے اپنی خواہش کی تکمیل کے لئے کچھ زمین رہائشی اور قابل کاشت موضع گورہواں میں خرید بھی لی۔ لیکن آپ کی اچانک جواں سال موت نے آپ کے پروگرام کو پورا نہ ہونے دیا۔

میر سید جمال الدین صاحب کی دو شادیاں ہوئیں۔ پہلی شادی میر رستم علی ساکن آدم پور کی دختر مساۃ بی بی قسیمن سے ہوئی۔ آپ شادی کے بعد موضع گورہواں نزد مسوڑھی، ضلع پٹنہ میں آباد ہو گئے۔ یہ بستی کرائی لسنہ اور مسوڑھی کے قریب ملک برادری کی بڑی پرانی بستی تھی۔ اس موضع میں میر رستم علی کی زمینداری تھی۔ جو میر صاحب کے حصہ میں آئی اور یہی وجہ تھی کہ آپ کو یہاں رہائش اختیار کرنی پڑی۔ آپ کی محل اولیٰ سے صرف ایک لڑکی مساۃ کنیز فاطمہ ہوئیں۔ مساۃ کنیز فاطمہ کی شادی مولوی سعید الدین بن مولوی نصیر الدین ساکن موضع گوریاں سے ہوئی۔ جن سے ایک لڑکی مساۃ اللہ رکھی ہوئیں۔ مساۃ اللہ رکھی کی شادی سید وصی احمد وکیل بن میر باقر علی بن منشی میر محمد اسمٰعیل ساکن نیورہ سے ہوئی۔ مساۃ اللہ رکھی کے اہل و عیال قصبہ جہان آباد ضلع گیا، صوبہ بہار، ہندوستان میں شاد و آباد ہیں۔

میر سید جمال الدین کی دوسری شادی مساۃ برات النساء بنت میر امجد علی ساکن رہوئی مقیم دگھا گھاٹ پٹنہ سے ہوئی۔ دوسری محل سے تین لڑکے: سید محی الدین عرف موہی، سید معین الدین شہید عرف سوہی اور سید ضیاء الدین عرف سکھو صاحبان اور ایک لڑکی مساۃ بی فاطمہ ہوئیں۔ مساۃ بی فاطمہ کی شادی سید علی حسن مختار ساکن نگلہ سے ہوئی جن سے ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ہوئیں۔ لڑکا خورد سال فوت ہوا۔ مساۃ بی فاطمہ کی لڑکیوں میں مساۃ میمونہ خاتون زوجہ مولوی عبد السلام بن مولوی عبد الرزاق ساکن موضع نراواں (نزد براواں) ضلع گیا اور مساۃ نسیمہ خاتون زوجہ مولوی عبد القیوم ساکن شیخپورہ مونگیر سے نسل جاری ہے۔

سید محی الدین بن میر سید جمال الدین اورنگپوری۔

آپ نے شہر پٹنہ سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد دِگھا گھاٹ پٹنہ کی ایک مقامی جہاز کمپنی میں ملازمت کر لی۔ آپ کی شادی مساۃ عنبر النساء بنت میر تجمل حسین ساکن دِگھا پٹنہ سے ہوئی جن سے ایک صاحبزادے جناب سید عظیم الدین حیدر اور دو لڑکیاں ہوئیں۔ دختر اول مساۃ صالحہ خاتون کی شادی سید معین الدین بلخی بن سید شاہ غلام معیز الدین بلخی بن غلام شرف الدین بلخی بن سید ابو الحسن بلخی عدلپوری سے ہوئی جن سے ایک لڑکی زہت سلما ہیں۔ دختر دوم مساۃ نفیسہ خاتون کی شادی سید ریاض الرحمٰن عرف مسلم بن سید محمد حمید ساکن سائیں سے ہوئی۔

سید عظیم الدین حیدر بن سید محی الدین۔

آپ نیک سیرت اور پاک طینت واقع ہوئے ہیں۔ کم گو اور گوشہ گیر فطرت رکھتے ہیں۔ ورد و وظائف میں مشغول

رہتے ہیں۔ سادگی پسند کرتے ہیں۔ اولیا اللہ اور بزرگانِ دین سے خاص عقیدت و ارادت رکھتے ہیں۔ حضرت مولانا سید شاہ عبد الحی اشرفی علیہ رحمتہ سجادہ خانقاہ حضرت سید اشرف جہانگیر قدس سرہ کچھوچھہ شریف سے بیعت ہیں۔ مزار اقدس حضرت اشرف جہانگیر قدس سرہ کی زیارت کے لئے ہر سال ہندوستان کا سفر کرتے ہیں۔ آپ کی طبیعت اور فطرت کا میلان بہت حد تک آپ کے چھوٹے دادا میر سید امیر الدین علیہ رحمتہ کے فطری میلان سے مطابقت رکھتا ہے۔ طبیعت کی فطری نہج، بزرگوں کی صحبت و ارادت اور حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر قدس سرہ سے روحانی وابستگی نے زندگی میں صوفیانہ رنگ پیدا کر دیا ہے۔ تصوف کے اسرار و رموز سے آشنائی کا یہ عالم ہے کہ جب کبھی عشقِ خدا، عشقِ رسول اور عشقِ شیخ سے سرشار ہو کر بے خودی میں بولنا شروع کرتے ہیں تو ایسی ایسی باتیں زبانِ مبارک سے نکلتی ہیں کہ اس دور میں بہت کم لوگوں سے سننے میں آتی ہیں۔

آپ بچپن ہی میں والد کے سایہ سے محروم ہو گئے اور والدہ صاحبہ کی زیر نگرانی پرورش پائی۔ تعلیم کا سلسلہ دگنا گھاٹ کے ایک مقامی اسکول سے شروع ہوا۔ طب کے میدان میں اچھی دست گاہ رکھتے ہیں۔ ہومیوپیتھ کے سند یافتہ ڈاکٹر ہیں۔ تعلیم کی تکمیل کے بعد زمینداری کا مشغلہ رہا۔

قد نکلتا ہوا، بڑی چوڑی، جسم سڈول، رنگ کھلتا ہوا اور ناک کھڑی ہے، چہرہ باریش۔ لباس نہایت سادہ، قمیض، خالتہ پائجامہ اور سیاہ مخملی ٹوپی مستقل لباس ہے۔ قناعت، صبر و تحمل اور بے نیازی آپ کا خاصہ ہے۔

سید عظیم الدین حیدر بن سید محی الدین موصوف کی شادی مساۃ قمر النساء بنت سید محمد یوسف بلخی بن محمد یعقوب بلخی بن شاہ غلام مظفر بلخی فتوحوی بن سید شاہ علیم الدین بلخی بن سید شاہ محمد تقی بلخی بن غلام معز بلخی بن سید شاہ برہان الدین بلخی سے ہوئی۔ جن سے دو صاحبزادے سید فاروق حیدر اور سید انوار حیدر اور تین لڑکیاں رضیہ خاتون سلمہا، عشرت خاتون سلمہا اور اصغری سلمہا ہیں۔ رضیہ سلمہا کی شادی سید نسیم کاردار بن سید انوار کریم صاحب ساکن فتح پور سے ہوئی ہے۔ عشرت سلمہا کی شادی نیاز احمد بن محمد اشرف ساکن شہسرام سے ہوئی ہے۔ عزیزم سید انوار حیدر عرف فیروز سلمہ فلپائین سے ایم بی اے کرکے ایک نجی ادارے میں برسرکار ہیں۔

سید فاروق حیدر بن سید عظیم الدین حیدر۔

عزیز موصوف بمقام دگنا گھاٹ پٹنہ میں پیدا ہوئے۔ تعلیمی سلسلہ کا آغاز بھی عظیم آباد پٹنہ میں ہوا۔ پٹنہ بورڈ سے میٹرک کیا اور اس کے بعد سابق مشرقی پاکستان کے شہر ڈھاکہ آگئے اور حبیب بینک لمیٹڈ میں ملازمت شروع کی۔ سید فاروق حیدر سلمہ از حد محنتی اور جفا کش نوجوان ہیں۔ دوربین نگاہیں رکھتے ہیں۔ ملازمت کے ساتھ تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا اور ڈھاکہ یونیورسٹی سے بی کام کا امتحان اچھے نمبروں سے پاس کیا بینکنگ ڈپلوما بھی کیا ہے۔ اس وقت حبیب بینک لمیٹڈ کراچی میں وائس پریسیڈنٹ ہیں۔ عزیزی موصوف کی ذاتی صلاحیتوں، کاوشوں اور بزرگوں کی دعاؤں سے امید ہے کہ اپنی زندگی میں ترقی کی زیادہ سے زیادہ منزلیں طے کریں گے۔ اور بام عروج کو پہنچیں گے۔ نہایت خوش خلق اور ملنسار طبیعت رکھتے ہیں۔ حد درجہ سوشیل اور کثیر الملاقات ہیں۔ ان کی شادی مسرت خاتون بنت نجم الہدیٰ فاطمی ساکن ابدال پور ضلع پٹنہ سے ہوئی ہے۔ جن سے اس وقت چار اولادیں سید شاہ رخ سلمہ، سید شرجیل سلمہ، شمائلہ حیدر سلمہا اور سیدہ فاطمہ حیدر سلمہا ہیں۔ شاہ رخ سلمہ کیڈٹ کالج

سے میٹرک کرنے کے بعد کالج میں زیر تعلیم ہیں۔

سید معین الدین شہید بن میر سید جمال الدین اورنگپوری۔

آپ کی شادی پھلواری میں سید نور عالم صاحب کی دختر سے ہوئی۔ ڈاکٹر نور عالم صاحب ڈاکٹر عبد اللہ صاحب پھلواروی کے سگے بھانجے تھے۔ آپ کو تین لڑکیاں اور دو لڑکے ہوئے۔ سب سے بڑی لڑکی کی شادی جناب سید ولی عالم صاحب مرحوم ساکن دریاپور سے ہوئی تھی۔ جنھوں نے مع ایک بچہ کے اپنے والدین کے ساتھ ۱۹۴۶ء کے ہندو مسلم فساد میں شہادت پائی۔ سید معین الدین شہید نہایت خوش خلق اور نیک طبیعت کے مالک تھے۔ اعزہ و اقارب سے بڑے خلوص و محبت کا سلوک کرتے۔ ۱۹۴۶ء میں بہار کے ہندو مسلم فساد میں معہ اہل و عیال شہید ہوئے۔ کوئی نشانی باقی نہ بچی۔

بہار میں ہندو مسلم فساد۔ سلطان شہاب الدین غوری کے حملے کے بعد برصغیر پاک وہند میں مسلم حکومت کی بنیاد پڑی اور ۱۸۵۷ء تک آٹھ سو سال مسلمانوں نے ہندوستان پر پوری شان و شوکت سے حکومت کی۔ ہندوستان کے تمام غیر مسلموں بشمول ہندو قوم کے ساتھ مکمل رواداری اور انصاف کا برتاؤ کیا۔ اکبر اعظم نے تو ہندوؤں سے ازدواجی تعلقات بھی قائم کئے۔ اپنے دربار میں بڑے بڑے عہدوں پر ہندوؤں کو متعین کیا۔ مسلمانوں کے مقابلہ میں کوئی امتیازی سلوک ان سے نہ کیا گیا۔ مسلمانوں کی اسی رواداری اور عدل و انصاف کا نتیجہ تھا کہ برصغیر میں ہندوؤں اور مسلمانوں نے ایک قوم کی حیثیت سے رہنا سیکھ لیا تھا۔ لیکن بھائی چارے کی یہ فضا فرنگیوں کو پسند نہ آئی۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی (جو ہندوؤں اور مسلمانوں نے مشترکہ طور پر انگریزوں سے لڑی تھی) کے بعد جب ہندوستان پر انگریزوں کا مکمل قبضہ ہو گیا تو انھوں نے لڑاؤ اور حکومت کرو کی سیاست پر عمل کیا۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان نفرت کی خلیج پیدا کرنے کی کوشش شروع کی۔ اس طرح صدیوں سے قائم ہندو مسلم بھائی چارگی کی فضا ختم ہو گئی۔ ہندو مسلم اختلافات بڑھتے چلے گئے۔ سیاسی، سماجی اور اقتصادی اختلافات نے بڑھتے بڑھتے بلووں کی شکل اختیار کر لی۔ اس طرح دونوں قوموں کے درمیان فسادات اور خون خرابے کا لامتناہی سلسلہ چل پڑا۔ برصغیر میں اس نوعیت کا سب سے بڑا اور پہلا فساد ۱۹۱۹ء میں صوبہ بہار کے ضلع شاہ آباد (آرہ) میں رونما ہوا۔ جس میں ہزاروں مسلمان شہید ہوئے۔ دوسرا ہندو مسلم فساد عظیم بھی ۱۹۴۶ء میں پورے صوبہ بہار میں ہوا۔ اور اس کے اثرات پورے صوبہ جات ہند پر پڑے۔ لاکھوں مسلمان تہہ تیغ کئے گئے۔ بہار کے علاوہ بنگال، یوپی، اور سی پی میں بھی مسلمانوں کا قتل عام شروع ہوا۔

جب مسلمانان ہند نے قائد اعظم محمد علی جناح کی قیادت میں اپنے لئے ایک علیحدہ وطن کے حصول کی جدوجہد کا آغاز کیا تو اس جنگ کے ہراول دستہ میں مسلمانان بہار ہی تھے۔ مسلم لیگ مسلمانوں کی وہ واحد سیاسی جماعت تھی جو مسٹر مظہر الحق کے مشورے پر ڈھاکہ میں قائم کی گئی۔ مسلم لیگ کے پرچم تلے جو سینہ سپر افراد کسی نام و نمود اور مادی منفعت سے بے پروا نظر آتے ہیں ان میں مسلمانان بہار سب سے آگے ہیں۔ ۱۹۳۸ء کے مسلم لیگ کے پٹنہ اجلاس نے ہی ۱۹۴۰ء کے لاہور سیشن کو ضیاء بخشی اور قرار داد پاکستان پیش کرنے کے قابل بنایا۔ جب مطالبہ پاکستان کو کانگریس کی پر زور مخالفت کا سامنا ہوا تو ہندوستان کی انگریزی حکومت کی طرف سے بھی سرد مہری کا مظاہرہ ہوا اور مسلم لیگ کے رہنماؤں کو اس بات کا اندازہ ہوا کہ ہندو اور انگریز مطالبہ پاکستان کو شرمندہ تعبیر نہ ہونے دیں گے تو قائد اعظم نے کانگریس اور حکومت کی بے جا

مخالفت کے خلاف راست اقدام (Direct Action) کا فیصلہ کیا۔ آپ نے ایک اخباری بیان کے ذریعہ حکومت کو آگاہ کیا کہ اگر کانگریس کو مسلمانوں کی مخالفت سے نہ روکا گیا اور خود حکومت نے مسلمانوں کے مطالبات پر سنجیدگی سے غور نہ کیا تو ہم اس کے لئے Direct Action لیں گے۔ قائد اعظم کے اس بیان نے ہندوؤں کو آگ بگولہ کر دیا انھوں نے یہ سوچا کہ مسلمانوں کو اس لائق ہی نہ چھوڑا جائے کہ وہ اپنے پروگرام کو عملی جامہ پہنا سکیں۔ انھوں نے ہندوستان کے مسلم اقلیت کے صوبہ بہار میں مسلمانوں کے قتل عام کا سلسلہ شروع کر دیا۔ مسلمانوں کے پر زور مطالبے اور صوبہ بہار کے بڑے پیمانے پر مسلمانوں کے قتل عام کا نتیجہ لندن کی گول میز کانفرنس ہے۔ اس کانفرنس میں ہندوستان کے تمام مذاہب کے رہنما بلائے گئے۔ برصغیر کی تقسیم کا مسئلہ سامنے آیا۔ طے شدہ اجلاسوں کی کاروائی کے اختتام پر تقسیم کا ایجنڈا اور پاکستان کا مطالبہ ایک حد تک مسترد ہو چکا تھا۔ آخر ایک بہاری رہنما نے قائد اعظم کو مشورہ دیا کہ آخری اجلاس میں بہار رائٹ کی فائل پیش کریں اور حکومت کو مسلمانوں کی اتنی بڑی تعداد کے قتل عام سے آگاہ کریں۔ اور اس کو مد نظر رکھتے ہوئے ہندوستان کی آزادی کے بعد مسلمانوں کے مستقبل کی ضمانت طلب کریں۔ انگریز ناخداؤں کے سامنے جب بہار میں مسلمانوں کے قتل عام کی صحیح تعداد، ان کے نقصانات اور ہندوؤں کے ظلم و بربریت کا ثبوت پیش کیا گیا تو ان کے لئے فرار کا کوئی راستہ نہ تھا۔ انھیں پاکستان کا مطالبہ منظور کرنا پڑا۔ اگر تاریخ کا بے لاگ مطالعہ کیا جائے تو حقیقت کو قبول کرنے کی جرأت پیدا ہو اور تعصب کی عینک خود بخود اتر جائے۔ یہ بات ماننی پڑے گی کہ اگر بہار رائٹ نہ ہوتا، اس سانحہ عظیم کی رپورٹ جسٹس شریف الدین عظیم آبادی تیار نہ کرتے، مسلمانانِ بہار اپنا خون نہ بہاتے اور اپنی جان کی حفاظت کی فکر کر لیتے تو آج میں یہ بات بہ بانگ دہل کہتا ہوں کہ پاکستان وجود میں نہ آتا۔ ہندوؤں نے بہار میں مسلمانوں کا قتل عام اس لئے کیا تھا کہ تحریکِ پاکستان ناکام ہو جائے۔ لیکن جب پاکستان ان کی اسی حماقت سے بن گیا تو اپنی ناکامی کا غصہ پنجاب کے مسلمانوں پر اتارا۔ پاکستان کے مطالبہ کی منظوری کا اعلان ہوتے ہی پنجاب میں مسلمانوں کا قتل عام شروع ہو گیا۔ مشرقی پنجاب سے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد پاکستان میں پناہ لینے کے لئے داخل ہوئی۔ قیام پاکستان سے چند ماہ قبل قائد اعظم کی خواہش پر مسلمانانِ بہار کی ایک چھوٹی سی ٹولی جن کی تعداد چند سیکڑے سے زیادہ نہ تھی کراچی آکر آباد ہوئی۔ قیام پاکستان کے بعد سابق مشرقی پاکستان کے ریلوے، ڈاک و تار اور دوسرے سرکاری ہندو ملازمین ہندوستان چلے گئے۔ سرکاری اداروں کا نظام درہم و برہم ہو گیا۔ مشرقی پاکستان کی مقامی مسلم آبادی ناخواندہ تھی۔ سرکاری ملازمت میں ان کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر تھی۔ قائد اعظم محمد علی جناح نے بہار کے مسلمان سرکاری ملازمین کو پاکستان آپٹ کرنے کا مشورہ دیا۔ تاکہ حکومت کا کام انجام دیا جاسکے۔ قیام پاکستان کے سلسلہ میں خون دینے والے بہاری مسلمانوں کی تربیت یافتہ اور باصلاحیت کھیپ مشرقی پاکستان پہونچنے لگی۔ انھوں نے اپنا گھر بار، کھیت کھلیان، باغات اور زمینداریاں چھوڑ دیں اور پاکستان کی بقاء کے لئے ہجرت کی زندگی کو اپنایا۔ اسٹیشنوں پر کھڑے انجنوں کو درختوں کی لکڑیوں سے چلا کر دکھایا۔ ڈاک و تار کے نظام کو دوبارہ بحال کیا اور بے سرو سامانی کے عالم میں دوسرے سرکاری دفاتر میں کام کا آغاز کیا۔ مہینوں بغیر کسی اجرت کے کام کرتے رہے۔ خیموں، جھگیوں اور ریلوے کی بوگیوں میں اپنے خاندان کے ساتھ زندگی کے دن گذارتے رہے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ پاکستان کے مشرقی خطے کے ساتھ ساتھ مغربی خطے کے مختلف سرکاری اداروں کے لئے Man Power بہار نے ہی مہیا کیا تھا۔

مختصر یہ کہ ۱۹۴۶ء کے بہار رائٹ میں مسلمانانِ بہار نے اپنی جان و مال اور ہر قسم کی قربانیوں کا تحفہ نئی مملکت کے

لئے پیش کیا۔ سید معین الدین شہید بھی مملکت خداداد پاکستان کے لئے اپنے پورے کنبے کے ساتھ قربان ہوئے ۔ اللہ تعالیٰ اپنے اس نیک بندے اور پاکستان کے اس گمنام سپاہی کے صدقے پاکستان کے لئے کوئی ایسا مورخ پیدا کر دے جو تحریک پاکستان کی سچی تاریخ مرتب کر دے ۔ کوئی سچا مجاہد بھیج دے جو مملکت خدا داد پاکستان کو مکمل تباہی سے بچالے ۔ آمین ثم آمین ۔

سید ضیاء الدین بن میر سید جمال الدین اورنگپوری۔

آپ میر صاحب کے سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی پیدائش موضع گورہواں ضلع پٹنہ صوبہ بہار میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گھر پر اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی۔ اردو، فارسی اور عربی کی تعلیم کی تکمیل کے بعد آپ کے بڑے بھائی سید محی الدین صاحب مرحوم آپ کو موضع گورہواں سے عظیم آباد (پٹنہ) لے آئے اور انگریزی تعلیم کے لئے اسکول میں داخل کرادیا۔ آپ نے پٹنہ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد ملازمت کا پیشہ اختیار کیا۔ اپنے بڑے بھائی کے ساتھ پٹنہ کے ایک مقامی جہازران کمپنی میں برسر کار رہے ۔

جناب سید ضیاء الدین کی شادی سید شاہ مقبول حسین مرحوم ساکن گھرانٹ کی دختر عزیزہ خاتون سے ہوئی جن سے چار لڑکے اور پانچ لڑکیاں ہوئیں۔ ایک لڑکی اور دو لڑکے خورد سال ہی اللہ کو پیارے ہوئے ۔ صاحبزادوں میں پسر اول سید غیاث الدین سلمہ اور پسر دوم سید انور ضیائی سلمہ ہیں۔ لڑکیوں میں دختر اول مساۃ عروسہ مرحومہ کی شادی سید علیم اختر بن سید عبد الرشید بن سید عبد الوحید بن سید واجد حسین بن سید وارث حسین ساکن قاضی دولت پور سے ہوئی تھی۔ دختر دوم صدیقہ سلمہا کی شادی انوار الہدیٰ بن مولوی محمد قمر الہدیٰ بن مولوی مکرم الحق بن مولوی محمد اسلم بن مولوی عبد القادر ساکن شہر چھپرا سارن سے ہوئی ہے ۔ دختر سوم رضیہ سلمہا کی شادی عروسہ مرحومہ کے انتقال کے بعد سید علیم اختر موصوف سے ہوئی۔ دختر چہارم ریحانہ سلمہا کی شادی ممتاز الہدیٰ برادر اصغر انوار الہدیٰ ساکن چھپرہ سے ہوئی۔

عم محترم جناب سید ضیاء الدین مدظلہ العالی ایک محبت کرنے والی اور پر وقار شخصیت کے مالک ہیں۔ نکلتا ہوا قد، چھریرا بدن، گورا رنگ، کھڑی ناک اور چہرہ مبارک پر گھنی ریش مبارک ہے ۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند ہیں۔ معاشرے میں مذہب کی طرف سے بیگانگی پر متفکر رہتے ہیں۔ اس پیرانہ سالی میں بھی ہر لحہ معاشرے میں مذہبی روح پیدا کرنے میں سرگرداں ہیں۔ غیر اسلامی رسم و رواج کو پسند نہیں کرتے ۔ اسلام کی تعلیم وحدانیت اور شریعت کی پابندی کے لئے واعظ و نصیحت کرتے رہتے ہیں۔ طبیعت کے اس رجحان اور مذہبی جذبہ کا نتیجہ ہے کہ آپ گزشتہ ۳۸ سال سے تحریک جماعت اسلامی سے وابستہ ہیں۔ سابق مشرقی پاکستان کے شہر ڈھاکہ میں اپنے علاقے کے سرگرم رکن کی حیثیت سے کام انجام دیتے رہے ۔

سید غیاث الدین بن سید ضیاء الدین۔

برادرم سید غیاث الدین راقم الحروف سے چھ ماہ چھوٹے ہیں۔ ابتدائی تعلیم ہم دونوں کی ایک ساتھ عم محترم جناب سید ضیاء الدین مدظلہ سے ہوئی۔ رحمت اللہ ماڈل ہائی اسکول، ڈھاکہ (سابق مشرقی پاکستان) سے ۱۹۵۹ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ موصوف نے میٹرک کے بعد ڈھاکہ پولیٹکنک انسٹیٹیوٹ سے الیکٹریکل ڈپلومہ کرکے ٹھیکہ داری کا پیشہ اختیار کیا۔ ان کا رجحان بچپن سے تجارت کی طرف تھا۔ اور اس پیشہ سے بہت کچھ حاصل کیا۔ چونکہ طبیعت شاہ خرچ پائی ہے۔ اس لئے اس میدان میں جس حد تک آگے بڑھنا چاہئے تھا نہ بڑھ سکے۔ ان دنوں کراچی میں بھی ٹھیکہ داری کرتے ہیں۔ خوش و خرم زندگی گذار رہے ہیں۔ موصوف میں ان کے دادا میر جمال الدین اور میر امیر الدین صاحبان کا امتزاج پایا جاتا ہے۔ اپنے دادا میر جمال الدین علیہ رحمتہ کی طرح صاف گو اور دو ٹوک بات کرنے کے عادی ہیں۔ اور عمر کے ساتھ اپنے چھوٹے دادا میر امیر الدین علیہ رحمتہ کی طرح کم گوئی کی طرف مائل نظر آتے ہیں۔ جلال و جمال کے اس امتزاج نے میانہ روی اختیار کر لی ہے۔ جب کبھی جلال عود کر آتا ہے تو جلد ہی طبیعت میں چھپی ہوئی نرمی اور شرافت اپنا اثر دکھا جاتی ہے۔

سید غیاث الدین سلمہ کی شادی مسماۃ رضیہ سلطانہ بنت سید ابو الخیر مرحوم بن سید عبد الحی ساکن موضع کو ی، ضلع مونگیر سے ہوئی ایک لڑکا سید فیاض الدین سلمہ ہے۔ عزیز موصوف نے ایم ایس سی کیا ہے۔ اور حبیب بینک میں برسرکار ہیں۔ پانچ لڑکیاں رابعہ سلمہا، عاصمہ سلمہا، غوثیہ سلمہا، رقیہ سلمہا اور ماریہ سلمہا ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام بچوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کرے اور خوش و خرم رکھے۔ آمین۔

برادرم سید انور ضیائی سلمہ بن سید ضیاء الدین کی شادی دختر مغیرہ صاحب سے ہوئی ہے۔ نیک خو اور ملنسار طبیعت رکھتے ہیں۔ خلوص و محبت کے پیکر اور بناوٹ سے پاک ہیں۔ انور سلمہ کی دو خرد سال بچیاں ہیں۔

نقشہ اولاد میر سید شجاعت علی بن میر رفیع الدین اورنگپوری
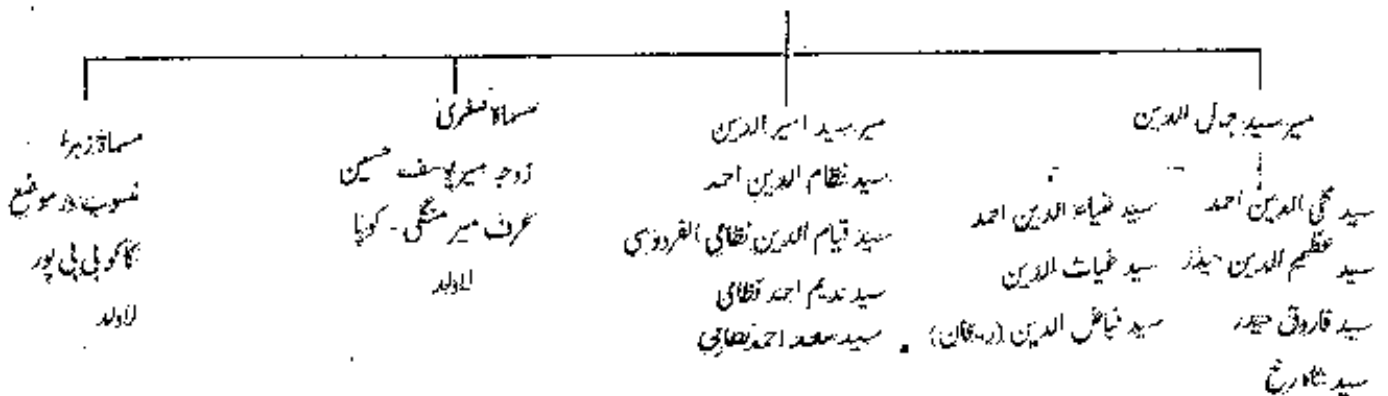
نقشہ اولاد میر جمال الدین بن سید تفضل حسین اورنگپوری
کنیز فاطمہ
سید محی الدین
سید معین الدین شہید
سید ضیاء الدین
بی بی فاطمہ
اللہ رکھی
معیدہ خاتون
نسیمہ خاتون
پسر (لاولد)
نقشہ اولاد سید محی الدین بن میر جمال الدین اورنگپوری
صالحہ خاتون
سید عظیم الدین حیدر
نفیسہ خاتون
نزہت
یحییٰ سلمہ
خورشید احمد
فردوس جمال
شمیم احمد
پروین جمال
اقبال حیدر
نسرین جمال
تنویر احمد
تفصیل اولاد سید عظیم الدین حیدر بن سید محی الدین اورنگپوری
سید فاروق حیدر زوج
(مبشرت خاتون بنت نجم الہدیٰ فاطمی)
مسماۃ رضیہ خاتون
مسماۃ عشرت خاتون
مسماۃ اصغری خاتون
سید انوار حیدر
منسوب
از دختر سید عطاء الرحمٰن
وسیم سلمہ
توضیہ سلمہا
ندیم سلمہ
تسنیم سلمہا
شاہ رخ سلمہ
شرجیل سلمہ
شمائلہ حیدر
سیدہ فاطمہ حیدر
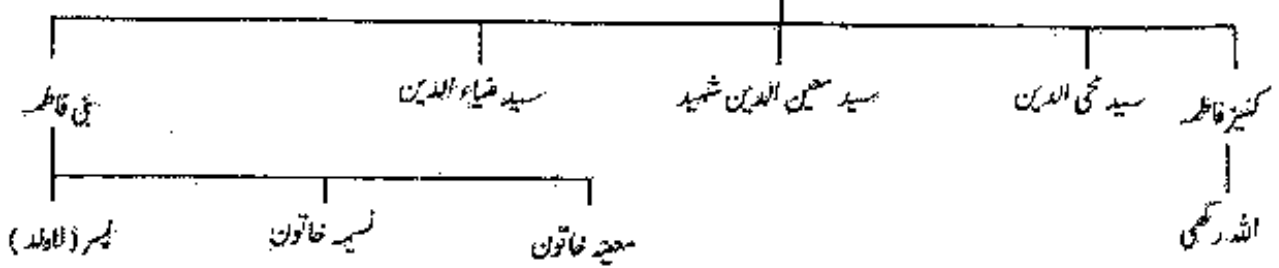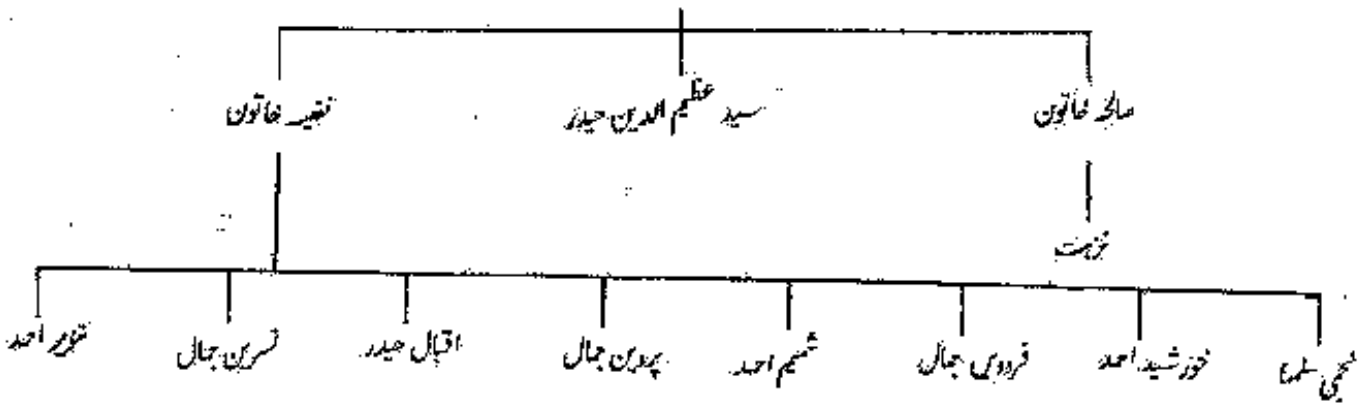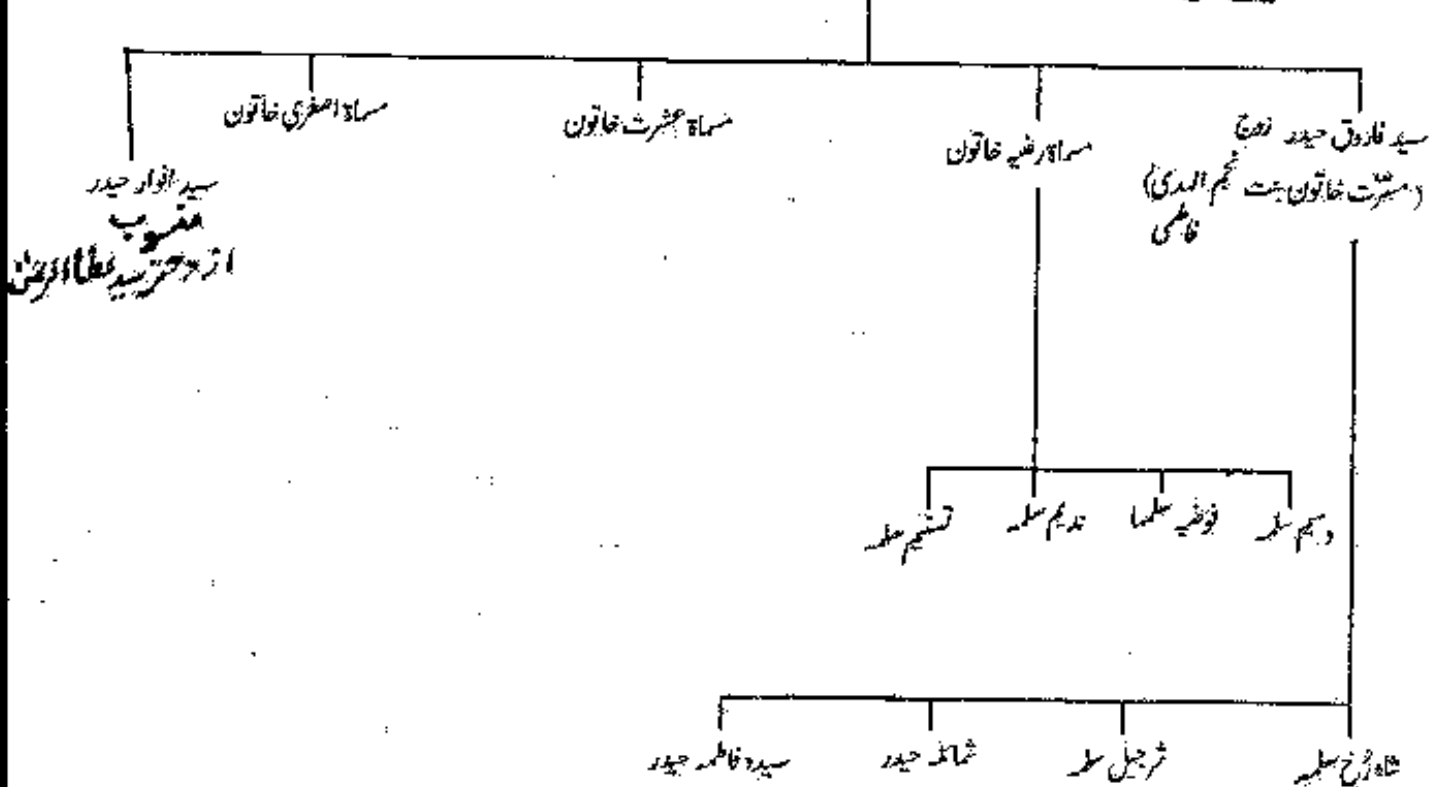
نقشہ اولاد سید ضیاء الدین احمد بن میر جمال الدین اورنگپوری

سید غیاث الدین — گروسہ / مرحومہ — صدیقہ خاتون — رضیہ خاتون — ریحانہ خاتون — سید انور ضیائی

ہاشم

فواد الہدیٰ — امتیاز الہدیٰ — سمیعہ — سائرہ — عظمٰی

ثانیہ سلمہا — ندیم شہید — وسیم سلمہ

تہمینا علیم سلمہا

نیاز احمد — فیاض احمد — منہاج احمد — معراج احمد — انیس احمد — ذیشان احمد — مزمل احمد — صوفیہ — ہمیرا — کوثر

شاہین سلمہا — شہناز سلمہا — شبانہ سلمہا — فہیم سلمہ

سید فیاض الدین سلمہ — رابعہ سلمہا — آسیہ سلمہا — خوشیہ سلمہا — رقیہ سلمہا — ماریہ سلمہا

نقشہ اولاد سید غیاث الدین بن ضیاء الدین اورنگپوری
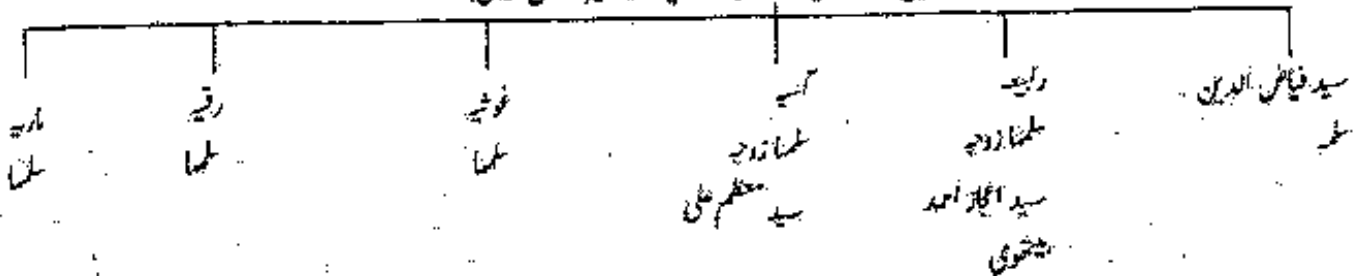
میر سید امیر الدین بن میر سید تفضل حسین علیہ رحمتہ اورنگپوری۔

آپ کا مختصر تعارف آپ کے بڑے بھائی میر جمال الدین علیہ رحمتہ کے تذکرہ میں ہو چکا ہے۔ یہاں آپ کے حالات تفصیل سے درج کئے جاتے ہیں۔ جیسا کہ قبل تحریر کیا جا چکا ہے کہ بچپن ہی میں آپ دونوں بھائی والدین کے سایئے سے محروم ہو گئے۔ پرورش ننہیال موضع کھرولیا میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے ننہیالی بزرگوں اور گاؤں کے مدرسہ میں حاصل کی۔ فارسی اور عربی کی تعلیم پھلواری شریف کے مدرسہ سے مکمل کی۔ چونکہ قصبہ پھلواری شریف، موضع کھرولیا سے قریب ہی واقع ہے۔ اس لئے تعلیم کا موقع بآسانی فراہم ہو گیا۔ آپ نے انگریزی تعلیم بھی حاصل کی۔

قصبہ پھلواری شریف:۔ یہ قصبہ تقریباً ایک ہزار سال سے آباد ہے۔ آبادی سے قبل اس سرزمین پر راجہ اشوک کا نادر روزگار باغ تھا۔ جو راجہ کی پھلواری کہلاتا تھا۔ انقلاب زمانہ نے اس باغ کو ویران کر دیا اور اس کی حیثیت ایک کھنڈر کی ہو گئی۔ بعد میں اس علاقے میں السانوں کی آبادی ہوئی۔ ہندو فقراء اور سادھوؤں کا مسکن بنا۔ ورود اسلام سے قبل تک یہ قصبہ ہندو مذہب کے لئے ایک متبرک مقام کی حیثیت سے مشہور و متعارف رہا۔ جب ہندوستان میں مسلم مبلغین کی آمد شروع ہوئی تو اس سرزمین پر بھی بکثرت مبلغین اسلام اور بزرگان دین تشریف لائے۔ ساتویں صدی ہجری میں اس قصبہ میں جن بزرگوں کی آمد کا پتہ چلتا ہے ان میں حضرت مخدوم عاشق شہید، حضرت مخدوم شاہ اللہ داد، حضرت مخدوم عنایت شہید، حضرت مخدوم خاصہ خلاصہ سہروردی (ہمشیرہ زادہ مخدوم سید منہاج الدین راستی)، حضرت مخدوم حاجی الحرمین وغیرہم کا نام نامی لیا جاتا ہے۔ ان بزرگوں نے اس علاقے میں تبلیغ کا کام انجام دیا لیکن اکثر نے ہندوؤں سے جنگ کے دوران شہادت پائی۔ آخر سلطان فیروز شاہ کے عہد حکومت میں ایک بزرگ حضرت مخدوم سید شاہ منہاج الدین راستی قدس سرہ العزیز جیلان سے بہار تشریف لائے اور حضرت مخدوم شیخ شرف الدین یحیٰی منیریؒ کی صحبت فیض رجت میں حاضر ہو کر علم و عرفان سیکھا۔ ان کے دست حق پرست پر بیعت کی اور خرقہ خلافت سے مستفیض ہوئے۔ مخدوم الملک حضرت شیخ شرف الدین بن یحیٰی منیریؒ نے آپ کو اس قصبہ میں لاکر مسند ہدایت پر بٹھایا اور اس کا نام "بستان نجات" رکھا۔

حضرت مخدوم سید منہاج الدین راستی جیلانیؒ حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی اولاد میں تھے۔ قصبہ پھلواری شریف میں آپ کی تشریف آوری ۷۱۲ھ میں ہوئی۔ جس کے بعد سے اس قصبہ سے کفر و ضلالت دور ہوئی۔ صدہا مشرکین مشرف باسلام ہوئے۔ آپ کی محل دوم بی بی آمنہ بنت شاہ محمد اسمٰعیل کرجوی کے بطن سے جو اولاد ہوئی وہ قصبہ پھلواری اور اس کے آس پاس کے مختلف دیہاتوں میں آباد ہوئی اور بسلسلہ ازدواج آپ کی جزئیت موضع اورنگپور پکورہ کے سادات گھرانوں (میر بہادر علی اور میر رفیع الدین علیہ رحمتہ) میں بھی پہنچی۔ آج بھی خانقاہ مجیبیہ قادریہ (بڑی خانقاہ) سے رشد و ہدایت کی روشن کرنیں عموماً پورے ہندوستان اور خصوصاً صوبہ بہار کو منور کر رہی ہیں۔ حضرت مخدوم راستی قدس سرہ کی اولاد میں ڈاکٹر سید عبد اللہ پھلواروی کی شادی مسماۃ عائشہ بنت سید الطاف حسین بن سید امجد علی بن سید کرامت علی بن میر رفیع الدین اورنگپوری سے ہوئی۔ ڈاکٹر نور عالم پھلواروی کی دختر سید معین الدین شہید بن میر سید جمال الدین اورنگپوری سے منسوب ہوئیں اور ڈاکٹر سید عبد اللہ پھلواروی مرحوم کی دختر کی شادی داروغہ سید سعادت حسین بن ڈاکٹر عبد اللطیف بن سید الطاف حسین بن سید امجد علی بن سید کرامت علی بن میر رفیع الدین اورنگپوری سے ہوئی۔

میر سید امیر الدین بن میر سید تفضل حسین اورنگپوری شرافت اور نیکی کا پتلا تھے۔ کم گوئی اور تنہا پسندی آپ کی فطرت تھی۔ ہنگامے اور بھیڑ بھاڑ سے دور رہنا پسند تھا۔ بحث و مباحثہ اور ترکی بہ ترکی سوال و جواب کو برا جانتے تھے۔ بہت دھیمے اور پروقار انداز میں ٹھہر ٹھہر کر بات کرتے۔ بدخواہوں اور شرپسندوں سے ملنا جلنا کم کرتے۔ بدخواہی اور دشمنی کا جواب خلوص و محبت سے دیتے۔ انتہائی صلح جو واقع ہوئے تھے۔ پوری زندگی گھر یا گھر سے باہر کسی سے اختلاف کی صورت پیدا نہ ہوئی۔ اپنے اوقات مشغولیت میں گذارتے۔ زمینداری اور کھیتی باڑی میں مشغولیت کے ساتھ جانوروں اور مختلف اقسام کے پرندوں کے پالنے کا شوق تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے ہمیشہ گھر پر پلے ہوئے جانور سے عید الضحیٰ کی قربانی کی۔ بڑے اور اچھے نسل کے بکرے اور مرغیاں پالنے کا بے حد شوق تھا۔ کبوتر، طوطے، تیتر اور مختلف پرند آپ نے پال رکھے تھے اور اپنے فاضل اوقات ان ہی بے زبان مخلوق کی خدمت میں صرف کرتے۔ جسمانی صحت اور تندرستی کو بڑی اہمیت دیتے۔ صبح کے وقت نماز فجر کے بعد اور شام میں بعد نماز عصر ورزش کا مشغلہ بھی رہتا۔ ورزش کے مختلف آلات اپنے گھر میں راقم الحروف سید قیام الدین نظامی الفردوسی نے خود دیکھے ہیں جو حضرت کے استعمال میں رہا کرتے تھے۔ آپ کا رنگ گورا، قد لانبا، سینہ چوڑا، بدن سڈول مگر زیادہ پُر گوشت نہ تھا۔ ناک کھڑی اور آنکھیں پر وقار تھیں۔ جسم کی بناوٹ بڑی حسین تھی۔ لیکن چال میں متانت اور چہرہ مبارک سے انکساری نمایاں تھی۔ گردن جھکائے اور آنکھیں نیچی کئے راستہ سے گزر جاتے۔ میر صاحب کے دوستوں کی تعداد بہت کم تھی۔ چند مخصوص لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا تھا۔ خدا اور اس کے پیارے نبی کی محبت سے سرشار تھے۔ صحابہ کرام اور اہل بیت سے ازحد ارادت و محبت رکھتے تھے۔ فارسی حمد و نعت اور بزرگوں کی منقبت کے اشعار زیر لب گنگنایا کرتے۔ بستی میں محرم کی تقریب بڑے تزک و احترام سے منائی جاتی۔ تعزیہ داری، اکھاڑوں اور محرم کے مجلسیں بڑی دھوم دھام سے منعقد ہوتیں۔ آپ اس میں واجبی طور پر شرکت فرماتے۔ لیکن مجالس شہدائے کربلا اور عید میلاد النبی کی مجلسوں کو پسند فرماتے تھے۔ رمضان اور محرم کے مہینوں میں عبادات اور ورد و وظائف میں زیادہ مشغول ہوتے۔ تذکرہ رسول ﷺ، واقعات کربلا اور بزرگان دین کے واقعات بیان کرتے وقت آنکھیں آبدیدہ اور رقت طاری ہو جاتی۔ میر صاحب اپنی زندگی کے ابتدائی دور میں سیاحت پسند واقع ہوئے تھے۔ ہندوستان کے مختلف شہروں اور علاقوں کو دیکھنے اور تاریخی و مذہبی مقامات کی زیارت کا شوق ایسا تھا کہ جس نے آپ کو سال دو سال بھی مستقل گھر پر رہنے نہ دیا۔ آپ کے اسی شوق سیاحت کی بنا پر آپ کے بڑے بھائی نے آپ کی شادی کر دی۔

میر سید امیر الدین علیہ رحمۃ کی شادی برادری ہی میں مساۃ بی بی بکر النساء عرف بی بی بکرن بنت میر سید بہادر علی پکوروی سے ہوئی۔ جن کا تذکرہ پچھلے اوراق میں گزر چکا ہے۔ آپ کی نو اولادیں ہوئیں۔ چھ لڑکے خورد سالی یکے بادیگرے اللہ کو پیارے ہوتے گئے۔ سب سے چھوٹے صاحبزادے سید نظام الدین احمد اور دو صاحبزادیوں مساۃ بی بی صالحہ خاتون مرحومہ اور مساۃ بی بی قمر النساء سے نسل جاری ہے۔

سید نظام الدین احمد بن میر سید امیر الدین اورنگپوری۔

جناب سید نظام الدین احمد مرحوم کے والد میر امیر الدین صاحب نے آپ کو اور آپ کی دو بہنوں کو خورد سالی چھوڑ کر انتقال فرمایا۔ آپ کی پرورش والدہ محترمہ مساۃ بی بی بکر النساء صاحبہ کی نگرانی میں موضع اورنگپور پکورہ میں ہوئی۔ آپ کی والدہ نے اکلوتا بیٹا ہونے کی وجہ سے بڑے ناز و نعم میں پرورش کی۔ ابتدائی تعلیم گھر پر اور گاؤں کے مدرسہ میں ہوئی۔ انگریزی تعلیم کی تکمیل

شہر عظیم آباد (پٹنہ) میں ہوئی۔ تعلیم کی تکمیل کے بعد پٹنہ ہی میں ملازمت کا پیشہ اختیار کیا اور سنگر سیونگ کمپنی کے شہر عظیم آباد کی شاخ واقع محلہ جھاؤ گنج میں منیجر کی حیثیت سے برسرکار رہے۔

رنگ گورا، قد میانہ، منحنی جسم، ناک کھڑی اور آنکھوں میں ایک خاص چمک، چہرے پر گھنی داڑھی، وضع دار شخصیت کے مالک، مشرقی لباس زیب تن کرتے۔ خالتہ پاجامہ، کرتا، شروانی اور پلے کی ٹوپی آپ کا مستقل لباس تھا۔ آپ نے ذاتی صلاحیتوں، مسلسل جدوجہد اور انتھک محنت سے اپنے خاندان کی بے سروسامانی اور گرتی ہوئی ساکھ کو سہارا دیا۔ والد کی جواں سال موت سے خاندان کو جو نقصان ہوا تھا اس کو پر کرنے کے لئے جان توڑ کوشش کی۔ گھریلو ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ ملازمت کے سلسلہ میں اپنے پیشہ ورانہ صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ جس کے صلے میں آپ کو سنگر کمپنی کی طرف سے بہتر کارکردگی کا ایوارڈ بھی ملا۔ آپ ابتدائے جوانی سے سوشیل واقع ہوئے تھے۔ مذہبی، معاشرتی، اور سیاسی تحریکوں سے ہمیشہ وابستہ رہے۔ بچپن سے نماز پنجگانہ کے پابند تھے۔ ہر نماز باجماعت مسجد میں ادا کرتے۔ ساری زندگی موسم کی سختی اور معمولی علالت بھی آپ کو باجماعت نماز کی ادائیگی سے نہ روک سکی۔ مذہبی احکام کی بجا آوری میں شدت تھی۔ دوسرے معمولات میں میانہ روی پسند تھی۔ حد سے زیادہ عیش و آرام، نمائش اور ظاہرداری ناپسند فرماتے۔ اپنے آبائی گاؤں میں مذہبی، معاشرتی اور سیاسی رجحانات کے فروغ کے لئے ہمیشہ کوشاں رہے۔ آپ سیاسی طور پر بڑے بیدار مغز واقع ہوئے تھے۔ ساری زندگی عملی اور ذہنی طور پر مسلم لیگ سے وابستہ رہے۔ قیام عظیم آباد کے دنوں میں آپ مسلم لیگ کے ایک سرگرم رکن رہے۔ اپنے آبائی گاؤں اور گھورپکورہ اور تتول میں مسلم لیگ کی ذیلی شاخ قائم کی۔ ۱۹۳۸ء کے مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس واقع عظیم آباد (پٹنہ) میں آپ اپنے علاقے کے وفد کے سربراہ تھے۔ اس موقع پر آپ نے اپنے ذاتی خرچ سے بینروں، جھنڈیوں اور پرچموں کا انتظام کیا۔ وفد کے دوسرے ارکان کی رہائش اور خورد و نوش کی ذمہ داری خود لی۔ اپنے علاقے سے نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ اس اجلاس میں شرکت کی۔ بہار مسلم لیگ کے رہنما عزیز ملت سید عبد العزیز، نیشنل گارڈ بہار کے سالار اعظم سید مظہر امام اور شریف رپورٹ کے خالق جسٹس سید شریف الدین سے آپ کے دیرینہ اور گہرے تعلقات تھے۔ مسلم لیگ اور مسلم لیگی رہنماؤں سے قلبی لگاؤ کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی مسلم لیگ، قائد اعظم اور پاکستان پر تنقید کی زبان کھولتا، تو غم و غصہ کی انتہا نہیں رہتی۔ وہ دہ کتے اور شواہد پیش کرتے کہ معترض لاجواب ہو جاتا۔

آپ مسلسل دو سال بستر علالت پر رہے۔ آخر بروز جمعہ ۲۱ فروری ۱۹۸۶ء کو بعد نماز عصر خالق حقیقی سے جا ملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ سخی حسن قبرستان، کراچی میں آرام فرما ہیں۔

جناب سید نظام الدین احمد علیہ رحمتہ کی شادی مسماۃ بی بی صالحہ خاتون بنت سید ظفیر الدین رضوی بن سید تطہیر الدین رضوی بن سید رضی الدین رضوی ساکن پیلاواں ضلع پٹنہ بہار سے ہوئی۔ جن سے چار لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ پسر اول راقم الحروم سید قیام الدین اور پسر دوم عزیزی سید امام الدین سلمہ، پسر سوم عزیزی سید حسام الدین اشرف سلمہ، پسر چہارم عزیزی سید احتشام الدین ارشد سلمہ، دختر اول شگفتہ مؤانہ عرف شملہ سلمہا، دختر دوم شگفتہ فرزانہ عرف شیریں سلمہا زوجہ سید احسان ربانی بن خواجہ سید محمد کمال شہر گھاٹوی۔

شگفتہ مؤانہ عرف شملا سلمہا کی شادی عزیزی سید وصی احمد سلمہ بن سید محمد سعید بن سید شاہ ابو الحیات (ساکن خسروپور) بن سید شاہ محمد واجد بن سید حسین علی بن مخدوم سید مظہر ولی عرف سید شاہ یحییٰ علی قدس سرہ خسروپوری زیدی الواسطی سے ہوئی۔ شملا سلمہا کی چار خورد سال بچیاں مہوش سلمہا، ماہین سلمہا، انعم سلمہا اور شین سلمہا ہیں اور راقم کو دل و جان سے عزیز ہیں۔ اللہ تعالیٰ

اپنے حبیب کے صدقے میرے ان پیاروں کو شاد و آباد رکھے، حیات خضری عطا کرے اور شرافت و نجابت میں خاندان کے لئے طرۂ امتیاز بنائے۔ آمین ثم آمین۔

سید قیام الدین بن سید نظام الدین احمد اورنگپوری۔

راقم ۳۱ اکتوبر ۱۹۴۲ء کو اپنی بڑی نانی مساۃ بی بی قمر النساء زوجہ سید شاہ عظیم الدین کے گھر واقع موضع کوپا، ڈاکخانہ سنگھرہ، تھانہ بکرم ضلع پٹنہ، صوبہ بہار میں پیدا ہوا۔ راقم سات ماسو (Inmature Birth) پیدا ہوا تھا اور نہایت نحیف اور کمزور تھا۔ زندہ بچ رہنے کی کوئی امید نہ تھی۔ لیکن میری نانجان مساۃ بی بی عزیز النساء مرحومہ اور بڑی نانی مساۃ بی بی قمر النساء مرحومہ کی بروقت، شب و روز محنت اور دعاؤں نے موت کے منہ سے بچالیا۔ دادی مرحومہ مساۃ بی بی شکر النساء نے اپنی زندگی کے آخری لمحات تک میری نگہداشت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ ان بزرگ اور شفیق ہستیوں کے طفیل آج میں زندگی کی پچاسویں منزل طے کر رہا ہوں۔ دائمی اور پیدائشی کمزوری بہرنوع میری زندگی کی ساتھی ہیں۔ موسم کی شدت آج تک برداشت کرنے کی صلاحیت حاصل نہ کر سکا۔ سید شاہ امام الدین علیہ رحمۃ کوپوی نے میرے کانوں میں اذان دی اور پیدائش کی چھٹی رات کو میرے ہاتھ میں قلم اور شمشیر پکڑوایا گیا۔ میری پھوپھی زاد بہن محترمہ شہزاد جعفری کی فرمائش پر میرا نام قیام الدین رکھا گیا۔

میری ابتدائی تعلیم و تربیت کا انتظام میری شفیق ماں نے کیا۔ میری والدہ محترمہ بی بی صالحہ خاتون نے میری ابتدائی تعلیم و تربیت جس انداز سے شروع کی، آج میری زندگی کی عمارت اسی بنیاد پر کھڑی ہے۔ جب میری تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا تو یہ زمانہ عموماً پورے ہندوستان اور خصوصاً صوبہ بہار کے لئے بےچینی اور بے اطمینانی کا تھا۔ والدہ محترمہ نے اردو کی ابتدائی چند کتابیں اور قرآن مجید ختم کرایا۔ باضابطہ تعلیم کا سلسلہ تقسیم ہند کے بعد مشرقی پاکستان کے شہر ڈھاکہ میں شروع ہوا۔ ۱۹۵۱ء کو مجھے رحمۃ اللہ ماڈل ہائی اسکول کی تیسری جماعت میں داخل کیا گیا۔ ابتدائی درسی کتابیں والد محترم سید نظام الدین مرحوم اور عم محترم سید ضیاء الدین مدظلہ سے پڑھی۔ ۱۹۵۹ء میں ڈھاکہ بورڈ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ میرے اندر مذہبی پختگی استاد محترم ملک عبدالرحمن صاحب مرحوم بن ملک حفیظ اللہ اسلام پوری اور ملک مصباح الحق بن سجاد حسین ساکن موضع پٹھانہ کی کوششوں کا ثمر ہے۔ نانجان محترمہ کی تحریک اور استاد محترم سید محمد حسن رضاؔ دائروی، استاذی قاضی سید ظہور الحسن رمزؔ کسمری کی کوششوں اور حافظ سید شاہ نذر الرحمن حنیفاؔ عظیم آبادی، مولانا محمد سعید حسرتؔ عظیم آبادی کے اشعار و نگارشات نے مجھ میں ادبی شعور پیدا کیا۔

۱۹ سال کی عمر میں اپریل ۱۹۶۰ء کو میری شادی چھوٹی پھوپھی کی دختر نفیسہ خاتون بنت سید محمد حنیف بن ڈاکٹر سید عبدالحلیم بن سید عبد الکریم عرف بلاقی بن سید اشرف علی بن سید لطف علی بن میر سید محمود علی ساکن کوپا، ڈاکخانہ سنگھرہ، تھانہ بکرم، ضلع پٹنہ سے ہوئی۔

میری اہلیہ محترمہ نفیسہ خاتون ایک نیک شریف تعلیم یافتہ اور دیندار گھرانہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان کے بزرگ اعلیٰ میر سید محمود علی علیہ رحمۃ موضع کوپا، ضلع پٹنہ کے سرآوردہ اور بزرگ ہستیوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ میر سید محمود علیؒ کے پرپوتے سید عبد الکریم عرف بلاقی یعنی محترمہ کے پردادا ایک بڑے زمیندار اور دیندار لوگوں میں تھے۔ آپ قصبہ منیر شریف کے قریب موضع کجاواں میں حضرت مخدوم تاج الدین عطاء اللہ بن مخدوم سلیمان لنگر زمین کاوی بن شیخ عبد العزیز بن امام محمد تاج فقیہہ فاتح منیر کے خاندان میں بیاہے گئے۔ موضع کجاواں کو مخدوم عطاء اللہ نے آباد کیا تھا اور یہیں آپ کی اولاد آباد ہوئی جن میں آپ کے پسر اول

تاج الدین عطا پسر دوم منہاج الدین عطا، پسر سوم صلاح الدین عطا اور پسر چہارم سراج الدین عطا تھے۔ موضع کجاواں میں مخدوم بہاء الدین، مخدوم عیسیٰ اور مخدوم ابوبکر پسران شیخ ابراہیم بن شیخ اسمٰعیل بن امام محمد تاج فقیہ کی اولاد بھی آباد تھی۔

محترمہ نفیسہ خاتون کے دادا ڈاکٹر سید عبد الحلیم صاحب ایک کامیاب ڈاکٹر اور ہمدرد و غریب پرور انسان تھے۔ غرباء کا مفت علاج کرتے۔ آپ کی شادی موضع کربیا کے سادات گھرانے میں مسماۃ بی بی نعیمن سے ہوئی تھی۔

راقم سید قیام الدین کی اہلیہ نفیسہ خاتون بنت سید محمد حنیف بن ڈاکٹر عبد الحلیم ذاتی طور پر نیک اور وفاء شعار خاتون ہیں۔ اصول خانہ داری اور بچوں کی نگہداشت میں اپنے اوقات بسر کرتی ہیں۔ میں اپنی ازدواجی زندگی سے ہر طرح مطمئن ہوں۔ محترمہ کے بطن سے اللہ نے مجھے پانچ اولادیں عطا کی ہیں۔ سب سے بڑا لڑکا سید ندیم احمد نظامی سلمہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۶۷ء کو پیدا ہوا۔ عزیزی موصوف نے اپریل ۱۹۸۲ء میں فرسٹ ڈویژن سے میٹرک کا امتحان پاس کیا اور این ای ڈی انجینیرنگ یونیورسٹی، کراچی سے ۱۹۹۳ء میں بی ای کیا ہے۔ سید فرخ احمد نظامی سلمہ پولی ٹیکنک سے ڈپلوما کرنے کے بعد واٹر بورڈ میں برسرکار ہیں۔ ان کی تاریخ پیدائش ۱۹۶۹ء ہے۔ عزیزی حافظ سید عون احمد نظامی سلمہ ۲۲ مارچ ۱۹۷۲ء کو بوقت بارہ بجے شب پیدا ہوئے۔ عزیزی موصوف کو اکتوبر ۱۹۷۹ء میں حفظ کلام اللہ کے لئے حافظ محمد جہانگیر صاحب کے پاس مسجد فلاح نصیر آباد فیڈرل "بی" ایریا، کراچی میں بیٹھایا گیا۔ اور اپنے دادا سید نظام الدین مرحوم کی کوششوں سے نومبر ۱۹۸۱ء میں دس سال آٹھ ماہ کی عمر میں حفظ کلام اللہ مکمل کر لیا۔ حفظ کلام اللہ کی تکمیل کے بعد شوال ۱۴۰۳ھ میں عزیزی موصوف کو درس نظامی کے درجہ اعدادیہ میں داخل کیا گیا۔ اس وقت دورہ حدیث کے آخری سال میں ہیں۔ لڑکیوں میں سیدہ وقار النساء تبسم سلمہا ۱۹۷۱ء میں پیدا ہوئی اپنے تمام بھائی بہنوں میں سب سے بڑی ہے۔ بڑی سلیم الطبع اور محبت کرنے والی بچی ہے۔ تمام اعزہ و اقارب سے بے لوث محبت کرتی ہے۔ سیدہ فاطمۃ الزہرا سلمہا اپنے تمام بھائی بہنوں میں سب سے چھوٹی ہے۔ ۱۹۷۵ء میں پیدا ہوئی ماشاء اللہ بہت ذہین اور ہوشیار بچی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں میرے ان تمام بچے بچیوں کو میرے گناہوں کے زہریلے اثرات سے محفوظ رکھے۔ اپنی اور اپنے محبوبؐ کی محبت سے سرشار کرے، سچا دین پر چلنے والا مسلمان اور اچھا انسان بنائے۔ دنیا میں تمام بلاؤں، مصیبتوں اور پریشانیوں سے دور رکھے۔ علم کی دولت اور تندرستی کی نعمت سے مالا مال کرے۔ آمین یا رب العٰلمین۔

سید امام الدین بن سید نظام الدین اورنگپوری۔

راقم سید قیام الدین کے منجھلے بھائی ہیں۔ ۱۹۳۶ء میں اپنے آبائی گاؤں اورنگپور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر والدہ محترمہ سے حاصل کی ابتدائی درسی کتابوں اور قرآن مجید کی تعلیم والد صاحب سے حاصل کی۔ پھر راقم کے ساتھ رحمت اللہ ماڈل ہائی اسکول ڈھاکہ، مشرقی پاکستان کے درجہ اول میں داخل کئے گئے۔ چند سال اس اسکول میں زیر تعلیم رہنے کے بعد اپنی پھوپھی زاد بہن بی بی روشن تاج کے پاس کراچی آگئے اور کراچی بورڈ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ موصوف نے بی کام تک تعلیم حاصل کی ہے۔ اس وقت محمد فاروق ٹیکسٹائل مل کے صدر دفتر میں بحیثیت اسسٹنٹ اکاؤنٹنٹ برسرکار ہیں۔ عزیزی موصوف محنتی، باسلیقہ، خوش پوش، خوش گفتار اور روشن خیال نوجوان ہیں۔ بازو کہن سے بیزار اور جدید تہذیب، نئے معاشرہ و ماحول سے سرشار ہیں۔

برادر عزیز کی شادی مسماۃ شگفتہ نسرین بنت سید اختر حسین بن داروغہ سید انوار کریم بن سید فضل کریم مختار ساکن

گورگانواں سے ہوئی ہے، سید فضل کریم مختار دراصل رہنے والے موضع اسقوا کے تھے۔ آپ کا شاندار بنگلہ اور حویلی اب تک اسقوا میں موجود ہے۔ سید امام الدین سلمہ کے اس وقت چار بچے ہیں۔ عزیزی سید عاطف امام سلمہ میٹرک کے بعد کالج میں زیر تعلیم ہیں۔ نازش سلمہا اور ثوبیہ سلمہا اسکول میں تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ سید امیر امام سلمہ ابھی شیر خوار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان بچوں کو حیات خضری عطا فرمائے اور زیور تعلیم سے آراستہ کرے۔ آمین۔

سید حسام الدین اشرف بن سید نظام الدین اورنگپوری۔

راقم سید قیام الدین کے مجھلے برادر سید حسام الدین اشرف سلمہ شکل میں اپنے دادا میر سید امیر الدینؒ کے ہم شکل اور مزاج میں اپنے بڑے دادا میر سید جمال الدینؒ سے مناسبت رکھتے ہیں۔ طبیعت میں جلال اور غصہ کی کیفیت ہے۔ لیکن دل کی کشادگی اور نرمی، جلال اور غصہ کو زیادہ دیر برقرار نہیں رہنے دیتی۔ ۱۹۴۸ء میں اپنے گاؤں اورنگپور پکورہ میں پیدا ہوئے۔ اپنے تمام بھائی بہنوں میں وجیہہ، تندرست اور گداز جسم کے مالک تھے۔ لیکن موصوف کی بے توجہی اور غصہ کی کیفیت سے صحت اور تندرستی برقرار نہ رہ سکی۔ بچپن سے اسپورٹس سے دلچسپی رہی اور اس میں عملی طور پر حصہ لیتے رہے۔ ہاکی اور فٹ بال کے اچھے کھلاڑی رہے۔ اردو ادب در تحریر و تقریر کا بھی ذوق ہے۔ راقم کے مشورے اور تحریک پر ایک رسالہ ماہنامہ "شرف" کا اجراء ۱۹۷۹ء میں شروع کیا اور تجرباتی طور پر اس کے دو مجلے نکالے جو بہت پسند کئے گئے۔ یہ رسالہ باضابطہ ۱۹۸۹ء سے جاری ہوا۔

عزیزی سید حسام الدین اشرف سلمہ نے کراچی بورڈ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا اور ایف اے تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد تجارت کا پیشہ اختیار کیا۔ کراچی میں ایک پریس قائم کیا ہے اور پرنٹنگ اسٹیشنری کا کام کرتے ہیں۔ ماشاء اللہ محنتی نوجوان ہیں اگر استقلال اور محنت سے کام کرتے رہے تو کامیابی و کامرانی ان کے قدم چومے گی۔

عزیزی موصوف کی شادی مسماۃ بشریٰ خاتون بنت سید غضنفر الدین بن داروغہ مظفر الدین بن مظہر الدین ساکن و رہنگہ بن حکیم ولایت حسین منیری مقیم دربھنگہ سے ہوئی۔ جن سے عزیزی سید تابش احمد سلمہ، سحرش سلمہا اور سید علی اشرف سلمہ ہیں۔ اللہ تبارک تعالیٰ میرے ان پیاروں کو دن دونی رات چوگنی ترقی کی منزلیں طے کرائے۔ آمین

سید احتشام الدین ارشد بن سید نظام الدین اورنگپوری۔

میرے سب سے چھوٹے بھائی عزیزی سید احتشام الدین ارشد سلمہ ۱۹۵۳ء کو سابق مشرقی پاکستان کے شہر ڈھاکہ میں پیدا ہوئے۔ پیدائش کے چھ ماہ بعد سخت علیل ہوئے جس کا صحت پر بہت بُرا اثر ہوا اور آج تک وہ کمی پوری نہ ہو سکی۔ ڈھاکہ بورڈ سے ۱۹۶۸ء میں میٹرک اور ۱۹۷۰ء میں ایف اے پاس کیا۔ کراچی یونیورسٹی سے بی اے آنرز اور پالیٹکل سائنس میں ایم اے کیا۔ مشرقی پاکستان میں ان کی تعلیم کا زمانہ ایک ہنگامی زمانہ تھا۔

ان حالات میں برادرم احتشام الدین ارشد کا تعلیمی زمانہ بھی طے پاتا رہا۔ نتیجہ کے طور پر مشرقی پاکستان میں ایک طالب علم رہنما کی حیثیت سے میدان میں آ گئے۔ خاص طور سے بہاریوں کے سیاسی حقوق کے حصول کی جدوجہد میں مصروف ہو گئے۔ مشرقی پاکستان کے شہر ڈھاکہ میں دیوان وراثت حسین خان مرحوم کی سربراہی میں مہاجر حقوق کے لئے جدوجہد کا آغاز کیا۔ ۱۹۷۰ء کو کراچی یونیورسٹی میں داخلہ ہوا اور ایک طالب علم رہنماء کی حیثیت سے پہچانے گئے۔ ۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء کو جب پاکستان کا ایک بازو کٹ گیا اور وہاں کی اردو بولنے والی آبادی کسمپرسی کا شکار ہوئی تو سب سے پہلے سید احتشام الدین ارشد سلمہ نے این ای ڈی انجینئرنگ کالج کے طالب علم رہنما صباح الدین مجاہد اور پروفیسر اے کے شمس کے ساتھ مل کر ۱۷ دسمبر ۱۹۷۱ء کو مشرقی پاکستانی طلبہ، کراچی کا ایک جلوس نکالا اور اسلام آباد کا دورہ کیا۔ اسلام آباد سے واپسی کے بعد مشرقی پاکستان طلبہ ایکشن کمیٹی کا قیام عمل میں آیا اور شفیق اعظم، ممتاز عالم، سید احسان الحق، سید امتیاز احمد، حسن امام صدیقی اور سید محمود الحق وغیرہ کے ساتھ باضابطہ منتقلی کی تحریک کا آغاز کیا۔ محصورین مشرقی پاکستان کی منتقلی کی جدوجہد میں ارشد سلمہ نے اپنی تعلیم اور تندرستی کو داؤ پر لگا دیا۔ عزیزی موصوف ۱۹۷۹ء میں شدید علیل ہوئے اور زندگی کی امید نہ رہی۔ اللہ جل شانہٗ نے کرم کیا اور چھ ماہ کی مسلسل علالت کے بعد صحت یاب ہوئے۔ بیماری کے دوران سید تنویر احمد، اکرام صدی، محمد علی، ظفر عالم، ایس ایم صلاح الدین، ڈاکٹر اظفر حسین اور تحسین جہانگیر جیسے مخلص دوستوں نے خلوص و محبت کا بھرپور مظاہرہ کیا۔

مشرقی پاکستان کے سیاسی حالات و واقعات کا سید احتشام الدین ارشد کے ذہن پر خاصہ اثر تھا۔ ایف۔ اے امتحان پاس کرنے کے بعد والد بزرگوار نے انہیں مجھلے بھائی سید امام الدین کے پاس کراچی بھیجا تو اس لئے تھا کہ یہاں اعلیٰ تعلیم کے لئے بیرون ملک بھیجا جا سکے۔ لیکن مشرقی پاکستان کی علیحدگی اور والد کے وہاں محصور ہوجانے کی وجہ سے یہ ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔ جامعہ کراچی میں تعلیم کے دوران، محصور پاکستانیوں کی منتقلی کے لئے شروع کی جانے والی تحریک آگے چل کر ایک عالمی تحریک بنی۔ ارشد سلمہ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ملک کے کونے کونے کا دورہ کیا۔ ہر شہر میں جلسے اور مظاہرے کئے ہندوستان سے ہجرت کرکے پاکستان آنے والوں کے بارے میں عوام کو آگاہ کیا۔ مشرقی پاکستان سے محصورین کی وطن واپسی کے لئے رائے عامہ ہموار کیا۔ اس سلسلے میں انہوں نے صدر، وزیر اعظم، مرکزی وزراء اور غیر ملکی سفیروں سے کئی کئی ملاقاتیں کیں۔ وکلاء کے بار ایسوسی ایشن کے اجلاس سے بھی خطاب کرکے مہاجرین مشرقی پاکستان کے حالات زار بیان کئے کئی سال کی انتھک محنت اور جدوجہد کے نتیجے میں جو اخبارات کے ریکارڈ پر موجود ہیں، ۱۹۷۳ء کو تقریباً دو لاکھ محصورین پاکستان منتقل ہوئے۔ میرے علم میں یہ بات ہے کہ احتشام ارشد سلمہ نے سیکشن آفیسر کیبنٹ ڈویژن جناب خواجہ طارق سے ملاقات

کیں اور انہیں محصورین کی حالتِ زار سے آگاہ کیا اور طارق صاحب نے منتقلی کے سلسلہ میں ذاتی ہمدردانہ رویے کا مظاہرہ کیا۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر عطا کرے آمین۔ احتشام الدین ارشد سلمہ کے خدمات کے نتیجے میں ان کے حلقہ احباب میں ایسے کئی قومی رہنما بھی ہیں جو ملک کی مختلف سیاسی جماعتوں میں اہم عہدوں پر فائز ہیں۔ اور ملکی و عالمی سطح پر جانے پہچانے جاتے ہیں۔ تادمِ تحریر بنگلہ دیش سے محصور پاکستانیوں کی تحریک جاری ہے اور احتشام الدین ارشد اب بھی فعال کردار ادا کررہے ہیں۔ بین الاقوامی سطح پر قائم "عالمی مجلس محصورین پاکستان" کے چیئرمین ہیں۔ جس کا مرکزہ جدہ میں ہے۔ انجینئر سید احسان الحق بحیثیت کنوینر جدہ میں بہت ہی فعال کردار ادا کررہے ہیں۔ اس موقع پر میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اس بات کا تذکرہ ضرور کروں کہ ۱۹۹۲ء میں جب راقم سید قیام الدین نے ادائیگی حج بیت اللہ کے سلسلے میں حجاز مقدس کا سفر کیا تو سید احسان الحق، سید امتیاز احمد، شمس الفروز، اسلم پرویز اور دیگر نوجوانوں نے میری جس انداز میں مدد فرمائی تھی اسے میں تازیست فراموش نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ ان عزیزوں کو جزائے خیر عطا کرے۔ آمین

سید احتشام الدین ارشد سلمہ حبیب بنک لمیٹڈ میں ملازمت کررہے ہیں اور خوش و خرم زندگی گزار رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں دن دونی رات چوگنی ترقی اور کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کرے۔ آمین ثم آمین۔ عزیزی موصوف کی شادی بی بی ہما رحمان بنت سید نورالرحمٰن بن سید حفیظ الرحمٰن بن حافظ سید لطف الرحمٰن ساکن کاکو سے ہوئی ہے۔ جن سے ایک بچی صالحہ احتشام ابھی شیر خوار ہے۔

بی بی صالحہ خاتون بنت میر سید امیر الدین اورنگپوری۔

آپ کی پرورش خاص مشرقی ماحول میں آپ کی والدہ مسماۃ بی بی شکرن کی زیر نگرانی ہوئی۔ آپ نے اپنی زندگی ایک خاص اصول کے تحت گذاری۔ بزرگوں کی عزت اور چھوٹوں سے شفقت آپ کی اہم خصوصیات تھیں۔ بڑوں کی باتوں اور نصیحتوں کو خاموشی سے سنتی تھیں۔ اور اپنے سے چھوٹوں اور عزیزوں کی نصیحت اور تلقین کرنا اپنا فرض سمجھتی تھیں۔ بڑے بزرگ آپ کو جو کچھ کہہ دیں جائز ہو یا ناجائز آپ اس کا جواب دینا تو درکنار، اپنی صفائی پیش کرنا بھی گوارہ نہ کرتیں۔ اس کے برعکس اگر کوئی چھوٹا معمولی غلطی کر جاتا تو خاموش رہنا ان کے بس میں نہ تھا۔ اگر ان کی نصیحت اور تلقین کے جواب میں کوئی چھوٹا سوال و جواب شروع کر دیتا تو آپ خاموش ہوجاتیں اور اس سے بات کرنا اپنی بے عزتی تصور کرتیں۔ جس طرح وہ خود بڑوں کی عزت اور ان کا احترام کرتی تھیں۔ اسی طرح چھوٹوں سے ویسے ہی برتاؤ کی توقع رکھتیں۔ کھیل تماشوں، سیر و تفریح اور جا وبیجا خوش گپیوں سے آپ کو کوئی دلچسپی نہ تھی۔ شادی سے قبل والدہ اور بڑے بھائی کی خدمت گذاری کی شادی کے بعد شوہر کی فرمانبردار اور بچوں کی نگہبان بن کر رہیں۔ آپ نے ساری زندگی والدین یا شوہر سے کوئی فرمائش نہیں کی۔ صبر و قناعت کی جیتی جاگتی تصویر تھیں۔ زندگی برقرار رکھنے کے لئے دو وقت کا کھانا تن ڈھانکنے کے لئے کپڑا اس کے علاوہ آپ کو کسی چیز کی طلب نہ تھی۔ یہ دونوں چیزیں اچھی ملیں تو شکر کیا اور معمولی ملیں تو صبر۔ واہ رے طبیعت کہ مرتے دم تک اسی اصول پر قائم رہیں۔ چند دنوں کی علالت کے بعد وصال کیا اور کسی سے خدمت نہ لیا۔ تازیست بہو، بیٹیوں، پوتے پوتیوں اور نواسے نواسیوں کی خبرگیری کا مشغلہ رہا۔

آپ کی شادی مولوی ریاض الحق مرحوم بن مولوی سرور الحق ساکن رہی ضلع پٹنہ سے ہوئی۔ جن سے ایک پسر اور تین دختر ہیں۔ آپ کے پسر جناب سید اظہار الحق ۱۹۲۲ء کو اپنی نانیہال اورنگپور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم جامعہ ملیہ دہلی سے حاصل کی

ہے۔ ۱۹۷۵ء میں میٹرک کیا اور علی گڑھ یونیورسٹی سے ایف اے کیا۔ موصوف کی دو شادیاں ہوئیں پہلی شادی برادری ہی میں مسماۃ بی بی نالہ خاتون بنت مولوی اکرام الحق ساکن سنگھرہ کو پا سے ہوئی۔ جو لاولد فوت ہوگئیں۔ مسماۃ کمالہ خاتون مرحومہ حسن صورت اور حسن سیرت دونوں سے آراستہ تھیں۔ حسن اخلاق، خلوص و محبت صبر و تحمل، نرم دلی، بے غرضی اور دوسروں کی خیر خواہی جیسی کونسی خوبیاں تھیں جو مرحومہ میں نہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے درجات بلند کرے۔ آمین۔
سید اظہار الحق صاحب کی محل ثانی سے دس اولادیں ہیں۔ لڑکوں میں وسیم الحق سلمہ اور نسیم الحق سلمہ۔ لڑکیوں میں دختر اول نوشابہ سلمہا زوجہ خواجہ ریاض الحق بن خواجہ محمد عبد الحق بن خواجہ محمد وحید الدین ساکن جانپور۔ دختر دوم رفعت سلمہا زوجہ سید بشیر الدین بن سید ظفیر الدین ابدالی الہ پوری۔ دختر سوم کوثر سلمہا زوجہ جاوید مسعود بن مسعود عالم۔ دختر چہارم کشور سلمہا زوجہ سید سرور عالم بن سید اختر عالم مرحوم ساکن براواں۔ دختر پنجم سیما زوجہ اقبال حیدر، ششم زیبا زوجہ زاہد اشرف، ہفتم فوزیہ زوجہ راشد حسین، ہشتم ربابہ۔
مسماۃ بی بی صالحہ خاتون بنت سید امیر الدین اورنگپوری کی دختر اول بی بی شہزادی کی شادی سید صغیر الامام بن ڈاکٹر سید عبد اللطیف بن میر الطاف حسین ساکن آدم پور سے ہوئی۔ دختر دوم بی بی روشن زوجہ سید ابو صالح رضوی بن سید عبد الجلیل ساکن سید آباد سے ایک لڑکا جمال فرید سلمہ اور ایک لڑکی صوفیہ سلمہا ہیں۔ دختر سوم شوکت سلمہا کی شادی فاروق اعظم فاروقی بن غلام شبیر فاروقی کریم چک در بھنگہ سے ہوئی ہے۔ جن سے عرشی سلمہ، عرفی سلمہ، جابی سلمہ اور شازیہ سلمہا ہیں۔

مسماۃ بی بی قمر النساء بنت سید امیر الدین اورنگپوری۔

آپ کی شادی سید محمد حنیف کمپونڈر بن ڈاکٹر سید عبد الحلیم بن سید عبد الکریم بن سید اشرف علی بن سید لطف علی بن سید محمود علی ساکن کوپا، ضلع پٹنہ سے ہوئی ہے۔ آپ نہایت نیک نفس اور کم گو خاتون ہیں۔ صوم و صلوٰۃ کی پابندی کا خاص خیال ہے۔ اس ضعیفی میں گھر کے تمام کام خود انجام دیتی ہیں۔ قناعت اور صبر و تحمل آپ کی فطرت ہے۔ آپ کا ہر عمل اور چہرہ مبارک فقیرانہ توکل کا آئینہ دار ہے۔ آپ کو اللہ نے دو لڑکیاں اور تین لڑکے عطا کئے ہیں۔ دختر اول نفیسہ خاتون زوجہ راقم الحروف سید قیام الدین بن سید نظام الدین بن سید امیر الدین اورنگپوری۔ دختر دوم نے چند سال زندہ رہ کر وصال کیا۔
محترمہ قمر النساء صاحبہ کے پسر اول سید محمد کمال ہیں۔ جن کی شادی مولوی سیف الدین بن مولوی سراج الدین صاحب ساکن سنگھرا کی دختر سے ہوئی جن سے چار لڑکے سید آفتاب عالم سلمہ، سید مہتاب عالم سلمہ، سید ممتاز عالم سلمہ۔۔۔۔۔۔۔ اور ایک لڑکی بے بی سلمہا ہے۔ پسر دوم سید محمد تمیم سلمہ نے پٹنہ یونیورسٹی سے بی اے آنرز کیا ہے اور جمشید پور ٹاٹا میں اسکول ٹیچر ہیں۔ موصوف کی شادی سید فضل حق ساکن آدم پور کی لڑکی سے ہوئی ہے۔ جن سے چار لڑکیاں عفت سلمہا، رفعت سلمہا، کہکشاں سلمہا، جی سلمہا اور تین لڑکے دانش سلمہ، کاشف سلمہ اور راشد سلمہ ہیں۔ پسر سوم سید جاوید وسیم سلمہ صغرا بائی ہسپتال کراچی میں کمپونڈر ہیں۔ جاوید سلمہ کی شادی مسماۃ خدیجۃ الکبریٰ عرف مسعودہ بنت سید شاہ محمد الیاس ابدالی بن سید شاہ عطاء الرحمٰن بن سید شاہ لطف الرحمٰن ساکن اسلام پور سے ہوئی ہے۔

نقشہ اولاد راقم سید قیام الدین بن سید نظام الدین اورنگپوری
وقار النساء مجسم
سلمہا زوجہ
سید محمد احتشام
سمعیہ فردوس
سلمہا
شہناز سلمہا
سید ندیم احمد نظامی
سعد احمد نظامی
معاذ احمد
زکیہ
سید فرخ احمد نظامی
یسرا سلمہا
حافظ سید عون احمد نظامی
شبیر قادری
فاطمۃ الزہرا
اسماء سلمہا
نقشہ اولاد سید امام الدین بن سید نظام الدین اورنگپوری
سید عاطف امام
تارش سلمہا
ثوبیہ سلمہا
سید امیر امام
نقشہ اولاد سید حسام الدین اشرف بن سید نظام الدین اورنگپوری
سید عابش احمد نظامی
حرش سلمہا
سید علی اشرف نظامی
اولاد مسماۃ صالحہ خاتون بنت میر سید امیر الدین اورنگپوری
سید اظہار الحق
از محل دوم
بی بی شہزادی
بی بی روشن
سید جمال فرید
صوفیہ شاد
بی بی شوکت
عرشی
عرفی
جامی
شازیہ
وسیم الحق
نسیم الحق
نوشابہ
سلمہا
رفعت
سلمہا
کوثر
سلمہا
کشور
سلمہا
حیما
سلمہا
زیبا
سلمہا
فوزیہ
سلمہا
روبابہ
سلمہا
ثریا
سلمہا

نقشہ اولاد مسماۃ قمر النساء بنت امیر الدین اورنگپوری
سید محمد کمال
سید محمد شمیم
سید جاوید وسیم
نفیسہ قیام
عفت سلمہا
رفعت سلمہا
کہکشاں سلمہا
مجی سلمہا
دانش
راشد
شاہد
آفتاب عالم
مہتاب عالم
ممتاز عالم
پسر
صندل ناز
(بیٹی)
ندیم احمد
فرخ احمد
عون احمد
حمیم سلمہا
فائزہ سلمہا
سعد احمد
معاذ احمد فریحہ
یزدا سلمہا
ثنا سلمہا
امامہ سلمہا
میر سید رحمت علی بن میر سید رفیع الدین اورنگپوری
میر لطف علی
مسماۃ بی بی بہادران
ڈاکٹر سید ظہور الحق
مسماۃ بی بی نجیبن
سید وزیر علی
کریم النساء
لاولد
مسماۃ زینل
زوجہ ڈاکٹر نہال حسین
لاولد
راحت حسین
نامعلوم
دختر
نامعلوم
دختر
نامعلوم
دختر
نامعلوم
دختر
نامعلوم

- میر مقصود علی
  - میر ابراہیم علی
  - مسماۃ اکلن
    - دختر
    - مکرم حسن
- میر طالب علی شادی الہ پور ہوئی
  - میر ولایت حسین شادی بر تھو ہوئی
  - بی بی حفیظن زوجہ شجاعت علی ساکن پالی
    - بی بی الفن
    - میر واعظ حسن
      - افضلن
      - رحیمن
      - جمولن
      - میر جنید رضا
        - میر سعید حسن
- میر مصاحب علی
  - لطیفن زوجہ ہدایت حسین ساکن پچھورہ بن
    - ذوالفقار علی
      - امیر حسن
        - محمد عاشق
          - محمد صادق وغیرہ
  - میر عنایت حسین
    - میر ارادت حسین زوج خواہر ڈاکٹر عبداللہ پھلواروی
      - دختر
        - حافظ خلیل
          - رابعہ زوجہ احمد ساکن ربی
        - جمیل
        - دختر
    - میر غلام حیدر
    - بتولن
    - مجیبن
- بی بی لاڈلن
  - امداد علی
  - احسان علی
  - سخاوت علی

سید حفیظ اللہ بن سید ثناء اللہ اورنگپوری
سید وارث علی
سید افضل حسین
سید ظہور حسن
سید علی حسن
سید اشرف علی
سید مدد علی
(ساکن کاکو پالی)
سماۃ نصیبن
(زوجہ میر احمد علی پکوری)
دختر زوجہ
قدرت اللہ
(ابو پوری)
سماۃ نصیرن
زوجہ میر شجاعت علی
اورنگپوری
سماۃ جمیلن
لاولد
میر للو اورنگپوری
(تفصیل گزشتہ اوراق
میں دیکھئے)
میر سید امیر الدین
سید نظام الدین احمد
راقم سید قیام الدین
سید فہیم احمد نظامی
وغیرہ
سید رضا حسین
متوفی ۱۳۳۲ھ
سید امجد حسین
عرف فدا حسین
سید فیاض علی
سید وحید حسین
زوج فاطمہ صغرا (ساکن پالی)
سید مرتضی اشرف
کنیز فاطمہ
از
محل
اولیٰ
از محل ثانی ساکن گریڈھی
سید احمد رضا عرف نہال حسین
زوج جمیلہ خاتون
شہر بانو
شمس بانو
سید فضل امام
سید حسن امام
کنیز اصغری
سید امیر رضا
سید محمد ابن رضا
کنیز زہرا
ظفر امام
مظفر امام
(مرحوم)
شبر امام
ام شیریں
وجیہ النساء
سیدہ
قدرتی
سکینہ
شاہد امام
موتی
اسد امام
شہزادی
حیدر امام
حقدار امام
جعفر امام
رجب علی امام
نادر
شادان
شیتم
تاہید
نشاط فاطمہ

مسماۃ فصیحن بنت سید حفیظ اللہ اورنگپوری
مسماۃ بدلن زوجہ
(سید شاہ قدرت اللہ ایوپوری)
مسماۃ بتول
مسماۃ شرفن
میر سید مدار بخش
میر سید امام بخش
وحید الحق
زین الدین
ساکن بحدول
معین الدین
(تفصیل گزشتہ اوراق میں درج ہو چکے ہیں)

حضرت سید قطب الدین
ابو محمد عطاء اللہ بغدادی چشتی قدس سرہٗ

حضرت سید قطب الدین ابو محمد عطا اللہ بغدادی چشتی قدس سرہ ۷۰۸ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حضرت حسینؒ نے آپ کا نام قطب الدین رکھا۔ روحانی طور پر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عطاء اللہ نام رکھنے کی بشارت دی گئی اور آپ اسی نام سے مشہور ہوئے۔ والد کے وصال کے بعد بغداد میں اپنے خاندانی سلسلہ کی سجادگی پر رونق افروز ہوئے۔ کچھ دنوں بعد آپ بغداد سے مدینہ منورہ تشریف لائے اور علم ظاہری کی تکمیل میں مشغول رہے۔ آپ نے اپنی تعلیم مدینہ منورہ اور بغداد کے جید علمائے دین سے مکمل کی۔ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد باطنی تعلیم کے حصول کے لئے ہندوستان کے صوبہ بنگال تشریف لائے۔ بنگال میں اس وقت حضرت نور قطب عالم پنڈوی قدس سرہ کا بڑا شہرہ تھا۔ حضرت عطاء اللہ بغدادیؒ حضرت نور قطب عالم پنڈویؒ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو کر ریاضت و مجاہدہ نفس میں مشغول ہوئے اور مدت دراز تک حضرت کی رہنمائی میں سلوک کی منزلیں طے کرتے رہے۔ جس زمانے میں آپ حضرت نور قطب عالمؒ کے دربار سے منسلک تھے، بہار میں مخدوم جہاں حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری البہاری قدس سرہ تبلیغ دین کا کام انجام دے رہے تھے۔ اور سلسلہ فردوسیہ کی ترویج و اشاعت میں مشغول تھے۔ مخدوم جہاں نے اجتماعی تبلیغی اہمیت کے پیش نظر اپنے وقت کے جیّد علمائے دین اور کامل صوفیائے کرام کو مختلف ممالک سے دعوت دے کر بہار آنے کی درخواست کی۔ آپ نے بنگال میں حضرت نور قطب عالمؒ کے دربار سے منسلک چار مشائخ کرام کو دعوت نامے ارسال کئے۔ اس طرح حضرت عطا اللہ بغدادی قدس سرہ، مخدوم جہاں کی دعوت پر بنگال سے صوبہ بہار تشریف لائے اور شہر بہار شریف کے پنچانوے ندی کے کنارے ایک ویران جگہ کو اپنی رہائش کے لئے منتخب فرمایا۔ ندی کے کنارے جہاں آپ کی کٹیا تھی اب شاہ عطا گھاٹ کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ آپ نے اس جگہ کو اپنی عبادت و ریاضت اور گوشہ تنہائی کے لئے منتخب فرمایا تھا اور یہی وہ مرکز تھا جہاں سے آپ تبلیغ دین کے لئے سرگرم عمل ہوئے۔ آپ کے ذریعہ بکثرت بندگان خدا نے راہ ہدایت پائی اور ہزاروں بت پرست حلقۂ اسلام میں داخل ہو کر توحید کی روشنی سے آشنا ہوئے۔ آپ کو حضرت نور قطب عالمؒ سے سلسلہ چشتیہ میں تعلیم روحانی حاصل ہوئی تھی اور دوسرے سلاسل کی اجازت و خلافت بھی حاصل تھی۔ سلسلہ فردوسیہ کی نعمت حضرت مخدوم جہاں سے پہنچی۔ آپ نے شاہ عطاء گھاٹ میں ایک خانقاہ کی بنیاد ڈالی۔

حضرت سید عطاء اللہ بغدادی چشتی بہاری قدس سرہ کو اپنے استاد حضرت نور قطب عالمؒ سے بڑی عقیدت و محبت تھی اور حضرت نور قطب عالمؒ بھی آپ سے از حد انس رکھتے تھے۔ حضرت نور قطب عالمؒ پنڈوہ شریف علاقہ بنگال میں سلسلہ چشتیہ کے بڑے مشہور و معروف بزرگ تھے۔ آپ حضرت علاء الحقؒ خلیفہ حضرت اخی سراج الدین اجو دھنی کے مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت عطاء اللہ بغدادی قدس سرہ کو مسلک چشتیہ بابا فرید الدین گنج شکرؒ اور حضرت نظام الدین اولیاءؒ سے ہوتا ہوا حضرت نور قطب عالمؒ سے ملا۔

حضرت سید عطا اللہ بغدادی چشتی قدس سرہ کا وصال ۸ جمادی الاول ۷۸۱ھ کو بہار میں ہوا۔ آپ کا مزار اقدس

پچانوے ندی کے کنارے پر واقع ہے۔ جو پیر شاہ عطا گھاٹ کے نام سے موسوم ہے۔ آپ کے وصال کی خبر جب حضرت نور قطب عالم کو پہنچی تو انہوں نے آپ کی تاریخ وفات لکھ کر ان کے صاحبزادے حضرت سید یوسف گنج بخش کی خدمت میں بہار شریف ارسال فرمایا۔ آپ اس میں اپنی انتہائے محبت و عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

بجنت برفت و نموده مقام — خلیفه محمد علیه السلام
به سن هفت صد هشت آن شه ولی — به بغداد پیدا شده وقت شام
چونامش قطب الدین پدرش نهاد — پیمبر نهاده عطاء الله نام
ونسبِ ارادت و بے واسطه — ز اندر معاملات خیر الانام
وهم پیر خرقه پدر او حسین — ز فرزند رزاق پاکِ کرام
بحکم نبی سرورِ انبیاء — خلیفه شده خاندانِ نظام
خلیفه محمد سن فوت اوست — ندا داد ہاتف زغیب این کلام
بتاریخ ہشتم جمادی الاولی — بدیدند قبرش همه خاص و عام
ندا ند کسِ غسل و کفن و دفن — وهم نه خبر مرد کے آن امام
شده نور را نور از نور او — و نورًا علی نور گشتم تمام
خدا یا زید جمله فرزند باش — تو جاری بکن شجرۂ من تا قیام

مندرجہ بالا تاریخ وصال اب تک حضرت سید عطا اللہ بغدادی چشتی قدس سرہ کی اولادوں کے پاس خانقاہ چشتیہ میروا د بہار شریف میں موجود ہے۔ آپ پیران پیر حضرت غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانیؓ کی اولاد سے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔

سید شاہ عطا اللہ بغدادی بن سید حسین بن سید علاء الدین بن سید ابراہیم گیسو دراز بن سید حاجی احمد بن سید حسن ثانی بن سید موسیٰ ثانی بن سید امیر علی بن سید محمد بن امیر سید سیف احمد بن امیر سید ابی نصر محی الدین بن امیر سید شاہ ابو صالح بن سیدنا عبد الرزاق پاک بن حضرت پیران پیر دستگیر سیدنا محی الدین عبد القادر جیلانیؓ۔

حضرت سید عطاء اللہ بغدادی چشتی قدس سرہ کی شادی مدینہ منورہ میں حضرت سید تاج الدین مدنیؓ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت سید شاہ یوسف گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ آپ کی سجادگی پر رونق افروز ہوئے۔ سجادگی کا سلسلہ نسلاً بعد نسلٍ اب تک آپ کی اولادوں میں جاری ہے۔ اس وقت خانقاہ حضرت سید شاہ عطاء اللہ قدس سرہ پر جناب سید شاہ انوار عالم بن سید شاہ احمد علی غوثی بن سید شاہ عبد الشکور تشریف فرما ہیں۔

نقشہ اولاد حضرت سید عطاء اللہ بغدادی
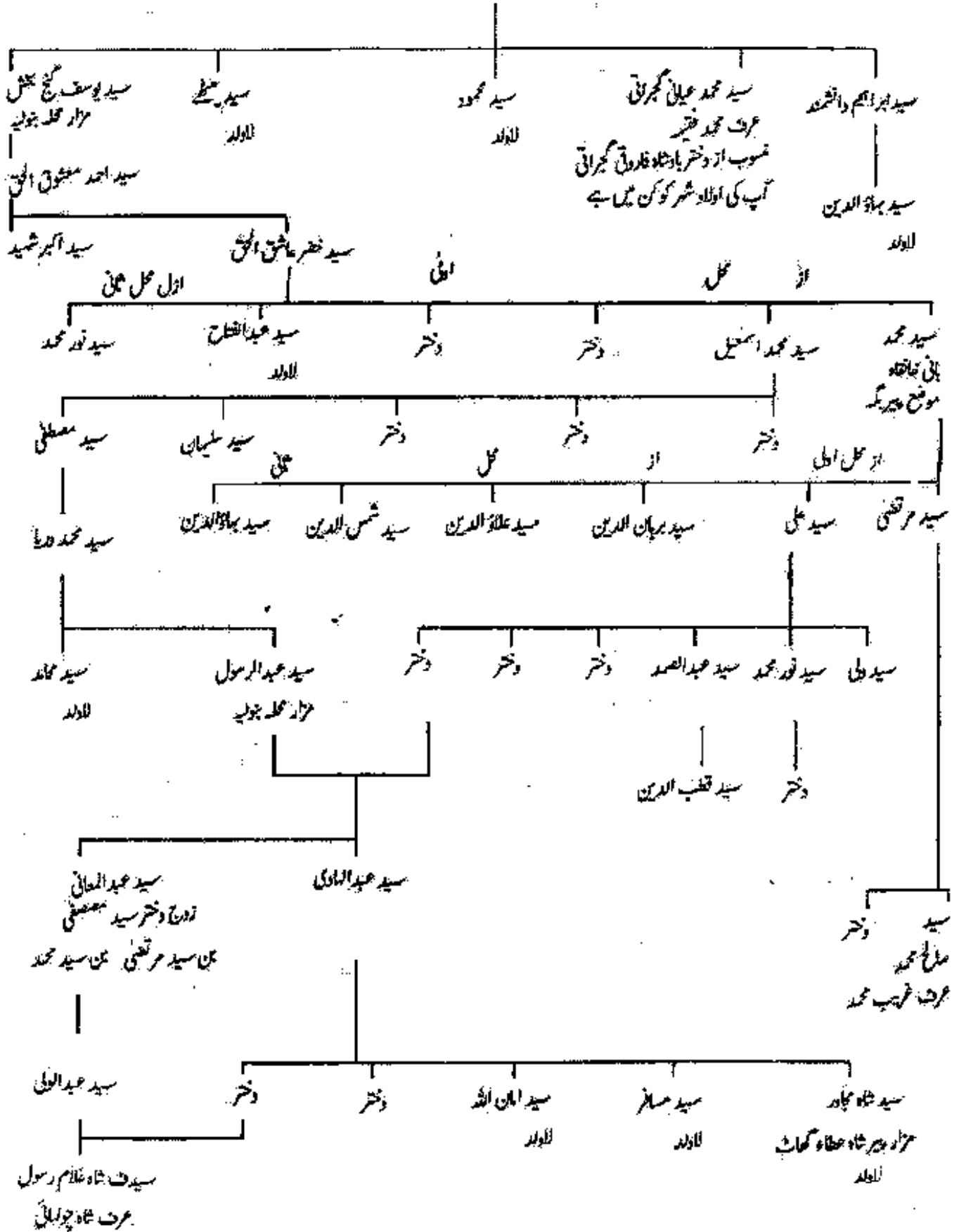
حضرت سید محمدن القادری البغدادی الاجھری ؒ

حضرت سید محمدن القادری البغدادی الاجھری قدس سرہ کا مولد و مسکن بغداد تھا جہاں آپ ۱۰۸۰ھ کو پیدا ہوئے۔ بہار کے لوگ آپ کو سیدنا کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ آپ بیعتاً و نسباً دونوں سلسلوں سے قادری ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت غوث الاعظم شیخ محی الدین عبد القادر جیلانیؒ سے ہوتا ہوا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ تک جا پہنچتا ہے۔

نسب : حضرت سید محمدن البغدادی الاجھری بن سید درویش ابو محمد شمس الدین بن سید کلاں عالم ابوالخیر قطب الدین بن سید عبد الرحیم بن سید عبد الفتاح بن سید عبد الوہاب بن سید عبد الرحمن بن سید عبد اللطیف بن سید عبد الحی بن سید عبد الخلیل بن سید عبد الرحیم ابو القاسم کرم اللہ رزاقی بن صاحب الحلم والاشتاق تاج الدین عبدالرزاق القادری البغدادی بن حضرت امیر محبوب سبحانی قطب ربانی غوث صمدانی غوث الاعظم شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی الحسنی والحسینیؓ۔

تعلیم و تربیت : حضرت سیدنا سات سال کی عمر میں شیخ خلیل اللہؒ کے مدرسہ میں داخل کئے گئے جہاں آپ نے قرآن کریم حفظ کیا۔ اور قرأت سیکھی۔ اس کے بعد ادب، فقہ، اصول فقہ اور حدیث کی تعلیم حضرت شیخ ابو اسحاق کوفی سے حاصل کی۔ علم مناظرہ اور سماع حدیث کے علاوہ دوسرے علوم حضرت شیخ ابو المکارم جنیدی، شیخ عبد اللہ سعد، شیخ ابو الخیر عبد الرحیم اور شیخ عبد الغفار نجفی وغیرہم نے پڑھائے۔ آپ نے علم تصوف اور تفسیر میں حضرت ابو الفرح جنیدی سے استفادہ کیا۔ ۳۲ سال کی عمر میں علوم ظاہری سے فراغت حاصل کرنے کے بعد اپنے والد سے علم باطنی کی تکمیل کی۔ والد بزرگوار کے حکم سے دو سال تک قرن کے جنگل میں تذکیہ قلب اور اصلاح نفس کے لئے چلہ کش رہے۔ اس دوران آپ کے مرید خاص حضرت طلحہ عرف شیخ حسنؒ آپ کے ساتھ رہے۔ جن کا بیان ہے کہ دو سال کی مدت میں آپ اکثر روزے سے رہتے تھے۔ درختوں کی پتیوں کے علاوہ کوئی دوسری غذا استعمال نہیں کیا۔ بعد اس کے امام موسیٰ کاظمؒ حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ اور دوسرے اولیائے کبار کے مزارات پر معتکف رہ کر فیوض و برکات حاصل کئے۔ چھ ماہ تک نجف اشرف میں حضرت علی مرتضیٰ کے روضہ اقدس پر قیام کیا۔ اس دوران حج کا زمانہ آیا تو حج کے لئے تشریف لے گئے۔ بعد حج بیت المقدس میں انبیائے کرام کے مزارات اور کوہ طور کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ اس طویل سفر کے بعد اور انبیائے کرام و اولیائے عظام کے فیوض و برکات سے مالا مال ہو کر جب والد بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہیں بے حد خوشی ہوئی۔ والد بزرگوار کے حکم کے مطابق آپ نے دوبارہ چار سال بیابان کی خاک چھانی اور عبادت الٰہی میں مشغول رہے۔ پھر مدینہ منورہ جاکر چھ ماہ مسجد نبوی میں معتکف رہے۔ بحکم و بشارت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ۱۱۲۷ھ میں دعوت حق اور تبلیغ دین اسلام کی طرف متوجہ ہوئے اور مدینہ منورہ سے اپنے کام کا آغاز فرمایا۔

دعوت حق : سب سے پہلے آپ کے دست حق پرست پر توبہ کرنے اور مرید ہونے والوں میں حضرت طلحہ الملقب بہ شیخ حسن علیہ رحمۃ تھے۔ حضرت شیخ حسنؒ کو خرقۂ خلافت بھی عطا ہوا۔ دوسرے بزرگ حضرت شیخ محمد مجذوب ہیں جنہیں اس نعمت سے سرفراز کیا گیا۔ اس کے بعد سے مدینہ منورہ میں حضرت سیدنا قدس سرہ کے حلقہ ارادت میں داخل ہونے والوں کا تانتا بندھ گیا۔ آپ ابھی مدینہ منورہ ہی میں مقیم تھے کہ حج کا زمانہ آگیا اور آپ دوبارہ حج کی نیت سے مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ حج کے بعد آٹھ

سال تک آپ مکہ معظمہ ہی میں قیام فرما رہے۔ جہاں بکثرت لوگوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی جن میں حضرت شیخ کریم الدین مکی خادم حرم کعبہ اور حضرت علی شیر شیرازی وغیرہم کا نام نامی بہت مشہور ہے۔ آٹھ سال کے بعد حضرت سید محمدن القادری البغدادی قدس سرہ مکہ معظمہ سے والد کی قدمبوسی کے لئے بغداد آئے اس وقت آپ کے والد جیال (جیلان) میں مقیم تھے۔ اس لئے آپ جیلان اپنے والد کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور چھ ماہ قیام پذیر رہے۔ اسی دوران خواب میں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہوا کہ آپ ہندوستان تشریف لے جائیں اور وہیں مقیم ہو کر دعوت حق اور تبلیغ دین میں مشغول رہیں۔ اس اجمال کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔ حضرت علی شیر شیرازی رحمتہ اللہ علیہ اپنے پیرو مرشد سیدنا قدس سرہ کے حالات زندگی تحریر کرتے ہوئے اپنی کتاب "منقبت محمدیہ" میں ایک جگہ لکھتے ہیں (ترجمہ) "جب سیدنا رضی اللہ عنہ کو مکہ معظمہ میں آٹھ سال گذرے، آپ کو اپنے والد بزرگوار کی قدمبوسی کا شوق ہوا۔ بغداد آئے ان دنوں آپ کے والد قدوۃ المحققین سید درویش محمد قادری جیال میں اقامت پذیر تھے۔ کیونکہ آپ دونوں جگہوں میں کبھی یہاں اور کبھی وہاں رہا کرتے تھے۔ اس لئے سیدنا بھی وہیں تشریف لے گئے اور چھ ماہ تک آپ کے ہمراہ رہے۔ ایک دن صبح کی نماز کے بعد حضرت سیدنا اپنے والد بزرگوار کے پاس بیٹھے تھے۔ مگر خلاف معمول دونوں حضرات کے چہرہ مبارک پر حزن و ملال نمایاں تھے اور آبدیدہ ہو کر حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ میں (علی شیر شیرازی) نے باادب اس افسردگی کی وجہ دریافت کی۔ حضرت سید درویش محمد قادری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے نور نظر سید محمد کو بارگاہ رسالت سے ہندوستان جانے اور وہیں رہنے کا حکم ہوا ہے۔ اس لئے کہ ایک مظلوم کی دادرسی ان کے وہاں جانے پر موقوف ہے۔ علاوہ بریں دیار ہند کی اکثر مخلوق ان سے راہ ہدایت حاصل کرے گی۔ چونکہ الھجر اشد من القتل یعنی ہجر و فراق کی کوفت تلوار کی کاٹ سے زیادہ تکلیف دہ ہے۔ ان کی جدائی کا خیال ہے۔ بتقاضائے بشریت اس رنج و ملال کا باعث ہو رہا ہے۔ میں (علی شیر شیرازی) نے مظلوم اور ظالم کی نسبت دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا اس ستم رسیدہ مظلوم کو تم ابھی دیکھ لو گے شیخ علی (ہندی) ان کا نام ہے۔ اور بلحاظ علم و فضل علامہ دہر ہیں۔ اس ظالم کو جس کے دست ستم سے تنگ آکر انہیں وطن مالوف کو خیرباد کہنا پڑا تم سرزمین ہند میں جاکر دیکھو گے۔" حضرت شیخ حسن علیہ رحمۃ کا کہنا ہے کہ "حضرت سیدنا کی عمر دس سال کی تھی کہ میں نے آپ کی صحبت اختیار کی لیکن میں نے کبھی آپ کو رنج و راحت سے متاثر نہ پایا مگر جس دن شیخ علی ہندی قصبہ جیال میں آئے اس دن سے حضرت کے قیافہ سے بے حد غم و الم کا اظہار ہوتا تھا۔ اور جس وقت آپ ہندوستان کو روانہ ہوئے اس وقت سے زیادہ میں نے آپ کو خوش و خرم کبھی نہیں دیکھا۔ میں نے اس کی وجہ آپ سے دریافت کی تو آپ نے فرمایا پہلے پہل تو بتقاضائے بشریت وطن مالوف کی جدائی اور والد بزرگوار کی مجبوری سے طبیعت کو رنج ہوتا تھا۔ لیکن اب اس امر سے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بموجب ہندوستان جا رہا ہوں اپنے دل میں غیر معمولی خوشی اور مسرت محسوس کرتا ہوں۔"

سفر ہندوستان۔

آخر پروگرام کے مطابق حضرت سید محمدن القادری البغدادی الاجھری قدس سرہ اپنے چالیس خلفاء، مریدوں اور خادموں کے ساتھ ہندوستان کے لئے روانہ ہوئے۔ دوران سفر جب آپ کا گذر قندھار سے ہوا تو والئ قندھار نے خدمت میں حاضر

ہو کر شرف ملاقات حاصل کیا اور بڑی عزت و احترام سے اپنے محل میں لے گیا۔ ایک بزرگ حضرت سید نصیرالدین تبریزی کی ملاقات حضرت سید سے مکہ معظمہ اور ملک روم میں دو مرتبہ ہو چکی تھی۔ اور حضرت سید نصیر الدینؒ نے والی قندھار کو آپ کے مقام و مرتبہ سے آگاہ کر دیا تھا۔ والی قندھار اور بکثرت دوسرے افراد جوق در جوق آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ یہاں بیعت ہونے والوں میں آپ نے حضرت سید علاء الدینؒ تبریزی بن سید نصیر الدین تبریزی کو خرقہ خلافت عطا کیا۔ حضرت سید علاء الدینؒ اپنے والد کی اجازت سے حضرت سیدنا کے قافلہ میں شامل ہو کر ہندوستان روانہ ہوئے۔ تین دن قیام کے بعد حضرت سیدنا کے قافلہ نے قندھار سے کوچ کیا اور سفر کرتا ہوا ملتان پہنچا۔ آپ نے چند دنوں ملتان میں قیام فرمایا۔ یہاں آپ کی ملاقات حضرت مخدوم سید اخی سراج الملت والدین محدث اور ان کے صاحبزادوں سید محمود علی، سید سلیمان اور سید مخدوم مشہدی سے ہوئی۔ حضرت سیدنا ملتان سے کچھوچھہ شریف کے قریب موضع سُرہرپور پہنچے۔ موضع سُرہرپور میں حضرت سید حسن بن سید تاج الدین ابو عبد الرزاق بن سید ابو صالح احمد جیلی از اولاد حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ پہلے سے مقیم تھے۔ حضرت سید حسنؒ نے آپ کو اپنے مکان میں مہمان ٹھہرایا اور جب انہیں معلوم ہوا کہ آپ بھی حضرت غوث الاعظم کی اولاد میں سے ہیں تو انھوں نے اپنی ہمشیرہ کا آپ سے نکاح کر دیا۔ حضرت سیدنا قدس سرہ نے پندرہ دنوں موضع سُرہرپور میں قیام فرمایا۔ بعد اس کے آپ اپنی منزل صوبہ بہار کے ضلع گیا ۱۸۴۱ھ میں پہنچے۔ اور موضع زہتا میں قیام فرمایا۔ یہ وہی مقام ہے جہاں کے راجہ جیون نے حضرت شیخ علی ہندیؒ پر ظلم و ستم ڈھایا تھا۔ اور آپ کے اہل و عیال کو شہید کر دیا تھا۔ موضع زہتا ایک گھنا جنگل تھا جس کے درمیان میں راجہ کا محل واقع تھا۔ حضرت سید محمدن القادری البغدادی قدس سرہ حضرت شیخ علی ہندیؒ کو ساتھ لے کر راجہ کے محل میں تشریف لے گئے۔ راجہ کو اس کے ظلم و ستم پر لعنت و ملامت کی اور فرمایا کہ خیر اسی میں ہے کہ اسلام قبول کرو اور کفر سے باز آجاؤ۔ راجہ نے آپ کی دعوت حق کو رد کر دیا اور غرور و تکبر کے عالم میں آپ کو محل سے واپس کر دیا۔ آپ اپنی قیام کی جگہ تشریف لائے اور رات کی تاریکی میں اللہ عزو جل کے حضور سجدہ ریز ہو کر اور گڑگڑا کر راجہ جیون کی سرکشی اور ظلم کے خلاف انصاف کے خواستگار ہوئے۔ آپ کی دعاء قبول ہوئی، آسمان پر سیاہ بادل نمودار ہوا اور اس قدر تیز بارش ہوئی کہ پورا علاقہ زیر آب آگیا۔ راجہ کا محل اس سیلاب میں بہہ گیا اور راجہ اپنے اہل و عیال اور ساتھیوں سمیت اس عذاب الٰہی سے نیست و نابود ہوا۔ زہتا کے قیام کے دوران ایک ہندو چرواہا آپ کی کرامات سے متاثر ہو کر مسلمان ہوا جس کا نام آپ نے صادق رکھا۔ حضرت سیدنا کی ایک بڑی کرامت یہ تھی کہ آپ کا گزر جس علاقہ سے ہوتا اس علاقے کے لوگوں سے ان ہی کی زبان میں بلا تکلف گفتگو کیا کرتے تھے۔ صادق نے بھی اس کی مادری زبان ہندی میں روانی سے گفتگو کرتے تھے۔ اسی زمانہ میں والی بہار دریا خان کے دو ملازم خاص حاجی خان اور جامی خان نے جو آپس میں سگے بھائی تھے۔ آپ کے دست حق پرست پر بیعت کیا۔ والی بہار کو جب اپنے آدمیوں سے حضرت کے حالات معلوم ہوئے تو وہ بھی آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گیا۔ اور ایک چشمے کے کنارے ایک مکان اور مسجد تعمیر کرادی۔ زہتا کے مقام پر خلائق کے ہجوم سے آپ تنگ آگئے اور اس مقام کو چھوڑ کر موضع امجھر شریف چلے گئے۔ امجھر شریف کو آپ نے اپنے مستقل رہائش کے لئے پسند فرمایا۔ جب یہاں آپ کی رہائش کا انتظام ہو گیا تو آپ اپنے مرید خاص حضرت شیخ حسنؒ کو موضع سُرہرپور روانہ فرمایا کہ آپ کی اہلیہ کو بہار لے آئیں۔ سُرہرپور پہنچنے کے بعد شیخ حسنؒ علیل ہو گئے اور چند دنوں کی علالت کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔ آپ کی تجہیز و تکفین کے بعد حضرت سیدنا کے برادر نسبتی

حضرت سید حسن قادریؒ آپ کی اہلیہ کو بہار لے کر آئے۔ حضرت سید محمدن القادری الاجہری قدس سرہ کا وصال اجہر شریف میں یکم ربیع الاول ۹۴۰ھ کو ہوا۔ جہاں آپ کا روضہ مرجع خلائق ہے۔ ربیع الاول کے مہینہ میں ہر سال آپ کا عرس ہوتا ہے جس میں ملک کے طول و عرض سے زائرین شرکت کرتے ہیں۔

خلفاء و مریدان خاص :

۱) حضرت شیخ حسنؒ : آپ کا نام طلحہ اور لقب حسن تھا۔ حضرت سیدنا کے مرید خاص اور خلیفہ تھے۔ آپ نے بچپن کے زمانہ سے ہی حضرت کی صحبت اختیار کی سفر و حضر میں ہمیشہ ساتھ رہے۔ آپ کے ساتھ ہند تشریف لائے۔ حضرت شیخ حسنؒ اپنے وقت کے جید عالم دین اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ حضرت علی شیر شیرازیؒ کہتے ہیں۔ "جب شیخ احمد ہانسوی نے آپ کے (حضرت سیدنا کے) ہاتھ پر توبہ کی تو انھوں نے سیدنا اور آپ کے رفقاء کی دعوت کی اور انھیں ہانسی پورلے گئے۔ وہاں کے مالک کا نام قاذن تھا۔ وہ سیر و شکار سے واپس ہو کر شیخ احمد کی خانقاہ کے قریب سے گذرا تو خلاف معمول ہجوم دیکھ کر دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ انھوں نے (یعنی شیخ حسن) جواب دیا کہ ہمارے شیخ اور سردار کے رفیق ہیں۔ اس نے کہا کہ دم تو یہ فقیر کا بھرتے ہیں لیکن کھانے کے لئے گلی کوچوں میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ شیخ حسن نے فرمایا کہ دعوت کا قبول کرنا سنت ہے۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں اگر ایک دن تمھیں کھانا نہ ملے تو اپنے سر کھا جاؤ۔ شیخ حسن کو یہ بات ناگوار گذری۔ انھوں نے کہا تو ہمیں سر کھانے کو کہتا ہے اپنا ہی سر کیوں نہیں کھاتا۔ قاذن معاً گھوڑے سے گرا اور اس کی گردن کے مہرے ٹوٹ گئے اور اس کا سر پیٹ کے قریب آگیا۔ اس کے لڑکوں نے اسے اٹھا کر فوراً حضرت سیدنا کے قدموں پر ڈال دیا۔ آپ کی دعا سے اس کی گردن درست ہو گئی۔" حضرت شیخ حسنؒ کا مزار موضع سُہرپور، یوپی میں ہے۔

۲) حضرت علی شیر شیرازیؒ : آپ صاحب ولایت بزرگ تھے۔ آپ کا وطن مالوف شیراز تھا۔ ابتدائے جوانی سے خوف خدا سے سرشار اور ریاضت و مجاہدہ سے نفس کشی کے شائق تھے۔ اس سفر روحانی کے لئے آپ کو ایک کامل رہنما کی تلاش تھی۔ آپ اکثر فکر مند رہا کرتے تھے کہ اس سفر کی صعوبتوں کو ہلکا کرنے کے لئے کس کا دامن تھاما جائے۔ ایک دن آپ نے اللہ جل شانہ کے حضور سجدہ ریز ہو کر اس کی بارگاہ سے رہنمائی چاہی۔ آخر ایک رات خواب میں آپ کی حضرت سید محمدن القادری اجہری قدس سرہ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت نے آپ کی بیعت لی، خرقہ عطا کیا اور مکہ معظمہ آنے کا حکم دیا۔ حضرت علی شیر شیرازی اپنی کتاب "منقبت محمدیہ" میں تحریر فرماتے ہیں "اپنے والد سے اجازت لے کر مکہ معظمہ کا رخ کیا۔ جس وقت وہاں پہنچا تو حضرت سیدنا ایک مجمع کثیر میں تشریف فرما تھے۔ مجھے دیکھتے ہی آپ نے فرمایا اسلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ اور ارشاد کیا کہ شیرازی تم اپنے وعدہ پر آگئے۔ میں نے سلام کا جواب دیا اور قدم بوس ہوا۔ آپ نے مجھے بیعت سے مشرف فرمایا۔ آپ اس وقت اسی طرح کا خرقہ پہنے ہوئے تھے۔ جو مجھے بحالت خواب شیراز میں عطا فرمایا تھا۔ چنانچہ وہی خرقہ اس وقت مرحمت فرمایا اور ارشاد ہوا کہ اے علی شیر ہم نے تمھیں ظاہر و باطن دونوں نعمتیں بخشیں۔"

حضرت علی شیر شیرازیؒ بیعت ہونے کے بعد سے تازندگی حضرت سیدنا کی خدمت میں حاضر رہے۔ اور آپ کے

ساتھ ہندوستان تشریف لائے۔ حضرت سیدنا نے اپنے وصال سے چند دنوں قبل موضع کشب، اورنگ آباد اور اس کے قرب و جوار کی ولایت سے سرفراز کیا۔ حضرت علی شیر شیرازی علیہ رحمۃ کا مزار موضع کشب ضلع گیا میں ہے۔

۳) حضرت شیخ محمد مجذوبؒ: آپ وہ دوسرے بزرگ ہیں جو حضرت شیخ حسنؒ کے بعد مدینہ منورہ میں بیعت سے مشرف ہوئے اور خرقۂ خلافت سے سرفراز کئے گئے۔

۴) حضرت شیخ کریم الدین حسین مکی: علمائے مکہ مکرمہ اور خدام کعبہ میں سے ہیں۔ حضرت سیدنا کے قیام مکہ کے زمانہ میں شرف بیعت حاصل کیا اور عارف باللہ ہوئے۔ آپ نے حضرت سیدنا کے مفصل حالاتِ زندگی پر ایک کتاب "تاریخ حسینی" لکھی جس میں آپ کے کشف و کرامات کا ذکر موجود ہے۔

۵) حضرت سید علاء الدین تبریزیؒ: حضرت کا وطن تبریز تھا۔ آپ کے والد سید نصیر الدین تبریزی علیہ رحمۃ کو حضرت سید محمدن القادری الجھری قدس سرہ سے از حد ارادت و عقیدت تھی۔ حضرت سید نصیر الدین تبریزیؒ کی ملاقات حضرت سیدنا سے تین بار ہوئی پہلی ملاقات مکہ میں دوسری روم میں اور تیسری ملاقات قندھار میں ہوئی جبکہ سیدنا ہندوستان کے سفر پر تھے۔ قندھار ہی میں سید علاء الدین حضرت کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور اپنے والد سید نصیر الدین تبریزیؒ کی اجازت سے حضرت سیدنا کے ہمراہ بہار آئے۔ حضرت سیدنا نے حضرت سید علاء الدین تبریزیؒ کو خرقۂ خلافت عطا کرتے وقت فرمایا تھا کہ "اے علاء الدین میرے والد بزرگوار نے مجھے خرقۂ خلافت پہنا کر فرمایا تھا کہ فرزند جب میں نے تجھ کو مردہ صفت پایا تو یہ خرقہ جو بمنزلہ کفن ہے تمہیں عطا کیا۔ اس لئے میں تمہیں بھی کہے دیتا ہوں کہ آج سے تم بھی مردہ صفت ہو جانا۔"

۶) حضرت حکیم سید منور کٹھوٹیؒ۔ ۷) سید سلیمان مشہدی۔

حضرت سید محمدن القادری البغدادی الجھری قدس سرہ کی اہلیہ مسماۃ بی بی فاطمہ عرف پیارن بنت حضرت سید تاج الدین ابو عبد الرزاق محمد بن حضرت سید ابو صالح ساکن موضع سرہرپور (پٹنہ) حضرت غوث الاعظم کی اولاد سے تھیں۔ حضرت بی بی فاطمہ کے بطن سے حضرت سیدنا کے تین لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں۔ پسر اول سید معین الدین، پسر دوم سید جلال الدین ابدال، پسر سوم سید نظام الدین صوفی مزاج، دختر اول زوجہ شیخ محمد عیسیٰ بن شیخ ضیاء الدین جلاجھوسی، دختر دوم زوجہ سید شاہ دولت ساکن موضع ہرلہ اور دختر سوم زوجہ سید شاہ محمد فیروز قادری۔

نقشہ اولاد حضرت سید محمد ن القادری البغدادی امجھری

اولاد سید عبدالرشید قادری سجادہ

حضرت مخدوم سید شاہ درویش چشتی اشرفیؒ

حضرت مخدوم سید شاہ درویش چشتی اشرفی قدس سرہ نویں صدی ھجری میں صوبہ بہار کے مشہور و معروف بزرگ گذرے ہیں۔ آپ کے والد سید شاہ مبارک اشرف بُلبُلہؒ کا تعلق حضرت سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ کچھو چھوی قدس سرہ کے پسر معنوی و سجادہ نشین حضرت سید شاہ عبد الرزاق نور العینؒ کے خانوادہ سے ہے۔ حضرت سید شاہ مبارک اشرف بلبلہؒ کا مولد و مسکن آبائی کچھوچھہ شریف تھا۔ آپ نے کچھوچھہ شریف میں اپنے بزرگوں سے علم ظاہری و باطنی کی تکمیل کی۔ حضرت سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کے چلہ گاہ پر چلہ کش رہے اور برسوں عبادت و ریاضت میں مشغول رہے۔ اپنے خاندانی سلسلہ چشتیہ کے علاوہ دوسرے تمام سلاسل کی اجازت و خلافت سے سرفراز کئے گئے۔ حضرت سید شاہ مبارک اشرف بلبلہؒ کی شادی بی بی خاص بنت شاہ برہان اللہ جونپوری سے ہوئی تھی۔ جن کے بطن سے تین فرزند ہوئے۔ فرزند اول حضرت سید شاہ درویش چشتی اشرفی قدس سرہ، فرزند دوم حضرت سید مظہر اشرف لاولد اور فرزند سوم حضرت سید شاہ بوڈھن اشرف لاولد، حضرت شاہ مبارک علیہ رحمۃ اپنے فرزند حضرت سید شاہ درویش قدس سرہ اور اہلیہ کے ساتھ بہار تشریف لائے اور موضع شیخ پورہ پنجورہ میں مقیم ہوئے۔

حضرت مخدوم سید شاہ درویش قدس سرہ ابتدائے جوانی سے سیر و تفریح کے بڑے شوقین تھے۔ آپ کو فن کشتی اور پہلوانی سے خاص شغف تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ بڑی جانباز شخصیت کے مالک تھے۔ آپ فوج میں بھی مختلف اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ لیکن ایک خاص واقعہ نے آپ کی زندگی میں انقلاب برپا کر دیا۔ اس واقعہ کو جناب منیر قمر منیر بستوی نے اپنے کتابچہ "نقش درویش" میں اس طرح نقل کیا ہے۔

"لیکن جب ایک دن نصیب نے رہبری فرمائی اور آپ کے قدم مبارک راہ حق میں بڑھنے کے لئے مچل پڑے تو آپ کے والد بزرگوار نے فرمایا ہمارے وظیفہ کا بستہ اٹھا لاؤ۔ حضرت مخدوم شاہ درویش نے حکم کے تحت وظیفہ کا بستہ اٹھانے کی بے حد کوششیں کیں لیکن خدا جانے آج کیا ہو گیا تھا کہ تمام تر کوشش اور زور آزمائی کے باوجود بستہ اس مقام سے ہل نہ سکا۔ اس کے درمیان آپ کے والد بزرگوار متعدد بار حکم فرماتے رہے۔ حضرت مخدوم شاہ درویش بے حد پریشان ہوئے۔ آپ کی جبین نیاز باعث شرمندگی خم ہو گئی۔ آپ کے والد بزرگوار نے فرمایا اتنا چھوٹا سا بستہ تم نہ اٹھا سکے اور تمہاری قوت جواب دے گئی جبکہ تم نے بڑے بڑے پہلوانوں کو اکھاڑے میں مغلوب کر دیا ہے۔ آپ کے لبوں کو جنبش ہوئی اور اصرار کیا کہ میں اس علم کے اکھاڑے کا پہلوان نہیں ہوں۔ مجھے اس کی تعلیم سے نوازیں ---- آپ کی آنکھیں اشکبار تھیں ---- آخر کار ایک شب جمعہ کو آپ کے والد بزرگوار نے دو بیڑہ پان آپ کو عنایت فرمایا اور کہا کہ صبح کی نماز کے قبل دریا کے کنارے جاؤ ایک مجذوب ملیں گے ان کو سلام کہنا وہ جواب دیں تو انہیں یہ شئے (پیش) کر دینا۔ وہ بزرگ کھائیں یا جو تم کو عطا کریں اس سے ہر گز انکار نہ کرنا۔ اپنے والد بزرگوار کے مطابق آپ نے دریا کی جانب رخ کیا۔ مجذوب سے سامنا ہوا۔ علیک سلیک ہوئی۔ آپ نے پان مجذوب کی طرف بڑھایا جو (بغیر) کسی پس و پیش کے مجذوب نے قبول کر لیا۔ مجذوب نے (پان) خود کھایا اور فرمایا منہ کھولو اور جب انہوں نے منہ کھولا تو مجذوب نے (کوئی شئے ان کے منہ میں) بھر دیا۔ حضرت مخدوم شاہ درویش فرماتے ہیں کہ مجھے کچھ پتہ نہ چل سکا کہ میرے منہ میں نہ جانے کون سی شئے انہوں نے ڈال دی۔

اس کے بعد مجذوب نے کہا اپنے والد سے میرا سلام کہنا اور نظروں سے غائب ہو گئے۔ مخدوم شاہ درویش اس قدر مدہوش ہوئے کہ کئی دن تک کھانے پینے کا خیال جاتا رہا۔ آپ پر ایک سرور کی کیفیت طاری ہو گئی۔ چند دنوں کے بعد جب آپ معمول پر آئے تو زندگی کا مقصد ہی بدل چکا تھا۔ جس کی بنا پر ہی آپ نے ایک دوسری دنیا اختیار کر لی۔"

حضرت مخدوم شاہ درویش چشتی اشرفی قدس سرہ کی زندگی میں ایک نیا انقلاب برپا ہو چکا تھا۔ آپ اپنے والد سے علم ظاہری و باطنی کے حصول میں ایسے منہمک ہوئے کہ مختصر مدت میں درجہ کمال کو پہنچے۔ حضرت شاہ مبارک اشرف بلبلہؒ نے آپ کو تمام سلاسل کی اجازت اور خلافت سے سرفراز فرمایا اور تبلیغ و اشاعت دینِ محمدی اور رشد و ہدایت خلق کے سلسلہ میں موضع شیخ پورہ پچورہ سے جنوب سمت سفر کرنے کی تاکید فرمائی۔ حضرت مخدوم شاہ درویش قدس سرہ تن و تنہا خالی ہاتھ گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور شہر گیا پہنچے جو صوبہ بہار کا ایک ضلع بھی ہے۔ اور صوبہ کا دوسرا بڑا شہر بھی۔ قدامت کے ساتھ ساتھ اس کو ایک تاریخی حیثیت حاصل ہے۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام سے پانچ سو سال قبل اسی شہر گیا میں مہاتمہ گوتم بدھ کو گیان یعنی روشنی ملی تھی۔ اور یہ مقام بدھ مت کے ماننے والوں کے لئے مرکزی مذہبی حیثیت رکھتا ہے۔ جب برِ صغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کی آمد شروع ہوئی تو صوبہ بہار کا یہ ضلع گیا بھی اللہ جل شانہ کا کلمہ پڑھنے والوں سے آباد ہوا۔ شہر گیا کے قرب و جوار کے بکثرت دیہاتوں، قصبوں، بستیوں اور مواضعات میں آج بھی مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد آباد ہے۔ اس سر زمین پر حضرت مخدوم گنجین قتال بخاریؒ، حضرت سید محمد دردن حصاری فردوسیؒ، حضرت مخدوم جلال الدین بلسویؒ، حضرت بی بی کمال کاکویؒ، حضرت مخدوم کن اروبلیؒ، حضرت خواجہ سید داؤد چشتیؒ، حضرت سید محمد بغدادی انجھریؒ اور حضرت مخدوم سید شاہ درویش بیتھویؒ جیسے صاحب ولایت بزرگانِ دین اور مشائخ کرام آسودہ خاک ہیں۔ حضرت مخدوم شاہ درویش علیہ رحمۃ ویرانے کی تلاش میں شہر گیا سے تقریباً تین میل شمال موضع بیتھو شریف پہنچے اور ایک بزرگ حضرت بازید شہیدؒ کے مزار کے قریب قیام فرمایا۔ آپ کو یہ مقام بے حد پسند آیا اور اپنی عبادت و ریاضت کے لئے منتخب فرمایا۔ اس وقت یہ جگہ ایک ویرانہ تھا۔ یہاں اونچے نیچے بکثرت گڈھے تھے۔ اس مقام کے اطراف و جوانب میں کولہہ اور سینوتار قوم آباد تھی۔ جن کا مذہب بت پرستی تھا۔ دریائے پھلگو کے ساحل پر یہ موضع بتھرؔ کے نام سے جانا جاتا تھا۔ لیکن حضرت مخدوم کے تشریف لانے کے بعد بیتھو شریف کے نام سے مشہور ہوا۔ پانچ سو سال قبل آپ کی آمد سے بیتھو شریف کی تاریخ کی ابتدا ہوتی ہے۔ تھوڑے ہی دنوں میں آپ کی آمد کی خبر پورے علاقے میں پھیل گئی۔ عقیدتمندوں، حاجتمندوں، حق کے متلاشی اور علم کے طلب گاروں کا مجمع امنڈ پڑا۔ ہزاروں بت پرستوں نے آپ کے سامنے کلمہ شہادت پڑھا، لاکھوں مسلمانوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی، بکثرت علم کے پیاسے آپ سے سیراب ہوئے اور بندگانِ خدا کی ایک بڑی تعداد نے سلوک کے منازل طے کئے۔ مختصر یہ کہ جو آتا اپنی جھولی بھر لے جاتا۔

آج موضع بیتھو شریف میں حضرت مخدوم شاہ درویش قدس سرہ کی قائم کردہ ایک عظیم خانقاہ ہے۔ یہاں تین مسجدیں ہیں جن میں سب سے بڑی اور جامع مسجد بیس فٹ کی بلندی پر آپ ہی کی تعمیر کردہ ہے۔ آپ کا مزار اقدس آبادی سے کچھ فاصلہ پر برلب دریائے پھلگو واقع ہے۔ جو درگاہ کے نام سے مشہور ہے۔ درگاہ کے احاطہ کے اندر آپکے اہل خانہ اور سجادگان کے مزارات، ایک مسجد، ایک پختہ لنگر خانہ اور کشادہ سماع خانہ ہے۔ درگاہ شریف سے چند فرلانگ پر آپ کا حجرہ اور چلہ گاہ ہے اور اس کے قرب و جوار میں بڑے بڑے پختہ مسافر خانے بنے ہوئے ہیں۔ حضرت مخدوم سید شاہ درویش چشتی

اشرفی قدس سرہ کی شادی بی بی جان ملکہ بنت شاہ سلطان علی عرف شاہ بقاء منیری سے ہوئی تھی جن سے تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔ فرزند اول حضرت سید شاہ محمد اشرفؒ فرزند دوم حضرت سید شاہ فیض اللہ اشرف لاولد اور فرزند سوئم سید شاہ چاند اشرفؒ۔ حضرت سید شاہ محمد اشرف علیہ رحمۃ آپ کے بعد خلیفہ اور سجادہ نشین ہوئے۔ حضرت سید شاہ محمد اشرفؒ کی شادی بی بی حمزہ بنت سید شاہ سلیمان ساکن مھولی سے ہوئی جن کی اولاد بیتھو شریف میں رہی۔ حضرت سید شاہ چاند اشرفؒ کی شادی بی بی حسینہ بنت شاہ محمد عاقل ساکن باز پور سے ہوئی جن کی اولاد باز پور اور بیتھو دونوں جگہ آباد ہوئی۔

حضرت مخدوم سید شاہ درویش چشتی اشرفی قدس سرہ حسنی سادات سے ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ سے ہوتا ہوا حضرت امام حسن بن حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔

حضرت سید شاہ درویش بن سید شاہ مبارک بن سید ابو سعید جعفر عرف لاؤشٹ نواز بن سید حسین قتال چشتی بن سید شاہ عبد الرزاق نور العین بن سید حسن جیلی عبد الغفور بن سید حسین شریف دوم بن سید موسیٰ شریف بن سید ابو علی شریف بن سید محمد شریف بن سید حسین شریف بن سید احمد شریف بن سید ابی نصیر محی الدین بن سید ابی صالح نصر بن سید عبد الرزاق جیلانی بن حضرت غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی بن ابی صالح جیلانی بن سید موسیٰ جنگی دوست بن سید عبد اللہ بن سید محمد مورث بن سید داؤد بن سید یحییٰ زاہد بن سید موسیٰ بن سید عبد اللہ ثانی بن سید ابو موسیٰ الجون سبز رنگ بن سید عبد اللہ محض بن امام حسن مثنیٰ بن حضرت امام حسنؓ بن حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔

حضرت مخدوم سید شاہ درویش قدس سرہ کا وصال ۱۰ شعبان المعظم ۹۰۲ھ کو ہوا۔ آپ بیتھو شریف میں برلب دریائے پھلگو آسودہ خاک ہیں جو شہر گیا سے تین میل شمال میں واقع ہے۔ آپ کا عرس ہر سال ۱۰ تا ۱۲ شعبان المعظم کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں قل شریف، چادر پوشی، محفل سماع اور تقسیم لنگر کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ عرس شریف کے موقع پر حضرت شاہ درویش قدس سرہ کے تبرکات کلاہ، عمامہ، بدھی، خرقہ اور تسبیح حضرت علی مرتضیٰ کی زیارت کرائی جاتی ہے۔

نقشہ اولاد و سجادگان شاہ درویش بیتھوی قدس سرہٗ
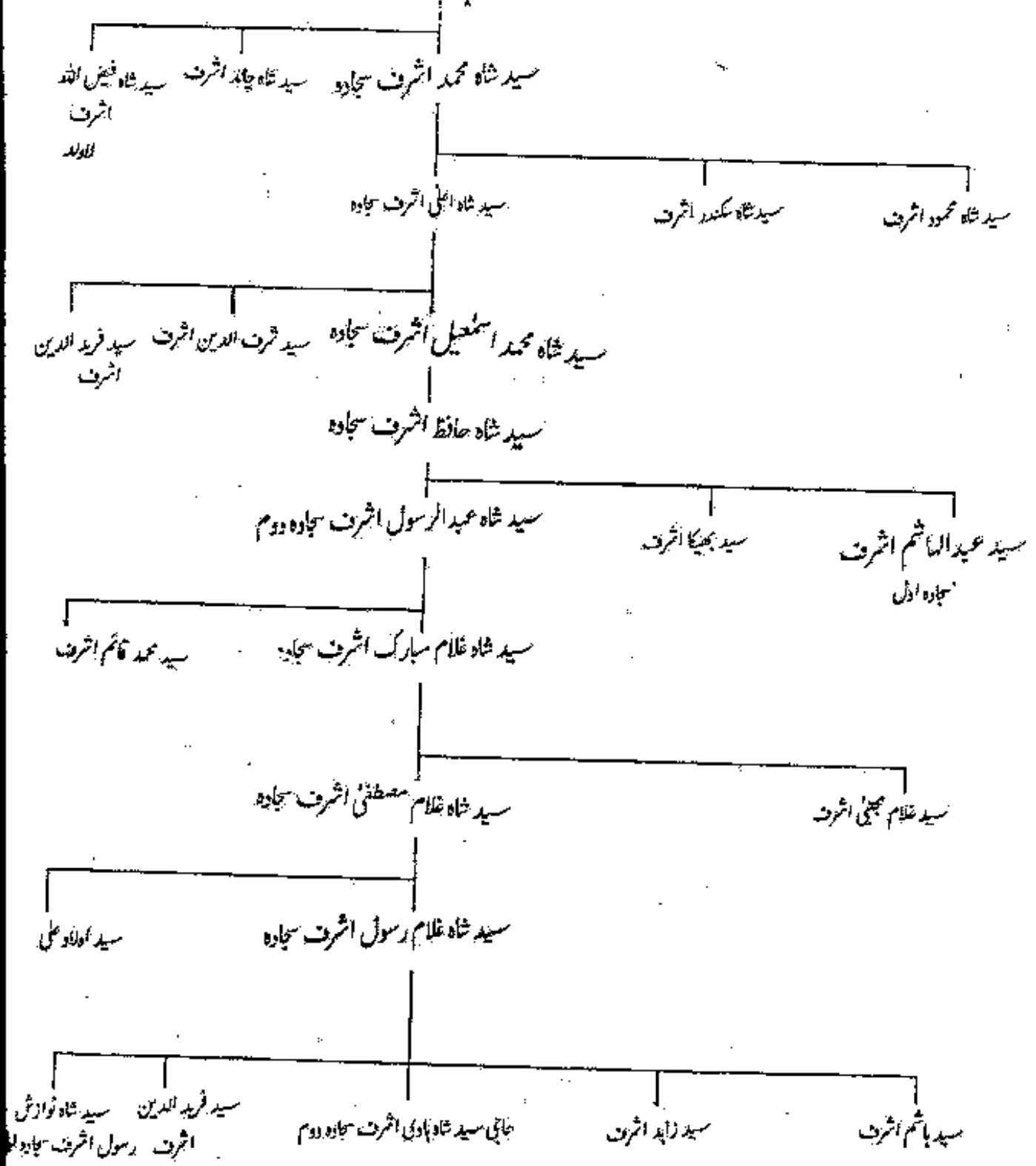
اولاد سید شاہ ہادی اشرف
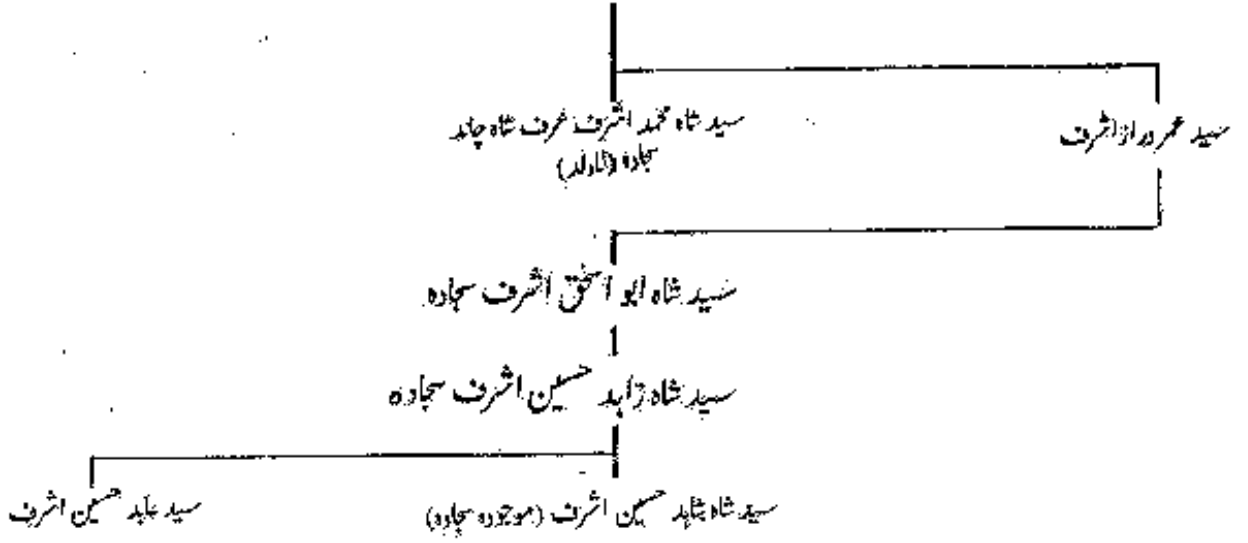
مزار اقدس حضرت سید محمدان البغدادی الاجہری ؒ ۔ (صفحہ نمبر ۱۹۳ دیکھئے)

حضرت سید محمد علاء الدین بخاری شطاریؒ

حضرت مخدوم سید محمد علاء الدین بخاری شطاری قدس سرہ کا وطن بخارا ہے ۔ جہاں آپ ۸۵۸ھ میں پیدا ہوئے ۔ جب آپ کی عمر پانچ سال کی تھی تو آپ کے والد سید شمس الدینؒ کا وصال ہوا اور آپ کی پرورش و پرداخت، تعلیم و تربیت آپ کے پر دادا حضرت سید فرید الدین بخاریؒ نے کی۔ آپ بڑے ذہین و ذکی تھے ۔ اس لئے بڑی مختصر مدت اور کم عمری میں تمام علوم دینیہ کی تکمیل کر لی۔ عبادت و ریاضت سے بھی آپ کو بچپن سے شغف تھا۔ تقویٰ و پرہیزگاری میں آپ بے مثل تھے ۔ علوم دینیہ میں مہارت اور تقویٰ و پرہیزگاری کی بنا پر آپ اپنے ہمعصر علماء و مشائخ میں ممتاز حیثیت کے مالک تھے ۔ آپ کو اپنے والدین اور بزرگوں سے وراثت میں کافی دولت ملی تھی۔ خلیفۂ وقت نے امیر بخارا کا خطاب بھی عطا کیا تھا۔ مختصر یہ کہ حضرت سید محمد علاء الدین بخاری شطاری قدس سرہ ملک بخارا کے ایک متمول گھرانے کے چشم و چراغ تھے ۔ علم کی دنیا کے ایک درخشندہ ستارہ تھے۔ عبادت و ریاضت اور پرہیزگاری میں اپنے اوقات عزیز بسر فرماتے ۔ کثرت عبادت کے نتیجے میں جو کیفیت اور لذت آپ نے محسوس کی ، اس نے آپ کا دل دنیا اور ہنگام دنیا سے اچاٹ کر دیا۔ آپ نے اپنی ساری جائیداد اور دولت غرباء و فقراء میں تقسیم کر دی۔ بادشاہ کا عطا کردہ خطاب واپس کر دیا۔ اور انوار حقیقت و معرفت اور روحانیت کے اعلیٰ مقام کے حصول کے شوق میں بخارا سے نکل کھڑے ہوئے ۔ ایک رہنماء، مرشد کامل اور عارفِ حق کی تلاش میں سرگرداں سفر کرتے ہوئے بہار کے علاقہ رہتاس پہنچے ۔ رہتاس میں آپ کی ملاقات ایک بزرگ حضرت خواجہ شاہ نور اللہ شطاری قدس سرہ سے ہوئی۔ حضرت مخدوم سید علاء الدین بخاری علیہ رحمۃ حضرت خواجہ شطاری قدس سرہ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے ،آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور مدت دراز تک اپنے پیر کی صحبت سے فیضیاب ہوتے رہے ۔ مرشد نے بھی اپنے لائق و ہونہار شاگرد کو روحانیت کے اعلیٰ مدارج تک پہنچایا اور تمام سلاسل کی اجازت و خلافت عطا فرما کر شمالی بہار میں رشد و ہدایت خلق کی تاکید فرمائی۔ جب حضرت مخدوم بخاری اپنے پیرو مرشد کے حکم سے رہتاس سے روانہ ہوئے تو مرشد نے آپ کو خرقہ، مصلا، تسبیح، عمامہ، ٹوپی، عصا اور سفینہ ورد عطا کیا اور فرمایا یہ چیزیں ہمارے پیران طریقت کی یادگار ہیں۔ حفاظت سے رکھنا۔ حضرت خواجہ نور اللہ قدس سرہ سلسلہ شطاریہ کے بڑے پائے کے بزرگ تھے ۔ آپ سلسلہ شطاریہ کے بانی حضرت خواجہ شیخ عبد اللہ شطاری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص اور اجل خلفاء میں تھے ۔

حضرت سید محمد علاء الدین بخاری شطاری قدس سرہ رہتاس سے واپس اپنے وطن بخارا پہنچے اور اپنے اہل و عیال کو ساتھ لے کر شمالی بہار کے لئے روانہ ہوئے ۔ اثنائے راہ آپ نے بے شمار بزرگان دین، علماء، اہل اللہ اور مشائخ کرام سے ملاقاتیں کیں۔ اور ان سے فیوض و برکات حاصل کئے ۔ آپ نے بزرگوں کے مزارات اور مقامات مقدسہ کی زیارتیں بھی کیں ۔ اس طرح آپ برصغیر پاک و ہند کے مختلف علاقوں کی سیر و سیاحت کرتے ہوئے یکم ربیع الاول ۹۰۰ھ مطابق ۱۴۹۴ء کو بعمر ۴۲ سال معہ اہل و عیال شمالی بہار کے ایک قصبہ بڑی بلیا تشریف لائے۔ موضع بڑی بلیا شمالی بہار کے ضلع بیگو سرائے میں واقع ہے ۔ اس کا ریلوے اسٹیشن لکھمنیا ہے ۔ یہ بستی نیشنل ہائی وے کے بالکل کنارے آباد ہے ۔ یہ بہت پرانی بستی ہے ۔ منہدم عمارات ، پختہ کوئیں اور دوسرے آثار اس کی قدامت کا پتہ دیتے ہیں۔ پرانی منہدم مسجد کی ایک دیوار اور اس پر موجود کتبہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مسجد ۷۹۰ھ میں سلطان علاء الدین خلجی نے تعمیر کرائی تھی۔ یہ بستی زمانہ قدیم

سے شاد و آباد ہے۔ اس کو ایک فوجی چھاؤنی کی حیثیت حاصل تھی۔ جب حضرت مخدوم بخاری قدس سرہ اس قصبہ میں تشریف لائے اس وقت بھی یہ مرکزی فوجی چھاؤنی تھی۔ کسی غلط فہمی کی بناء پر اس قصبہ کے لوگ آپ کے مخالف ہو گئے اور فوجی افسر سے جا کر آپ کی شکایت کی۔ فوجی افسر آپ کے پاس آیا اور آپ کو بڑی بلیا سے نکل جانے کا حکم دیا۔ آپ نے اس افسر کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ نہ مانا اور آپ کو برا بھلا کہنے لگا۔ حضرت کو جلال آگیا، آپ نے فرمایا میں جس طرح چاہوں گا اپنے خدا کے حکم سے یہاں رہوں گا تم لوگ اپنی اور اپنے گھروں کی فکر کرو۔ اتنا کہنا تھا کہ پوری بستی آگ کی لپیٹ میں آگئی، یہاں تک کہ فوجی افسر کا گھر بھی جل کر خاکستر ہو گیا۔ آخر بستی والے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی غلطی کی معافی چاہی۔

حضرت مخدوم سید محمد علاء الدین بخاری شطاری قدس سرہ نے قصبہ بڑی بلیا میں خانقاہ کی بنیاد ڈالی جو خانقاہ شطاریہ کے نام سے موجود ہے۔ آپ اپنی ساری زندگی اس مقام سے تبلیغ دین، اشاعت سلسلہ شطاریہ، رشد و ہدایت خلق اور علوم دینیہ کے درس و تدریس کا کام انجام دیتے رہے۔ اس مقام سے علوم ظاہری و باطنی کے علاوہ تصوف و روحانیت اور تجلیات عرفانی کی روشن کرنیں پھیلنے لگیں۔ اس خانقاہ سے غرباء و مساکین کی پرورش ہونے لگی، یہاں سیکڑوں نہیں ہزاروں میں لنگر تقسیم ہوتا۔ خدا کے فضل و کرم سے یہ خانقاہ آج بھی قائم ہے اور حضرت مخدوم بخاری کا فیض عام اور تبلیغ دین کا کام جاری و ساری ہے۔ حضرت سید شاہ افتخار الحق بخاری مدظلہ بن سید شاہ ضیاء الحق عرف ملی بابو علیہ الرحمہ اس خانقاہ شطاریہ بڑی بلیا پر رونق افروز ہیں اور اپنے روحانی فیوض و برکات کے علاوہ ظاہری علوم دینیہ کی ترویج و اشاعت کے سلسلہ میں ہر لحہ کوشاں رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ حضرت کی زیر سرپرستی بڑی بلیا کا یہ متبرک قصبہ زمانۂ سابقہ کی طرح آئندہ بھی منارۂ نور اسلامی کا مرکز ثابت ہو اور یہ مقام ایک بڑی اسلامی درس گاہ کے طور پر ابھر کر سامنے آئے۔ آمین۔

جناب سید شاہ ہاشم شطاری صاحب نے حضرت مخدوم محمد علاء الدین بخاری شطاری قدس سرہ کے حالات زندگی کو ایک مختصر کتابچہ میں چھپوا کر شائع کرا دیا ہے۔ اس رسالہ میں آپ تحریر فرماتے ہیں۔

"ایک بار آپ نے سفر کرتے ہوئے جون پور میں قیام فرمایا وہاں کے علماء و فضلاء اور عمائدین شہر نے آپ کے کمالات، زہد و تقویٰ سے متاثر ہو کر آپ کی حلقہ بگوشی اختیار کی اور عوام نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کر لی۔ الغرض شہرت اور کمال نے وہاں کے علماء ظواہر کو دشمنی پر آمادہ کیا اور انہوں نے مخاصمت شروع کر دی جن میں سید طاہر، شیخ اودھی، مولانا عماد چندی، شیخ قطب الدین فرزند شیخ جیہہ الدین، شیخ بدیع، شیخ محمود ولد شیخ عبد القادر گجراتی صاحبان نے ہر چند آپ کو عوام میں رسوا کرنا چاہا مگر اللہ تعالیٰ جسے عزت بخشے اسے کون ذلیل کر سکتا ہے ۔۔۔۔۔۔ ایک دن ان لوگوں نے آپ کو بلایا اور چندیری محلہ کی جامع مسجد میں آپ سے رویت باری پر بحث کرنے لگے۔ بحث کے دوران آپ نے ان لوگوں کو اس انداز میں جواب دیا کہ تمام حضرات قائل ہو گئے اور پھر مخاصمت ترک کر دی۔ درمیان مناظرہ نماز کا وقت آگیا ۔۔۔۔۔ علماء نے آپ کو امامت کے لئے آگے بڑھایا۔ جب آپ نماز پڑھا رہے تھے تمام علماء درمیان نماز کعبہ کو دیکھ رہے تھے ۔۔۔"

حضرت مخدوم بخاری کی کرامت کو بیان کرتے ہوئے جناب ہاشم شطاری صاحب مزید تحریر فرماتے ہیں: "تذکرہ میں ہے کہ راجہ چیر سنگھ چک سامون کا باشندہ تھا اس کو اولاد نہیں ہوتی تھی۔ راجہ موصوف آپ کی بزرگی کا شہرہ سن کر آپ کے پاس آیا اور عرض کی کہ میرے لئے دعا کیجئے کہ مجھ کو اولاد ہو۔ حضرت مخدوم بخاریؒ نے راجہ کو دو انار دیئے اور

فرمایا کہ ایک تو خود کھا لینا دوسرا اپنی بیوی کو کھلا دینا۔ انشاء اللہ اولاد ہوگی اور جتنے والے اس انار میں ہیں انہیں کے شمار سے اولاد کی نسل بڑھے گی۔ چنانچہ راجہ کو بیٹا پیدا ہوا ۔۔۔ دو سو سال بعد راجہ چیر سنگھ کے لڑکے کی نسل سے راجہ شیووت سنگھ پیدا ہوا جو اپنے وقت کا بہت بڑا راجہ گزرا ہے۔ انہوں نے موضع بلیا کے اراضیات موازی پانچ ہزار دو سو اڑتیس بیگہ بتاریخ یکم جماد الثانی ۱۲۶ھ میں بنام حضرت سید شاہ مسیح الدین بخاریؒ لاولاخراج کر کے حضرت مخدوم بخاریؒ کی خانقاہ و درگاہ میں نذر ۔۔۔ کیا راجہ شیووت سنگھ کی نسل سے آج کل بارہ مواضعات آباد ہیں ۔۔۔ ان سب مواضعات کے اکثر باشندے بہت عزّو شرف رکھتے ہیں۔"

حضرت سید شاہ محمد علاء الدین بخاری شطاری قدس سرہ کا وصال ۵۵ سال کی عمر میں بڑی بلیا میں ۱۲ ربیع الاول ۹۳۳ھ مطابق ۲۶ مارچ ۱۵۲۶ء میں ہوا۔ آپ کا مزار اقدس بڑی بلیا میں درگاہ مخدوم بخاریؒ کے نام سے مشہور اور زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ آپ کا عرس ہر سال بڑے شان و شکوہ سے منایا جاتا ہے۔ حضرت کا سلسلہ نسب حضرت سید جلال الدین سرخ بخاریؒ اور حضرت امام جعفر صادقؓ سے ہوتا ہوا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

سید محمد علاء الدین بخاری شطاری بن سید شمس الدین بخاری ثانی بن سید قطب الدین بخاری بن سید فرید الدین بخاری بن سید نظام الدین بخاری بن سید شمس الدین بخاری اول بن سید ضیاء الدین بخاری بن سید سراج الدین بخاری بن سید امام الدین بخاری بن سید علیم الدین بخاری بن سید محمود ترناصر الدین بخاری بن سید جلال مخدوم جہانیاں جہاں گشت بن سید احمد کبیر بخاری بن سید جلال الدین سرخ بخاری بن سید علی ابو المؤید بخاری بن سید جعفر ثالث بخاری بن سید محمد بخاری بن سید محمود بخاری بن سید احمد بخاری بن سید عبد اللہ بخاری بن سید علی اصغر بخاری بن سید جعفر جوّاد بخاری بن امام علی نقی بن امام تقی بن امام علی موسیٰ رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام علی زین العابدین بن حضرت امام حسین شہید دشت کربلا بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ داماد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

حضرت سید شاہ مسیح الدین حسنؔ بخاری شطاری بلیاوی علیہ رحمۃ اپنے آبائی وطن قصبہ بڑی بلیا بیگو سرائے بہار میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت مخدوم سید محمد علاء الدین بخاری شطاری قدس سرہ کی ساتویں پشت کے پوتے ہیں۔ آپ اپنے والد سید شاہ قدم رسول بخاریؒ کے بعد خانقاہ بخاری شطاری بڑی بلیا کی سجادگی پر بٹھائے گئے۔ آپ کا تعلق روحانی سلسلہ شطاریہ سے تھا اور آپ عقیدتاً حنفی سنی تھے لیکن آپ کو اہل بیت سے از حد محبت تھی۔ محرم الحرام کے مہینہ میں آپ مقامی کربلا قصبہ بڑی بلیا تشریف لے جاتے۔ دسویں محرم کو آپ پر جلال کی سی کیفیت طاری رہتی اور آنکھیں سرخ رہا کرتی تھیں۔ آپ عزاداری بھی کرتے تھے اور خانقاہ میں مجلس محرم منعقد ہوا کرتی تھی۔ محرم کے مہینہ میں آپ اکثر زیر لب یہ شعر گنگناتے ہوتے تھے۔

حیدری | ام | قلندر | ہستم | جدہ | مرتضیٰ | علی | ہستم

آپ اردو اور فارسی دونوں زبانوں کے قادر الکلام شاعر تھے۔ حسنؔ تخلص فرماتے تھے۔ ولی دکنی سے قبل کے شاعر

اشرفؔ کے ہمعصر تھے۔ اگر حضرت حسنؔ بہاری اور اشرفؔ دکنی کی شاعری کا تقابلی جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ بہار میں اردو شاعری ولی دکنی سے پہلے ہی اپنے عروج کو پہنچ چکی تھی۔ حضرت سید شاہ مسیح الدین حسنؔ بخاری علیہ رحمۃ کا فارسی دیوان اور بکثرت اردو اشعار خانقاہ بڑی بلیا میں موجود ہیں۔

اردو کلام حضرت حسنؔ بہاری

۱۷۱۹ء

الٰہی عشق موہم کو ڈوبا دے
میرے دل کو بھی اس میں بہا دے
براہ عشق خوش ثابت قدم رکھ
بہ تیغ درجہ بسمل دم بدم رکھ

اردو کلام حضرت اشرفؔ دکنی

۱۷۱۳ء

اگن سوں ماتم شہ کے جلا ہے تن بدن میرا
برنگ برق خرمن سوزِ دل ہے ہر سخن میرا
ہوس گلگشت رضواں کی کرے کیوں عندلیب دل
محبت کی گلی میں شاہ دیں کے ہے وطن میرا

حضرت حسنؔ بخاری علیہ رحمۃ کا وصال ۱۸ محرم الحرام ۱۱۹۳ھ مطابق ۱۷۷۹ء کو ہوا۔ آپ درگاہ حضرت مخدوم بخاریؒ میں آسودہ خاک ہیں۔ آپ کی چار شادیاں ہوئیں۔ جن سے نسل کافی پھیلی۔

نقشہ اولاد مخدوم سید شاہ علاء الدین بخاری

اولاد سید شاہ واعظ الحق

نقشہ اولاد سید شاہ ضیاء الحق عرف مکی بابو
نزہت آرا زوجہ سید نسیم احمد عرف لڈن بابو
سید شاہ افتخار الحق سجادہ
سید شاہ نیر الحق حیدری
فرحت آرا زوجہ سید نسیم احمد عرف لڈن بابو
طلعت آرا زوجہ سید آصف علی
سید محمد ابدال الدین بخاری
ثروت جہاں
نکہت جہاں
رابعہ الماس
بی بی راحت
عفت ہما
ذیشان احمد
فیضان احمد
کشور جہاں
ناہید جہاں
اعجاز احمد
قیصر علی
راشد علی
بی بی عفت النساء بنت سید شاہ علی بخش
سید امجد حسین
سید غلام مصطفی
کنیز فاطمہ
سید رفیق الدین
سید زکریا
سید داؤد
سید غلام یحیی
سید عبد الودود
سید اجمل حسین
سید عمیر
بی بی ام الفاطمہ زوجہ سید شاہ ضیاء الحق عرف مکی بابو
بی بی ناظرہ خاتون زوجہ سید مظہر الاسلام
بی بی نیرہ خاتون زوجہ سید نظام الحق لالوند

سید شاہ محمد یٰسین چشتی داناپوری ؒ

حضرت سید شاہ محمد یٰسین داناپوری قدس سرہ اپنے وقت کے ولی اللہ اور عارف کامل تھے۔ آپ ۵ ربیع الاول ۱۰۹۷ھ کو اپنی ننھیال داناپور میں پیدا ہوئے۔ حضرت سید شاہ محمد باصرؒ کے صاحبزادے اور اپنے نانا حضرت سید جہانگیر رضوی داناپوری کے سجادہ اور خلیفہ تھے۔ جناب شاہ محمد کبیر ابوالعلا داناپوریؒ نے اپنی کتاب تذکرۃ الکرام میں آپ کا مفصل نسب نامہ تحریر کیا ہے۔ لیکن درج ذیل نسب نامہ سید عطاء حسین داناپوریؒ کی کتاب کنز الانساب سے نقل کیا گیا ہے۔

پدری سلسلہ نسب:

سید شاہ محمد یٰسین بن سید محمد باصر بن سید حسین بن سید اولیا بن سید صدر جہاں بن سید قطب الدین بن سید تقی الدین عرف سید بوڈھے کالپی بن سید جلال الدین کالپی بن سید محمد کالپی بن سید جمال الدین کالپی بن سید علاء الدین کالپی بن سید تاج الدین کالپی بن سید اسماعیل دہلوی بن سید محمد اسحاق لاہوری بن سید داؤد لاہوری بن سید محمد یعقوب لاہوری بن سید یوسف طوسی بن سید عبد اللہ طوسی بن سید حسن طوسی بن سید ابوالقاسم طوسی بن سید ابراہیم مدنی بن سید اسماعیل مدنی بن سید حسین مدنی بن سید علی رضا مدنی بن سید جعفر مدنی بن سید محمد محسن مدنی بن سید ہاشم بن امام عبد اللہ بن امام محمد باقرؓ۔

مادری سلسلہ نسب:

سید شاہ محمد یٰسین بن دختر سید محامد رضوی داناپوری بن سید جہانگیر بن سید اکبر بن قاضی عماد الدین بن قاضی سید عبد الفتاح عرف آنشی بڑھے بن سید عالم بن سید ابوالفتح بن سید میر بن سید محمد بن سید زین العابدین بن سید مبارک بن سید علی شیر (جاجنیری) بن سید علی اکبر بن سید علی اصغر بن سید عبد اللہ بن سید زین العابدین بن سید ... بن سید نوح بن سید ابراہیم بن سید زین العابدین بن سید حسین عرف سید عبد المطلب بن امام علی موسیٰ رضاؓ۔

آپ کے مادری نسب نامے میں حضرت سید علی شیر جاجنیری بن سید علی اکبر کا نام آیا ہے۔ یہ بزرگ سید علی شیر جاجنیری نہیں۔ بلکہ ان کا اصل نام سید علی شیر شہید ہے جو سید علی اکبر کے بیٹے ہیں اور سادات رضویہ سے ہیں۔ حضرت سید علی شیر شہید بن سید علی اکبر کے ورثا میں شاہ صاحبان داناپور شاہ ٹولی، سادات رہوئی اور شیر خاندان محسن پور، محلہ لودی کٹرہ، پٹنہ سٹی اور شہر بہار شریف ہیں اور یہ سارے سادات رضویہ سے ہیں۔ حضرت سید علی شیر جاجنیری بن سید احمد جاجنیری دوسرے بزرگ ہیں جو زیدی سادات سے ہیں۔

حضرت سید شاہ محمد یٰسین قدس سرہ کا خاندان دربار شاہی میں اعلیٰ عہدوں پر بھی فائز رہا اور زہد و تقویٰ میں بھی یکتائے روزگار تھا۔ آپ کے والد سید محمد باصرؒ معظم شاہ بن اورنگزیب عالمگیر کے ارکین خاص سے تھے اور ایک عمران کے

ساتھ بسر کی۔ آپ کے اجداد قاسدہ میں حضرت قاضی سید عبد الفتاح عرف سید بڑے جہانگیر بادشاہ کے عہد میں پرگنہ پھلواری کے قاضی مقرر ہوئے۔ اور یہ عہدہ کئی پشت تک اس خاندان میں رہا۔

حضرت سید محمد لیسین قدس سرہ کے نانا حضرت سید محمد جہانگیر بڑے عارف و کامل تھے۔ اور اپنے آبائی سلسلہ چشتیہ میں اجازت و خلافت رکھتے تھے۔ حضرت شاہ محمد لیسین قدسسرہ نے آپ ہی کی آغوش شفقت میں پرورش پائی۔ اجازت و خلافت بھی آپ ہی سے حاصل کی۔ حضرت شاہ لیسین قدسرہ بڑے کاملین سے گزرے ہیں۔ اکثر باتیں بطور پیشین گوئی کے فرماتے اور وہ درست ثابت ہوتے۔

حضرت سید شاہ محمد لیسین داناپوری قدس سرہ کے ورثاء کے پاس خانقاہ شاہ ٹولی داناپور میں حضرت پیران پیر دستگیر شیخ محی الدین عبد القادری جیلانیؒ کا خرقہ اور نعلین مبارک موجود ہے۔ جس کی زیارت ہر سال ۱۵ ربیع الثانی کو کرائی جاتی ہے۔ حضرت سید شاہ محمد لیسین قدس سرہ کا وصال ۱۱۲۷ھ کو ہوا آپ کا مزار اقدس محلہ شاہ ٹولی، داناپور، ضلع پٹنہ میں مرجع خلائق ہے۔

نقشہ اولاد سید محمد یٰسین چشتی دانا پوری

نقشہ اولاد بی بی حفیظہ بنت سید شاہ غلام حسین۔ دانا پوری
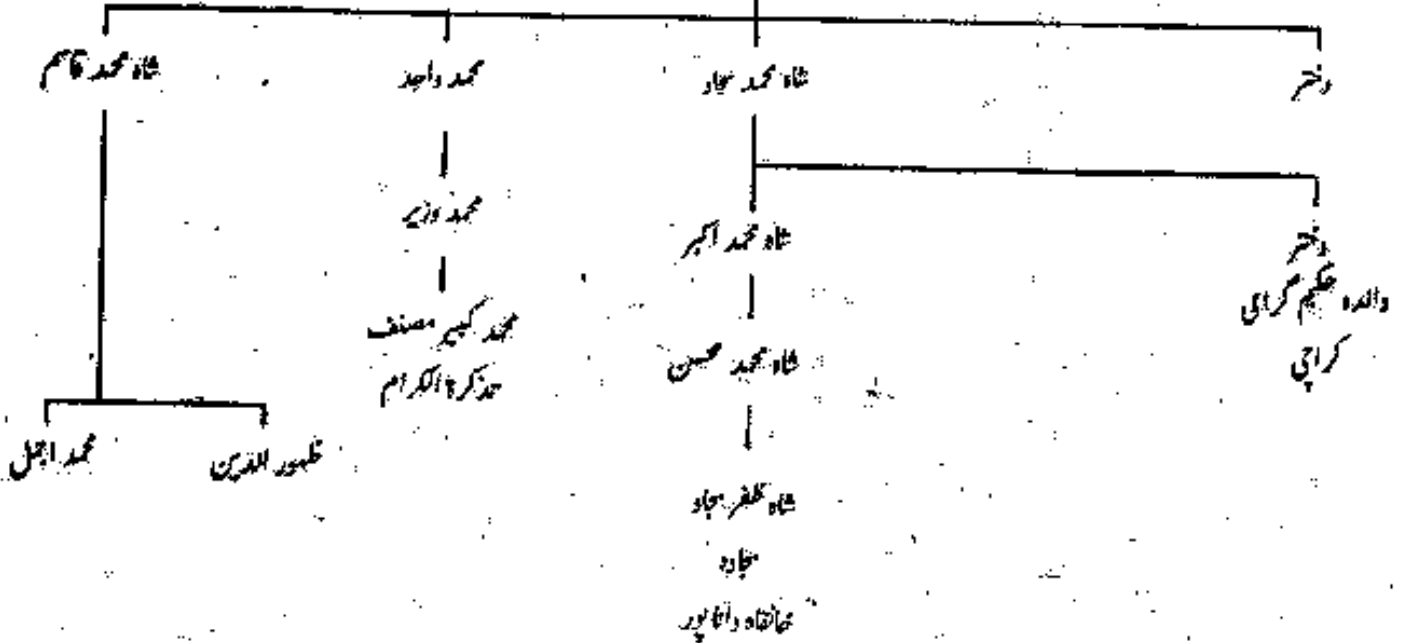
بی بی کلثوم بنت شاہ تراب الحق سوڑوی

زوجہ غوث علی بن امداد علی، کاشی تکیہ

شاہ عمر دراز — لاولد

شاہ نظیر حسین

بی بی ولشین — زوجہ حکیم حمید الدین

از (شاہ نظیر حسین): شاہ وداعظ الدین، شاہ ریاض الدین، حفیظ النساء، رابعہ خاتون (زوجہ حکیم سید محمد سعید کاکوی)

از بی بی ولشین — اولیٰ: شاہ معین الدین؛ ثانی: خدیجہ خاتون؛ محل: حمیدہ خاتون

شاہ محمد الیاس — زوجین — ذکیہ خاتون

رفیعہ خاتون، شاہ ضیاء الحق، شاہ عطاء الحق (زوج مہر النساء بنت شاہ عبد الحفیظ مفتی فتوحہ)، منہاج الدین، غیاث الدین، عطیہ بانو

مسرت عروج، ذکیہ عصمت، برجیس خاتون، افتخار الدین احمد، فرحانہ نگہت، نادرہ خاتون، عفت خاتون، فرخ عالم فردوسی

حضرت مخدوم سید شاہ یحییٰ علی قدس سرہ

حضرت مخدوم سید شاہ یحییٰ علی قدس سرہ اپنے وقت کے عارف کامل اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ آپ کے ہمعصر علماء و مشائخ نے آپ کا تذکرہ بڑی عقیدت و احترام سے کیا ہے۔ آپ زیدی واسطی سادات گھرانے کے ایک روشن و تابناک ستارے تھے۔ بہار کے تمام تذکرہ نگاروں اور سوانح نگاروں نے آپ کا ذکر پورے اہتمام سے کیا ہے۔ بہار میں لکھی جانے والی تمام نسب ناموں کی کتابوں میں آپ کے نسب نامے، آپ کے آباؤاجداد اور ورثاء کی تفصیل موجود ہے۔ چونکہ گھر کی بات گھر کے افراد ہی بہتر طور پر جانتے ہیں اور اس میں غلطی کے امکانات بہت کم ہوتے ہیں۔ اس لئے ان سطور میں آپ کا نسب نامہ پدری آپ کے نبیرہ حضرت سید شاہ محمد واجد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کردہ کتاب " تذکرۃ الابرار " مطبوعہ یونین پریس، بانکی پور، پٹنہ (جس کا فوٹو کاپی راقم کے پاس موجود ہے) سے نقل کیا جاتا ہے۔

سید شاہ محمد واجدؒ بن سید شاہ حسین علی بن سید شاہ اشرف علی بن مخدوم سید شاہ یحییٰ علی بن سید شاہ مظفر علی بن سید شاہ محمد احسن بن سید وجہ الدین عرف بولن بن سید حسن زید بن سید قطب الدین داویک تاریکوی بن سید قاسم بن سید عالم بن سید مسعود بن سید قطب الدین اولیا مکیری بن سید محمد اولیا بن سید علاء الدین بن سید خواند میر بن سید ناصر ہانسوی بن سید فیض اللہ بن سید معز الدین بن سید علی شیر جاجنیری بن سید ابو الفتح بن سید ابوالفوارش عرف محمد فراس بن مولانا سید ابو الفرح واسطی بن سید داؤد بن سید عیسیٰ بن سید ابو الحسن زید بن سید حسن بن سید محمد اکرم بن سید منصور بن سید عمر بن سید یحییٰ شبیہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بن سید حسین بن سیدنا امام زید شہید بن سیدنا امام زین العابدین بن سیدنا امام حسین شہید کربلاؓ۔

حضرت مخدوم سید شاہ یحییٰ علی قدس سرہ ۱۱۹۱ھ میں اپنی ننھیال محلہ چاند پورہ بہار شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ کے نانا سید شاہ احسان اللہ چشتی چاند پوریؒ نے آپ کا تاریخی نام مظہر ولی رکھا۔ ایک بزرگ درویش ساکن رہوہ درگاہ مظفر پور نے جو آپ کے والد حضرت سید شاہ مظفر علی کے دوستوں میں تھے۔ آپ کا نام یحییٰ علی رکھا۔ اس طرح آپ کا تاریخی نام مظہر ولی ہے اور آپ مخدوم شاہ یحییٰ علی کے نام سے مشہور و معروف ہوئے۔ آپ کا ننھیالی نسب حضرت مخدوم سید فرید الدین طویلہ بخشؒ بن سید ابراہیم بن سید جمال الدین بدایونی برادر زادہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ سے ہوتا ہوا حضرت امام جعفر صادقؓ سے جا کر مل جاتا ہے۔ حضرت سید شاہ یحییٰ علیؒ کے اجداد مدینہ منورہ سے واسطہ، جاجنیر، ہانسی، مکیر اور دہلی وغیرہ ہوتے ہوئے بہار آئے۔ یہ گھرانہ پہلے بہار شریف سے قریب موضع بیہار سے شمال ۸ میل کی دوری پر ایک بستی مصطفیٰ پور عرف تاریگہ میں آباد تھا۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی چوتھی پشت کے دادا حضرت سید قطب الدین داویک کا مزار اسی بستی میں ہے۔ جو اپنے وقت کے جیّد عالم دین اور صاحب کشف بزرگ تھے۔

حضرت مخدوم شاہ یحییٰ علی قدس سرہ کمسنی ہی سے زہد و تقویٰ کی طرف مائل تھے۔ کھیل کود میں شریک نہ ہوتے تھے۔ بچپن ہی سے ایک حزن کی کیفیت آپ پر طاری رہتی تھی۔ آپ کو حصول علم کا بے حد شوق تھا اور ذہن و حافظہ بھی بہت تیز تھا۔ جس کتاب کو ایک بار دیکھ لیتے بھولتے نہ تھے۔ آپ کو فقراء اور درویشوں سے بہت محبت تھی۔ آپ کے

یہاں کوئی فقیر آتا اس کی خدمت کرتے اور شہر میں کسی بزرگ کے آنے کی خبر پاتے تو اس سے ملنے ضرور جاتے۔ حضرت کے والد سید شاہ مظفر علیؒ کا قیام زیادہ تر حضرت شاہ علی ابدال قدس سرہ کے مزار اقدس (رہوا درگاہ) مظفر پور پر رہا کرتا تھا۔ جب آپ کی عمر شریف سات برس کی ہوئی تو تعلیم کی غرض سے والد بزرگوار نے مظفر پور میں رہوا درگاہ بلوالیا۔ اس طرح ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے والد سے حاصل کی۔ کچھ دنوں بعد والد کی اجازت سے حضرت مخدوم شاہ علی ابدال (رہوا درگاہ) کے صاحبزادے حضرت مخدوم شاہ احمد ابدال کے مزار پاک سے ملحق خانقاہ عظیم آباد میں رہائش پذیر ہو کر حصول علم میں مشغول ہوئے۔ بعد حصول تعلیم ایک مدت تک یہیں مقیم رہے اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا، زہد و تقوی، ادائگی فرائض و سنن اور ورد و وظائف میں اپنے آپ کو مشغول رکھا۔ اکثر خانقاہ کے کسی گوشہ میں حزن و ملال کے عالم میں عزلت نشیں رہا کرتے۔ مختصر یہ کہ حضرت مخدوم احمد ابدالؒ کی خانقاہ واقع محلہ مغلپورہ، عظیم آباد، پٹنہ کے دوران قیام آپ نے عبادت و ریاضت اور درس و تدریس میں اپنے اوقات عزیز بسر کئے۔ یوں تو آپ کی ظاہری تعلیم فقہ و اصول میں شرح وقایہ و نورالانوار اور معقولات میں قطبی میر ورسالہ رشیدیہ تک تھی لیکن قدرتی طور پر تمام کتب درسیہ پر آپ کو عبور حاصل تھا۔ ایک رات آپ نے خواب میں حضرت مخدوم سید احمد ابدال قدس سرہ کو دیکھا کہ حضرت مخدوم آپ کو ایک بزرگ صاحب جاہ و جلال، شکل نورانی، ہنستا و منور چہرہ اور خندہ رو کے سپرد کیا اور حکم بیعت و اجازت کا فرمایا۔ چند دنوں بعد آپ نے اپنے ایک عزیز جناب سید شاہ غلام حسین دانا پوری سے اپنا خواب بیان کیا اور فرمایا۔ میرے دل میں ایک محبت، تڑپ اور عقیدت ان بزرگ سے پیدا ہو گئی ہے۔ جس سے بےچین رہتا ہوں۔ جناب شاہ غلام حسین دانا پوریؒ نے جواب دیا آؤ میں تمہیں ان بزرگ تک پہنچا دیتا ہوں۔ اور آپ کو حضرت مخدوم شاہ محمد منعم پاک قدس سرہ کے خلیفہ اکمل اور نواسہ حضرت مخدوم شاہ حسن علی قدس سرہ کے پاس لے گئے۔ حضرت مخدوم سید شاہ یحیٰی علی قدس سرہ نے آپ کو عین اسی حلیہ مبارک میں پایا جیسا کہ خواب میں دیکھا تھا۔ حضرت مخدوم شاہ حسن علی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو طریقہ عالیہ قادریہ منعمیہ ابو العلائیہ میں بیعت کیا اور اجازت و خلافت بھی عطا فرمائی۔ آپ چندے صحبت پیر میں رہے۔ آپ کو مسلسل جذب رہنے لگا تھا۔ یہاں تک جذب میں ترقی ہوئی کہ ایک ساعت بھی عالم صحو میں نہیں رہتے تھے۔ آخر ایک دن پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ جذب سے بہت پریشان رہتا ہوں۔ کسی وقت افاقہ ہی نہیں رہتا۔ شیخ نے سنا اور کہا اب جذب نہیں رہے گا۔ اس دن سے جذبی کیفیت جاتی رہی اور مقام صحو میں آگئے۔ آپ کے پیر و مرشد حضرت مخدوم شاہ حسن علی قدس سرہ آپ کے خاندان کی بڑی تعریف فرمایا کرتے تھے۔ انہوں نے آپ کے جد بزرگ حضرت سید شاہ وحید الدین عرف بولنؒ سے درس بھی حاصل کیا تھا۔ اس لئے اکثر آپ کو استاد زادہ فرماتے تھے۔ حضرت شاہ حسن علی قدس سرہ نے خلافت و اجازت بیعت عطا کرنے کے بعد فرمایا کہ جن لوگوں کے آباؤ اجداد تمہارے خاندان سے مرید ہیں انہیں اپنے ہی خاندانی سلسلہ میں مرید کرنا اور اس کے علاوہ دوسروں کے بیعت کے معاملہ میں ہمارے سلسلہ کا لحاظ ملحوظ رکھنا۔

شجرہ عالیہ قادریہ منعمیہ ابو العلائیہ۔

حضرت مخدوم سید شاہ یحیٰی علیؒ کو بیعت و ارشاد حضرت مخدوم شاہ حسن علی قدس سرہ سے تھی ان کو حضرت شاہ محمد منعم پاک قدس سرہٗ سے ان کو حضرت مخدوم سید خلیل الدین قدس سرہٗ سے ان کو

حضرت مخدوم سید محمد جعفر قدس سرہ سے ان کو حضرت مخدوم شاہ اہل اللہ قدس سرہ سے ان کو حضرت
مخدوم سید شاہ نظام الدین قدس سرہ سے ان کو حضرت مخدوم سید تقی الدین قدس سرہ سے ان کو
حضرت مخدوم سید نصیر الدین قدس سرہ سے ان کو حضرت مخدوم سید محمود قدس سرہ سے ان کو حضرت
مخدوم سید فضل اللہ عرف سید گوشائیں قدس سرہ سے ان کو حضرت مخدوم شاہ قطب الدین بینا دل سے
ان کو حضرت مخدوم شاہ نجم الدین قلندر قدس سرہ سے ان کو حضرت مخدوم سید مبارک غزنوی قدس سرہ
سے ان کو حضرت مخدوم سید نظام الدین قدس سرہ سے ان کو حضرت مخدوم شہاب الدین سہروردی قدس
سرہ سے ان کو حضرت پیر دستگیر سید محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ سے۔

دسویں ذیقعدہ کو صبح صادق کے وقت ۱۲۶۳ھ میں حضرت مخدوم سید شاہ یحیٰی علی زیدی الواسطی قادری منعمی ابو العلائی رحمۃ اللہ علیہ ساکن خسرو پور نو آبادہ کا وصال ہوا۔ صفی پور میں جو خسرو پور اسٹیشن کے قریب ہے۔ دریا کے کنارے مدفون ہوئے۔ ایک وسیع و عریض پختہ چبوترے پر آپ کا اور آپ کے سجادہ نشینان کا مقبرہ اس وقت بھی مرجع خلائق ہے۔ حضرت مخدوم سید شاہ یحیٰی علی قدس سرہ کے خلفاء میں آپ کے صاحبزادے حضرت سید شاہ اشرف علی عارف واسطی آپ کے وصال کے بعد آپ کے جانشین ہوئے۔ دوسرے حاجی حافظ مولانا امیر الحسن ساکن محلہ دوندی بازار، پٹنہ۔ تیسرے حضرت شاہ جمال علی بلخی سجادہ مخدوم شاہ شعیبؒ، چوتھے حضرت سید شاہ ولایت علی قادری ابو العلائی سجادہ خانقاہ اسلام پور و غیرہم اپنے وقت کے جید بزرگوں میں شمار ہوتے تھے۔

حضرت مخدوم سید شاہ یحیٰی علی قدس سرہ نے اپنی زندگی کا ایک معمول بنا لیا تھا جس پر آپ ساری زندگی کار بند رہے۔ آپ آخر شب بیدار ہوتے اور نماز فجر تک مراقبہ کرتے۔ بعد نماز فجر اوراد و تسبیح میں مشغول ہوتے اور نماز اشراق تک دلائل الخیرات و سورہ یٰسین شریف پڑھتے۔ بعد نماز اشراق تلاوت کلام پاک کرتے اور پھر زنانخانہ میں تشریف لے جاتے۔ اہل و عیال اور برادری کے لڑکوں کے ساتھ شفقت و مرحمت فرماتے۔ آپ کی نظر میں غریب و امیر کا فرق مطلق نہ تھا۔ امیر و غریب، اپنے پرائے، اہل و عیال اور قرابت دار سب آپ کے حسن اخلاق سے راضی تھے۔ یتیموں اور بیکسوں کی دلجوئی کا خاص خیال رہتا۔ آپ اکثر فرماتے ان کی دلشکنی سے عرش کو لرزش ہوتی ہے۔ دوپہر کا کھانا تناول فرماتے تو اپنے اور برادری کے بچوں کو اپنے ساتھ کھانا کھلاتے۔ نوآبادہ میں کسی عزیز مہمان کے آنے کی خبر سنتے تو اس سے ملاقات کو تشریف لے جاتے اور کوئی عزیز مہمان آپ کی ملاقات کو آتا تو بہت خوش ہوتے اور اس پر پوری توجہ فرماتے۔ دوپہر کے کھانے کے بعد اکثر کچھ دیر کے لئے قیلولہ فرماتے اور پھر درس و تدریس میں مشغول ہوتے۔ دوران درس نصیحت بھی فرماتے جاتے اور استقامت شریعت کی تاکید فرمایا کرتے۔ ساتھ ہی حضرت سعدی علیہ رحمۃ کا یہ شعر ضرور پڑھتے۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید ۔ کہ ہر گز بمنزل نخواہد رسید

بعد درس کتب تفاسیر، تواریخ انبیا اور ملفوظات اولیاء کرام اور خصوصیت کے ساتھ مکتوبات و ملفوظات حضرت مخدوم جہاں بہاری قدس سرہ ملاحظہ فرماتے۔ پھر افضل وقت میں نماز پیشین ادا فرما کر اوراد و تسبیح میں مشغول ہوتے اور حاضرین کو بتوجہات عالی و قلبی فیض ایثار فرماتے۔ ایثار فیض کا یہ حال تھا کہ جو شخص حاضر ہوتا فیض سے مالا مال ہو جاتا۔ بعد نماز

عصر تا مغرب عام ملاقات کا وقت تھا۔ بعد نماز مغرب تا نماز عشاء، مسجد میں قیام ہوتا اور مراقبہ اوراد و تسبیح کا شغل رہتا۔ اس درمیان پانچ سو بار درود اور پانچ سو بار استغفار ضرور پڑھتے۔ بعد نماز عشاء دولتخانہ پر تشریف لاتے اور تلاوت پنج سورہ کے بعد سو جاتے۔

حضرت مخدوم سید شاہ یحییٰ علی قدس سرہ اپنی حالت کو پوشیدہ اور مخفی رکھتے تھے۔ کبھی کسی بات سے آپ کی اپنی حالت کا اظہار نہیں ہوتا۔ اگر اتفاقاً کسی وجہ سے کوئی شخص آپ کے کسی راز یا کرامت سے مطلع ہو جاتا تو اس کو دوسروں کے سامنے بیان کرنے سے منع فرما دیتے تھے۔ آپ اپنی زندگی عام انسانوں کی طرح بسر فرماتے تھے۔ گفتگو میں عرفان کی باتیں نہیں ہوتی تھیں۔ بلکہ کسب و عرفان کی باتیں ہمیشہ تمثیل میں بتایا کرتے تھے۔

ایک بار آپ سفر میں تھے، علاقہ مظفر پور کا تھا۔ گرمی کا زمانہ تھا اور شدت کی تپش تھی۔ شاہ صاحب کو تشویش ہوئی اور مریدان اور ہمراہیوں سے فرمایا۔ اس شدت کی گرمی میں تم لوگوں سے راستہ کیونکر کٹے گا۔ اگر اللہ جل شانہٗ اس وقت ابر کا ایک ٹکڑا عنایت فرمائیں تو تمام بندگان خدا کو راحت حاصل ہو جائے۔ قافلہ رواں دواں تھا کہ یکایک بادل کا ایک ٹکڑا اس پر سایہ دار ہوا، ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلنے لگی۔ رحمت خداوندی اگلی منزل موضع رسول پور تک ساتھ رہی اور سفر آرام سے طے ہوا۔

ایک رات کا واقعہ ہے کہ خادم خاص شیخ صفدر علی کی نصف شب کو آنکھ کھل گئی اور حضرت مخدوم شاہ یحییٰ علیؒ کا پلنگ خالی پایا۔ اس خیال سے کہ کہیں آنکھ کا دھوکا نہ ہو پلنگ پر ہاتھ لگا کر ٹٹولا پھر ادھر ادھر تلاش کرنے کے بعد انہیں تشویش ہوئی۔ ایک صاحب جو حضرت کے قریب ہی دوسری پلنگ پر سو رہے تھے۔ انہیں جگانے کے لئے بڑھے کہ یکایک حضرت شاہ صاحب نے اپنے پلنگ سے آواز دی صفدر! "تمہاری یہ کیا حالت ہے ادھر آؤ" جب شیخ صفدر علی قریب آئے تو آپ نے پیر دبانے کو ارشاد فرمایا۔ شیخ صاحب شاہ صاحب کے خاص اور بے تکلف خادم تھے۔ پیر دباتے ہوئے انہوں نے پوچھا حضرت آپ کہاں تشریف لے گئے تھے۔ میں نے آپ کو بہت ڈھونڈا۔ آپ خاموش رہے۔ لیکن شیخ صفدر علی صاحب نے حقیقت حال جاننے کی ضد کی۔ آپ نے فرمایا فقیروں کے افشائے راز میں آدمی نکبت میں گرفتار ہوتا ہے۔

حضرت سید شاہ محمد سلطان چشتی الفطانیؒ سجادہ نشین خانقاہ حضرت مخدوم طویلہ بخشؒ محلہ چاند پورہ، بہار شریف جو حضرت مخدوم سید شاہ یحییٰ علی قدس سرہٗ کے برادر نسبتی اور ہم عمر بھی تھے۔ فرماتے ہیں کہ آپ ایک بار چاند پورہ تشریف لائے۔ آپ کے پاس ایک مخصوص بڑی اچھی تسبیح تھی۔ جس کو شاہ محمد سلطان صاحبؒ اٹھا کر بھاگے۔ تسبیح واپس حاصل کرنے کے لئے آپ ان کے پیچھے پکڑنے کے لئے دوڑ پڑے۔ بھاگتے ہوئے شاہ محمد سلطان صاحب نے تسبیح کو قریب ہی ایک کنوئیں میں ڈال دیا اور کھڑے ہو گئے۔ حضرت مخدوم سید شاہ یحییٰ علیؒ کنوئیں کے قریب پہنچے اور ہاتھ بڑھا کر کنوئیں سے تسبیح لے اس طرح واپس ہوئے جیسے تسبیح اوپر ہی رکھی تھی۔ شاہ محمد سلطان صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے بڑی حیرت ہوئی اس لئے کہ تسبیح کے پانی میں گرنے کی آواز میں نے سنی تھی۔

حضرت مخدوم سید شاہ یحییٰ علی قدس سرہ کی شادی حضرت عبد العزیز بن امام محمد تاج فقیہؒ کے خاندان میں مسماۃ بی بی مخدومہ بنت شیخ ضیاء الحق صاحب ساکن نو آبادہ سے ہوئی۔ جن سے آپ کے دو صاحبزادے سید شاہ اشرف علی و سید

یوسف علی اور دو لڑکیاں تھیں۔ دختر اول زوجہ شاہ مظہر الحق و دختر دوم اہلیہ شاہ غفور الحق پسران شاہ معین الحق ساکن نو آبادہ خرد۔

حضرت سید شاہ اشرف علی : مخدوم سید شاہ یحییٰ علی قدس سرہ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ ۱۲۱۷ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تاریخی نام اظہار علی تھا۔ کتاب عقیدۃ المسلمین آپ کی تصنیف سے یادگار ہے۔ آپ نے اپنے والد ماجد سے بیعت کی اور اجازت و خلافت سے سرفراز کئے گئے۔ حضرت مخدوم کے وصال کے بعد سجادگی پر بٹھائے گئے۔ آپ اردو اور فارسی دونوں زبانوں کے اچھے شاعر تھے۔ حضرت سید شاہ اشرف علی قدس سرہ نے ۲۲ محرم ۱۲۸۳ھ میں بمقام رہوا درگاہ جو ضلع مظفر پور سے جانب شرق دو کوس (چار میل) کے فاصلہ پر ہے بعارضہ فالج انتقال فرمایا اور رہوا درگاہ میں ہی آسودہ خاک ہیں۔ آپ کی شادی مسماۃ بی بی بخشن بنت شیخ حسین بخش کورجوی کے از اولاد حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ سے ہوئی جن سے دو صاحبزادے حضرت سید شاہ حسین علی اور سید شاہ ولایت علی صاحبان اور تین لڑکیاں تھیں۔ دختر اول اہلیہ شاہ محمد خلیل فاروقی منیری دختر دوم اہلیہ سید شاہ علی حسن چشتی چاند پوری اور دختر سوم محمد فاضل صاحب کی والدہ تھیں۔

حضرت سید شاہ حسین علی بن سید شاہ اشرف علی بن مخدوم سید شاہ یحییٰ علی قدس سرہ اپنے والد کے مرید خلیفہ اور سجادہ تھے۔ آپ کی پہلی شادی حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے خاندان میں مسماۃ مریم بنت مولوی فرحت علی ساکن کورجی سے ہوئی جن سے دو صاحبزادے سید شاہ محمد قاسم اور سید شاہ محمد واجد صاحب مرحوم تھے۔ آپ کی محل دوم دختر سید شاہ حیدر بخش چشتی چاند پوری سے تین لڑکے تھے۔

حضرت سید شاہ محمد واجد بن سید شاہ حسین علی بن سید شاہ اشرف علی بن مخدوم سید شاہ یحییٰ علی قدس سرہ ساکن خسرو پور نوآبادہ کی شادی دختر سید شاہ امیر الدین باقری ساکن نو آبادہ سے ہوئی جن کے صاحبزادے حضرت سید شاہ ابو الحیات رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ شاہ ابو الحیات صاحب علیہ رحمۃ کی محل اولیٰ سے ایک صاحبزادے ڈاکٹر سید شاہ محمد صبیح صاحب مرحوم اور ایک دختر تھیں۔ محل دوم مسماۃ طاہرہ خاتون بنت سید وصی احمد صاحب زیدی الواسطی کے بطن سے تین صاحبزادے سید محمد سعید صاحب، حافظ سید شاہ رشید احمد مرحوم اور سید شاہ محمد اصغر حسین زیدی صاحب اور تین صاحبزادیاں ہیں۔

نقشہ اولاد حضرت مخدوم سید شاہ یحییٰ علی قدس سرہٗ

زیدی الواسطی تابری منتہی ابو المعالی

سید قطب الدین وانبک مصطفیٰ پور (عرف تارنگھوی)
سید حسن زید
سید وجیہ الدین عرف وہی
سید شاہ محمد احسن

سید شاہ مظفر علی سجادہ — سید غضنفر علی
(سید غضنفر علی کے ورثاء میں سید احمد علی خاں ڈپٹی مجسٹریٹ ہیں)

مخدوم سید شاہ یحییٰ علی سجادہ

سید شاہ اشرف علی سجادہ — سید یوسف علی

سید شاہ حسین علی سجادہ — سید ولایت علی

(از محل ثانی)

سید شاہ محمد قاسم سجادہ — سید شاہ محمد واجد — سید محمد ناظم — حکیم سید ابوالحسن — سید احمد حسین

از محل دوم (سید شاہ محمد قاسم سجادہ کی اولاد):
سید شاہ محمد — سید شاہ محمد یٰسین سجادہ

سید شاہ محمد ← سید محمد حسن ← حسینہ زوجہ سید شفیع احمد

سید شاہ محمد یٰسین سجادہ ← سید شاہ ولی سجادہ ← سید شاہ ولایت علی اصلاحی

سید شاہ محمد واجد ← سید شاہ ابوالحیات

سید شاہ ابوالحیات کی اولاد:
ڈاکٹر سید شاہ محمد سمیع — سید محمد سعید زوج رحیمہ خاتون بنت سید ظہیر الدین رضوی ساکن پھلواری — سید شاہ اصغر زیدی زوج بنت سید مظفر حسین ساکن پرتھو — دختر بارکہ زوجہ سید ذکی عالم — عارفہ زوجہ سید طفیل کریم

سید محمد سعید کی اولاد:
سید محمد منظور — سید وصی احمد زوج شگفتہ سلطانہ عرف شملہ بنت سید نظام الدین ساکن اورنگپور — سید شفیع احمد زوج حسینہ خاتون بنت سید محمد حسن

ڈاکٹر سید شاہ سمیع احمد زیدی الواسطی
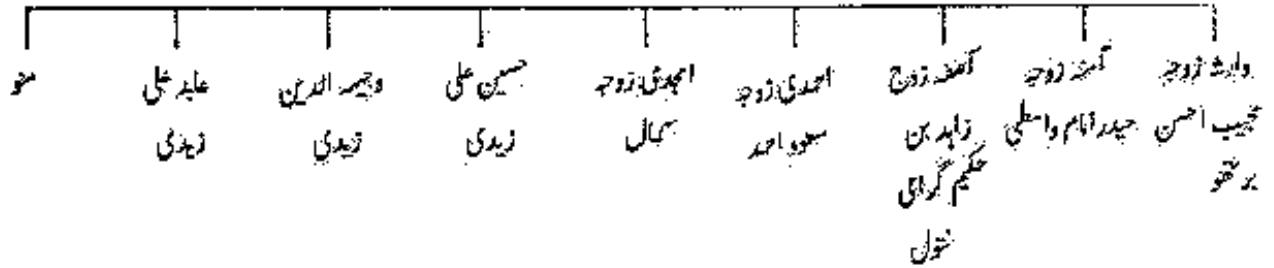
سید محمد سعید (زیدی الواسطی)
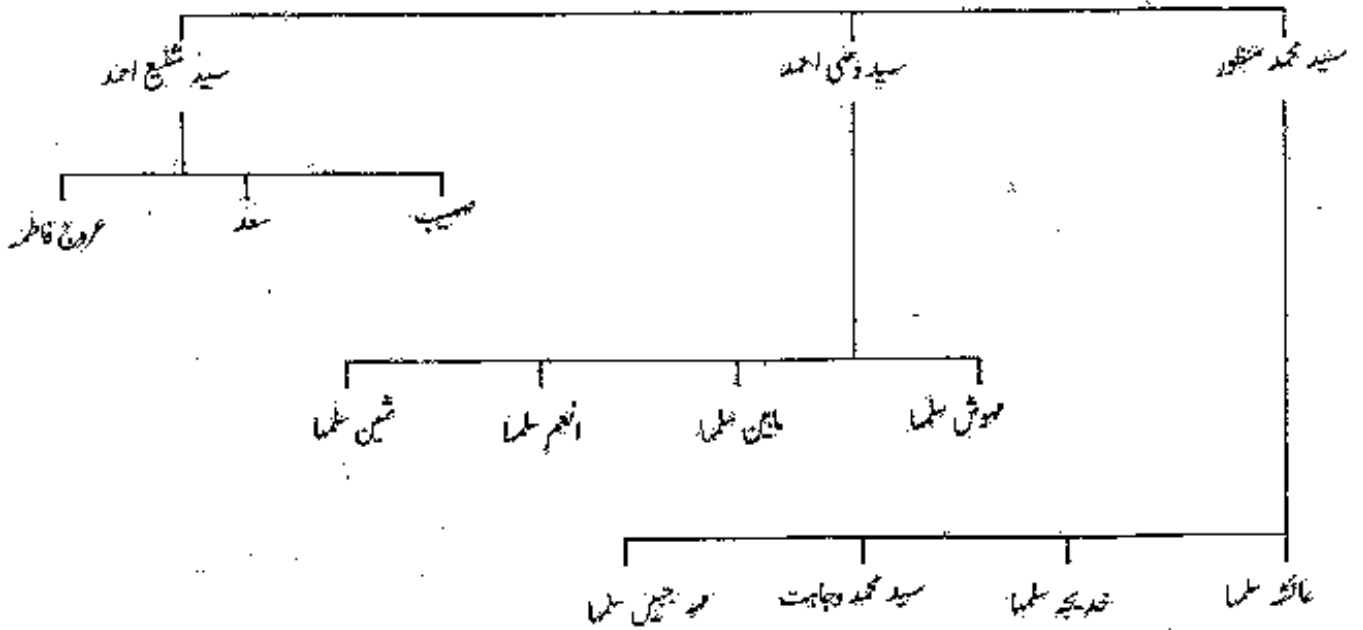
سید شاہ اصغر حسین زیدی الواسطی
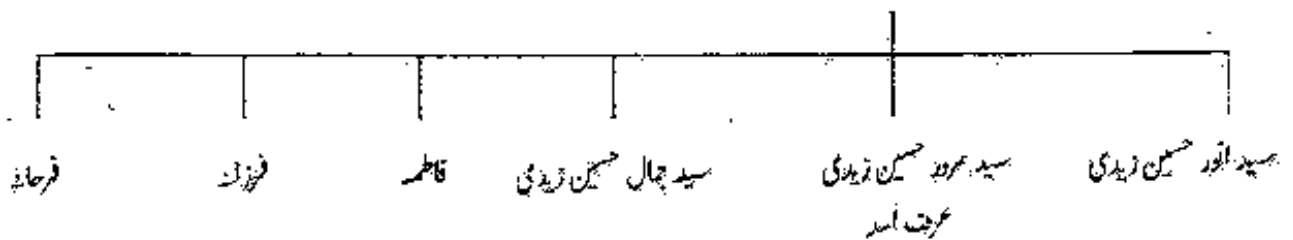
حضرت میر سید حسن زیدؒ:۔

مخدوم سید شاہ یحییٰ علی رحمتہ اللہ علیہ کی چوتھی پشت کے دادا تھے۔ حضرت میر سید حسن زیدؒ کی شادی مخدوم شاہ صفیؒ کے خاندان میں مسماۃ بی بی عابدہ سے ہوئی۔ مسماۃ بی بی عابدہ حضرت سید احمد ابدال جعفری عظیم آبادی بن سید علی ابدالؒ بن سید حسین بن سید احمد شاہ جعفری کی نواسی تھیں۔ جناب سید کریم الدین صاحب نے اپنی کتاب مخزن الانساب میں تحریر کیا ہے کہ "سید احمد شاہ جعفری اپنے نانا نقیب شاہ بادشاہ کوڑہ کلاں، بنگال کے وصال کے بعد تخت شاہی پر بٹھائے گئے۔ لیکن کچھ دنوں بعد بنگال کی حکمرانی چھوڑ کر رہوہ درگاہ مظفر پور میں یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ رہوہ درگاہ پر آپ کے عقیدت مندوں کا ہجوم جب بہت بڑھ گیا تو آپ نے اپنے صاحب زادے سید علی ابدالؒ کو اپنا جانشین بنا کر خود عوام کی نظروں سے پوشیدہ ہو گئے۔ حضرت سید علی ابدالؒ کی شادی حضرت امام محمد تاج فقیہؒ کے خاندان میں حضرت شاہ دانیالؒ کی دختر مسماۃ بی بی معصومہ سے ہوئی۔ جن کے صاحبزادے حضرت سید احمد ابدال جعفری عظیم آبادی تھے۔ صاحب تذکرہ مخزن الانساب جناب سید کریم الدین صاحب کے مطابق رہوہ درگاہ کی سجادگی حضرت مخدوم سید شاہ یحییٰ علی قدس سرہ کے خاندان میں رہی۔ یہاں تک کہ آپ کے والد حضرت سید شاہ مظفر علیؒ کا قیام برابر رہوہ درگاہ پر رہا اور یہیں آپ کا مزار اقدس مرجع خلائق ہے۔ اسی نسبی تعلق کا فیض تھا کہ حضرت مخدوم سید شاہ یحییٰ علی قدس سرہ، کی مکمل تعلیم و تربیت اور باطنی رہنمائی خانقاہ حضرت سید شاہ احمد ابدالؒ واقع محلہ مغل پورہ، عظیم آباد سے ہوئی۔

حضرت سید وجیہ الدین عرف شاہ بولنؒ:۔

حضرت سید وجیہ الدین عرف شاہ بولن بن سید حسن زید۔ حضرت سید شاہ یحییٰ علی قدس سرہ، کے تیسرے پشت کے دادا ہیں۔ حضرت شاہ بولنؒ کے پسر میر سید محمد احسن تھے جن کی شادی حضرت سید شاہ محمد یٰسین داناپوریؒ کی دختر سے ہوئی۔ حضرت سید محمد احسنؒ کے دو صاحبزادے تھے۔ پسر اول حضرت سید شاہ مظفر علیؒ یعنی پدر بزرگوار حضرت مخدوم سید شاہ یحییٰ علی اور پسر دوم حضرت سید غضنفر علیؒ۔

خاندان کھرییاؒ

اہل کھرییاؒ حضرت امام موسیٰ رضاؒ کی اولاد سے ہیں۔ اس خاندان کے مورث اعلیٰ سب سے پہلے مضافات بہار شریف میں آباد ہوئے ۔ کئی پشتوں کے بعد یہ خاندان کھریا میں مقیم ہوا۔ پھر بعد میں اس خاندان کی مختلف شاخیں مختلف جگہوں پر آباد ہوئیں۔ کچھ لوگ کھریاؒ میں مقیم رہے ۔ کچھ موضع کوپا، ضلع پٹنہ میں بسلسلہ ازدواج آباد ہوئے ۔ اس خاندان سے ایک بزرگ میر سید تجمل حسین صاحب پٹنہ سٹی کے محلہ مغل پورہ میں آباد ہو گئے ۔ لیکن بسلسلہ زمینداری کھریاؒ سے آپ کا تعلق تاحیات قائم رہا۔ یہ تعلق آپ کے اکلوتے صاحبزادے حافظ سید شاہ نذر الرحمٰن حفیظؔ عظیم آبادی نے بھی اپنی زندگی تک قائم رکھا۔ خاندان میں جو نسب نامہ موجود ہے ۔ وہ اس طرح ہے ۔

حاجی حافظ مولانا سید شاہ نذر الرحمٰن حفیظؔ عظیم آبادی بن سید تجمل حسین بن ناظر میر سید تفضل حسین بن سید میر علی بن سید شاہ غلام صمدانی بن سید شاہ غلام مخدوم بن سید شاہ محمد معشوق بن سید شاہ غریب محمد عرف چھجّا بن سید عبد الشکور بن سید عبد الغفور بن میران سید عبد الفتاح بن میران سید بڑے بن مولانا سید شاہ حسام الدین بن مولانا سید شاہ نظام الدین تا حضرت امام علی موسیٰ رضا۔

راقم نے اہل کھریاؒ کاایک مکمل نسب نامہ جناب سید محبوب الحق وفاءؔ امتقوی کی بیاض سے نقل کیا ہے ۔ جناب وفاءؔ امتقوی بفضل خدا اس وقت یعنی ۱۹۹۵ء میں بقید حیات ہیں اور اس کی تصدیق کی جاسکتی ہے ۔ وہ نسب نامہ اس طرح ہے ۔

مساۃ عزیز النساء بنت حاجی حافظ مولانا سید شاہ نذر الرحمٰن حفیظؔ عظیم آبادی بن حاجی سید تجمل حسین بن ناظر میر سید تفضل حسین بن سید میر علی بن سید شاہ غلام صمدانی بن سید شاہ غلام مخدوم بن سید شاہ محمد معشوق بن سید غریب محمد عرف چھجّا بن سید عبد الشکور بن میران سید عبد الغفور بن میران سید عبد الفتاح بن میران سید بڑے بن سید شاہ نظام الدین بن مولانا سید شاہ حسام الدین بن سید شاہ امام الدین بن سید شاہ ابو محمد عرف محمد بہاری بن سید عبد اللہ بن مخدوم سید وحید الدین چلہ کش مشہدی رضوی بن سید علاء الدین جیوڑوی بن سید محمد سلیمان بن سید سلطان سعید بن سید حسین بن سید عباس بن سید قاسم بن علی الہادی النقی بن محمد الجواد التقی بن امام علی موسیٰ رضاؒ۔

مختصر یہ کہ اہل کھریاؒ سادات رضویہ سے ہیں اور حضرت مخدوم وحید الدین چلہؔ کش مشہدی کی اولاد سے ہیں۔ حضرت مخدوم کے والد سید علاء الدین جیوڑوی کی شادی حضرت خواجہ نجیب الدین فردوسیؒ کی ہمشیرہ سے ہوئی تھی۔ جن کے بطن سے حضرت مخدوم تھے ۔ آپ کی شادی حضرت بی بی بارکہ بنت مخدوم ذکی الدین بن مخدوم جہاں شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ سے ہوئی۔ آپ کی اولاد سونیرہ، پلاسی، بدر آباد، مخدوم پور اور بہار شریف میں کثرت سے پھیلی۔ حضرت مخدوم وحید الدین چلہ کش کی اولادوں میں ایک صاحبزادے سید عبداللہ اور سید عبد اللہ کے لڑکے سید ابو محمد اور سید ابو محمد کے لڑکے سید امام الدین تھے ۔ سید امام الدین کے صاحبزادے مولانا سید نظام الدین مشہدی اور سید نظام الدین کے لڑکے سید حسام الدین تھے ۔ جو علاقہ بہار شریف کے رہنے والے تھے ۔ (بحوالہ بیاض جناب سید محبوب الحق وفاءؔ امتقوی)

مولانا سید حسام الدین کے ایک لڑکے میران سید بڑے تھے۔ جن کے دو لڑکے میران سید عبد الفتاح اور میران سید حبیب۔ میران سید عبد الفتاح کے لڑکے میران سید عبد الغفور تھے جن کی شادی خاندان میں میران سید حبیب کی صاحبزادی سے ہوئی۔

میران سید حبیب موصوف کی شادی حضرت بی بی مالو پاکدامن بنت میران سید شاہ محمد ثانی ساکن موضع میران بگہ لکاری، ضلع گیا سے ہوئی تھی۔ میران سید شاہ محمد ثانیؒ حضرت محی الدین شیخ عبد القادر جیلانیؓ کی نسل سے تھے۔ آپ کی صاحبزادی مساۃ بی بی مالو اپنے وقت کی ولیہ کاملہ تھیں۔ آپ ہی نے موضع کھریا کو خرید کر آباد کیا اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ اس موضع میں رہائش اختیار کی۔ حضرت بی بی مالو پاکدامن کا مزار اب تک اس موضع میں مرجع خلائق ہے۔

میران سید عبد الغفور کے دو لڑکے تھے۔ سید عبد الرشید اور سید عبد الشکور، سید عبد الرشید کی نسل میں حکیم سید محمد وکیل بن حکیم سید محمد کفیل صاحب داناپوری ہیں۔

سید عبد الشکور کی شادی خاندان ہی میں سید بدر الدین بن میران سید حبیب موصوف کی لڑکی سے ہوئی جن کے بطن سے سید غریب محمد عرف چھجا ہوئے۔ سید غریب محمد کے ایک صاحبزادے سید شاہ محمد معشوق اور دو لڑکیاں تھیں۔

سید محمد معشوق کی شادی مساۃ بی بی آصفہ بنت دیوان شاہ سید رفیع الدین بلخی موضع کھیری باز یدپور سے ہوئی جن کے لڑکے سید شاہ غلام مخدوم تھے۔

سید شاہ غلام مخدوم کی شادی مساۃ بی بی عابدہ بنت شاہ عزیز اللہ بلخی ساکن کھیری باز یدپور سے ہوئی جن کے لڑکے سید غلام صمدانی تھے۔

سید غلام صمدانی کی شادی مساۃ بی بی نجیبہ بنت میر فصیح الدین ساکن موضع نرانواں محی الدین پور سے ہوئی۔ جن کے سات لڑکے تھے، پسر اول سید میر علی، پسر دوم سید تراب علی، پسر سوم سید غلام علی، پسر چہارم سید اظہر علی، پسر پنجم سید الٰہی بخش، پسر ششم سید محبوب بخش، پسر ہفتم سید رحیم بخش اور ایک لڑکی مساۃ بی بی نعمت عرف پیاران۔ یہ سات برادران اپنے علاقے میں "ست بھیا" کے نام سے مشہور ہیں۔

سید میر علی بن سید غلام صمدانی کی شادی جناب سید شاہ محمد اکرم صاحب ساکن موضع کاکو کی لڑکی سے ہوئی جن سے چھ اولادیں ہوئیں، پانچ لڑکے اور ایک لڑکی مساۃ بی بی لالن۔ مساۃ بی بی لالن کی شادی سید شاہ امداد حسین کاکوی سے ہوئی۔ جن کے ورثا میں جناب سید شاہ عطاء الرحمن عطاء کاکوی وغیرہ ہیں۔ سید میر علی صاحب کے لڑکوں میں پسر اول ناظر میر سید تفضل حسین، پسر دوم مولانا سید منور حسین، پسر سوم سید سخاوت حسین، پسر چہارم سید بشارت حسین، پسر پنجم سید محمد ہارون، یہ تمام برادران اپنے علاقے میں "پنچ بھیا" کے نام سے مشہور تھے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے "ریاض الانوار" از ڈپٹی انوار احمد صاحب۔

ناظر سید تفضل حسین بن سید میر علی ساکن موضع کھریا اپنے پانچ بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ آپ صوبہ بنگال میں نظارت کے عہدے پر مامور تھے۔ خاندانی خوشحالی کے ساتھ اعلیٰ عہدے پر فائز ہونے کی وجہ سے آپ نے بڑی خوش و خرم زندگی بسر فرمائی۔ کنبہ میں عمر کے لحاظ سے سب سے بڑے اور فارغ البال ہونے کی وجہ سے برادری میں

عزت و احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ جناب ڈپٹی انوار احمد صاحب ساکن شہر گھاٹی اپنی کتاب "ریاض الانوار" میں لکھتے ہیں۔

"ناظر سید تفضل حسین مرحوم بودکہ بمقام تملوک علاقہ بنگال بحکمہ مال عمدہ نظارت داشت باین ذریعہ سرمایہ باندوخت مردم خوب بود۔" تملوک دراصل تملوک ہے۔ اس کی تاریخی حیثیت ہے۔ چینی سیاح ہیون سانگ نے اپنے سفر نامے میں اس مقام کا ذکر تمرالپتا کے نام سے کیا ہے کسی زمانہ میں یہاں وید پڑھانے کا بہت بڑا پاٹ شالہ تھا۔ تملوک کلکتہ سے پچاس میل دور مدنا پور ڈسٹرکٹ کی سب ڈویژن تھی۔ آپ کے صرف ایک پسر حاجی سید تجمل حسین صاحب عالم وجود میں آئے۔

حاجی سید تجمل حسین متخلص بہ تائق بن ناظر سید تفضل حسین ساکن کھریا کے متعلق جناب ڈپٹی انوار احمد صاحب ساکن شہر گھاٹی اپنی کتاب "ریاض الانوار" میں تحریر فرماتے ہیں۔ "خدمت سراپا مکرمت حاجی سید تجمل حسین مردیست منکسر مزاج حسن جود در مروت و محبت یگانہ و طبیعتش سراسر عاشقانہ اللھم واحفظہ، الیشاں ایک پسر حافظ سید شاہ نذر الرحمن متخلص بہ حقیقؔ و ایک دختر حبیبن۔"

جناب حاجی صاحب کی شادی مساۃ بی بی منیتہ النساء بنت مولانا محمد حمید (برادر اصغر مولانا شاہ محمد سعید محدث متخلص بہ حسرتؔ عظیم آبادی) بن منشی واعظ علی بن عمر دراز بن فقیر اللہ زبیری الہاشمی ساکن محلہ مغل پورہ شہر عظیم آباد (پٹنہ سٹی) سے ہوئی۔ آپ کو اللہ نے دو اولادیں عطا کیں ایک پسر حافظ مولانا سید شاہ نذرالرحمن حقیقؔ عظیم آبادی اور دختر مساۃ حبیبن زوجہ حافظ سید نظیر احسن گیلانی متخلص بہ شررؔ۔

حاجی سید تجمل حسین علیہ رحمۃ ایک با اثر زمیندار گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کا آبائی پیشہ زمینداری تھا۔ بے فکر اور خوش حال زندگی کے مالک تھے۔ شادی کے بعد سسرال میں ادبی اور بھرپور فقیرانہ ماحول ملا۔ طبیعت میں ایک انقلاب پیدا ہوا۔ اپنے خسر کے بڑے بھائی مولانا سعید حسرتؔ قدس سرہ، کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ شب و روز ورد و وظائف اور یاد الٰہی میں مشغول رہنے لگے۔ آپ کو پیر و مرشد کی طرف سے اجازت و خلافت بھی حاصل تھی۔ آپ کا بسال ۱۳۱۲ھ میں ہوا۔ آپ کی اہلیہ کے ماموں مولوی احمد کبیر صاحب حیرتؔ پھلواروی نے "تاریخ کملہ" میں قطعہ تاریخ رحلت دیا ہے۔

تجمل حسین ہست سید نجیب	چوں از چشم من رفت آں نور عین
بگفتم زیا طف کہ حالش بگو	کجاہست آں ماہ بازیب و زین
دوبارہ از من حیرتؔ دلفگار	بگفتا با احمد تجمل حسین

نقشہ اولاد مولانا سید شاہ نظام الدین مشہدی
مولانا سید شاہ حسام الدین
میراں سید بڑے
میراں سید عبد الفتاح
میراں سید حبیب
سید بدر الدین
دختر
سید عبد الغفور
دختر
سید عبد الشکور
سید عبد الرشید
سید عبد المجید
سید غریب محمد عرف چھچا
جمال اللہ
اہل اللہ
دختر (جمیلہ)
سید محمد معشوق
دختر زوجہ
سید شرف الدین
محی الدین پور
دختر
میر بخشو
میر مومن
دختر
سید غلام مخدوم
غلام محی الدین
عرف منگو
غلام غوث
شاہ ابو البرکات
سید غلام صمدانی
سید جیون
رمضان علی
کرامت علی
سید چھنو
حکیم کفیل داناپوری
سید میر علی
فصیح الدین
حکیم وکیل داناپوری
ناظر سید تفضل حسین
مسماۃ نجیبہ
داؤد علی
فرزند علی
رحمت علی
حاجی سید تجمل حسین
حافظ مولانا سید شاہ نذر الرحمن
حقیقاً عظیم آبادی

نقشہ اولاد سید محمد معشوق (موضع کھربیا)
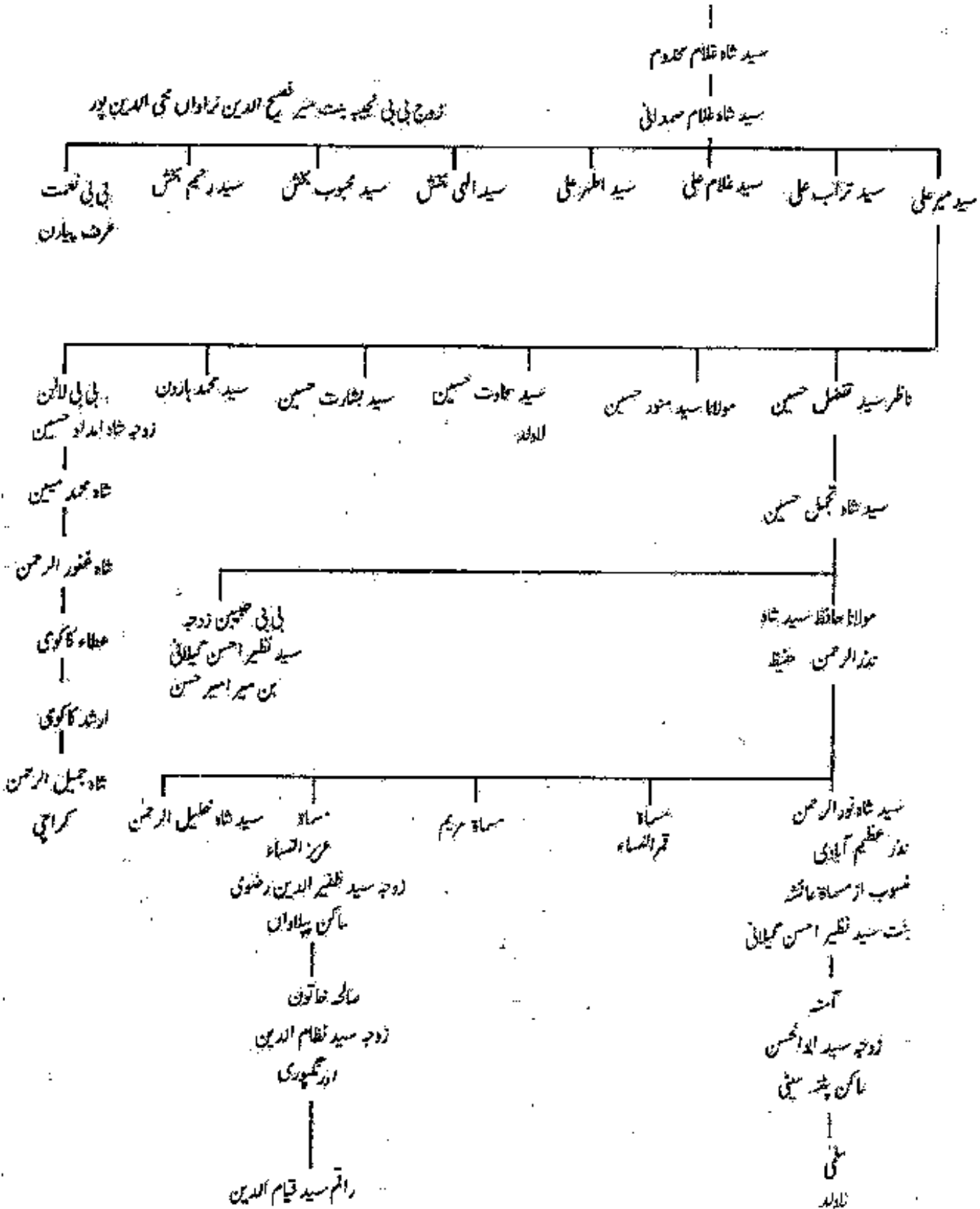
مولانا حافظ سید شاہ نذیر الرحمٰن رضوی القادریؒ :-

سید شاہ نذیر الرحمٰن متخلص بہ حفیظؔ عظیم آبادی بن حاجی سید تجمل حسین بن ناظر سید تفضل حسین بن سید میر علی بن سید شاہ غلام صمدانی ساکن کھریا ۱۲۷۹ھ میں اپنی ننھیال محلہ مغل پورہ، پٹنہ سٹی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے نانا مولانا شاہ محمد سعید حضرت محدث عظیم آبادی نے آپ کی پرورش کی۔ بسم اللہ خوانی کے بعد آپ حفظ کلام اللہ کے لئے حافظ عالم علی صاحب کے پاس بٹھائے گئے اور چودہ برس کی عمر میں آپ نے حفظ مکمل کیا۔ مولانا قاری عبد الرحمٰن صاحب پانی پتی سے علم تجوید حاصل کیا۔ اپنے نانا مولانا محمد سعید حضرت سے علوم عقلیہ و نقلیہ کا اکتساب کیا۔ مولانا محمد کمال صاحب سے بخاری شریف اور بیضاوی پڑھی۔ مولانا حکیم علی حیدر صاحب فرنگی محلی سے خانقاہ عمادیہ میں مشکوٰۃ شریف پڑھی۔ اس کے بعد مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی کے پاس پہنچے اور احادیث کی سندیں حاصل کیں۔ ۱۳۱۳ھ میں اپنے پہلے حج کے موقع پر حرمین شریفین میں مشاہیر علماء و محدثین سے تبرکاً حدیثیں پڑھیں۔ ۱۳۲۵ھ میں اپنے دوسرے حج کے موقع پر مختلف ممالک کے علمائے کرام جو حجاز مقدس میں مقیم تھے۔ اجازتیں حاصل کیں۔ جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ علامہ مصطفیٰ بن محمد عفیفی الشافعی، مولانا سعید بن عبد الرحمٰن مدنی، مولانا صدیق بن عبد الرحمٰن کمال، مولانا عبد الرحمٰن ابو خضیر مکی، مولانا محمد صالح زواوی، مولانا محمد علی بن سید طاہر وتری، مولانا ابو الخیر ابن عثمان جمال مکی، شیخ صالح بن عبد اللہ مکی سناری، حضرت سناریؒ محدث اور طریقہ شاذلیہ کے شیخ کامل تھے۔ جناب حافظ صاحب نے شیخ سناریؒ سے شاذلیہ طریقہ کی اجازت بھی لی۔ جناب حافظ صاحب کو اپنے نانا مولانا محمد سعید حضرت عظیم آبادی سے بیعت اور تمام سلاسل طریقت کی اجازت حاصل تھی۔ حضرت مولانا محمد سعید قدس سرہ کے وصال کے بعد ان کے چہارم کے دن آپ کی دستار بندی اور جانشینی کی رسم انجام پائی۔ آپ کو دوھیال اور ننھیال دونوں جگہ سے کافی بڑی جائیداد حاصل ہوئی۔ آپ جود و سخا کے پیکر تھے۔ داد و دہش آپ کی فطرت تھی۔ اعزاء و اقارب کی خدمت کرنا اور سائل کو بامراد کرنا۔ دوست و احباب کے وقت پر کام آنا آپ کی زندگی کا معمول تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کی زندگی کے آخری ایام تک لاکھوں کی جائیداد جس کی سالانہ آمدنی مبلغ -/75000 ہزار روپئے تھی ختم ہو کر دو چار ہزار سالانہ تک رہ گئی تھی۔

حافظ صاحب نے کئی کتابیں تصنیف فرمائیں۔ جو انقلاب زمانہ کے ہاتھوں ضائع ہوئیں۔ صرف وہ تصانیف جو آپ کی زندگی میں شائع ہوئیں بہار کی لائبریریوں میں پائی جاتی ہیں۔ ان میں سیرت پر "وسیلۃ النجات" طلبا کی اسلامی تعلیم کے لئے "الصلوٰۃ" اور آپ کا مجموعہ کلام بنام "نظم دلفریب" خدا بخش لائبریری پٹنہ میں موجود ہے۔ ۱۹۰۳ء میں ایک ماہوار رسالہ بنام "گلدستہ بہار" آپ کی سرپرستی میں جاری ہوا۔ جو بڑی کامیابی سے بہار میں اردو زبان و ادب کی خدمت برسہا برس انجام دیتا رہا۔

حضرت مولانا حافظ سید شاہ نذیر الرحمٰن حفیظؔ عظیم آبادی مرحوم کو شاعری میں کافی دستگاہ حاصل تھی۔ عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں خوب خوب اشعار نکالے ہیں۔ آپ کی شاعری میں سلاست، روانی اور برجستگی ہے۔ اور صوفیانہ رنگ غالب ہے۔ آپ نے اردو شاعری کے تمام اصناف سخن پر طبع آزمائی فرمائی ہے۔ قطعات، مخمس، تضمین، مرثیے اور غزلیں وغیرہ آپ کے کلام میں موجود ہیں۔ لیکن آپ کا اصل میدان غزل کی شاعری ہے۔ آپ عظیم آباد کے سربرآوردہ اور چوٹی کے شعراء میں شمار کئے جاتے تھے۔ شادؔ، آزادؔ، اثرؔ، پریشانؔ، شوقؔ اور خدا بخش لائبریری کے بانی خدا بخش خان جمیلؔ کے ہمعصر و ہم پلہ شاعر تھے۔ آپ کے کلام کو صوبہ سے باہر لکھنؤ کانپور اور دوسرے شہروں میں بھی پسند کیا گیا۔ رجب ۱۳۴۰ھ

میں ایک آل انڈیا ہفت روزہ مشاعرہ پٹنہ کے رئیس اعظم جناب سید مہدی حسن خان عرف بادشاہ نواب عشرتی مرحوم کے دولت کدہ "بادشاہ منزل" محلہ گزری پٹنہ میں ۱۸ اکتوبر کو منعقد ہوا اور مسلسل سات راتوں جاری رہ کر ۲۴ اکتوبر کو اختتام پذیر ہوا۔ یہ عظیم آباد (پٹنہ) کا ایک تاریخی اور یادگار مشاعرہ تھا۔ اس مشاعرے کے آرگنائزر اور روح رواں سید شاہ نذر الرحمن حفیظ عظیم آبادی ہی تھے ۔ اس مشاعرے میں آپ کی طرحی غزل کی دھوم مچ گئی۔ مصرع طرح یہ تھا۔

"ہمراہ شب تار سپر و ش ہوئی دھوپ"

عظیم آباد میں بڑے طرحی مشاعرے زیادہ تر بادشاہ نواب عشرتی مرحوم اور حضرت حفیظ عظیم آبادی مرحوم کے دولت کدہ پر منعقد ہوا کرتے تھے ۔ جناب حفیظ کو اردو شاعری میں آغا حسن ازل لکھنوی اور فارسی شاعری میں اپنے نانا مولانا سعید حسرت سے تلمذ تھا۔ آپ کا دوسرا دیوان بالکل مرتب تھا اور اس کی اشاعت کے انتظامات مکمل تھے ۔ لیکن وہ دیوان ضائع ہو گیا۔ ایک خطی دیوان کے چند اوراق راقم سید قیام الدین نظامی الفردوسی کو جناب پروفیسر سید حسن صاحب سے ۱۹۷۹ء کو ملے ۔ جس میں کم و بیش پچیس تیس طویل غزلیں، اتنی ہی رباعیات، چند قطعات اور ایک مخمس خستہ حالت میں موجود ہے۔ اردو لٹریچر کی ترقی اور اشاعت کے لئے اکتوبر ۱۹۰۳ء میں ایک انجمن بنام "انجمن موید اللسان" قائم کی گئی تھی۔ انجمن کی تاسیسی اجلاس میں جناب شاد عظیم آبادی انجمن کے صدر، جناب حفیظ عظیم آبادی، نائب صدر، جناب عظیم آبادی سکریٹری اور حفیظ صاحب کے بڑے صاحبزادے سید شاہ نورالرحمن نذر عظیم آبادی جوائنٹ سکریٹری منتخب ہوئے ۔ رسالہ "بہار" اور انجمن کا دفتر حافظ نذر الرحمن حفیظ عظیم آبادی مرحوم کے دولت کدہ محلہ مغل پورہ ہی پر تھا۔ مختصر یہ کہ حافظ صاحب مرحوم نے اپنی زندگی خدمت خلق اور خدمت دین کے ساتھ زبان و ادب کی خدمت کے لئے وقف کر دیا تھا۔ بکثرت لوگوں نے آپ سے اکتساب علم کیا۔ آپ کے پاس قرآن و حدیث اور فقہ کے طالب علموں کا مجمع لگا رہتا۔ زبان و ادب کے شیدائی بھی آپ کی صحبت بابرکت سے فیضیاب ہوتے ۔ شاعری کے علاوہ نثرنگاری میں بھی کافی دستگاہ حاصل تھی۔ نثرنگاری میں آپ نے زیادہ تر طنز و مزاح پر طبع آزمائی فرمائی۔ اخبار ”پنچ“ پٹنہ میں آپ کے مزاحیہ کالم آپ کے فرضی نام ن ن ر ح اور دوسرے ناموں سے چھپا کرتے تھے۔ آپ کے شاگردوں میں جن کے نام معلوم ہوسکے درج ذیل ہیں۔ آپ کے صاحبزادے نذر عظیم آبادی، سید مرتضیٰ احسن رسا لکھنوی، منشی عبد الحئی صاحب اختر جہل پوری، سید کبیر حسن صاحب کبیر عظیم آبادی، سید عبد المجید صاحب شوکت ساکن نتول، مولوی محمد یحییٰ صاحب درد، شاہ عبدالرحمن صاحب آید کاکوی، خلیل احمد صاحب خلیل حسن پوری، عبد الصمد صاحب صمد، رجب علی ہنر (نائب بخشی) اور سید شاہ شرف الدین صاحب شرف عظیم آبادی حال مقیم کراچی (افسوس چند سال ہوئے کہ شرف عظیم آبادی نے وصال فرمایا) جناب ڈاکٹر سمیع احمد نے جناب حفیظ پر ایک تحقیقی مقالہ لکھ کر پٹنہ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا مقالہ "حفیظ اور انکی شاعری" کے نام سے کتابی شکل میں بہار اردو اکادمی نے ۱۹۸۸ میں شائع کردیا ہے۔

جناب حافظ سید شاہ نذر الرحمن رضوی القادری کی شادی مسماۃ بی بی شریف النساء بنت میر سید قاسم شیر ساکن رائی پور کی کھڑکی پٹنہ سٹی بن میر واحد شیر بن میر بہادر شیر بن میر عضد شیر بن میر جعفر شیر بن میرارد شیر بن سید محمد اعظم شیر ساکن بہار شریف سے ۱۲۹۸ھ میں ہوئی جن سے پانچ اولادیں ہوئیں۔ اول پسر سید شاہ نور الرحمن رضوی القادری متخلص بہ نذر عظیم آبادی، دوم دختر مسماۃ قمر النساء زوجہ سید شاہ علیم الدین ساکن کوپاسنگرا، سوئم دختر مسماۃ بی بی مریم زوجہ سید مجتبیٰ شیر ساکن

لودی کٹرہ، پٹنہ سٹی، چہارم دختر مسماۃ عزیز النساء زوجہ سید ظفیر الدین رضوی بن سید نظیر الدین رضوی بن سید رضی الدین رضوی ساکن موضع پیلاواں آدم پور ضلع پٹنہ، پنجم پسر سید شاہ خلیل الرحمٰن رضوی القادری مرحوم۔ جناب حافظ صاحب علیہ رحمۃ کو زندگی میں اپنی سب سے بڑی اور ہونہار اولاد کی موت کا غم اٹھانا پڑا جن سے خاندان کا مستقبل وابستہ تھا۔ یہ ایک ایسا سانحہ عظیم تھا جس نے آپ کو زندہ درگور کر دیا۔ اس کے بعد آپ نے اپنی بقیہ زندگی گوشہ نشینی میں بسر کی۔ آخر کار ۲۵ صفر ۱۳۴۲ھ (۲۵ ستمبر ۱۹۲۳ء) کو بعارضہ استسقاء اس دار فانی سے رحلت فرمائی اور اپنے آبائی مقبرہ محلہ مغل پورہ میں آسودہ خاک ہیں۔

سید شاہ نور الرحمٰن رضوی القادری متخلص بہ نذر عظیم آبادی بن مولانا حافظ سید شاہ نذر الرحمٰن ساکن محلہ مغلپورہ، پٹنہ سٹی بن حاجی میر سید تجمل حسین بن ناظر سید تفضل حسین ساکن موضع کھریا، ضلع پٹنہ۔ ۱۳۰۰ھ میں اپنے مکان محلہ مغلپورہ میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام سید فیوض الرحمان تھا۔ عربی، فارسی اور اردو کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ انگریزی تعلیم کے لئے لاڈلے مختار متخلص بہ بیتاب عظیم آبادی کو رکھا گیا۔ آپ نے ۱۹۰۳ء میں بی اے کا امتحان پاس کیا اور پوری یونیورسٹی میں اول آئے۔ شاعری کا شوق بچپن سے تھا۔ اپنے والد سے اصلاح سخن لیتے تھے۔ "انجمن موید اللسان" کے تاسیسی اجلاس کے موقع پر شاد عظیم آبادی اور اکثر ارکان انجمن کی تائید سے نذر عظیم آبادی شریک معتمد (جوائنٹ سکریٹری) مقرر کئے گئے۔ پرچہ "گلدستہ بہار" کا قطعہ تاریخ آپ نے لکھا تھا۔ جو ہر ماہ گلدستہ کے سرورق پر لکھا جاتا۔ آخری شعر درج ذیل ہے۔

نذر! تاریخ گر کوئی پوچھے
تو کہو غنچہ امید بہار

جناب سید شاہ نور الرحمٰن نذر عظیم آبادی مرحوم کی شادی ان کی پھوپھی کی لڑکی مسماۃ عائشہ بنت حافظ سید نظیر احسن گیلانی متخلص بہ شرر سے ہوئی جن سے صرف ایک لڑکی مسماۃ آمنہ ہوئیں۔ مسماۃ آمنہ کی شادی جناب سید ابو الحسن صاحب مرحوم ساکن کالو خان کی باغ، پٹنہ سٹی سے ہوئی۔ مسماۃ آمنہ مرحومہ نے شادی کے چند سال بعد ایک لڑکی مسماۃ بی بی سلمٰی کو اپنی یادگار چھوڑ کر اس دنیا سے منہ موڑ لیا۔ مسماۃ سلمٰی نے بھی تیرہ چودہ سال کی عمر میں لاولد انتقال کیا۔

مسماۃ بی بی قمر النساء بنت حافظ سید شاہ نذر الرحمٰن حنفی عظیم آبادی ساکن کھریا کی شادی سید شاہ علیم الدین ساکن کوپا بن سید شاہ معز الدین بن سید محمد حسین بن سید معین الدین بن قاضی سید غلام محی الدین بن قاضی سید محمد حمید الدین بن قاضی سید محمد مسکین بن قاضی سید عبد الحمید بن سید عبد المجید بن قاضی سید عبد الحکیم بن سید شاہ عبد العزیز عربی ساکن کسمر سے ہوئی۔ آپ کو پانچ اولادیں ہوئیں۔ پسر اول سید ضیاء الدین، پسر دوم سید علاء الدین، دختر اول مسماۃ عظیم النساء زوجہ سید انوار کریم بن میر سید محمد کریم ساکن بہار بن میر سید الفت کریم ساکن بیچ پورہ، جن کی اولادوں میں سید فضل کریم، سید احمد کریم، سید اصغر کریم اور ایک لڑکی نفیسہ خاتون کراچی میں ہیں۔ دختر دوم مسماۃ اشرف النساء عرف اسّو زوجہ سید ظہور الحسن ماسٹر ہنری اسکول پٹنہ، کی اولادوں میں (۱) شمیم احسن، (۲) نسیم احسن، (۳) علیم احسن، (۴) رحیم احسن، (۵) جسیم احسن، (۶) کریم احسن اور ایک لڑکی زوجہ سید جواد قادری انجھری عظیم آباد، پٹنہ میں مقیم ہیں۔ دختر سوم عاصمہ خاتون کی شادی غیر کفو میں جناب شتاب خان صاحب ساکن بھلول، آرہ سے ہوئی۔ جناب سید ضیاء الدین اور سید علاء الدین صاحبان بھی صاحب اولاد ہیں۔ اور ہندوستان کے صوبہ بہار میں مقیم ہیں۔ کوشش کے باوجود تفصیل معلوم نہ ہو سکی۔

مسماۃ بی بی مریم بنت حافظ سید شاہ نذر الرحمن حنفیؒ عظیم آبادی ساکن کھریٹا کی شادی جناب سید مجتبیٰ شیر مرحوم بن میر سید مصطفیٰ شیر ساکن لودی کٹرہ بن اکرم شیر بن میر عنایت شیر بن میر بہادر شیر ساکن محسن پور سے ہوئی۔ جن سے صرف ایک دختر مسماۃ ہاجرہ خاتون تھیں۔ ہاجرہ خاتون کی شادی احمد حسن بلخی مرحوم ساکن بہار شریف سے ہوئی جن کی لڑکی انیس الفاطمہ عرف انسو زوجہ جناب ضیاء الدین صاحب مع اہل و عیال کراچی میں ہیں۔

نقشہ اولاد سید شاہ نذر الرحمن علیہ رحمۃ
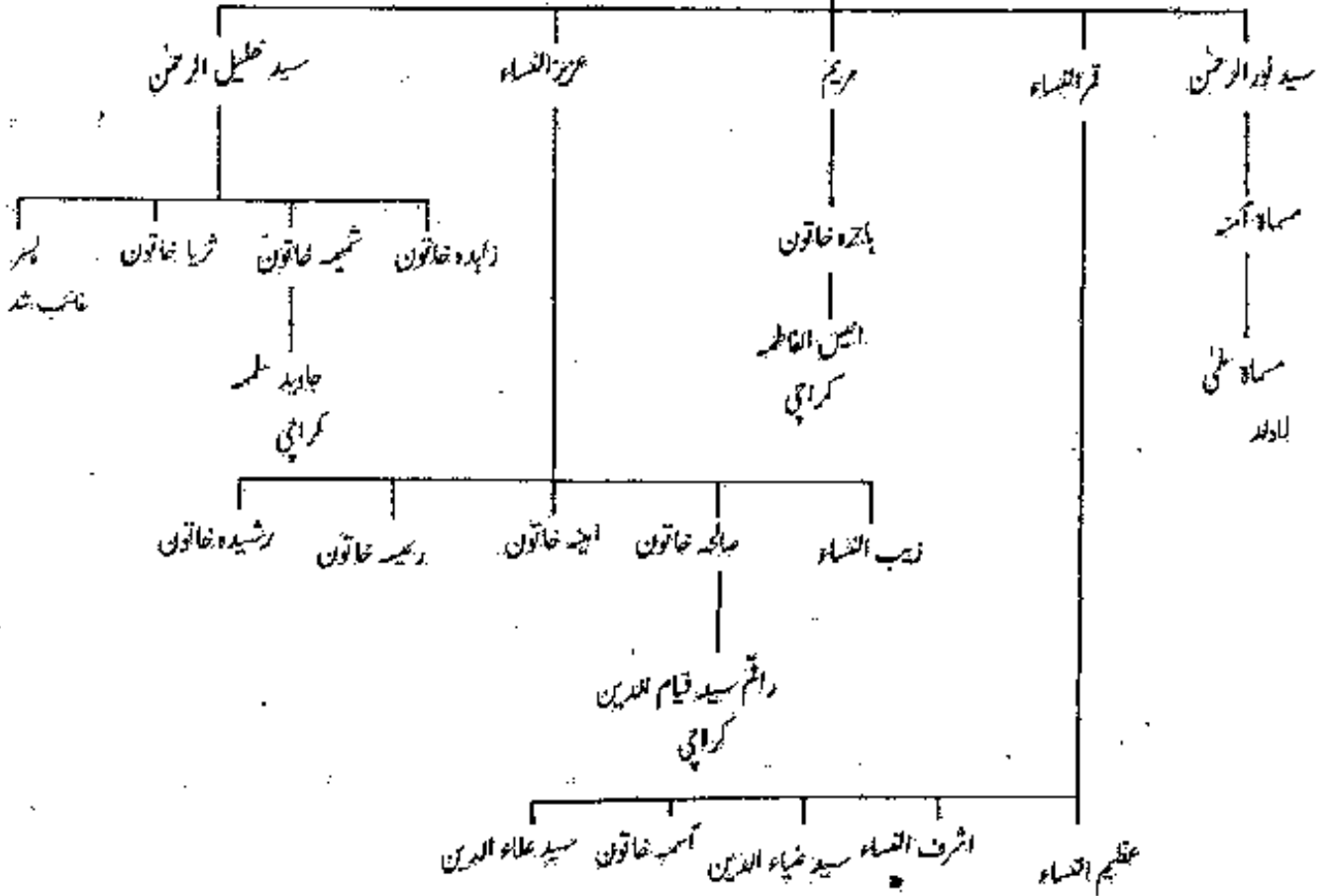
مسماۃ بی بی عزیز النساء بنت مولانا حافظ سید شاہ نذرالرحمٰن حفیظؔ عظیم آبادی۔ آپ حافظ صاحب کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں۔ آپ کی شادی جناب سید ظفیر الدین رضوی مرحوم بن سید تکفیر الدین رضوی بن سید رضی الدین رضوی ساکن موضع پیلاوان آدم پور، ضلع پٹنہ سے ہوئی۔ جن سے پانچ لڑکیاں ہیں۔ دختر اول مسماۃ حمیدہ خاتون عرف زیب النساء زوجہ سید فہیم الحق بن سید معین الحق بن سید وحید الحق بن منشی سید خیر اللہ ساکن استھوآ بن میر اشرف حسین بن میر تجمل حسین ساکن عزیز چک، دختر دوم مسماۃ صالحہ خاتون زوجہ سید نظام الدین احمد بن سید امیر الدین بن سید تفضل حسین عرف میر ننکو بن میر سید شجاعت علی بن میر سید رفیع الدین ساکن موضع اورنگپور پکورہ ضلع پٹنہ بن میر سید مسیح الدین۔ دختر سوم مسماۃ امینہ خاتون زوجہ سید ولایت حسین بن سید بشاعت حسین بن میر سید ہدایت حسین بن میر سرفراز علی ساکن مرار پور بہار شریف۔ دختر چہارم مسماۃ رئیسہ خاتون زوجہ سید محمد سعید بن سید شاہ ابو الحیات بن سید شاہ محمد واجد بن سید شاہ حسین علی بن سید شاہ اشرف علی بن مخدوم سید شاہ یحییٰ علی زیدی الواسطی ساکن خسروپور نوآبادہ۔ دختر پنجم مسماۃ رشیدہ خاتون زوجہ سید نعیم الحق برادر اصغر جناب سید فہیم الحق موصوف ساکن استھوآ۔

مسماۃ بی بی عزیز النساء صاحبہ ایک پروقار خاتون تھیں۔ آپ اپنے تمام بھائی بہنوں اور دوسرے تمام اعزّہ و اقارب میں عزت و احترام سے دیکھی جاتی تھیں۔ آپ کی رائے اور آپ کے مشورے کو ایک خاص اہمیت حاصل تھی۔ آپ دور اندیش اور صائب الرائے خاتون تھیں۔ ابتدائے جوانی سے عبادت و ریاضت میں اپنے اوقات بسر کرتی تھیں۔ عمر کے آخری دنوں میں ورد و وظائف میں کثرت سے مشغول رہنے لگی تھیں۔ خاندان کے ہر فرد سے آپ کا حسن اخلاق ایسا تھا کہ لوگ یاد کر کے آبدیدہ ہو جاتے ہیں۔ ہر عمر اور مزاج کے افراد آپ کے گرد جمع رہا کرتے۔ بچے، جوان، اور بوڑھا ہر ایک عزت و احترام کے ساتھ آپ سے پیش آتا۔ آپ نے اپنی اولادوں اور دوسرے اعزہ و اقارب میں کبھی تفریق نہیں برتا۔ ہر شخص اپنے طور پر یہی سمجھتا کہ آپ اس سے زیادہ محبت کرتی ہیں۔ آپ اپنی شادی کے تیرہ چودہ سال بعد بیوہ ہو گئیں اور پانچ کمسن بچیوں کی ساری ذمہ داری آپ کے کاندھوں پر آگئی۔ کوئی اولاد ذکور نہ تھی۔ جب آپ بیوہ ہوئیں تو شوہر کے عزیزوں نے جائیداد اور زمینداری کے حصے دبالئے اور اپنے عزیزوں نے منہ موڑ لیا۔ آپ نے انتھک کوشش کی کہ شوہر کی جائیداد حاصل ہو جائے، بڑی مشکلوں سے آپ کو صرف موضع چک جادو کی زمینداری، کچھ کاشت کی زمین اور رہائشی مکان قبضہ میں آسکا۔ ان ہی مختصر اور معمولی اثاثہ پر اپنی زندگی گزاری، بچیوں کی پرورش کی، شادیاں کر کے انہیں اپنے اپنے گھروں کو رخصت کیا۔ شوہر کے رہائشی مکان واقع موضع پیلاوان آدم پور ایک عزیز کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ پیلاوان کی سکونت ترک کر کے اپنے والد حفیظؔ عظیم آبادی کے مکان کے قریب ایک مکان خرید کر مقیم ہو گئیں۔ آپ نے اپنی تمام لڑکیوں کی شادی تو عمری میں کر کے اپنے ذاتی مکان واقع محلہ شیخ کا روضہ نزد منظورہ پٹنہ سٹی میں بے فکر زندگی یاد الٰہی اور خدمت خلق میں گزارنے لگیں۔ خاندان میں لڑکیوں کی شادیوں سے آپ کو خاص طور سے دلچسپی رہی۔ خاندان کی لڑکیوں کے رشتے سے لے کر رخصتی تک کے تمام مراحل آپ ہی کی رائے اور مشورے سے طے پاتے۔

محترمہ عزیز النساء مرحومہ اپنی زندگی کے آخری ایام ذاتی مکان میں بسر کرنا چاہتی تھیں۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے بعد آپ کی تمام لڑکیاں اپنے شوہروں کے ساتھ پاکستان چلی آئیں اور آپ تنہا ہندوستان میں مقیم رہیں۔ اولاد کی فطری محبت اور

راقم الحروف سید قیام الدین کے مسلسل اصرار پر آخر ۱۹۵۴ء میں مشرقی پاکستان کے شہر ڈھاکہ تشریف لائیں۔ حکومت پاکستان نے مہاجرین کو ان کی جائیداد کا معاوضہ دینے کا فیصلہ کیا تو محترمہ کے منجھلے داماد جناب سید نظام الدین احمد مرحوم نے جن کے ساتھ آپ مقیم تھیں اپنی جائیداد کے ساتھ محترمہ کی جائیداد کا کلیم بھی داخل کیا۔ دفتری کاروائی کے سلسلہ میں جناب سید نظام الدین احمد مرحوم کو بڑے کٹھن مراحل سے گذرنا پڑا۔ آخر انتھک جدوجہد کے بعد محترمہ کے زمینداری کا کلیم منظور ہوا اور ۳۲ ایکڑ کا پلاٹ سندھ کے علاقہ دادو میں آپ کے نام الاٹ ہوا۔ محترمہ عزیز النساء صاحبہ جب تک مشرقی پاکستان میں رہیں الاٹ شدہ زمین کے حصول اور اس پر قبضے کی کوئی صورت پیدا نہ ہو سکی۔ راقم الحروف کے عم محترم جناب سید ضیاء الدین احمد صاحب کی کوششوں سے زمین کے کاغذات مکمل ہوئے۔ لیکن زمین کی نگرانی اور انتظامات کی کوئی صورت پیدا نہ ہو سکی۔ آخر محترمہ ۱۹۶۴ء میں کراچی آئیں اور آپ کی موجودگی میں بھی جب زمین کے انتظام کی کوئی صورت نہ بن سکی تو آپ نے زمین فروخت کرنے کا فیصلہ کیا اور حاصل شدہ رقم سے محترمہ اپنے بڑے داماد جناب حاجی سید فہیم الحق صاحب مرحوم کے ساتھ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئیں۔

محترمہ عزیز النساء مرحومہ ایک باذوق خاتون تھیں۔ شعر و ادب سے خاص لگاؤ تھا۔ دراصل شعر و سخن کا پاکیزہ مذاق آپ کا خاندانی ورثہ تھا۔ دوران گفتگو موضوع اشعار، برمحل محاورات اور ضرب المثل کے استعمال میں خاصہ ملکہ حاصل تھا۔ تحریر پختہ، رواں اور موثر ہوا کرتی تھی۔ آپ کے مکتوبات آج بھی لوگوں نے تبرکاً اپنے پاس محفوظ رکھے ہیں۔

مورخہ ۲۱ جنوری ۱۹۷۹ء کو کراچی میں آپ کا وصال ہوا۔ بوقت وصال آپ کی عمر شریف تقریباً ۸۵ سال تھی۔ آپ سخی حسن قبرستان میں آسودہ خاک ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی لحد کو اپنے نور سے منور فرمائے اور ان پر اپنی رحمتوں کی بارش کرے۔ آمین۔

جناب سید مسعود جاوید [illegible] کی [illegible] ہے اور موصوف اپنی [illegible] حضرت [illegible] حافظ سید شاہ محمد [illegible] آبادی کو حضرت مخدوم سید شمس الدین مشہدی [illegible] تے ہیں۔ نسب نامہ درج ذیل ہے۔

حافظ نذر الرحمٰن بن میر سید تجلی حسین بن میر سید تفضل حسین بن میر سید میر علی بن میر سید غلام ہمدانی بن میر سید غلام مخدوم بن میر سید محمد معشوق بن میر سید غریب محمد عرف پنچا بن میر سید عبد الغفور بن میر سید عبد الفتاح بن میران سید بڈے بن سید شاہ حسام الدین بن سید شاہ نظام الدین بن سید شاہ شمس الدین خورد بن سید شاہ سلطان بن سید شاہ علاء الدین بن سید شاہ درویش بن بھکاری سید شاہ کبیر بن بندگی سید محمد وڈے بن میر سید نصیر الدین بن میر سید سکندر بن میر سید نصیر الدین ثانی بن سید حاجی بن سید قطب الدین بن مخدوم سید شمس الدین مشہدی بن سید محمد حافظ بن حاجی سید محمد شفیع بن سید فیروز بن سید شرف شاہ بن سید محمد بن سید حسن بن سید محمد بن سید ابراہیم بن سید جعفر جوالی بن سید محمد بن سید اسماعیل بن سید محمد بن سید ابو محمد عراقی بن سید محمد ابو القاسم بن سید حمزہ بن حضرت امام موسیٰ کاظم۔

نقشہ اولاد مسماۃ عزیز النساء

بنت حافظ مولانا سید شاہ عبدالرحمٰن حفیظ عظیم آبادی ساکن کھریا

سید شاہ خلیل الرحمٰن بن مولانا حافظ سید شاہ نذر الرحمٰن حنیفؔ عظیم آبادی ساکن کھریا اپنے تمام بھائی بہنوں میں سب سے چھوٹے تھے ۔ آپ ابھی شیرخوارہی تھے کہ والدہ صاحبہ کا وصال ہوگیا۔ آپ نے اردو، فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں اپنے والد جناب حافظ نذر الرحمٰن صاحب سے پڑھیں۔ شاہ صاحب کے تعلیم کا سلسلہ جاری ہی تھا اور آپ مولانا سعید حسرت عظیم آبادی کے قائم کردہ مدرسہ سعیدیہ مظہورہ میں زیر تعلیم تھے کہ والد صاحب کا بھی وصال ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر شریف چودہ سال کی تھی۔ حافظ نذر الرحمٰن صاحب کے وصال کے بعد مدرسہ سعیدیہ بند ہوگیا اور شاہ صاحب کا تعلیمی سلسلہ بھی منقطع ہوگیا۔ آپ کو تعلیم کے حصول کا بے حد شوق تھا اور اسی جذبے کے تحت آپ نے مدرسہ شمس الہدی پٹنہ میں داخلہ لیا۔ لیکن چھوٹی سی عمر میں والدین کے سایہ سے محروم ہو گئے ۔ بڑے بھائی جناب سید شاہ نور الرحمٰن نذرؔ عظیم آبادی قبل ہی اللہ کو پیارے ہو چکے تھے ۔ بہنیں شادی شدہ اپنے اپنے گھروں میں تھیں۔ آپ کا کوئی سرپرست، مونس و غمگسار نہ تھا۔ کمسنی اور تنہائی نے تعلیمی سلسلہ قائم نہ رہنے دیا۔ کم عمری، گھر کی ویرانی اور علمی استعداد کی کمی کے باوجود آپ نے حضرت مولانا شاہ محمد سعید حسرتؔ عظیم آبادی مرحوم اور مولانا حافظ سید شاہ نذر الرحمٰن حنیفؔ مرحوم کی ذاتی لائبریری میں جمع شدہ ہزاروں خطی اور مطبوعہ کتابوں اور اجداد کی تصانیف اور دوسرے ادبی سرمائے کی تاحیات حفاظت کی انتھک جدوجہد کی۔ لیکن افسوس صد افسوس چابک دست چوروں اور شرافت کا لبادہ ڈالے رذیلوں نے اس لائبریری کو تباہ و برباد کر دیا۔ بیش قیمت اور نایاب کتب وقفے وقفے سے غائب ہوتی چلی گئیں۔ اس لائبریری کا بہت بڑا سرمایہ فرانس منتقل ہوگیا۔ فرانس کی لائبریری میں آج بھی شاہ صاحب کے بزرگوں کی کتابیں موجود ہیں۔ اتنی بڑی بربادی کے باوجود چند ہزار کتابیں پھر بھی باقی تھیں۔ جو شاہ صاحب کے وصال کے بعد ان کے ہم زلف پروفیسر سید حسن صاحب اپنے گھر لے گئے ۔ راقم الحروف سید قیام الدین نظامی الفردوسی جب ۱۹۶۳ء میں ڈھاکہ سے پٹنہ گیا تو پروفیسر صاحب موصوف نے اس بات کی تصدیق کی کہ وہ شاہ صاحب کی لائبریری کی تمام کتابیں اپنے پاس لے گئے ہیں۔ جن میں قلمی نسخوں کی تعداد زیادہ ہے ۔ دوسری بار ناچیز کی ملاقات پروفیسر صاحب سے ۱۹۷۹ء میں پٹنہ ہی میں ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ ساری کتابیں انھوں نے خدا بخش اورینٹل لائبریری کو دے دی ہیں۔ جبکہ شاہ خلیل الرحمٰن صاحب مرحوم کی بڑی صاحبزادی کا کہنا ہے کہ ساری کتابیں پروفیسر صاحب کے گھر پر برسات میں بارش کے پانی سے ضائع ہوئیں۔ جن میں قلمی نسخوں کی تعداد زیادہ تھی۔ موصوفہ نے اپنی بات کے ثبوت میں چند تصویریں دکھائیں جو انھوں نے کتابوں کی الماریوں سے پروفیسر صاحب کے گھر سے لے کر آئی تھیں۔ ان تصویروں کو راقم نے دیکھا جو پانی سے بھیگ جانے سے خراب ہو گئی تھیں۔ ان تصویروں میں ایک خود حضرت مولانا سعید حسرتؔ کی تھی اور پانی سے خراب ہوگئی تھی۔

حضرت مولانا حافظ سید شاہ نذر الرحمٰن حنیفؔ عظیم آبادیؒ کے سوئم کے دن بہار کے علماء و مشائخ کی موجودگی میں سید شاہ خلیل الرحمٰن صاحب کی دستار بندی ہوئی اور آپ اپنے والد کی سجادگی پر بٹھائے گئے ۔ نیکی، شرافت اور خدا ترسی شاہ صاحب کو ورثہ میں ملی تھی۔ تصوف سے آپ کو خاص شغف تھا۔ لیکن طریقت کے ساتھ شریعت کی پابندی کا بھی ہمیشہ خیال رہا۔ آپ بچپن سے صوم و صلوۃ کے پابند تھے ۔ اپنے اوقات ورد و وظائف میں گزارتے ۔ آپ اپنی بساط کے مطابق حضرت مولانا محمد سعید حسرتؒ، حضرت مولانا سید شاہ نذر الرحمٰنؒ اور سلسلہ قادریہ کے دوسرے بزرگوں کے اعراس پابندی سے

انجام دیتے رہے۔ مظفرپورہ کی جامع مسجد میں مولانا سعید حسرت اور اپنے والد کی جگہ جمعہ کی نماز کی امامت اور خطابت کا کام تاحیات انجام دیتے رہے۔ آپکی زندگی کے آخری ایام بھی تنہائی میں گزرے۔ آپ نے ۱۹۵۹ء میں چند دنوں کی علالت کے بعد انتقال فرمایا۔ وصال کے وقت آپ کے پاس آپ کے اکلوتے صاحبزادے جن کی عمر دس سال تھی۔ اور چھوٹی صاحبزادی جن کی عمر آٹھ سال تھی ان کے علاوہ اور کوئی دوسرا موجود نہ تھا۔ جب شاہ صاحب کے وصال کی خبر ان کے ہم زلف جناب پروفیسر سید حسن صاحب کو ہوئی تو آپ کے تجہیز و تکفین کا انتظام کیا گیا اور آپ اپنے آبائی مقبرہ مظفرپورہ پٹنہ سٹی میں دفن کئے گئے۔

سید شاہ خلیل الرحمٰن مرحوم کی تین شادیاں ہوئیں۔ آپ کی اہلیہ اولیٰ مساۃ صابرہ خاتون بنت شاہ تراب صاحب ساکن سائیں سے ایک صاحبزادی مساۃ زاہدہ خاتون کی شادی سید شاہ قیام الدین صاحب ساکن سمری، ضلع شاہ آباد، آرہ سے ہوئی ہے۔ جو محلہ شیخ کا روضہ نزد محلہ مظفرپورہ، پٹنہ سٹی میں اپنی چھوٹی پھوپھی مساۃ عزیز النساء صاحبہ کے مکان میں خوش و خرم زندگی گذار رہی ہیں۔ شاہ صاحبؒ کی دوسری شادی مساۃ رسول النساء بنت سید ابو الحسن صاحب مختار سے ہوئی۔ دوسری اہلیہ سے بھی ایک دختر شمیمہ خاتون ہیں۔ مساۃ شمیمہ خاتون کی شادی سید مسعود عالم صاحب ساکن محلہ میرگلابی کی باغ، پٹنہ سٹی سے ہوئی جو مع اہل و عیال کراچی میں مقیم ہیں۔ سید شاہ خلیل الرحمٰنؒ کی تیسری اہلیہ مساۃ سکینہ خاتون بنت شاہ نور الحسن ساکن شیخ پورہ بگہ سے دو اولادیں ایک پسر مطیع الرحمٰن عرف منو تھے جو مفقود الخبر ہیں اور ایک دختر مساۃ ثریا خاتون زوجہ عبد القدوس ساکن عظیم آباد پٹنہ ہیں۔

نقشہ اولاد سید شاہ خلیل الرحمٰن عظیم آبادی

سید بشارت حسین بن سید میر علی (موضع کھریّا)

سید محمد ہارون بن سید میر علی (کھربیّا)
سید محمد اسماعیل وکیل
تفصیل صفحہ ۲۳۶ پر دیکھئے
سید محمد اسرائیل
سید نظیر الحق
سید محمد خلیل مجاہد
تمیز فاطمہ
عزیز فاطمہ
حبیبہ
کلثوم
عبد اللطیف نگر ڈ
عبد المنان
سید محمد حسن
سید مظفر حسین
سید بدر الحسن
قمر النساء
عبد القادر جمیع
عبد الحق ذو من
نعمت الرسول
امت الرسول
زینب الرسول زوجہ ابرار کوپا
آسیہ زوجہ عطاء کاکوی
ارشد کاکوی مرحوم وغیرہ
سید احمد
سید محمود
سید مسعود
سید مقصود
سید موعود
زینب النساء
سید مہدی حسن
سید مہدی حسین
سید ہادی حسن
سید آل حسن
عائشہ
سلمیٰ
سارہ
جعفر حسن
ہاجرہ
حسن امام لاولد
احمد حسن
رضی امام
تقی زوجہ عبد الخالق
نطو زوجہ معیز الرب
تمیلہ زوجہ ضیاء الدین
محمودہ زوجہ خورشید عالم
رابعہ خاتون
سید نور الحسن
سید بدر الحسن
سید عبد الحسن

بی بی لالن بنت سید میر علی کھربیا

سید تراب علی بن سید غلام صمدانی

(کھربیّا)

سید حبیب حسین زوج دختر سید رجب علی ساکن براوان

سید خادم حسین لاولد

فضیلن زوجہ منشی علی احسن میرابگہ لکھاور

نظیرن لاولد

جولھن زوجہ ابوالحسن بھدول

مسماۃ امت لاولد

سید ظہور الحسن زوج دختر امام الدین ساکن میرابگہ لکھاری

صغیر الناظر

سید نور الحسن زوج دختر سید تفضل حسین ساکن شتھو

کنیز فاطمہ زوج محمد تقی ساکن جیریگہ

بی بی براتن زوجہ سید محمد یوسف ساکن محی الدین پور تراواں

سید قمر الحسن

عبدالغفار

عبدالوہاب زوجہ دختر شاہ نوازش رسول ساکن شتھو

عبدالرزاق

ولی الناظر

سید عباد اللہ

سید محب اللہ

بی بی ساجدہ

ولی اللہ

فضل اللہ

غلام غوث

غلام قادر

فاطمہ

سید غلام علی ولد سید غلام صمدانی

(کھربیّا)
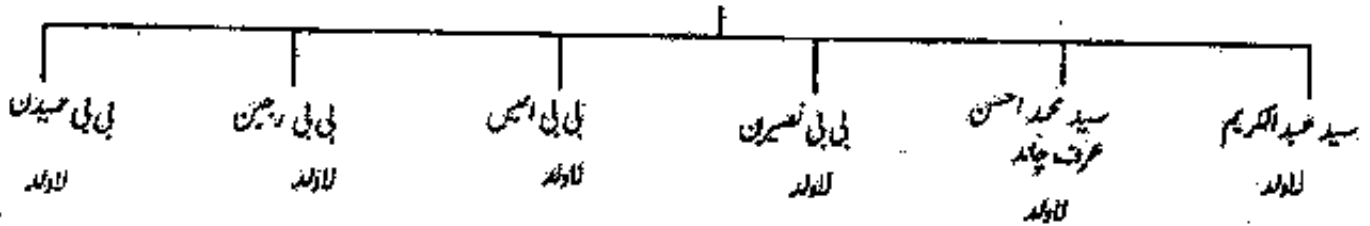
سید اطہر علی ولد غلام صمدانی

حکیم سید الٰہی بخش ولد سید غلام صمدانی

ظفر عالم بن بی بی ضمیرن
بی بی آسیہ
لاولد
بی بی نثار بانو زوجہ
نصیرالدین
بی بی شکیلہ بانو
مظفر عالم
علی عالم
وصی عالم
حاجی سیّد محبوب بخش ولد غلام صمدانی
سید وحید الدین اشرف
زوج دختر سید ابو الحسن
میراں بگ لکھاور
سید تصدق حسین عرف
بہاری
سید اکرام الدین اشرف
زوج دختر واحد علی
براواں بی بی پور
بی بی رحمت زوجہ
سید امداد حسین ۔ کھیرا
بی بی مسکین زوجہ
سید اسد الدین
بی بی عمرن زوجہ
سید امیر الحسن
سید قدرت اللہ
بی بی عقیلن
زوجہ سید کبیر حسین
بی بی حفیظن زوجہ
سید احمد امام
بی بی کنیز فاطمہ
زوجہ سید محمد اکبر کاکوی
بی بی عزیز الفاطمہ
زوجہ ظہیر دلنا پوری
رسول فاطمہ زوجہ
سید محمود اکبر
بیتھوی
سید کبیر حسین
بی بی کبریٰ زوجہ
واجد کریم شیخپورہ
محمد یحییٰ
عبدالغنی
سید شاہد حسین
میمونۃ الفاطمہ
مفید الفاطمہ
مخدومی
معصومی
سید بدر الدین
سید شمس الدین
سید منہاج الدین
بی بی دلہن
بی بی نفیسہ
بی بی جمیلہ
بی بی خدیجہ
بی بی عابدہ
زوجہ محمد احسن
بن بدر الدین
بی بی صابرہ
بی بی ہاجرہ
شیدہرا
بی بی صافیہ
نعیم الدین
ظہیر الدین اورنگی
سراج الدین
شہاب الدین

سیدرحیم بخش ولد سید غلام صمدانی

سید نظام الدین عرف عبدالعزیز

سید عبدالحلیم زوج دختر سید امداد علی - ہرا

بی بی طیبن

بی بی بلاقن

بی بی تطہیرن زوجہ قاضی سید نورالحسن شیر گھاٹی
- قاضی انور احمد
  - سید محمد اسحٰق عرف فضل الرحمٰن احمد
  - بی بی بتول زوجہ سید عبدالرب

بی بی عفیفن زوجہ سید عبدالکریم مدنپوری
- سید شرف الدین
- بی بی مجیدن
- بی بی محمود النساء

سید عبدالحلیم (اولاد):
- سید عبدالحلیم
- سید عبدالعظیم
- بی بی امت الرسول
- بی بی صغریٰ

مولانا سیّد منور حسین بن سید میر علی (موضع کھربیّا)

شیر خاندان

شیر خاندان کا اصل مسکن موضع محسن پور ضلع پٹنہ تھا۔ محسن پور سے یہ خاندان صوبہ بہار کے دوسرے مختلف علاقوں میں پھیلا اور اس کی بکثرت شاخیں اس صوبے میں جابجا آباد ہوئیں۔ جن میں موضع محسن پور، ضلع پٹنہ، محلہ رانی پور پٹنہ سٹی اور خاص بہار شریف محلہ بارہ دری اور میرداد کے افراد اپنی گوناگوں خصوصیات کی بنا پر شہرت دوام رکھتے ہیں۔ یہ صاحب سیف و قلم بھی تھے اور صاحب اقتدار بھی، میدان شعر و ادب کے شہسوار بھی تھے اور دین محمدؐ کے مبلغ بھی۔

شیر خاندان کے بزرگ اعلیٰ حضرت مخدوم سید محمد اعظم شیر تھے۔ جو سادات رضویہ سے ہیں۔ جناب سید مرتضیٰ شیر علیہ رحمتہ نے اپنی کتاب "خیابان بے خزاں" میں ان کا مکمل نسب نامہ تحریر فرمایا ہے۔ جو درج ذیل ہے۔

سید اعظم شیر بن سید شیخ بن سید بڈھے بن سید زیبا بن سید چاند بن سید خوند بن سید سالار بن سید خضر الدین بن سید مبارک شہید بن سیدؒ علی شیر شہید بن سید علی اکبر بن سید علی اصغر بن سید عبد اللہ بن سید علاء الدین بن سید محمد بن سید نوح بن سید ابراہیم بن سید عبد الرزاق بن سید یوسف بن سید امام حسن بن حضرت امام علی رضا بن حضرت امام موسیٰ کاظم بن حضرت امام جعفر صادق بن حضرت امام باقر بن حضرت امام زین العابدین بن حضرت امام حسین بن حضرت علی مرتضیٰؓ۔

جناب پروفیسر محمد معین الدین دردائیؔ مرحوم نے اپنی کتاب "صوفیائے بہار اور اردو" میں موضع رہوئی کے ایک صوفی شاعر حضرت سید فضل علیؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کا نسب نامہ بھی تحریر کیا ہے۔ اس نسب نامہ اور شیر خاندان کے نسب نامے کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ شیر خاندان کے حضرت مخدوم سید محمد اعظم شیر قدس سرہ، اور حضرت فضل علی علیہ رحمۃ ہمجد تھے۔ حضرت فضل علیؒ کا نسب نامہ اس طرح ہے۔

سیدؒ فضل علی بن سید کرم علی بن سید سیف الدین بن سید محمد امین بن سید معصوم معروف بہ مرشد بنگالہ بن سید مخصوص بن سید جان بن سید زیبا بن سید خاند بن سید خوند بن سید بڑے بن سید سالار بن سید خضر الدین بن سید مبارک بن سید علی شیر بن سید علی اکبر بن سید علی اصغر بن سید عبد اللہ بن سید علاء الدین بن سید محمد شہید بن سید نوح بن سید ابراہیم بن سید عبد الرزاق بن سید عبد المطلب بن سید یوسف بن سید حسن بن سیدنا امام موسیٰ رضا بن سیدنا امام موسیٰ کاظم بن سیدنا امام جعفر صادق بن سیدنا امام باقر بن سیدنا امام زین العابدین بن سیدنا امام حسین شہید کربلا بن سیدنا علی مرتضیٰ۔

---

[1] سید علی شیر شہید کو جناب سید عبد القیوم پھلواروی نے اپنی کتاب "سادات جاجنیری" میں سید احمد جاجنیر کا فرزند ظاہر کیا ہے۔ جو غلط ہے۔ یہ سید علی شیر شہید دوسرے ہیں جو سادات رضویہ سے ہیں۔ بہار کے خاندان کے افراد اپنے کو رضوی لکھتے ہیں۔ زیدی جاجنیری نہیں ہے۔

[2] بہار کے شیر خاندان کے افراد جو امام علی رضاؒ کی اولاد سے ہیں کا نسب نامہ اور رہوئی کے سید فضل علی کا نسب نامہ بالکل ایک ہے۔ دونوں نسب ناموں کو بغور دیکھا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ سید محمد اعظم شیر بہت قبل سید علی شیر ہندوستان آگئے اور بنگال میں بود و باش اختیار کیا۔

جناب سید مرتضیٰ شیر تحریر فرماتے ہیں۔ "یہ زمانہ اورنگ زیب عالمگیر ہمارے جد امجد حضرت سید شاہ محمد اعظم شیر صاحب عرب سے ہندوستان وارد ہوئے اور سیاحی فرماتے ہوئے بمقام راجگیر متصلات ضلع پٹنہ، صوبہ بہار تشریف لائے۔۔۔۔ عظیم الشان نے اس امر کی اطلاع عالمگیر کو دی فوراً فرمان قضاء مع خلعت و خطاب سرورالاختصاص بطائے جاگیر پرگنہ تلہاڑا و پرگنہ بیم پور و پرگنہ راجگیر صادر ہوا" ۔ حضرت مخدوم سید محمد اعظم شیر قدس سرہٗ کے ایک صاحبزادے سید اردو شیر تھے ۔ سید اردو شیر کے سید جعفر شیر اور سید جعفر شیر کے سید صفدر شیر۔ سید صفدر شیر کی شادی مسماۃ بی بی عصمیہ بنت پیر احمد اللہ راجگیری ساکن محسن پور سے ہوئی جن کے بطن سے دو صاحبزادے سید احمد شیر اور سید بہادر شیر ہوئے ۔ میر سید احمد شیر کے ایک پسر میر سید اکبر شیر اور اکبر شیر کے لڑکے میر لیاقت شیر تھے ۔ میر سید بہادر شیر بن سید صفدر شیر کی شادی حضرت مخدوم شاہ منجھن قتال قدس سرہٗ کے خاندان میں مسماۃ بی بی ساجن بنت میر سید صفدر حسین سے ہوئی۔ جن سے دو صاحبزادے میر سید واحد شیر اور میر سید عنایت شیر اور ایک دختر مسماۃ بی بی وامن زوجہ احمد بخش بن محمد بخش تھیں۔ میر سید واحد شیر کے دو پسر میر سید قاسم شیر اور میر سید محبوب شیر اور ایک دختر مسماۃ بی بی قسمین زوجہ میر امجد علی محسن پوری تھیں۔

سید صفدر شبیر رضوی

سید بہادر شبیر — سید احمد شبیر — سید اکبر شبیر — سید لیاقت شبیر

سید واحد شبیر — مسماۃ دامن — سید عنایت شبیر

سید قاسم شبیر — سید محبوب شبیر — قسیمین

علی شبیر — حسن شبیر

احمد شبیر

محمود شبیر

طارق شبیر — انور شبیر — کمال شبیر

مسماۃ شریف النساء

شاہ نور الرحمن — عزیز النساء — قمر النساء — خلیل الرحمن — مسماۃ مریم

صالحہ خاتون

راقم سید قیام الدین

ندیم احمد — فرخ احمد — عون انور — الہ جبیں — الہ فاطمہ زیدی

اکرم شبیر — ہدایت شبیر

مرتضیٰ شبیر — مصطفیٰ شبیر

احسن شبیر — اصغر شبیر — حامد شبیر

یحییٰ شبیر

ہاجرہ

مسماۃ السو

افضل شبیر ساکن بہار

قمر الدین شبیر — ہاشم شبیر — فخر الدین شبیر

احسن شبیر — زبیدہ

واحد شبیر لاولد

قاسم شبیر وکیل

رضی الدین شبیر — ضیاء الدین شبیر — ریاض الدین شبیر

بدر الدین شبیر — صدر الدین شبیر — کاظم شبیر — ناظم شبیر — محسن شبیر — حسن شبیر — جعفر شبیر — دختر — دختر

دختر زوجہ اکبر امام

میر سید قاسم شیر بن میر سید واحد شیر محسن پوری کی مستقل رہائش پٹنہ سٹی کے محلہ رانی پور میں تھی۔ آپ ایک خوشحال اور متمول گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ اعلیٰ علمی استعداد کے ساتھ ایک بے باک، بہادر، شجاع اور نڈر انسان تھے۔ آپ کی بہادری اور شجاعت سے متعلق ایک روایت خاندان میں بڑی مشہور ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک بار آپ پالکی سے کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں ایک جنگل سے گذر ہوا۔ کہار پالکی اٹھائے بڑی تیزی سے چلے جا رہے تھے کہ یکایک رک گئے اور پالکی کو زمین پر رکھ دیا۔ آپ نے وجہ دریافت کی تو معلوم ہوا کہ سامنے ٹھیک راستے پر ایک شیر بیٹھا ہے۔ آپ نے کہاروں کو تھوڑی دیر آرام کرنے کی ہدایت کی تاکہ اس دوران شیر راستہ چھوڑ جائے لیکن کافی دیر گذرنے کے بعد بھی شیر اپنی جگہ سے نہ ہٹا۔ آخر آپ مجبوراً پالکی سے اتر آئے اور شیر کی طرف بڑھے۔ شیر ایک انسان کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر حملہ آور ہوا۔ آپ نے بڑی پھرتی سے حملہ آور شیر کے اگلے دونوں پنجوں کو اپنی گرفت میں لے لیا اور وقت ضائع کئے بغیر اس کے ایک پنجے کو اپنے پیر کے نیچے دبایا اور دوسرے پنجے کو اتنی قوت سے جھٹکا دیا کہ شیر اپنی گردن سے چھاتی تک دو لخت ہو گیا۔ واللہ عالم۔ حضرت میر قاسم شیر علیہ رحمۃ کی دو شادیاں ہوئیں۔ پہلی شادی سید علی حسن عرف میر بھولا رئیس مرحوم ساکن پٹنہ سٹی کی صاحبزادی مسماۃ کبریٰ سے ہوئی جن سے پانچ بیٹیاں تھیں۔ اول مسماۃ شہر بانوں، دوم مسماۃ خاتون فاطمہ، سوئم مسماۃ شریف النساء، چہارم مسماۃ امت الفاطمہ، اور پنجم مسماۃ فاطمہ، دوسری شادی سے دو لڑکے سید حیدر شیر اور سید صفدر شیر تھے۔

مسماۃ شہر بانو بنت میر قاسم شیر کی شادی میر ابوالحسن صاحب ساکن گیلانی سے ہوئی۔ لیکن کوئی اولاد نہ ہوئی اور آپ نے لاولد انتقال فرمایا۔

مسماۃ خاتون فاطمہ میر قاسم شیر علیہ رحمۃ کی منجھلی صاحبزادی تھیں۔ آپ کی شادی میر شمس الضحیٰ بن حافظ نصیر الحق ساکن باڑھ سے ہوئی۔ جن سے تین لڑکے محمد حفیظ، محمد عزیز، محمد یوسف اور دو لڑکیاں مسماۃ رضیت اور مسماۃ امت تھیں۔ محمد عزیز بن مسماۃ خاتون فاطمہ کے لڑکوں میں ایک مولوی ابوالحیات صاحب تھے جن کے ورثاء میں جناب نور الہدیٰ، محمد طارق اور چار لڑکیاں کراچی میں ہیں۔

مسماۃ شریف النساء بنت میر قاسم شیر ساکن محلہ رانی پور، پٹنہ سٹی کی شادی حافظ مولانا سید شاہ نذر الرحمن صاحب حنیفؔ ساکن محلہ مظفر پورہ پٹنہ سٹی بن میر سید تجمل حسین صاحب ساکن کھریٹا ضلع پٹنہ سے ہوئی۔ آپ کی اولادوں کے تفصیلی تذکرے خاندان کھریٹا کے باب میں تحریر ہوئے ہیں۔ مسماۃ شریف النساء راقم الحروف کی نانی بی بی عزیز النساء مرحومہ کی والدہ ہیں۔

مسماۃ امت الفاطمہ بنت میر قاسم شیر، زوجہ سید فضل امام بن سید ظفر امام ساکن پٹنہ سٹی کی تھیں۔ آپ کی دو لڑکیاں مسماۃ حمیدہ اور مسماۃ جیاتی تھیں۔ مسماۃ حمیدہ زوجہ سید حفیظ الرحمن کاکوی کے ورثاء میں جناب سید نور الرحمن اور جناب سید ریاض الرحمن عرف رجو صاحبان مع اہل و عیال کراچی میں ہیں۔ سید نور الرحمن مرحوم کی دختر ہما رحمان راقم الحروف کے برادر اصغر سید احتشام الدین ارشد سے منسوب ہیں۔ جن سے ایک بچی صالحہ سلمہا ہے۔

مسماۃ فاطمہ: آپ میر قاسم شیر علیہ رحمۃ کی سب سے چھوٹی صاحب زادی تھیں۔ آپ کی شادی مظفر پور میں مولوی بدر الحسن صاحب وکیل سے ہوئی۔ جن کے ایک پسر مولوی قمر الحسن صاحب غالباً کراچی میں مقیم ہیں۔

حضرت میر سید قاسم شیر رضوی علیہ رحمۃ کا وصال ۳ شعبان ۱۳۰۰ھ میں محلہ پاتوکی باغ پٹنہ سٹی میں ہوا۔ آپ موضع جیٹھلی شریف میں حضرت مخدوم شیخ شہاب الدین پیر جگجوت سہروردی کاشغری قدس سرہ، کے روضہ مبارک کے قریب مدفون ہیں۔

چنانچہ قطعہ تاریخ وفات فرمودہ حضرت مولانا محمد سعید حسرت غفر اللہ لہ ۔ منقول از قسطاس البلاغہ یہ ہے ۔

میر قاسم شیر چوں رحلت نمود   کرد غم بادیدہ دل اشکم

گفت حسرت سال تاریخش مہ آہ   روز شنبہ ماہ شعبان دان سوم

۱۳۰۰ھ
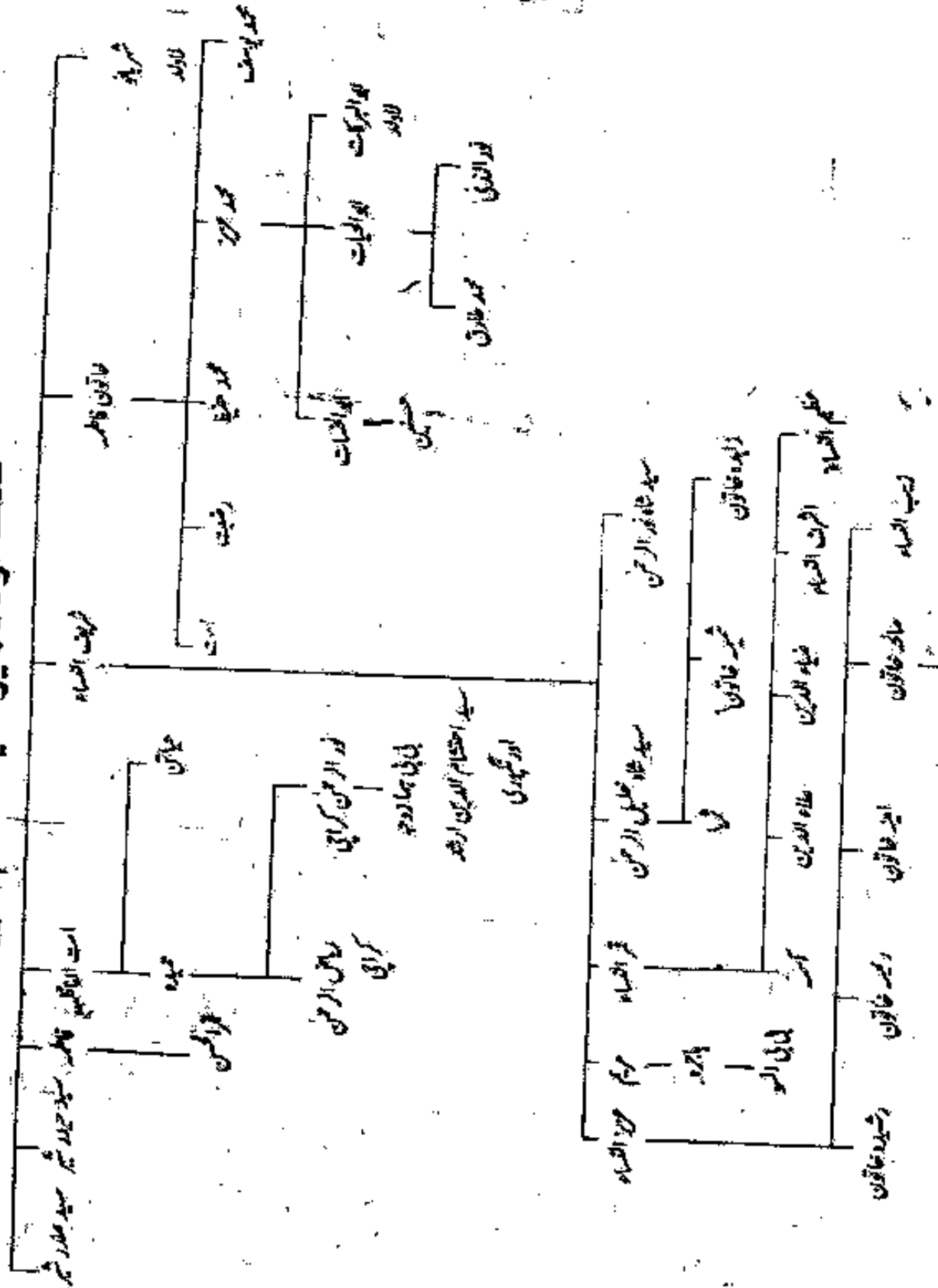
شاہ صاحبان اردل شریف

شاہ صاحبان اردل حضرت مخدوم شمس الدین عرف سمّن قدس سرہ کے حقیقی بھائی مخدوم خلیل الدین رحمت اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں۔ حضرت مخدوم سمن اردلی قدس سرہ العزیز مجرّد و غیر متاہل تھے اور آپ کی اولاد صلبی نہیں تھی۔ آپ کے بعد آپ کی قائم کردہ خانقاہ اردل کا انتظام و انصرام اور سجادہ نشینی کا سلسلہ آپ کے بھائی حضرت مخدوم خلیل الدین اردلی قدس سرہ کی اولادوں میں منتقل ہوا۔ اردل شریف میں سجادہ نشینی کا سلسلہ نسلاً بعد نسلٍ اب تک جاری ہے۔ موجودہ صاحبِ سجادہ حضرت شاہ محمد ارشد بن شاہ محمد قاسم بن شاہ شجاعت حسین صاحب تھے۔ چند سال ہوئے آپ کا انتقال ہو گیا۔ راقم الحروف سید قیام الدین نظامی القادری الفردوسی نے ۵ ستمبر ۱۹۷۹ء کو حضرت شاہ محمد ارشد علیہ رحمۃ کی شرف باریابی حاصل کی۔ حضرت از حد پیار و محبت سے پیش آئے۔ راقم کے جد ننھیالی حضرت شاہ محمد اکرم علیہ رحمۃ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایاکہ میں تمہارا پر نانا ہوں۔ حضرت نے حقیر کی فرمائش پر خاندان اردل کا ایک مختصر نسب نامہ زبانی تحریر کروادیا۔

حضرت مخدوم شمس الدین عرف سمّن چشتی اردلی قدس سرہ:۔

حضرت مخدوم سمن ؒ سادات کنتور سے ہیں۔ آپ کے مورث اعلیٰ سید اشرف ابی طالب علیہ الرحمۃ نیشاپور کے ہمعصر علماء و مشائخ میں ذی احترام، وقت کے سردار اور امام تھے۔ ہلاکو خان نے ۶۵۶ھ میں جب بغداد کو فتح کیا اور بلاد و امصار کو تاخت و تاراج کرنے لگا تو حضرت سید اشرف ابی طالب ؒ نے مع اہل و عیال ہجرت فرمائی۔ اور نیشاپور سے ہندوستان تشریف لائے۔ قصبہ کنتور ضلع بارہ بنکی میں قیام فرمایا۔ آپ نے آبادی سے تھوڑا ہٹ کر مکان تعمیر کیا۔ یہ مکان اب رسول پور کے نام سے مشہور ہے۔ سیر و تاریخ کی کتابوں سے یہ ثابت ہے کہ حضرت مخدوم سمن اردلی قدس سرہ کے مورث اعلیٰ حضرت سید اشرف ابو طالب علیہ الرحمۃ نیشاپور سے تشریف لائے اور قصبہ کنتور میں اقامت پذیر ہوئے۔ وہ صحیح النسب سادات کاظمی تھے۔ کئی صدیوں کے بعد حضرت سید اشرف ابی طالب علیہ الرحمۃ کی اولاد سے ایک شاخ دیوی شریف میں آباد ہوئی۔ سب سے پہلے جو بزرگ دیوی شریف تشریف لائے وہ حضرت سید عبد الاحد علیہ الرحمۃ تھے۔ آپ ۱۲۷۰ھ میں کنتور سے دیوی شریف آکر مقیم ہوئے۔ حضرت حاجی حافظ سید وارث علی شاہ ؒ چھٹی پشت میں حضرت سید عبد الاحد علیہ رحمۃ ساکن دیوی شریف کے پوتے ہیں۔

حضرت مخدوم شمس الدین عرف سمّن اردلی ؒ کنتور سے صوبہ بہار میں بغرض طلب حق تشریف لائے۔ حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد بہاری فردوسی قدس سرہ کے خالہ زاد بھائی حضرت مخدوم سید تیم اللہ سفید باز چشتی بہاری قدس سرہ سے بیعت کی اور اکتساب طریقت کے بعد خرقۂ خلافت و اجازت سے مشرف ہو کر رشد و ہدایت خلق پر مامور ہوئے۔ آپ نے حضرت مخدوم شیخ یحییٰ منیری قدس سرہ کے روضہ اقدس منیر شریف پر چلہ کشی کی۔ جس زمانہ میں آپ منیر شریف میں چلہ کش تھے۔ حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کا دوران سفر بنگال، منیر شریف گذر ہوا اور دونوں بزرگوں کی ملاقات ہوئی۔ حضرت اشرف جہانگیر ؒ حضرت مخدوم سمّن چشتی اردلی قدس سرہ کے مہمان ہوئے۔ حضرت مخدوم نے قصبہ اردل کو پسند فرمایا۔ آپ نے خانقاہ چشتیہ کی بنیاد ڈالی اور رشد و ہدایت خلق میں مشغول ہوئے۔ چونکہ حضرت کی کوئی صلبی اولاد نہ تھی اس لئے آپ کی

سجادگی آپ کے بھائی حضرت مخدوم خلیل الدین قدس سرہ کی اولادوں میں منتقل ہوئی اور حضرت کی اولاد قصبہ اروَل میں آباد ہوئی موضع کھیرا، سہار، لبنہ، پلاسی، دیورہ، مخدوم پور کنڈوہ، منیر، تگاواں اور پیلاوان آوم پور کے لوگوں کو بھی آپ کی جزیت پانچی ہے۔ آپ کی اولاد میں ایک بزرگ حضرت شاہ امام علی چشتی عرف شاہ بدلو قدس سرہ تھے۔ تفصیل بسلسلہ موئے مبارک، حضرت مخدوم سمن اروَلی اور موضع سہار وغیرہ "اعیان وطن" مصنفہ حکیم شاہ شعیب پھلواروی میں موجود ہے۔ حضرت مخدوم کے ورثاء کا مکمل نسب نامہ راقم الحروف کو کہیں سے دست یاب نہ ہو سکا۔

راقم سید قیام الدین نظامی قادری الفردوسی کی کتاب "شرفا کی نگری" کتابت کے بعد پریس میں طباعت کے لئے جانے والی تھی کہ ایک رسالہ بسلسلہ روئداد مدرسہ شمس العلوم، خانقاہ اروَل معرفت جناب سید ابوہریرہ ہاشمی صاحب مقیم مکان نمبر ۵۱۲ سیکٹر ۱۱۔ بی نارتھ کراچی حاصل ہوا۔ اس رسالہ میں محترم اصغر حسین مدظلہ، کا لکھا ہوا تذکرہ حضرت مخدوم سمن چشتی اروَلی قدس سرہ، بھی ہے۔ اس تذکرہ سے معلوم ہوا کہ حضرت مخدوم کے والد بزرگوار کا نام سید مخدوم علاء الدین تھا اور اعلیٰ بزرگ کے نام سے مشہور تھے۔ شاہ اصغر حسین صاحب نے حضرت سید مخدوم سمن اروَلی قدس کے ایک منجھلے بھائی حضرت سید شاہ عبدالاحد کا ذکر کیا ہے۔ لیکن "جلوہ وارث" مصنفہ جناب حکیم محمد صفدر علی صاحب وارثی کے مطابق حضرت سید علاء الدین اعلیٰ بزرگ کے ایک صاحبزادے سید عبداللہ تھے۔ جنکے ورثا میں حضرت وارث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جلوہ وارث کے مطابق سید علاء الدین اعلیٰ بزرگ کا نسب نامہ اس طرح ہے۔

سید مخدوم علاء الدین اعلیٰ بزرگ بن سید عزالدین بن سید اشرف ابی طالب عرف سید شرف الدین بن سید محروق بن سید ابوالقاسم بن سید علی عسکری بن سید ابو محمد بن سید محمد جعفر بن سید مھدی بن سید علی رضا بن سید قاسم حمزہ بن سیدنا امام موسیٰ کاظم؄

حضرت شاہ اصغر حسین مدظلہ، کے مطابق حضرت مخدوم شمس الدین سمن اروَلی قدس سرہ، مجرد تھے اور خانقاہ کی سجادگی آپ کے چھوٹے بھائی کے صاحبزادے حضرت مخدوم حاجی میر سید حسین بن سید خلیل الدین کنتوری اروَلی بن سید علاء الدین اعلیٰ بزرگ کو منتقل ہوئی اور سجادگی کا یہ سلسلہ آج تک خاندان میں جاری ہے۔ اس بیان کی رو سے حضرت شاہ امام علی چشتی عرف شاہ بدلو اروَلی قدس سرہ، سے حضرت سید علاء الدین اعلیٰ بزرگ تک نسب نامہ اس طرح بنتا ہے۔

حضرت شاہ غلام امام علی عرف شاہ بدلو قدس سرہ، بن شاہ رحم علی چشتی بن شاہ جہانگیر چشتی بن شاہ زین محمد چشتی بن شاہ امان اللہ چشتی بن شاہ بھیکہ چشتی بن شاہ محمد چشتی بن شاہ ابوبکر چشتی بن شاہ قطب الدین چشتی بن مخدوم شاہ جیون بن مخدوم شاہ یوسف بن مخدوم حاجی میر سید حسین بن مخدوم خلیل الدین کنتوری اروَلی بن مخدوم سید علاء الدین اعلیٰ بزرگ کنتوری۔ (اصل مطابق شجرہ طیبہ سلسلہ چشتیہ خانقاہ اروَل شریف)

حضرت شاہ امام علی چشتی عرف شاہ بدلو قدس سرہ

آپ خانقاہ حضرت مخدوم شمس الدین عرف سمن چشتی ارولی قدس سرہ العزیز کے سجادہ ہیں۔ آپ اپنے وقت کے جید علماء اور صاحب کشف و کرامت بزرگوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ آپ کے ورثاء میں بکثرت صاحب علم و فضل اور صاحب اقتدار افراد پیدا ہوئے۔ جنہوں نے مسند درویشی پر جلوہ افروز ہو کر طالبان حق کو سیراب کیا۔ بعضوں نے ملت و قوم کی خدمت کا بیڑا اٹھایا۔ ایک طرف فرنگیوں کے خلاف محاذ کھولا اور دوسری طرف سچی جمہوریت کی تعلیم کا سلسلہ شروع کیا۔

حضرت شاہ امام علی چشتیؒ کی دو شادیاں ہوئیں۔ محل اولیٰ سے صرف ایک دختر مسماۃ بی بی قدیرن تھیں۔ جو موضع کاکو میں حضرت مخدوم شیخ شمس الدین دواتی قدس سرہ کے خاندان میں بیاہی گئیں۔ مسماۃ قدیرن کے ورثا میں فخر الدین شمسی، محمود شمسی اور نعیم شمسی وغیرہ ہیں۔ جن کی تفصیل "آثار کاکو" مصنفہ سید شاہ غفور الرحمن حمد کاکوی میں موجود ہے۔ آپ کی دوسری شادی مسماۃ بی بی وزیرن بنت سید خیر اللہ ساکن نگاپاں بن سید فتح اللہ ساکن منیر سے ہوئی۔ جن سے پانچ لڑکے ہوئے۔ پسر اول شاہ امجد حسین، پسر دوم شاہ مراد حسین، پسر سوم شاہ امداد حسین، پسر چہارم شاہ ہزبر حسین اور پسر پنجم شاہ رحمت حسین۔

شاہ امجد حسین علیہ رحمتہ:- آپ اپنے والد حضرت شاہ بدلو قدس سرہ کی سجادگی پر بٹھائے گئے۔ آپ کی محل اولیٰ مسماۃ بی بی بھنو بنت غلام حیدر سے ایک صاحب زادے شاہ شجاعت حسینؒ تھے۔ جو آپ کے وصال کے بعد خانقاہ حضرت مخدوم شمس الدین سمن چشتی اروئی قدس سرہ کے سجادہ ہوئے۔ دوسری شادی، موضع بھداسی میں ہوئی جن کے بطن سے شاہ حمایت حسین ہوئے۔

شاہ شجاعت حسین علیہ رحمتہ بن شاہ امجد حسینؒ کی شادی دختر مولوی شاہ حسین علی ساکن پیر بیگھہ سے ہوئی۔ آپ کے ایک پسر شاہ محمد قاسم اور ایک دختر مسماۃ مخدومن تھیں۔ بی بی مخدومن کی شادی شاہ رمضان علی ساکن دیورہ سے ہوئی۔

شاہ محمد قاسمؒ بن شاہ شجاعت حسین علیہ رحمتہ اپنے والد کی رحلت کے بعد خانقاہ مخدوم سمن اروئیؒ کی مسند سجادگی پر تشریف فرما ہوئے۔ آپ کو تین لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ پسر اول شاہ محمد ارشد، پسر دوم شاہ محمد ناظم، پسر سوم شاہ محمد سالم، دختر اول مسماۃ کنیز اور دختر دوم مسماۃ جمیلہ۔

شاہ محمد ارشد علیہ رحمتہ بن شاہ محمد قاسمؒ سے راقم سید قیام الدین نظامی الفردوسی کی ملاقات ۵ ستمبر ۱۹۷۹ء کو اروئی میں ہوئی تھی۔ شاہ صاحب کی پروقار شخصیت نے راقم کو بے حد متاثر کیا۔ بڑے پیار و محبت سے پیش آئے۔ اروئی میں میرا قیام ایک دن اور ایک رات آپ ہی کے دولت خانہ میں ہوا۔ خاندان حضرت مخدوم شمس الدین عرف سمن قدس سرہ کے متعلق راقم کو آپ ہی سے معلومات حاصل ہوئی۔ شاہ محمد ارشد علیہ رحمتہ کے پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ پسر اول شاہ انور حسین عرف قیصر موجودہ صاحب سجادہ خانقاہ چشتیہ مخدوم شمس الدین، عرف سمن اروئی قدس سرہ، پسر دوم شاہ عبد الماجد، پسر سوم شاہ حامد حسین، پسر چہارم شاہ شاہد حسین، پسر پنجم شاہ اصغر حسین، لڑکیوں کے نام شمیمہ خاتون اور معینہ خاتون ہیں۔ شاہ صاحب کے چھوٹے صاحبزادے جناب شاہ اصغر حسین صاحب بڑے نیک اور مخلص انسان ہیں۔ قیام اروئی کے دوران راقم کا وقت زیادہ آپ ہی کے ساتھ گذرا۔ آپ نے حضرت مخدوم شمس الدین سمن اروئیؒ حضرت مخدوم خلیل الدینؒ، حضرت شاہ محمد اکرم اور دوسرے بزرگوں اور اعزہ کے مقبرے کی زیارت کروائی۔ اروئی شریف میں راقم کی ملاقات شاہ سلطان احمد مدظلہ سے بھی ہوئی۔ موصوف اپنے دولت خانہ پر لے گئے اور بڑی محبت و شفقت کا اظہار فرمایا۔

نقشہ اولاد حضرت شاہ امام علی عرف شاہ بدلو چشتی ارولیہ
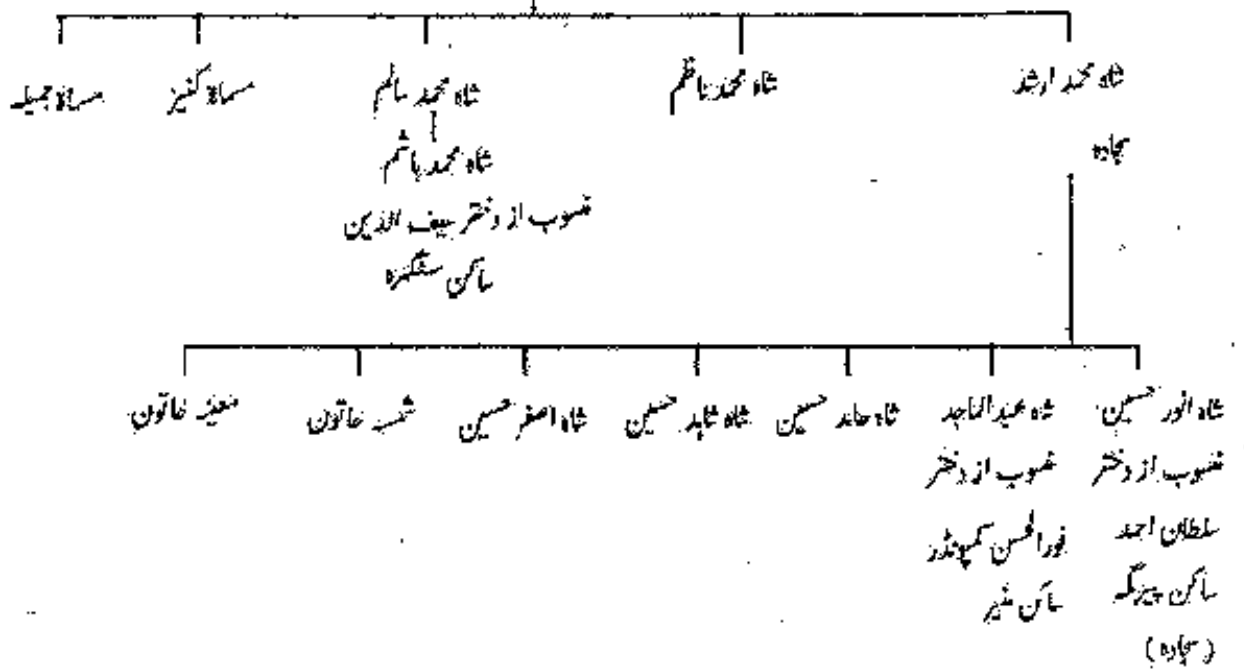
نقشہ اولاد شاہ مراد حسین بن شاہ امام علی ارولی

زوج مسماۃ امامن بنت شیخ الٰہی بخش موضع قاضی چک

- شاہ سعادت حسین
  - قمرن زوجہ خواجہ فرید الدین
    - خواجہ شمس الدین
      - خواجہ داؤد، کراچی
      - خواجہ حکیم لقمان، بنگلہ
      - خواجہ انتخاب، کراچی
    - خواجہ خلیل الدین
      - زیب النساء
    - خواجہ مختار
    - مسماۃ وکیلن
    - مسماۃ زیبن
    - مسماۃ عزیزن
- مسماۃ وحیدن زوج شاہ راحت حسین
  - عبدالمجید
    - امین الرب
    - شمس الرب عرف مجیب
    - عبدالرب عرف یوسف
    - فضل رب
  - مجیدہ منسوب موضع پیرنگہ

نقشہ اولاد شاہ ہزبر حسین بن شاہ امام علی ارولی۔
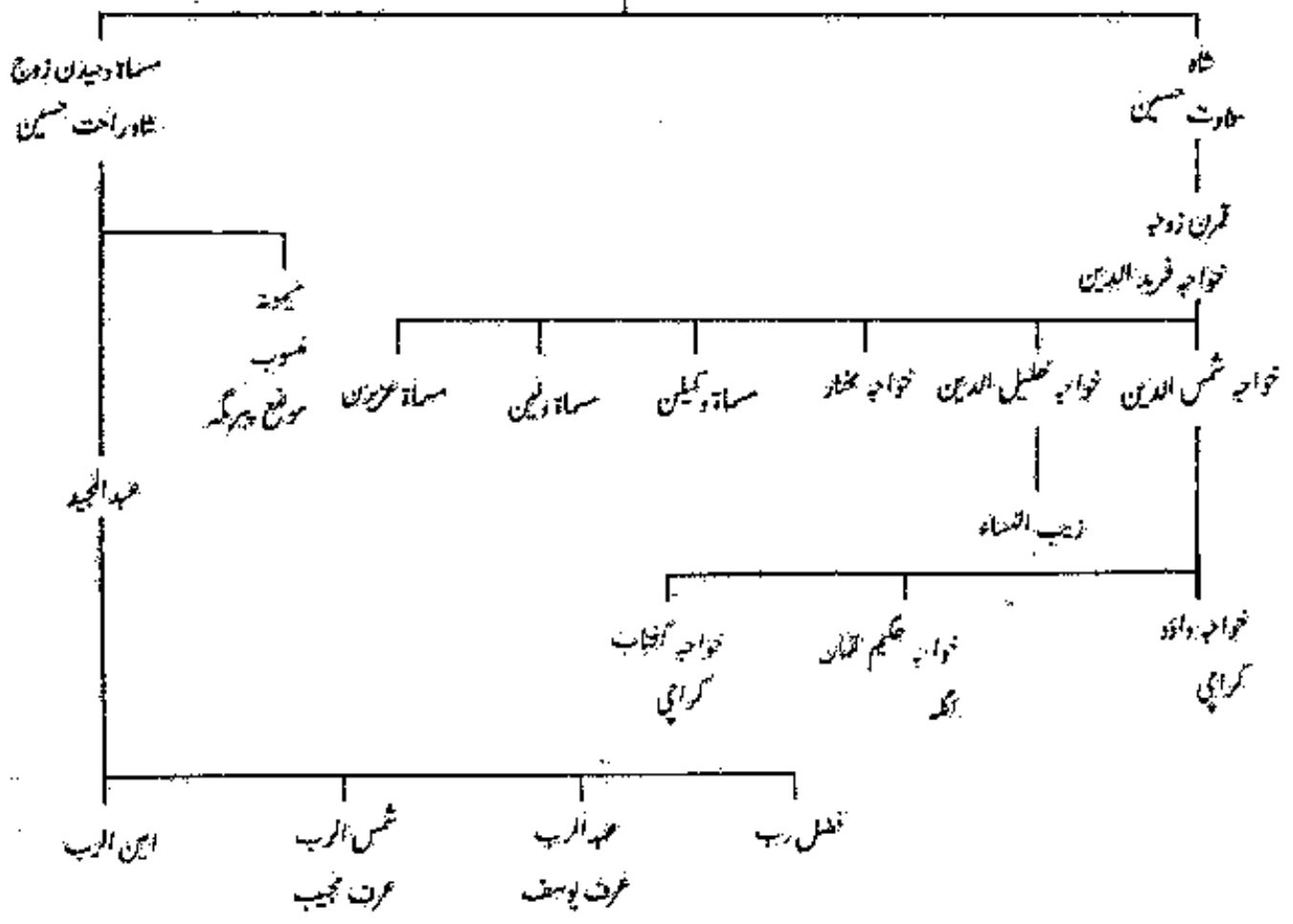
شاہ رحمت حسینؒ بن حضرت مولانا شاہ امام علی عرف شاہ بدلو علیہ رحمۃ اپنے پانچ بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ آپ کی دینی تعلیم آبائی خانقاہ کے مدرسے میں ہوئی۔ آپ نے عربی، فارسی اور ابتدائی دینی تعلیم اپنے والد حضرت شاہ بدلو قدس سرہ، سے حاصل کی اور آپ نے اپنے وقت کے جید علمائے وقت سے بھی استفادہ کیا۔ درس و تدریس کے علاوہ آپ کا خاص مشغلہ زمینداری تھا۔ آپ کی تین شادیاں ہوئیں پہلی شادی مساۃ بی بی ہدایت الفاطمہ بنت قاضی بشیر الحق منیری بن قاضی غلام الحق منیری بن شاہ ولی اللہ پھلواروی سے ہوئی۔ جن سے صرف ایک صاحبزادے شاہ محمد اکرم علیہ رحمۃ تھے۔

جناب شاہ محمد اکرم علیہ رحمۃ کی شادی آپ کی بنت عم مساۃ رسولن بنت شاہ امداد حسین بن شاہ امام علی عرف شاہ بدلو قدس سرہ ساکن ارول سے ہوئی۔ شاہ محمد اکرم صاحب کو صرف تین لڑکیاں تھیں کوئی اولاد ذکور نہ تھی۔ دختر اول مساۃ بی بی عظیم النساء عرف عظیمن زوجہ سید نظیر الدین بن سید رضی الدین ساکن موضع پیلاواں۔ دختر دوم مساۃ بی بی روشن زوجہ سید محمد رضا۔ دختر سوم مساۃ بی بی صغریٰ زوجہ سید غلام اکبر بن سید دلاور حسین ساکن میرابگہ تکاری۔

مساۃ بی بی عظیمن بنت شاہ محمد اکرم کے اکلوتے لڑکے سید ظفیر الدین صاحب مرحوم کی شادی مساۃ بی بی عزیز النساء بنت حاجی حافظ سید شاہ نذر الرحمن رضوی القادری متخلص بہ حفیظ عظیم آبادی۔ ساکن محلہ مغل پورہ، پٹنہ سٹی بن سید تجمل حسین رضوی ساکن کھریا سے ہوئی۔ سید ظفیر الدین بن مساۃ بی بی عظیمن بنت شاہ محمد اکرم اروی کی پانچ لڑکیاں ہیں کوئی اولاد ذکور نہیں۔ لڑکیوں میں دختر اول مساۃ زیب النساء زوجہ سید فہیم الحق بن سید معین الحق ساکن استھوا کے ورثاء میں سید سلیم الحق، سید صبیح الحق اور ایک لڑکی نجمہ خاتون ہیں۔ دختر دوم مساۃ بی بی صالحہ خاتون زوجہ سید نظام الدین احمد بن سید امیر الدین بن سید تفضل حسین عرف میر ننگو ساکن اورنگپور پکورہ کے ورثاء میں راقم الحروف سید قیام الدین نظامی القادری الفردوسی، سید امام الدین، سید حسام الدین اشرف، سید احتشام الدین ارشد اور دو لڑکیاں شہلہ اور شیریں ہیں۔ دختر سوم مساۃ امینہ خاتون زوجہ سید ولایت حسین ابدالی ساکن محلہ مرادپور بہار شریف کے ورثاء میں چار لڑکیاں قدسیہ بانو، حسن آرا، جمال آرا اور جہاں آرا ہیں۔ دختر چہارم مساۃ بی بی رئیسہ خاتون زوجہ سید محمد سعید بن سید شاہ ابو الحیات بن سید شاہ محمد واجد زیدی الواسطی ساکن خسرو پور نوآبادہ کے ورثاء میں سید محمد منظور، سید وصی احمد اور سید شفیع احمد ہیں۔ سید ظفیر الدین بن عظیمن بنت شاہ محمد اکرم اروی کی دختر پنجم مساۃ رشیدہ خاتون کے بچوں میں فہمیدہ خاتون، راشدہ خاتون، ناظرہ خاتون، نیرہ خاتون، شمع خاتون اور سید سمیع الحق ہیں۔

مساۃ بی بی روشن بنت شاہ محمد اکرم اروی زوجہ محمد رضا کی صرف تین لڑکیاں تھیں۔ اول مساۃ بنت رسول زوجہ مولوی تقدیر احمد ساکن بدلپورہ کے صاحب زادے بشیر احمد تھے۔ جن کی دختر عابدہ خاتون زوجہ سید بشارت کریم کراچی میں مقیم ہیں۔ دوم مساۃ سہیلہ زوجہ سید قمر التوحید ساکن بدلپورہ کے بچوں میں ڈاکٹر نور الھدیٰ مرحوم، سید نجم الھدیٰ مرحوم اور ایک لڑکی معہ اہل و عیال کراچی میں مقیم ہیں۔ سوم دختر مساۃ چندہ بنت بی بی روشن کی لڑکیوں میں صالحہ اور نعیمہ کراچی میں ہیں۔

مساۃ بی بی صغریٰ بنت شاہ محمد اکرم اروی زوجہ سید غلام اکبر کے صاحبزادے سید محمد سلیمان مرحوم کے ورثاء میں ایک لڑکے سید عزیز احمد اور ایک لڑکی آمنہ خاتون زوجہ مولوی محمد ہاشم صاحب مع اہل و عیال کراچی میں مقیم ہیں۔

شاہ رحمت حسین ارویؒ کی دوسری شادی مساۃ نصیرن بنت سید شاہ ریاض علی موضع کندھوا سے ہوئی۔ ان سے آپ کے

ایک صاحبزادے شاہ مظہر حسین تھے۔ شاہ مظہر حسین کی شادی مساۃ روشن بنت مولوی جسیم الدین موضع رہی سے ہوئی۔ آپ کے دو لڑکے اور چار لڑکیاں تھیں۔ پسر اول شاہ قطب الدین، پسر دوم شاہ شہاب الدین۔ لڑکیوں میں مساۃ خدیجہ زوجہ سید مقیم الدین ساکن گھرانٹی ، مساۃ حسنہ زوجہ مولوی ڈپٹی انعام الحق ساکن سنگھرو، مساۃ حبیبہ زوجہ مولوی محمد خلیل ساکن روپائی اور مساۃ حلیمن۔

شاہ رحمت حسین ارولیؒ کی زوجہ سوم مساۃ علیمن بنت سید شاہ قادر علی ساکن موضع گھرانٹی سے تین لڑکے شاہ عبد الغفور، شاہ عبد الشکور، شاہ محمد شفیع اور ایک لڑکی مساۃ آمنہ زوجہ سید محمد حسین عرف عبد العزیز ساکن سہار ہیں۔ مساۃ آمنہ بنت شاہ رحمت حسین کے صاحبزادے سید ابو محمد عرف حکیم نے کراچی میں وصال فرمایا۔ سید ابو محمد مرحوم کے ورثاء کراچی میں ہیں۔ جن کا کہنا ہے کہ شاہ صاحبان ارولی شریف کے نام جو فرامین سلاطین وقت نے جاری کئے ان میں سے چند ان کے پاس کراچی میں موجود ہیں۔

نقشہ اولاد شاہ رحمت حسین بن شاہ امام علی چشتی اَرولی۔

قاضیان و سادات موضع نگاواں

موضع نگاواں ضلع گیا میں سادات کی ایک پرانی بستی ہے۔ جہاں صحیح النسب سادات آباد تھے اور جنہیں عمدہ قضا حاصل تھا۔ تلاش بسیار کے باوجود راقم کو مکمل نسب نامہ حاصل نہ ہو سکا۔ ایک مختصر نسب نامہ جناب سید ابو محمد عرف یتیم صاحب مرحوم کی بیاض سے حاصل ہوا ہے۔ اس بستی میں حضرت سید فتح اللہ منیریؒ کی اولاد آباد تھی۔ راقم الحروف کا نسبی تعلق اس خاندان سے اس طرح ہے۔

سید قیام الدین بن مسماۃ صالحہ خاتون بنت سید ظفیر الدین بن سید نظیر الدین بن مسماۃ بنت الفاطمہ بنت قاضی سید ہدایت حسین بن قاضی سید مبارک حسین بن سید خیر اللہ بن سید فتح اللہ منیریؒ۔

سید خیر اللہ بن سید فتح اللہ منیری کی شادی موضع نگاواں کے قاضی خاندان میں مسماۃ تجن بنت قاضی رحیم علی جان سے ہوئی۔ جن سے آپ کی تین اولادیں ہوئیں۔ دو پسر قاضی سید مبارک حسین اور قاضی سید ستبارک حسین اور ایک دختر مسماۃ وزیرن زوجہ حضرت شاہ امام علی عرف شاہ بدلو علیہ رحمۃ سجادہ خانقاہ حضرت مخدوم شمس الدین عرف سمن چشتی ارولی قدس سرہ۔ مسماۃ بی بی وزیرن کے ورثاء کا مفصل حال شاہ صاحبان ارول کے تذکرہ میں درج ہے۔

قاضی سید مبارک حسین بن سید خیر اللہ ساکن نگاواں کے دو پسر قاضی سید فدا حسین اور قاضی سید ہدایت حسین تھے۔ قاضی فدا حسین کی دختر مسماۃ میمونہ زوجہ محمد شریف بن ڈاکٹر ابو الحسن ساکن بیرگہ کے بیٹے عبد الواسع تھے۔ جن کی شادی دختر میر افضل شیر میرداری سے ہوئی۔ عبد الواسع مرحوم کے ایک پسر محمد خلیل تھے جو دختر قاضی محمد ایوب انجری سے بیاہے گئے۔ عبد الواسع کی دو لڑکیاں بھی تھیں۔ ایک کی شادی بہار شریف میں ہوئی جن کے لڑکے محمود شیر تھے۔ دوسری لڑکی موضع بارو ضلع مونگیر میں بیاہی گئیں۔

قاضی سید ہدایت حسین بن قاضی سید مبارک حسین کی دو شادیاں ہوئیں۔ آپ کی پہلی شادی چھپرا میں ہوئی جن سے صرف دو لڑکیاں ہوئیں۔ مسماۃ بنت الفاطمہ اور مسماۃ اختر الفاطمہ۔ قاضی سید ہدایت حسین مرحوم نے ایک کتاب بھی تصنیف کی جس کا نام "ہدایت آئین و آگہی" تھا۔ یہ کتاب غالباً طبع ہو چکی تھی لیکن نایاب ہے۔

مسماۃ بنت الفاطمہ بنت قاضی سید ہدایت حسین بن قاضی سید مبارک حسین ساکن نگاواں کی شادی میر سید رضی الدین ساکن موضع دتیانہ مقیم موضع پیلاواں آدم پور سے ہوئی۔ آپ کے ایک صاحبزادے سید نظیر الدین اور دو لڑکیاں تھیں۔ دختر اول مسماۃ انیس الفاطمہ زوجہ مولوی اسحاق ساکن باڑھ لاولد، دختر دوم مسماۃ کنیز الفاطمہ زوجہ میر حبیب الرحمن سید آبادی۔ مسماۃ کنیز الفاطمہ کی صرف ایک دختر تھیں۔ جو دیوان محلہ پٹنہ سٹی میں شاہ محمد اکرام الدین سے منسوب ہوئیں جن کے ایک ہی پسر ڈاکٹر منہاج الدین ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے پانچ نوجوان بچے سانحہ مشرقی پاکستان میں شہید ہوئے۔ لڑکیوں سے نسل جاری ہے

سید نظیر الدین بن مسماۃ بنت الفاطمہ کی شادی مسماۃ عظیم النساء عرف بی بی عظیمن بنت شاہ محمد اکرم ساکن ارول سے ہوئی۔ جن کا مفصل حال تذکرہ شاہ صاحبان ارول میں موجود ہے۔ آپ کے صرف ایک صاحبزادے سید ظفیر الدین مرحوم تھے۔ جن کی شادی مسماۃ عزیز النساء بنت حافظ سید شاہ نذر الرحمن حنیظ عظیم آبادی ساکن محلہ مقبرہ پٹنہ سٹی سے ہوئی۔ حنیظ عظیم آبادی اصل رہنے والے موضع کھریا کے تھے۔ جن کا مفصل تذکرہ خاندان کھریا میں تحریر کیا جا چکا ہے۔ سید ظفیر

الدین بن سید نظیر الدین بن مسماۃ بنت الفاطمہ ساکن موضع نگاواں کی پانچ لڑکیاں ہیں۔ اول مسماۃ زیب النساء مرحومہ زوجہ مولوی فہیم الحق ساکن موضع اسھوا، ضلع پٹنہ، دوم مسماۃ صالحہ خاتون مرحومہ (والدہ راقم الحروف) زوجہ جناب سید نظام الدین احمد مرحوم ساکن موضع اورنگ پور بکورہ، ضلع پٹنہ، سوم مسماۃ امینہ خاتون زوجہ سید ولایت حسین ابدلی ساکن محلہ مرار پور، بہار شریف۔ چہارم مسماۃ رئیسہ خاتون زوجہ سید محمد سعید زیدی الواسطی ساکن خسرو پور، ضلع پٹنہ۔ پنجم مسماۃ رشیدہ خاتون زوجہ سید نعیم الحق ساکن اسھوا۔

مسماۃ اختر الفاطمہ بنت قاضی سید ہدایت حسین کی شادی سید نہال اشرف عرف لاڈلے بن سید علی اشرف عرف پیارے، رئیس محلہ کنگھیہ ٹولہ پٹنہ سٹی سے ہوئی۔ سید نہال اشرف حضرت مخدوم سید عبد الرزاق نورالعین کی اولاد سے تھے جو حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی خانقاہ کچھوچھہ شریف کے سجادہ اور خلیفہ تھے۔ مسماۃ اختر الفاطمہ کے دو صاحبزادے ہوئے۔ اول سید محبوب اشرف عرف بِبّن، دوم سید سعید الدین اشرف عرف جھبّی، سید محبوب اشرف عرف بِبّن کی دو شادیاں ہوئیں۔ محل دوم نے لاولد انتقال کیا محل اولیٰ دختر وحید الحق ساکن شاہوبگہ سے ایک لڑکا اور دو لڑکیاں تھیں۔ صاحبزادے نے لاولد وصال کیا۔ لڑکیوں میں دختر اول مسماۃ درگاہن زوجہ سید شرف الدین کے ایک پسر معین اشرف ہیں۔ دختر دوم مسماۃ کنیز فاطمہ عرف کھسو کی شادی مولوی اختر حسین ساکن مظفر پور سے ہوئی۔ جن سے بی بی نور جہاں، بی بی عاصمہ، بی بی معصومہ، بی بی خورشیدی اور بی بی سلمیٰ اور دو لڑکے جھنّو اور گڈّو ہیں۔ سید سعید الدین اشرف عرف جھبّی بن اختر الفاطمہ کی دو شادیاں ہوئیں۔ آپ کی محل دوم ساکن محلہ صدر گلی پٹنہ سٹی سے تین لڑکیاں ہیں۔ دختر اول مسماۃ ذکیہ خاتون زوجہ محمد احمد حسن خان ساکن مظفر پور، دختر دوم رابعہ خاتون زوجہ وصی امام ساکن بہار شریف، دختر سوم معینہ خاتون زوجہ انوار ساکن لودی کٹرہ، پٹنہ سٹی۔

قاضی سید ہدایت حسین ساکن نگاواں کی دوسری شادی بی بی وحیدن بنت میر طالب حسین ساکن موضع بھداسی سے ہوئی تھی۔ محل دوم سے ایک صاحبزادے اور چار لڑکیاں تھیں۔ صاحبزادے قاضی سید وجاہت حسین مجرد رہے اور لاولد انتقال کیا۔ لڑکیوں میں مسماۃ امت الفاطمہ زوجہ میر واعظ الدین ساکن نگاواں مقیم آدم پور، مسماۃ عزیز الفاطمہ زوجہ میر تصدق حسین ساکن موضع آدم پور، مسماۃ تمیز الفاطمہ زوجہ سید احمد رضا بن میر نبی رضا ساکن نگاواں اور مسماۃ حفیظۃ الفاطمہ زوجہ عابد حسین ساکن دگنا گھاٹ۔

مسماۃ امت الفاطمہ بنت قاضی سید ہدایت حسین زوجہ میر واعظ الدین ساکن آدم پور کے ایک صاحبزادے میر معیز الدین اور چھ لڑکیاں تھیں۔ معیز الدین کے ورثا ہیں۔ اجمیری، قمر المعیز، فخر المعیز، ابن المعیز، مسماۃ نجمہ، مسماۃ فاطمہ، مسماۃ شہباز فاطمہ اور مسماۃ نوری ہیں۔ مسماۃ امت الفاطمہ کی لڑکیوں میں اول رقیہ لاولد رہیں۔ دوم مسماۃ قریشہ زوجہ سید ریاض الدین ساکن موضع شاہوبگہ کی یادگار سید شہاب الدین اور مسماۃ عاصمہ زوجہ عبد الودود ہیں۔ سوم مسماۃ رابعہ زوجہ نظام الدین ساکن شاہوبگہ کے لڑکے اکرام الحق۔ اکرام الحق کے لڑکے ذکاء الحق اور ایک لڑکی مسماۃ شاہدہ۔ چہارم مسماۃ خدیجہ زوجہ عبدالخالق ساکن موضع کوپاکی دو لڑکیاں مسماۃ حمیدہ اور مسماۃ ساجدہ تھیں۔ پنجم مسماۃ صغریٰ زوجہ عابد حسین ساکن شہسرام کی چار لڑکیاں تھیں۔ ششم مسماۃ زہرا بنت مسماۃ امت الفاطمہ کی شادی شمس الضحیٰ ساکن مقبول پور راجہ سے ہوئی۔

مسماۃ عزیز الفاطمہ بنت قاضی سید ہدایت حسین زوجہ میر تصدق حسین ساکن آدم پور کی صرف دو لڑکیاں تھیں۔ یک مسماۃ حبیب الفاطمہ اور دوسری رابعہ خاتون۔ یکے بادیگرے دونوں بہنوں کی شادی سید عبد القدوس صاحب ساکن شہباز پور سے

ہوئی۔ مسماۃ حبیب الفاطمہ کے صرف ایک صاحبزادے جناب سید عبد الودود صاحب اور ایک دختر زوجہ سید شہاب الدین ہیں۔ سید عبد الودود صاحب کو بھی علم الانساب سے کافی لگاؤ ہے اور آپ نے سادات بہار سے تعلق رکھنے والے افراد کے نسب ناموں کا ایک بڑا ذخیرہ جمع کر رکھا ہے۔ مجھے اپنی کتاب کی تیاری میں آپ سے بڑی مدد ملی ہے۔ سید عبد الودود صاحب کی شادی مسماۃ عاصمہ خاتون بنت مسماۃ قریشہ بنت امت الفاطمہ بنت قاضی ہدایت حسین ساکن نگاواں سے ہوئی۔ آپ کے دو لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں۔ لڑکوں میں سید عبد المتین اور سید مسعود اختر اور لڑکیوں میں زرینہ خاتون، عشرت بانو، عصمت بانو اور فرزانہ خاتون ہیں۔ محترمہ رابعہ خاتون بنت عزیز الفاطمہ زوجہ ثانیہ سید عبد القدوس کے ورثاء میں عبد الغفور، عبد المعین، شمیم اختر، نسیم اختر، قسیم اختر، شمیمہ خاتون، سلیمہ خاتون اور جمیلہ خاتون ہیں۔

مسماۃ تمیز الفاطمہ بنت قاضی سید ہدایت حسین ساکن نگاواں کی شادی لبتی ہی میں سید احمد رضا بن سید نبی رضا سے ہوئی جن سے فاروق احمد، محمد خواجہ، محمد عیسیٰ تین لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ اوّل زیب النساء زوجہ عبد القیوم ساکن موضع سید آباد کے ورثاء میں مختار احمد، بانو لاولد اور مسماۃ جمیلہ خاتون، دوم عتیقۃ النساء بنت مسماۃ تمیز الفاطمہ کی شادی بدر الزمان ساکن موضع کھیرا سے ہوئی جن کے ورثاء میں صوفی رضا، حسن رضا، مسعود رضا، محمود رضا، ساجدہ خاتون اور شاہدہ خاتون ہیں۔ محمد خواجہ بن تمیز الفاطمہ کے ورثاء میں نیاز احمد، نذر احمد اور نسیم احمد ہیں۔ محمد عیسیٰ بن مسماۃ تمیز الفاطمہ کے تین پسر ظفر احمد، مظفر احمد اور محبوب احمد کراچی میں مقیم ہیں۔ لڑکیوں میں بارکہ اور کاملہ ہیں۔

مسماۃ حفیظۃ الفاطمہ بنت قاضی سید ہدایت حسین زوجہ عابد حسین ساکن موضع دیگھا گھاٹ، پٹنہ کے ایک پسر زاہد حسین تھے۔ زاہد حسین کی شادی دختر ڈاکٹر ماجد صاحب سے ہوئی۔ آپ نے دیگھا کی سکونت ترک کرکے قصبہ اردل ضلع گیا میں مستقل رہائش اختیار کر لی ہے۔

قاضی سید تبارک حسین بن سید خیر اللہ ساکن نگاواں بن سید فتح اللہ منیری کی شادی مسماۃ فہیمن بنت قاضی سید غلام حسین منیری سے ہوئی۔ آپ کی دو اولادیں ہوئیں۔ ایک دختر مسماۃ بہارن زوجہ قاضی منیر الحق منیری جن کے ورثاء میں امین الحق، مبین الحق، فیض علی اور ایک لڑکی مسماۃ حسنہ تھیں۔ ایک صاحبزادے قاضی سید ولایت حسین تھے جو موضع فرید پور میں مسماۃ زہرا سے بیاہے گئے۔ قاضی سید ولایت حسین کے ایک بیٹے قمر الہدیٰ اور تین بیٹیاں مسماۃ کنیز فاطمہ، مسماۃ ولیبن اور مسماۃ رقیہ تھیں۔

سید خیر اللہ ساکن نگواں

قاضی سید مجارک حسین

وزیرن زوجہ شاہ امام علی
اردلی

قاضی سید مبارک حسین

امداد حسین
ہزبر حسین
رحمت حسین
مراد حسین
امجد حسین

قاضی سید ہدایت حسین
قاضی سید فدا حسین

بنت الفاطمہ
اختر الفاطمہ
امت الفاطمہ
تمیز الفاطمہ
عزیز الفاطمہ
حفیظ الفاطمہ
وجاہت حسین
لاولد

رسولن
شاہ محمد اکرم
زاہد حسین
مسماۃ حبیب الفاطمہ
میمونہ
سید نظیر الدین
معیز الدین
محمد عیسیٰ
عظیم النساء
انجیری
محبوب احمد
سید عبد الودود
عبد الواسع
سید ظفیر الدین
سید اشرف عرف جھمی
محبوب اشرف عرف بن
عبد المتین
صالحہ خاتون
راقم سید قیام الدین
محمد خلیلی
والدہ محبوب شبیر
دختر
ندیم احمد

مسماۃ بنت الفاطمہ بنت قاضی سید ہدایت حسین

مسماۃ اختر الفاطمہ بنت قاضی سید ہدایت حسین
سید سعید اشرف عرف جھمّی
سید محبوب اشرف عرف بنّن
کنیز فاطمہ
پسر
لاولد
معین اشرف
نورجہاں
آسیہ
معصومہ
خورشیدی
ذکیہ خاتون
رابعہ خاتون
سعیدہ خاتون
اشرف
کراچی
مظہر
کراچی
رشید
اصغر
نفیسہ
حلیمہ
عائشہ
ریحانہ
مسماۃ امت الفاطمہ بنت قاضی سید ہدایت حسین
معیز الدین
رقیہ
لاولد
قریشہ
رابعہ
خدیجہ
صغریٰ
زہرا
شہاب الدین
صالحہ خاتون
اکرام الحق
ذکاء الحق
شاہدہ
حمیدہ
ساجدہ
واجدہ خاتون
جمیلہ خاتون
دختر
قمر المعیز
فخر المعیز
ابن المعیز
نجمہ
نیر فاطمہ
شہناز فاطمہ
نوری
نفیسہ خاتون
قمر الہدیٰ
مظفر عالم
محفوظ عالم
محمود عالم
مسعود عالم

مسماة عزیز الفاطمہ بنت قاضی سید ہدایت حسین
حبیب الفاطمہ
رابعہ خاتون
سید عبدالغفور
عبدالمعین
نسیم اختر
شمیم اختر
قسیم اختر
شمیمہ خاتون
سلیمہ خاتون
جمیلہ خاتون
سید عبدالودود
عبدالمتین
مسعود اختر
زرینہ خاتون
عشرت بانو
عصمت بانو
فرزانہ خاتون

مسماة تمیز الفاطمہ بنت قاضی سید ہدایت حسین
فاروق احمد
محمد خواجہ
محمد عیسیٰ
زینب النساء
عتیقۃ النساء
نیاز احمد
فیاض احمد
تسلیم احمد
بانو
لاولد
مختار احمد
جمیلہ خاتون
ظفر احمد
مظہر احمد
محفوظ احمد
کاملہ
صوفی رضا
حسن رضا
مسعود رضا
محمود رضا
ساجدہ
شاہدہ

قاضی سید تبارک حسین ساکن نگاواں
قاضی سید ولایت حسین
رقیہ
کنیز فاطمہ
قاضی سید قمر الہدیٰ
قاضی امین الحق
معین الحق
فیض علی
حسنہ

تذکرہ سادات موضع پیلاواں ۔ ضلع پٹنہ

موضع پیلاواں موضع آدم پور سے ملحق سادات کی ایک مشہور بستی ہے جو ضلع پٹنہ (عظیم آباد) میں واقع ہے۔ اس کا ڈاکخانہ رام بخش جیتی پور، ریلوے اسٹیشن بہٹہ اور کچہری بکرم ہے۔ موضع پیلاواں میں رضویہ سلسلہ کے سادات کا دو گھرانہ آباد تھا جو دراصل ایک ہی خاندان کی دو شاخیں تھیں۔ ایک گھرانہ میر سید رضی الدین صاحب کا تھا اور دوسرا گھرانہ میر سید حبیب الدین مرحوم کا جن کے ورثاء میں ڈاکٹر نصیر الدین وغیرہ تھے۔ یہ دونوں گھرانے موضع دتیانا سے آکر آباد ہوئے تھے۔

میر سید رضی الدین علیہ رحمتہ کے ایک صاحبزادے میر سید نظیر الدین اور دو لڑکیاں تھیں۔ دختر اول بی بی امین فاطمہ زوجہ اسحاق صاحب ساکن باڑھ نے لاولد انتقال کیا۔ دختر دوم بی بی کنیز فاطمہ زوجہ میر حبیب الرحمن صاحب ساکن سید آباد کے ورثاء میں منہاج الدین صاحب بن شاہ اکرام الدین ساکن دیوان محلہ پٹنہ سیٹی، موضع کاکو ضلع گیا میں مقیم ہیں۔ میر سید نظیر الدین بن میر سید رضی الدین صاحب کی شادی مساۃ عظیم النساء بنت سید شاہ محمد اکرم بن سید شاہ رحمت حسین خانقاہ مخدوم سمن اروی چشتی موضع ارول سے ہوئی۔ جن کے صرف ایک صاحبزادے جناب میر سید ظفیر الدین مرحوم تھے۔ میر سید ظفیر الدین کی شادی مساۃ بی بی عزیز النساء مرحومہ بنت حافظ سید شاہ نذر الرحمن رضوی القادری ساکن موضع کھربیا مقیم محلہ مظفرپورہ پٹنہ سیٹی سے ہوئی۔ (حافظ صاحب کا مفصل تذکرہ کتاب ہذا میں موجود ہے) ۔ میر سید ظفیر الدین مرحوم کی پانچ صاحبزادیاں اس وقت مع اہل و عیال کراچی پاکستان میں مقیم ہیں۔ اس طرح میر سید رضی الدین علیہ رحمتہ ساکن موضع پیلاواں کی نسل انکے پوتے سید ظفیر الدین مرحوم کی لڑکیوں سے جاری ہے۔

موضع پیلاواں کے خاندان کا تفصیلی نسب نامہ تلاش و جستجو بسیار کے باوجود راقم سید قیام الدین نظامی الفردوسی کو دستیاب نہ ہوسکا۔ میر سید رضی الدین علیہ رحمتہ کے ہجد اور برادر نسبتی میر سید مجاہد رسول کی اولاد موضع پیلاواں سے اٹھ کر موضع سید آباد ضلع گیا میں آباد ہوگئی۔ راقم الحروف نے اس خاندان کے تمام افراد سے رابطہ کیا، بالمشافہ ملاقاتیں کیں اور خط و کتابت کے ذریعہ بھی حالات و واقعات معلوم کرنے کی کوشش کی۔ لیکن تمام افراد نے عدم دلچسپی کا مظاہرہ کیا۔ اکثر افراد نے مجھے اس کام سے باز رہنے کا مشورہ دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ اس مادی دور میں علم الانساب پر تحقیق و جستجو سے کیا فائدہ؟ شاید وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مادی دور میں مادیت کی طرف مائل ہو کر دنیاوی جاہ و حشم کے حصول کی جدوجہد کرنی چاہیئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ مختصر یہ کہ جن افراد سے ملا اور جو حضرات اس سلسلے میں کارگر ہوسکتے تھے ان میں جناب سید مظہر الدین ساکن پیلاواں، ڈاکٹر سید علیم الدین ساکن پیلاواں اور جناب سید نسیم الدین ساکن سید آباد قابل ذکر ہیں۔ ان تمام حضرات میں صرف جناب سید مظہر الدین نے اپنی یادداشت کی مدد سے میری تھوڑی سی رہنمائی فرمائی۔

موضع پیلاواں سے ملحق بستی آدم پور کے جناب حکیم سید عبدالوہاب مدظلہ جو راقم کے اعزہ میں ہیں اور کراچی میں مقیم ہیں۔ ایک ملاقات کے موقع پر جب راقم نے حکیم صاحب سے میر سید رضی الدین کے والد کا نام دریافت کیا تو حکیم صاحب مدظلہ نے اپنی ناواقفیت کا اظہار کرتے ہوئے ایک واقعہ بیان فرمایا۔ آپ نے فرمایا۔ "عزیزم! میں نے میر سید رضی الدین صاحب کو دیکھا ہے۔ ایک بار جب کہ میری عمر چودہ یا پندرہ سال کی تھی اور میں اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ آدم پور کی مسجد کے قریب کھیل میں مشغول

تھا کہ ایک ہندو برہمن جو موضع دتیانا کا رہنے والا تھا میر رضی الدین مرحوم کو تلاش کرتا ہوا ہمارے قریب آیا اور میر صاحب کا پتہ دریافت کیا، میں اس ہندو برہمن کو لیتا ہوا میر صاحب کے مکان پر حاضر ہوا۔ میر سید رضی الدین مرحوم بڑے ہی ہمدرد، خلیق اور وضعدار شخصیت کے مالک تھے۔ آدم پور پیلاواں کی بستی میں محترم و مکرم تھے اور تقوی و پرہیزگاری میں انفرادی حیثیت رکھتے تھے۔ میرے بہت ممنون ہوئے اور مجھے چائے کے لئے روک لیا۔ میں قریب ہی بیٹھ گیا۔ میر صاحب اور ہندو برہمن کے درمیان جو گفتگو ہوئی اُس سے اِس حقیقت حال کا پتہ چلا کہ میر صاحب اصل رہنے والے موضع دتیانا کے تھے اور ان کی کچھ زمین اُس موضع میں تھی جس کو وہ برہمن خریدنا چاہتا تھا۔" حکیم صاحب موصوف کی مندرجہ بالا باتوں اور نانا جان مرحومہ (مسماۃ بی بی عزیزالنساء صاحبہ) کی یادداشتوں سے راقم کو اس بات کا علم ہوا کہ رضی صاحب علیہ رحمۃ اصل رہنے والے موضع دتیانا کے تھے۔ ان کے والد یا دادا اس بستی کی رہائش ترک کرکے موضع پیلاواں میں آبسے تھے۔ جہاں ان کے ہمجد اور قریبی عزیز میر سید حبیب الدین اور میر محامد رسول ساکن سید آباد کا خاندان پہلے سے آباد تھا۔

حضرت مولانا سید شاہ مراد اللہ صاحب فردوسی منیری مدظلہ کی کتاب "تذکرہ شعرائے منیر" سے مجھے موضع دتیانا کی کچھ تفصیل معلوم ہوسکی ہے۔ شاہ صاحب ایک فارسی گو شاعر میر سید خدا بخش کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "آپ کی اصل موضع دتیانا ضلع پٹنہ ہے۔ موضع دتیانا میں حضرت عیسیٰ تاج یا بانی "یکے از خاندان حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی" کا مزار ہے۔ اگلے وقتوں میں یہاں مختلف سلاسل کی خانقاہیں تھیں۔ قدیم نوشتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں بہت سے بزرگوں کے مزار تھے۔ کچھ نشان ابھی بھی پائے جاتے ہیں۔ آپ کے (یعنی میر سید خدا بخش صاحب کے) بزرگان محلہ پدہ منیر میں آباد ہوگئے۔ آپ کے ایک بھائی میر غلام شرف منیری کے لڑکے میر جمال الدین منیری اور میر نظام الدین منیری تھے۔ ان کے خاندان کے افراد یہاں ہیں۔ دوسرے بھائی غلام نجف منیری تھے ان کے بیٹے دوسری جگہوں میں آباد ہوگئے۔" شاہ صاحب مدظلہ اپنی کتاب کے حاشیہ پر مزید لکھتے ہیں۔ "دتیانا ضلع پٹنہ، منیر سے بارہ میل دکھن ہے۔ بکرم کے قریب ہے۔"

راقم الحروف سید قیام الدین نظامی الفردوسی کو ایک نسب نامہ میر شاکر حسین ساکن موضع دتیانا مقیم کوپا کا جناب سید محبوب رضا ساکن موضع کوپا کی بیاض سے نقل شدہ ملا ہے۔ یہ نسب نامہ بھی نامکمل ہے۔ اس میں صرف میر شاکر حسین کے ورثاء کا تذکرہ ہے اجداد کا نہیں۔ راقم کے پھوپھی زاد بھائی مولوی اظہار الحق مدظلہ کا کہنا ہے کہ ان کے اجداد اصل رہنے والے ضلع شاہ آباد (آرا) کے کسی گاؤں کے تھے۔ وہاں سے ان کا خاندان بسلسلہ ازدواج موضع دتیانا میں آباد ہوگیا۔ جہاں اس خاندان کے لوگ مولوی کہے جاتے تھے۔ اس خاندان کے ایک بزرگ مولوی قنبر علی شاہ تھے جن کی اولاد کے کچھ افراد بعد میں موضع رہی اور سنگھرہ نزد موضع کوپا ضلع پٹنہ میں آباد ہوئے۔ جناب مولوی قنبر علی شاہ قدس سرہ، کے اکثر ورثاء شیخ صدیقی ہونے کے مدعی ہیں۔

راقم الحروف کا خاندان موضع اور نگپور پکورہ ضلع پٹنہ کا ہے۔ اورنگپور اور موضع دتیانا کے درمیان ازدواجی سلسلہ بڑا پرانا ہے۔ مسماۃ بی بی جمیلن بنت سید جان علی ساکن اورنگپور مقیم موضع کھرڈیہا کی شادی ناظر میر سخاوت حسین بن میر واحد حسین بن میر شاکر حسین ساکن دتیانا مقیم کوپا سے ہوئی، جن کے ورثاء میں سید یعقوب رضا بن سید محبوب رضا، سید عبدالمنان، یٰسین صاحب اور سید محمود رضا بن سید حسن رضا وغیرہ کراچی میں ہیں۔ مسماۃ بی بی جمیلن کے والد سید جان علی اورنگپوری راقم کے پردادا میر سید تفضل حسین عرف میر ننکو کے سگے چچازاد بھائی اور ہم زلف تھے۔ اس طرح بی بی جمیلن اور راقم کے دادا میر سید امیر الدین علیہ رحمۃ سگے خالہ زاد بھائی بہن اور دوسری پشت کے چچازاد بھائی بہن تھے۔ پھر آگے چل کر راقم کے والد سید نظام الدین مرحوم کی سگی پھوپھی

دختر میر سید تفضل حسین عرف میر ننگو کی شادی میر سید یوسف حسین عرف میر منگلی ساکن کوپا بن میر واحد حسین بن میر شاکر حسین ساکن دتیانا مقیم کوپا سے ہوئی۔ ڈاکٹر سید عبداللطیف بن سید الطاف حسین اورنگپوری مقیم آدم پور کی شادی مسماۃ خدیجۃ الکبری بنت سید محمد خلیل ساکن سید آباد یکے از خاندان موضع دتیانا سے ہوئی۔ راقم کے والد سید نظام الدین مرحوم اورنگپوری کی شادی مسماۃ بی بی صالحہ خاتون بنت سید ظفیر الدین بن سید نظیر الدین بن میر سید رضی الدین ساکن دتیانا مقیم موضع پیلاواں سے ہوئی۔ راقم الحروف کی پھوپھی مسماۃ بی بی صالحہ خاتون بنت میر سید امیر الدین علیہ رحمتہ کی شادی جناب مولوی ریاض الحق مرحوم بن مولوی سرور الحق بن مولوی جسیم الدین ساکن دتیانا مقیم موضع رہی ضلع پٹنہ سے ہوئی جن کے ورثاء میں مولوی انظار الحق وغیرہ کراچی میں مقیم ہیں۔

میر سید رضی الدین علیہ رحمتہ :- آپ اصل رہنے والے موضع دتیانا، ضلع پٹنہ کے تھے۔ جس کی تفصیل گذشتہ اوراق میں تحریر کرچکا ہوں۔ موضع دتیانا تحریک جہاد اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی تحریک میں حصہ لینے کے نتیجے میں تباہ ہوا۔ اس بستی کے افراد نے ہندوستان پر فرنگی تسلط کے خلاف عملی جدوجہد کی۔ انگریزی حکومت نے اس بستی پر انتقامی کاروائی کی اور پوری بستی کو تباہ کر ڈالا۔ مسلم آبادی پر ہل چلوادیئے بکثرت افراد شہید کئے گئے۔ کچھ کو عمر قید کی سزا ہوئی، کچھ پھانسی کے تختے پر لٹکائے گئے، کچھ خاندانوں نے جان بچا کر نقل مکانی اور گوشہ گمنامی میں زندگی گزاردی۔ میر رضی الدین علیہ رحمتہ کا کنبہ نقل مکانی کرکے موضع پیلاواں ضلع پٹنہ میں آبسا جہاں ان کے خاندان کے کچھ افراد پہلے سے آباد تھے۔ میر سید رضی الدین مرحوم کی شادی موضع نگاواں کے قاضی خاندان میں مسماۃ بنت الفاطمہ بنت میر سید ہدایت حسین بن میر سید مبارک حسین بن قاضی سید خیر اللہ بن قاضی سید فتح اللہ سے ہوئی۔ آپ کے ایک صاحبزادے میر سید نظیر الدین اور دو لڑکیاں تھیں۔ میر سید رضی الدین علیہ رحمتہ بڑی محترم و مکرم شخصیت کے مالک تھے۔ نیکی، شرافت، وضعداری اور ادائیگی دینی فریضہ آپ کا خاصہ تھا۔ زمینداری اور کاشتکاری کے مشغلے سے جو وقت بچتا اُسے تبلیغ میں لگاتے۔ موضع پیلاواں اور اس کے قرب و جوار کی بستیوں کی مذہبی تقریبات میں آپ شرکت فرمایا کرتے۔ میلاد پڑھتے، سیرت طیبہ بیان فرماتے اور پیغام دین محمدی لوگوں تک پہنچاتے۔ آپ نے اور آپ کی اہلیہ محترمہ نے بڑی لمبی عمر پائی۔ میر صاحب نے ایک سو پندرہ (۱۱۵) سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ اور آپ کی اہلیہ مسماۃ بی بی بنت الفاطمہ نے بھی ایک سو سے زیادہ عمر میں انتقال کیا۔ آپ کے صاحبزادے میر سید نظیر الدین مرحوم نے آپ کی زندگی ہی میں وصال کیا۔ اس طرح مسماۃ بی بی بنت الفاطمہ کو بیٹے اور پوتے میر سید نظیر الدین اور میر سید ظفیر الدین دونوں کا غم برداشت کرنا پڑا۔

میر سید نظیر الدین مرحوم بن میر سید رضی الدین علیہ رحمتہ ساکن پیلاواں کی شادی موضع اروَل شریف میں مشہور صوفی بزرگ حضرت مخدوم شمس الدین سمن چشتی کے خاندان میں مسماۃ بی بی عظیم النساء بنت سید شاہ محمد اکرم بن سید شاہ رحمت حسین بن سید شاہ امام علی چشتی عرف شاہ بدلو علیہ رحمتہ سے ہوئی۔ آپ کے صرف ایک پسر سید ظفیر الدین تھے۔ میر سید نظیر الدین مرحوم نے جوانی میں وصال فرمایا آپ کے حالات زندگی مزید فراہم نہ ہوسکے جو تحریر کئے جاسکیں۔

سید ظفیر الدین بن سید نظیر الدین بن میر سید رضی الدین خورد سال ہی تھے کہ والد اور والدہ نے قضاء کیا پرورش و پرداخت دادا کی نگرانی میں ہوئی۔ آپ چونکہ میر سید رضی الدین مرحوم کے اکلوتے لڑکے کی واحد نشانی تھے اس لئے میر صاحب نے بڑے ناز و نعم سے پرورش کی۔ جب سید ظفیر الدین مرحوم کچھ سیانے ہوئے تو میر صاحب نے آپ کی تعلیم کا انتظام پٹنہ شہر میں کیا۔ کرایہ کا مکان

لیا گیا۔ کھانا پکانے اور خدمت کے لئے پیلاواں سے نوکر اور نوکرانیاں بھیجی گئیں۔ آپ کے والد کے خالہ زاد بھائی جناب سید محبوب اشرف عرف بمن اور سید سعید الدین اشرف عرف جھبن صاحبان روسائے محلہ کٹکیہ، ٹولہ شہر عظیم آباد پٹنہ میں رہا کرتے تھے جب ان لوگوں کو اس نئے انتظام کا حال معلوم ہوا تو وہ سید ظفیر الدین کو آکر اپنے مکان لے گئے تمام خدمتگاروں کو واپس پیلاواں بھیجدیا۔ اس طرح سید ظفیر الدین کا تعلیمی سلسلہ آپ کے خلیرے چچا صاحبان کی نگرانی میں جاری رہا اور آپ نے انگریزی تعلیم پٹنہ یونیورسٹی سے حاصل کی۔ سید ظفیر الدین مرحوم کی پرورش چونکہ دادا دادی کے لاڈو پیار میں اور تربیت رئیسانہ ماحول میں ہوئی۔ نانیہالی اور دادیہالی جائیداد کے آپ اکیلے مالک تھے۔ اس لئے آپ نے بڑی شاہانہ زندگی بسر کی۔ آپ بڑے شاہ خرچ واقع ہوئے تھے۔ آزاد منش اور مستقبل کی فکر سے آزاد تھے۔ دادا کے وصال کے بعد دادی اور گھر کے ملازموں نے کاشتکاری اور زمینداری کا انتظام چلایا اور دادی کے وصال کے بعد آپ کی اہلیہ مسماۃ بی بی عزیز النساء صاحبہ پر یہ ذمہ داری آن پڑی۔ ان کاموں سے آپ کو کوئی دلچسپی نہ تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کاشتکاری اور زمینداری کی صحیح نگہداشت نہ ہو سکی۔ آپ کو اپنی نانیہال اردل سے بھی اچھی خاصی جائیداد ملی تھی لیکن آپ کی بے توجہی سے وہ بھی ضائع ہوئی۔ آپ اپنے وقت کے بے فکر نوجوان تھے۔ پر مذاق، بزلہ سنج اور محفل کے روح رواں سمجھے جاتے تھے۔ عزیز و اقارب اور دوست و احباب آپ سے راضی اور خوش تھے۔ ہر شخص محفل میں آپ کا منتظر رہتا۔ طبیعت کا رجحان مذہب کی طرف تھا اور مذہب سے وجدانی لگاؤ تھا۔ مولانا حالی کے آپ پرستار تھے۔ مولانا کا مسدس مدوجزر اسلام آپ کو ازبر تھا۔ مناجات حالی آپ روزانہ بعد نماز فجر آواز بلند بڑی خوش الحانی سے پڑھا کرتے۔ اکثر مناجات پڑھتے ہوئے آپ پر رقت طاری ہوجاتی۔ آپ آئندہ کی فکر سے آزاد تھے۔ اگر کوئی ہمدرد اور خیرخواہ آپ کو سمجھاتا کہ پیسے ضائع نہ کریں اور مستقبل کی فکر کریں تو جواب میں فرماتے۔

جس نے دیا ہے تن کو دے گا وہی کفن کو۔

سید ظفیر الدین صاحب کی شادی مسماۃ بی بی عزیز النساء بنت حافظ حاجی سید شاہ نذر الرحمن رضوی القادری متخلص بہ حفیظ عظیم آبادی علیہ رحمۃ ساکن موضع کھریا مقیم محلہ مغلپورہ پٹنہ سٹی سے ہوئی۔ ظفیر الدین مرحوم نے شادی کے چودہ سال بعد جوانی ہی میں وصال فرمایا اور اپنے پیچھے ایک بیوہ اور پانچ خورد سال بچوں کو چھوڑا۔ جن کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ جس کو جیسے موقع ملا ان بیوہ اور یتیموں کا مال دباتا چلا گیا۔ آپ کی اہلیہ مسماۃ بی بی عزیز النساء بڑی دور اندیش، سلیقہ شعار، منتظم اور ہوش مند خاتون تھیں۔ آپ نے بڑی جدوجہد اور پروقار انداز میں بچوں کی پرورش کی اور کمسنی ہی میں شادی بیاہ کرکے انھیں اپنے اپنے گھروں میں آباد کیا۔ آپ کے منجھلے داماد جناب سید نظام الدین مرحوم کی کوششوں سے موضع چکچادو کی زمینداری واپس حاصل ہوسکی اور موضع پیلاواں کا آبائی مکان حاصل کرکے فروخت کیا جاسکا۔ جناب سید نظام الدین مرحوم کی کوششوں سے محترمہ کو موضع چکچادو کی زمینداری کے عوض پاکستان میں کلیم ملا جس کو فروخت کرکے انھوں نے اپنے بڑے داماد کے ساتھ حج کیا۔ اور بغیر کسی کی دست نگر بنے بقیہ زندگی گذار کر جنوری ۱۹۷۹ء میں کراچی میں انتقال فرمایا۔

مسماۃ بی بی حمیدہ خاتون عرف زیب النساء بنت سید ظفیر الدین ساکن موضع پیلاواں کی شادی جناب سید فہیم الحق بن سید معین الحق مرحوم ساکن موضع استھاوا سے ہوئی۔ آپ سید ظفیر الدین کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں۔ محترمہ زیب النساء صاحبہ نے ایک وفا شعار بیوی کی حیثیت سے اپنی سسرال میں زندگی گذاری۔ آپ ایک صابر و شاکر خاتون تھیں۔ لیکن شوہر کے انتقال اور بڑے بیٹے سید سلیم الحق مرحوم کے وصال کے بعد ان کی زندگی میں بڑی تبدیلی رونما ہوئی۔ اکثر جلالی کیفیت رہتی افسوس ۳۱ دسمبر ۱۹۹۳ء کو کراچی

میں آپ نے وصال فرمایا۔ آپ کو اللہ نے دو لڑکے اور ایک لڑکی عنایت فرمایا ہے۔ پسر اول سید سلیم الحق مرحوم کی شادی راشدہ خاتون بنت سید نعیم الحق ساکن موضع استھوا سے ہوئی صاحب اولاد ہیں۔ پسر دوم سید صبیح الحق کی شادی دختر سید امام الحق۔ ساکن کرائے پر سرائے سے ہوئی۔ اس وقت چار خورد سال لڑکے ہیں۔ مساۃ زیب النساء کی دختر نجمہ خاتون کی شادی جناب محمد محفوظ بن محمد شعیب بن عبدالواحد بن فدا علی بن قادر علی بن قاسم علی صدیقی ساکن نیمی سالاپور سے ہوئی صاحب اولاد ہیں۔

مساۃ بی بی صالحہ خاتون :- جناب سید ظفیر الدین مرحوم ساکن موضع پپلاواں کی منجھلی صاحبزادی ہیں۔ آپ کی شادی جناب سید نظام الدین احمد بن میر سید امیر الدین بن میر سید تفضل حسین عرف میر ننگو بن میر سید شجاعت علی بن میر سید رفیع الدین ساکن اورنگپور بن میر سید مسیح الدین سے ہوئی۔ آپ نیک وفا شعار اور ہمدرد خاتون تھیں۔ آپ نے اپنی ساری زندگی شوہر کی خدمت اور بچوں کی بہتر تربیت میں صرف کی۔ اعزہ و اقارب سے آپ کو خاص ہمدردی رہی۔ شادی کے بعد جب آپ نے اپنی سسرال اورنگپور پکورہ کو زینت بخشا تو ہر شخص آپ کے خلوص و محبت، نیکی، شرافت اور بہتر کردار و عمل سے راضی و خوش تھا۔ ہر کس و ناکس، امیر و غریب کے کام آتیں۔ نماز روزے اور تلاوت کلام اللہ کے معمول میں کبھی فرق نہ آیا۔ بستی کی عورتیں عموماً آپ سے ہی اپنے خطوط لکھوایا کرتیں۔ ساس، نند اور دوسرے سسرالی اعزہ سے آپ کا حسن سلوک مثالی رہا۔ آپ کو اللہ نے چھ اولادیں عطا فرمائیں۔ چار لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ پسر اول راقم الحروف سید قیام الدین نظامی الفردوسی کی شادی موضع کوپا سنگھرا میں مساۃ بی بی نفیسہ خاتون بنت سید محمد حنیف کمپونڈر بن ڈاکٹر سید عبدالحلیم سے ہوئی۔ پسر دوم سید امام الدین سلمہ کی شادی مساۃ بی بی شگفتہ نسرین بنت سید اختر حسین ساکن استھوا مقیم گورگاواں سے ہوئی۔ پسر سوم سید حسام الدین اشرف سلمہ کی شادی مساۃ بی بی بشریٰ بنت سید غضنفر الدین بن داروغہ سید مظفر الدین ساکن منیر شریف مقیم شہر دربھنگا سے ہوئی۔ پسر چہارم سید احتشام الدین ارشد سلمہ کی شادی بی بی ہما رحمان بنت سید نور الرحمن بن سید حفیظ الرحمن بن حافظ سید لطیف الرحمن کاکوی سے ہوئی ہے۔ صالحہ خاتون مرحومہ کی دختر اول شگفتہ منوارہ عرف شہلا سلمہا کی شادی عزیزم سید وصی احمد بن سید محمد سعید بن سید شاہ ابوالحیات زیدی الواسطی سے ہوئی۔ دختر دوم شگفتہ فرزانہ عرف شیریں سلمہا ہیں ان کی شادی خواجہ سید محمد کمال شہر گھاٹوی کے لڑکے ڈاکٹر خواجہ احسان ربانی سے ہوئی۔

محترمہ صالحہ خاتون مرحومہ نے ۲۷ رجب ۱۴۱۲ھ مطابق ۳ فروری ۱۹۹۲ء بروز دو شنبہ صبح صادق کے وقت آغا خان اسپتال کراچی میں وصال کیا۔ استاذ محترم سید محمد حسن رضا دانروی نے مادہ تاریخ نکالا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) روانگی صالحہ نظام	(۲) نیک لسب صالحہ نظام الدین	(۳) سال اتمام رابعہ ثانی
۱۴۱۴ھ	۱۴۱۲ھ	۱۴۱۲ھ

مساۃ بی بی امینہ خاتون دختر سوم سید ظفیر الدین ساکن موضع پپلاواں کی شادی جناب سید ولایت حسین ابدالی بن میر سید شجاعت حسین ابدالی ساکن محلہ مراد پور۔ بہار شریف سے ہوئی جن سے آپ کی چار لڑکیاں ہیں۔ دختر اول قدسیہ بانوں زوجہ ڈاکٹر وحید عالم بن ظہیر الحق بن مولوی ابراہیم حسین ساکن نظام پور۔ دختر دوم حسن آرا زوجہ سید مطیع عالم بن حکیم سید ولی عالم بن میر سید تجمل حسین ساکن موضع سائیں۔ دختر سوم جمال آرا زوجہ سید انیس الرحمن ہاشمی بن سید مجیب الرحمن ساکن قاضی دولت پور ضلع گیا۔ دختر چہارم جہاں آرا زوجہ محمد اظہار الحسن بن محمد منظور الحسن۔

مسماۃ بی بی رئیسہ خاتون بنت سید ظفیر الدین ساکن موضع پیلاواں کی شادی جناب سید محمد سعید بن سید شاہ ابو الحیات علیہ رحمۃ زیدی الواسطی ساکن خسرو پور نو آبادہ سے ہوئی جن سے تین لڑکے ہیں۔ پسر اول سید محمد منظور کی شادی شبانہ خاتون بنت مولوی عبد الصمد بن مولوی عبد العزیز ساکن وانہ پور سے ہوئی۔ پسر دوم سید وصی احمد کی شادی راقم الحروف سید قیام الدین نظامی الفردوسی کی ہمشیرہ شگفتہ مژوانہ عرف شہلا سلمہا بنت سید نظام الدین احمد مرحوم اورنگپوری سے ہوئی۔ پسر سوم سید شفیع احمد کی شادی حسیبہ خاتون بنت سید محمد حسن زیدی الواسطی ساکن خسرو پور سے ہوئی۔

مسماۃ بی بی رشیدہ خاتون :- جناب سید ظفیر الدین مرحوم ساکن موضع پیلاواں کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں آپ کی شادی جناب سید نعیم الحق بن سید معین الحق ساکن موضع استھوا سے ہوئی۔ آپ کے ایک صاحبزادے سید صبیح الحق اور پانچ لڑکیاں ہیں۔ دختر اول فصیدہ خاتون زوجہ سید محمد طارق بن سید ابو الحیات بن سید عزیز بن میر شمس الضحیٰ ساکن باڑھ۔ دختر دوم راشدہ خاتون کی شادی سید سلیم الحق مرحوم بن سید فہیم الحق ساکن استھوا سے ہوئی۔ دختر سوم ناظرہ خاتون زوجہ عبید اللہ ساکن دگھا۔ پٹنہ۔ دختر چہارم شمع خاتون زوجہ اشرف بن عبد الحنّان ساکن محلہ خواجہ کلاں۔ پٹنہ۔ دختر پنجم تیرہ خاتون زوجہ سید محمد احتشام بن سید رکن الدین ساکن براواں ضلع پٹنہ۔

میر سید رضی الدین۔ ساکن موضع پپلاواں
کنیز فاطمہ
لاولد
دختر
منہاج الدین
رشیدہ خاتون
رضیہ خاتون
امینہ خاتون
صالحہ خاتون
زینب النساء
راقم سید قیام الدین
سید شفیع احمد
سید وصی احمد
سید محمد منظور
سعد
صہیب
سید محمد وجاہت
خدیجہ
عائشہ
مہوش
نجمہ خاتون
سید صبیح الحق
سید سلیم الحق مرحوم
زاہد
عظمیٰ
راشد
سراج
ضیاء
عظیم النساء

صالحہ خاتون بنت سید ظفیر الدین - پپلاواں
سید قیام الدین
سید امام الدین
سید حسام الدین اشرف
سید احتشام الدین ارشد
شہلا
شیریں
فیضان ستھو
شعران
یمنیٰ سلمہا
ارقم سلمہٗ
صالح احتشام
عائشہ سلمہا
تابش احمد
عرش
علی اشرف
موش
نازنین
انعم
شمین
عاطف امام
نازش
ثوبیہ
امیر امام
وقار النساء تبسم
زوجہ سید محمد احتشام
ندیم احمد
سعد احمد
فرخ احمد
یدا سلمہا
عون احمد
فاطمہ زوجہ
سید محمد زبیر قادری
اُمامہ سلمہا
شہیر قادری
ثناء سلمہا
سیمہ فردوس
امینہ خاتون بنت سید ظفیر الدین - پپلاواں
جہاں آرا
جمال آرا
حسن آرا
نازش
افشین
نورین
عرش
شمائل
ربیع
اسد
خورشید
ثاقت
فوزیہ
شگفتہ
ولید
جویریہ

رشیدہ خاتون بنت سید ظفیر الدین - پپلاواں

سادات موضع پچلا واں کی دوسری شاخ:۔

موضع دیتیانا ضلع پٹنہ کے سادات رضویہ کی دوسری شاخ جو موضع پچلا واں آ کر منتقل ہوئی، سید حبیب الدین بن سید نجیب الدین بن سید احمد حسین بن سید میر ہزبر علی کا گھرانہ تھا۔ جو میر سید رضی الدین علیہ الرحمۃ موصوف کے قریبی عزیزوں میں تھے۔ میر سید رضی الدین علیہ الرحمۃ کا ذکر گذشتہ اوراق میں تفصیل سے موجود ہے۔

سید حبیب الدین صاحب کی پہلی شادی دختر سید الطاف حسین ساکن آدم پور بن سید امجد علی بن سید کرامت علی اور نگپوری سے ہوئی، جنہوں نے لاولد انتقال کیا۔ دوسری شادی آپ کی مولوی محمد محمود محی الدین پوری سے ہوئی جن سے تین لڑکے، پسر اول ڈاکٹر سید نصیر الدین پسر دوم سید نظام الدین، پسر سوم سید صغیر الدین اور تین لڑکیاں تھیں۔

ڈاکٹر **سید نصیر الدین** مرحوم کی شادی میر سید رضی الدین علیہ الرحمہ ساکن موضع پچلا وان کی بھانجی مسماۃ باندی بنت سید مجاہد رسول ساکن سید آباد سے ہوئی جن کے صاحبزادے سید اختر الدین اور دو صاحبزادیاں مسماۃ ہاجرہ زوجہ محمد عیسٰی کے ورثاء میں محمد یوسف، محمد موسیٰ اور سات لڑکیاں ہیں۔ دختر دوم سید نصیر الدین کی، مسماۃ نجم النساء سید ظہور الحسن رمز کسری سے منسوب تھیں جن کی ایک لڑکی اور پانچ لڑکے ہیں۔

سید نظام الدین بن سید حبیب الدین کی شادی موضع روہائی ضلع گیا میں محمد امین فاروقی کی بڑی لڑکی سے ہوئی۔ آپ کے چھوٹے لڑکے سید قیام الدین احمد اور چھوٹی لڑکی ام ہانی نے لاولد انتقال کیا۔ بڑے لڑکے سید امام الدین احمد مرحوم اور بڑی لڑکی مسماۃ بلقیس مرحومہ کے ورثاء کراچی میں ہیں۔

سید صغیر الدین بن سید حبیب الدین کی شادی دختر مولوی سرور الحق ساکن موضع رہی، ضلع پٹنہ سے ہوئی جنہوں نے لاولد وصال فرمایا۔

سید اختر الدین بن ڈاکٹر سید نصیر الدین بن سید حبیب الدین کی شادی دختر قاضی سید علی حسن ساکن موضع کسمر ضلع چھپرہ سے ہوئی۔ آپ کے تین لڑکے پسر اول ڈاکٹر سید وجیہ الدین منسوب از اسماء خاتون بنت شیخ محمد ذکی حسن خان ساکن موضع رسول پور فتح، ضلع مظفر پور، پسر دوم سید مظہر الدین پسر سوم سید اظہر الدین اور تین صاحبزادیاں مسماۃ فاطمہ، مسماۃ یاشمہ اور مسماۃ ہیں۔

سید مظہر الدین پسر دوم سید اختر الدین مرحوم ساکن موضع پچلا وان۔ موصوف بڑے خلیق و متواضع انسان تھے۔ راقم السطور سید قیام الدین نظامی جب بھی ان سے ملنے موضع پچلا واں یا محلہ کھجوبنہ، شہر پٹنہ حاضر ہوا تو بڑے خلوص و محبت سے پیش آئے۔ جب 1997ء میں میری ان سے آخری ملاقات محلہ کھجوبنہ شہر پٹنہ میں ہوئی تو انہوں نے اپنے تمام بچوں سے میرا تعارف کرتے ہوئے فرمایا" یہ صالحہ بو بو کے بیٹے قیام ہیں میرے بھانجے اور تمہارے بھائی ہیں" ساتھ ہی میری تالیف کردہ کتاب "شرفا کی نگری" کی بڑی تعریف و توصیف کی اور ہمت افزائی فرمائی۔ سید مظہر الدین مرحوم کی شادی خاندان ہی میں مسماۃ بی بی یاسمین مرحومہ بنت سید امام الدین احمد بن سید نظام الدین بن سید حبیب الدین سے ہوئی۔

سیّد نجیب الدین
سید حبیب الدین
ڈاکٹر سید نصیر الدین
مسماۃ خاتون زوجہ عبدالحق (برتھو)
کنیز فاطمہ زوجہ محمد کاظم وکیل
سید نظام الدین
بنی فاطمہ زوجہ ڈاکٹر وحید (فتوحہ)
سید مغیر الدین لاولد
ضیاء الحق
نجم الحق
نسیم الحق
شمس الحق
خدیجہ زوجہ شاہ رضا
صفیہ
عبدالمنان
محمد معین
امام الدین احمد
قیام الدین احمد لاولد
بلقیس
ام علی لاولد
نیر
فاروق
قیصر
اقبال
یاسین
ریحانہ
فرزانہ
رضیہ
شہناز
اختر الدین
دختر (ہاجرہ) زوجہ محمد عیسیٰ
نجم النساء
محمد یوسف
محمد موسیٰ
قصو زوجہ اوّل ڈاکٹر سید سمیع احمد (خسرو پوری)
زہرا زوجہ دوئم ڈاکٹر سید سمیع احمد
جمیلہ زوجہ عبداللہ
رشیدہ زوجہ وصی احمد
حمیدہ زوجہ ابو یوسف گارڈ (پیر بیگہ)
نجمی زوجہ سید محفوظ احمد
شمیم
مظفر حسین
مظہر امام
جعفر امام
حیدر امام
اشرف امام
بارکر
وجیہ الدین
مظہر الدین
اظہر الدین
فاطمہ
دختر
ہاشمہ

سادات موضع پپلاواں کی تیسری شاخ ۔

موضع دتیانا سے جو خاندان موضع پپلاواں میں آباد ہوا تھا ، اس کی ایک شاخ نے موضع سید آباد میں قیام کیا۔ اس خاندان کے سید حامد رسول ، سید محامد رسول اور سید محمد خلیل برادران میں سید حامد رسول لاولد فوت ہوگئے۔

سید محامد رسول ساکن موضع سید آباد کی شادی بی بی کبری ہمشیرہ میر سید رضی الدین علیہ رحمۃ متوطن موضع دتیانا مقیم موضع پپلاواں سے ہوئی۔ سید محامد رسول کے دو لڑکے سید عبدالحکیم ، سید عبدالحلیم اور ایک لڑکی مساۃ باندی تھیں۔ مساۃ باندی زوجہ ڈاکٹر نصیر الدین کے ورثاء کا تذکرہ گذشتہ اوراق میں ہوچکا ہے۔

سید عبدالحکیم :- بن سید محامد رسول کی محل اولی دختر ڈاکٹر مظہر الحق ساکن کاکو ضلع گیا سے ایک صاحبزادے ڈاکٹر سید علیم الدین معہ اہل و عیال ہندوستان میں ہیں۔ اور ایک لڑکی مساۃ میمونہ خاتون زوجہ سید اختر عالم رضوی بن سید عبدالسلام بن سید محمد خلیل سید آبادی معہ اہل و عیال کراچی پاکستان میں ہیں۔ سید عبدالحکیم صاحب کی محل دوم سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہندوستان میں ہیں۔

سید عبدالحلیم بن سید محامد رسول کی شادی صالحہ خاتون بنت میر سخاوت حسین ساکن سید آباد سے ہوئی۔ آپ کے ایک صاحبزادے سید نسیم الدین اور چار لڑکیاں زیب النساء زوجہ شرف التوحید ساکن موضع بدلپورہ ، قمرالنساء عرف کمو زوجہ سید ضیاء الدین ساکن موضع کاکو ، آسمہ خاتون زوجہ علی احمد ہاشمی ساکن اللہ گنج ضلع گیا معہ اہل و عیال کراچی میں ہیں اور حسنہ خاتون زوجہ غلام مصطفی عرف لونگی ساکن فیروزی ہندوستان میں ہیں۔

جناب سید محامد رسول راقم الحروف سید قیام الدین نظامی الفردوسی کے نانا میر سید رضی الدین علیہ رحمۃ کے امجد اور حقیقی برادر نسبتی تھے اس طرح ان کے ورثاء سے جو قربت ہے اس کا تقاضہ تو یہ تھا کہ اس خاندان کے تمام افراد کا ذکر کیا جاتا لیکن اپنی ناواقفیت کے علاوہ سید محامد رسول صاحب کے نواسہ عم محترم محمد جاوید صاحب کی عدم دلچسپی کے باعث خواہش کے باوجود میں اپنے بزرگوں کا حق ادا نہ کرسکا جس کا ملال ہے۔

سید محمد خلیل ساکن موضع سید آباد :- آپ کا خاندان بھی دراصل رہنے والا موضع دتیانا کا تھا جہاں سے یہ خاندان پہلے موضع پپلاواں پھر موضع سید آباد ۔ ضلع گیا میں آباد ہوگیا۔ آپ میر سید رضی الدین علیہ رحمۃ کے امجد ہیں۔ جن کی ہمشیرہ بی بی کبری آپ کے بھائی سید محامد رسول صاحب سے بیاہی تھیں۔ اس طرح بی بی کبری آپ کی سگی بھاوج ہوئیں۔ جناب سید محمد خلیل اپنے وقت کے اچھے مختار تھے۔ مختار صاحب کی دو شادیاں ہوئیں۔ پہلی شادی مساۃ وجیہۃ النساء بنت سید اولاد علی بن سید آل نبی ساکن آنکلہ ضلع گیا سے ہوئی جن سے تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ پسر اول سید عبدالجلیل ، پسر دوم سید عبدالسلام پسر سوم سید عبدالغفار۔ دختر اول مساۃ خدیجۃ الکبری زوجہ ڈاکٹر سید عبداللطیف ساکن آدم پور بن سید الطاف حسین بن سید امجد علی بن سید کرامت علی ساکن اورنگپور ضلع پٹنہ ۔ دختر دوم مساۃ انیس الکبری زوجہ سید محمد یسین ساکن شہباز پور ۔ جناب سید محمد خلیل مرحوم کی دوسری شادی مساۃ بی بی سعید النساء بنت میر سلامت حسین ہمشیرہ حکیم سید احمد اللہ ندوی مرحوم سے ہوئی جن کے ورثاء

میں سید وصی احمد ، سید سمیع احمد ، سید علی احمد اور ایک لڑکی مساۃ رقیہ ہیں۔

سید عبدالجلیل بن سید محمد خلیل مختار ساکن سید آباد کی زوج اولیٰ مساۃ بی بی فریدہ خاتون بنت میر سید عبدالسبحان ساکن موضع آبگلہ ضلع گیا سے تین صاحبزادے اور ایک دختر ہیں۔ پسر اول سید ابوالکلام رضوی کی شادی رفیدہ خاتون بنت نعیم شمسی ساکن کاکو سے ہوئی۔ پسر دوم سید ابوالنعام رضوی منسوب از دختر منظور صاحب ساکن موضع آبگلہ۔ پسر سوم سید ابو صالح رضوی ہیں جنھوں نے ڈھاکہ یونیورسٹی سے بی۔ کام اور کراچی یونیورسٹی سے ایم۔ کام کیا ہے۔ آپ کی شادی راقم الحروم سید قیام الدین نظامی الفردوسی کی سگی پھوپھی زاد بہن بی بی روشن تاج بنت صالحہ خاتون بنت میر سید امیر الدین مرحوم ساکن موضع اورنگپور سے ہوئی (میر صاحب کے ورثاء کا تفصیلی تذکرہ کتاب ہذا میں موجود ہے)۔ سید ابو صالح رضوی کو بی بی روشن تاج کے بطن سے دو اولادیں ایک لڑکا سید جمال فرید سلمہ اور لڑکی صوفیہ سلمہا ہیں۔ سید عبدالجلیل کی نخل دوم سے انور ، شہنواز اور تین لڑکیاں بھی کراچی میں مقیم ہیں۔

سید عبدالسلام بن سید محمد خلیل مختار ساکن سید آباد کی شادی رقیہ خاتون بنت ڈاکٹر مظہرالحق ساکن موضع کاکو سے ہوئی جن سے تین لڑکے اور ایک لڑکی ہوئی۔ لڑکوں میں اول سید اختر عالم رضوی دوم سید ظفر عالم رضوی عرف جانو سوم سید نصر عالم رضوی ہیں۔ جناب سید اختر عالم رضوی کی شادی مساۃ میمونہ خاتون بنت سید عبدالحکیم صاحب ساکن پیلاواں سے ہوئی جن سے تین اولادیں ہیں۔ سید صفی اختر رضوی ، سید اقبال اختر رضوی اور ایک لڑکی فہمیدہ زوجہ سید رکن الدین انجھری۔

سید عبدالغفار بن سید محمد خلیل صاحب مختار ساکن سید آباد کی شادی دختر سید محمد کاظم ساکن موضع حسن پورہ سے ہوئی۔ جناب سید محمد کاظم کی ننھیال بھی موضع دیانا کا خاندان ساکن موضع پیلاواں ہے۔ کاظم صاحب کے نانا میر احمد حسین صاحب پیلاواں ہی کے رہنے والے تھے۔ سید عبدالغفار بن سید محمد خلیل مختار کے ورثا میں سید اظہار عالم عرف شمیم رضوی اور سید محمد مجتبیٰ رضوی صاحبان معہ اہل و عیال کراچی میں مقیم ہیں۔

مساۃ خدیجۃ الکبریٰ بنت سید محمد خلیل مختار سید آبادی زوجہ ڈاکٹر سید عبداللطیف ساکن موضع آدم پور کے ورثاء میں ان کے چھوٹے صاحبزادے سید ضمیر الامام عرف مجتبیٰ صاحب کی شادی راقم الحروف کی سگی پھوپھی زاد بہن مساۃ شہزادی بنت صالحہ خاتون بنت میر سید امیر الدین اورنگپوری سے ہوئی جو کراچی میں مقیم ہیں۔ مساۃ خدیجۃ الکبریٰ کے بڑے صاحبزادے داروغہ سید سعادت حسین ، منجھلے ابوالبرکات اور چھوٹے ابوالحیات کے ورثاء بہار۔ بھارت میں ہیں۔

مساۃ انیس الکبریٰ بنت سید محمد خلیل مختار زوجہ سید محمد یٰسین کے ورثاء میں دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ اول سید محمد مصطفیٰ عرف ناظم دوم سید محمد عباس۔ لڑکیوں میں ایک کا نام عائشہ ہے۔

سید محامد رسول ساکن سید اباد
سید عبدالحکیم
سید عبدالحکیم
اختر الدین وغیرہ
مظہر الدین وغیرہ
ساکن پہلوان
نسیم الدین
زینب النساء
قمر النساء
آمنہ خاتون
حسنہ خاتون
جسیم
وسیم
شمیلہ
شمی
افروز
علی احمد
اقبال
شبلی
سرور
جمال آرا
جہان آرا
شمیم آرا
انجم آرا
شمیم
جاوید
جریرہ
بدر
شبلی
فدا
جنید
رضوانہ
نور النشار
بدر النشار
شہناز
فرحت
رفعت
عفت
فرخ
رخسانہ
شبنم
مسرت
شاہد
از محل
اولیٰ
از محل
ثانی
ڈاکٹر علیم الدین
میمونہ خاتون
اختر
صفی اختر
رضوی
اقبال اختر
رضوی
حمیدہ زوجہ
سید رکن الدین ابجری

سید محمد خلیل از محل اولیٰ
سید عبد الجلیل
سید عبد السلام
سید عبد الغفار
خدیجۃ الکبریٰ
انیس الکبریٰ
شمیم رضوی
محمد مجتبیٰ رضوی
سعادت حسین
ابو البرکات
لاولد
ابو الحیات
منیر الاسلام
مجتبیٰ لاولد
دختر
رضیہ
علی
بلقیس
شہاب الدین
اختر عالم رضوی
ظفر عالم رضوی
نصر عالم رضوی
دختر
دختر
عائشہ
سید محمد عباس
سید محمد مصطفیٰ
علی
اقبال
فہمیدہ زوجہ رکن الدین
از محل
ثانی
ابو الکلام
ابو الانعام
ابو الصالح رضوی
دختر
انور
شہنواز
دختر
دختر
دختر
جمال فرید
صوفیہ
ہمایوں
ہارون
فیروز
خورشیدی
نور الصباح
سید محمد خلیل (از محل ثانی)
وصی احمد
صبیح احمد
علی احمد
رقیہ

خاندان مولوی قنبر علی شاہ ساکن دتیانا۔

مولوی قنبر علی شاہ اصل رہنے والے ضلع شاہ آباد (آرا) صوبہ بہار کے تھے۔ آپ کا خاندان بسلسلہ ازدواج موضع دتیانا ضلع پٹنہ میں آباد ہوگیا تھا۔ شاہ صاحب کے خاندان اور ورثاء کا تفصیلی تذکرہ مجھے کہیں سے حاصل نہ ہوسکا۔ اس لئے برادر محترم جناب مولوی اظہار الحق صاحب کی یادداشتوں کو سہارا بنا کر یہ تذکرہ تحریر کررہا ہوں کہ شاید اس خاندان کے کسی فرد کو تحقیق و جستجو کا ذوق پیدا ہو اور میری یہ مختصر تحریر ان کے کام میں رہنمائی کا باعث ہو۔

قبل تحریر کرچکا ہوں کہ موضع دتیانا میں حضرت قنبر علی شاہؒ کے ورثاء مولوی کہے جاتے تھے۔ آپ کے ورثاء میں مولوی قسیم الدین، مولوی جسیم الدین، مولوی وسیم الدین اور مولوی نسیم الدین برادران موضع دتیانا کے قریب دیہاتوں موضع رہی، موضع کوپا اور موضع سنگرہ ضلع پٹنہ میں آباد ہوئے۔ اس خاندان کے افراد زیادہ تر موضع رہی اور سنگرہ میں ہیں۔ جناب مولوی قسیم الدین نے لاولد وصال کیا۔ جناب مولوی جسیم الدین کے دو صاحبزادے تھے۔ پسر اول مولوی نورالحق، پسر دوم مولوی سرور الحق اور ایک دختر روشن زوجہ شاہ مظہر حسین ارولی۔ مولوی نور الحق موضع سنگرہ میں آباد ہوئے اور مولوی سرور الحق موضع رہی میں بس گئے۔ مولوی نور الحق کے ایک پسر مولوی اکرام الحق اور ایک دختر مساۃ خدیجہ تھیں۔ مولوی اکرام الحق کے ایک پسر ڈپٹی انعام الحق اور ایک لڑکی محترمہ نقیب النساء عرف کمالہ مرحومہ تھیں۔ ڈپٹی انعام الحق کی شادی مساۃ بی بی حسنہ بنت سید شاہ مظہر حسین بن سید شاہ رحمت حسین ساکن ارول سے ہوئی۔

مساۃ بی بی نقیب النساء عرف کمالہ مرحومہ بنت مولوی اکرام الحق ساکن موضع سنگرہ کی شادی خاندان ہی میں برادر محترم جناب مولوی اظہار الحق سے ہوئی۔ جنہوں نے لاولد وصال فرمایا۔ محترمہ ایک خوبصورت اور حسین سیرت خاتون تھیں۔ شرافت، نیکی اور شرم و حیا کی پیکر تھیں ایک شفیق و مہربان بھاوج کی حیثیت سے میں انہیں تازیست یاد رکھوں گا۔ راقم الحروف نے محترمہ سے کلام پاک کا درس بھی لیا ہے۔ اس طرح وہ میری روحانی ماں تھیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے محترمہ بی بی نقیب النساء مرحومہ کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے۔ ان کی لغزشوں اور کوتاہیوں سے درگزر کرتے ہوئے جنت فردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے اور سرور کونین کی قربت نصیب کرے آمین ثم آمین۔

مولوی سرور الحق بن مولوی جسیم الدین ساکن موضع رہی یکے از اولاد حضرت مولوی قنبر علی شاہؒ ایک غریب پرور اور خدا ترس انسان تھے۔ آپ ہتھوا اسٹیٹ کے منیجر تھے۔ آپ نے اس ملازمت سے اچھی خاصی جائیداد بنائی جس کو آپ کے ورثاء سنبھال نہ سکے۔ مولوی سرور الحق کی شادی خاندان ہی میں مساۃ بی بی کنیز فاطمہ بنت ظہور الحق بن مولوی نسیم الدین ساکن رہی سے ہوئی۔ آپ کے دو صاحبزادے ہوئے اور ایک دختر زوجہ ماسٹر سید صفیر الدین مرحوم ساکن پیلاواں نے لاولد انتقال کیا۔ پسر اول مولوی عین الحق بن مولوی سرور الحق نے جوانی میں وصال کیا جن کے صاحبزادے سید منظور الحق اور ایک دختر مساۃ بی بی سہیلہ خاتون مرحومہ تھیں۔ مولوی سرور الحق کے چھوٹے صاحبزادے جناب سید ریاض الحق مرحوم تھے۔

مولوی ریاض الحق بن مولوی سرور الحق بن مولوی جسیم الدین کی شادی راقم الحروف کی سگی پھوپھی مساۃ بی بی صالحہ خاتون بنت میر

سید امیر الدین بن میر سید تفضل حسین بن میر سید شجاعت علی بن میر سید رفیع الدین ساکن موضع اورنگپور بن میر سید مسیح الدین سے ہوئی۔ جن کے بطن سے ایک پسر سید اظہار الحق اور تین لڑکیاں ہیں۔ دختر اوّل بی بی شہزادی زوجہ سید صفیر الامام بن ڈاکٹر سید عبداللطیف متوطن اورنگپور ساکن موضع آدم پور۔ دختر دوم بی بی روشن زوجہ سید ابو صالح رضوی بن سید عبد الجلیل بن سید محمد خلیل ساکن سید آباد۔ بی بی روشن کے پسر سید جمال فرید سلمہ اور دختر صوفیہ سلمہا ہیں۔ دختر سوم مولوی ریاض الحق مرحوم ساکن رسی، بی بی شوکت کی شادی جناب فاروق اعظم فاروقی بن علام شبیر فاروقی بن شاہ عنایت مہدی ساکن علی نگر، دربھنگا سے ہوئی۔ جن کے تین صاحبزادے عرشی سلمہ، عرفی سلمہ، جامی سلمہ اور ایک دختر شازیہ سلمہا ہیں۔

مولوی سید اظہار الحق بن مولوی ریاض الحق بن مولوی سرور الحق بن مولوی جسیم الدین ساکن موضع رسی ضلع پٹنہ یکے از اولاد حضرت قنبر علی شاہ قدس سرہٗ ساکن موضع دتیانا ضلع پٹنہ کی پہلی شادی خاندان ہی میں مسماۃ بی بی نقیب النساء عرف کمالہ مرحومہ بنت مولوی اکرام الحق صاحب ساکن موضع سنگھرہ سے ہوئی۔ آپ کی محل اولیٰ بی بی کمالہ سے ایک بچی پیدا ہوئی جس نے عالم شیر خوارگی وصال کیا۔ کچھ دنوں بعد مسماۃ بی بی کمالہ نے لاولد انتقال کیا۔ مولوی اظہار الحق کی محل ثانی سے ماشاء اللہ اس وقت دو پسر اول وسیم الحق سلمہ منسوب از دختر سید علیم الدین اختر متوطن قاضی دولت پور۔ دوم نسیم الحق سلمہ منسوب از دختر انوار لہدی ساکن چھپرہ اور آٹھ لڑکیاں ہیں۔ اول توشابہ سلمہا زوجہ خواجہ ریاض الحق متوطن جاپور، دوم رفعت سلمہا زوجہ بشیر الدین متوطن ہوپور، سوم کوثر سلمہا زوجہ جاوید مسعود متوطن شاہ ونگہ، چہارم کشور سلمہا زوجہ سرور عالم متوطن بر لوان، پنجم سیما سلمہا زوجہ اقبال حیدر رضوی، ششم زیبا سلمہا زوجہ زاہد اشرف، ہفتم فوزیہ سلمہا زوجہ راشد اور دختر ہشتم ربابہ سلمہا۔

وارثان قنبر علی شاہ ساکنان موضع رہی وکوپا
مولوی قسیم الدین
لاولد
مولوی جسیم الدین
مولوی وسیم الدین
مولوی نسیم الدین (برادران)
وحید الحق
سرور الحق
ظہور الحق
شکور الحق
کنیز فاطمہ
نور الحق
روشن زوجہ
شاہ مظہر حسین
اردل
اکرام الحق
خدیجہ
ریاض الحق
دختر
لاولد
معین الحق
منظور الحق
سعیدہ خاتون زوجہ
سید محمد یوسف گارڈ
ساکن پیربگہ
اظہار الحق
مسماۃ شہزادی
لاولد
مسماۃ روشن
مسماۃ شوکت
جمال فرید
صوفیہ
نسیم الحق
وسیم الحق
توقیر
رفعت
کوثر
کشور
فوزیہ
رباب
ثریا
عرشی
عرفی
جامی
شائستہ
شمیم الحق
محمود الحق
دختر
انعام الحق
نجیب النساء عرف کنالہ مرحومہ
زوجہ اولی مولوی اظہار الحق
موضع رہی
لاولد
وحیدہ خاتون
حمیدہ خاتون
خالد

سادات موضع دتیانا ساکنان موضع کوپا

موضع پچاوان ضلع پٹنہ کے تذکرہ میں تحریر کرچکا ہوں کہ موضع کوپا ضلع پٹنہ میں میر سید شاکر حسین صاحب کا خاندان موضع دتیانا سے آکر آباد ہوا تھا۔ میر سید شاکر حسین کے بیٹے میر واحد حسین تھے۔ میر واحد حسین کے چھ پسر اور تین دختر تھیں۔ اول بی بی محمودن ۔ مساۃ محمودن کے ورثاء میں ایک لڑکا احمد اللہ اور دو لڑکیاں تھیں۔ احمد اللہ کے ورثاء میں ڈاکٹر نظام اور لڑکی زوجہ شرف الدین وکیل وغیرہ تھے۔ میر واحد حسین بن میر سید شاکر حسین کے چھ بیٹوں میں۔ پسر اول میر قاسم حسین کے بیٹے میر علی رضاء تھے۔ میر علی رضاء کی چار لڑکیاں اور دو لڑکے میر فخر الدین عرف بھتّو اور میر ذاکر حسین تھے۔ میر فخر الدین کے ورثاء میں دو لڑکے سمیع اور راجو اور دو لڑکیاں تھیں۔ میر امجد حسین بن میر واحد حسین بن میر شاکر حسین کے ایک پسر حافظ سید کبیر الدین کے بیٹے سید محمد ابرار اور ایک دختر مساۃ خدیجۃ الکبریٰ تھیں۔ مساۃ خدیجۃ الکبریٰ کے تین بیٹے حکیم محمد توحید، حکیم حسن شہید اور حسین امام تھے۔ جن کے ورثا موضع کوپا میں موجود ہیں۔ سید محمد ابرار نے موضع کاکو ضلع گیا میں رہائش اختیار کی۔ آپ کی شادی دختر شیخ تفضل حسین ساکن کوپا سے ہوئی جن کی دختر آسیہ زوجہ سید عطاء الرحمن عطاء کاکوی اور ایک پسر ہیں۔

ناظر میر سخاوت حسین بن میر سید واحد حسین بن میر سید شاکر حسین متوطن موضع دتیانا مقیم موضع کوپا کی شادی مساۃ بی بی جمیلن بنت میر سید جان علی بن سید حسام علی بن میر سید رفیع الدین اورنگپوری سے ہوئی۔ آپ کے دو پسر میر سید عمر دراز عرف جمن اور میر سید ولایت حسین اور ایک لڑکی مساۃ حسینن زوجہ سید محمد اسماعیل ساکن لاہور کے ورثاء میں سید یٰسین عرف بھگو اور ایک لڑکی زوجہ سید حسین امام ساکن کرانے پر سرائے کراچی میں مقیم ہیں۔ ناظر میر سید سخاوت حسین کے پسر اول میر سید عمر دراز عرف جمن کے بیٹے سید مشتاق احمد کے ورثاء کوپا ضلع پٹنہ میں ہیں۔ اور لڑکی مساۃ صالحہ کے ورثاء میں سید عبد المنان مع اہل و عیال کراچی میں ہیں۔ میر ولایت حسین بن مساۃ جمیلن اورنگپوری یعنی میر سید سخاوت حسین کے چھوٹے صاحبزادے کی ایک لڑکی بی بی صغیرن تھیں جن کی شادی سید حافظ رضاء ساکن لکھنور سے ہوئی ۔ جن کے بیٹے سید محبوب رضا تھے۔ سید محبوب رضا کے ورثاء میں ایک لڑکا سید یعقوب رضا کراچی میں ہیں باقی تمام بچے کوپا ضلع پٹنہ میں مقیم ہیں۔

میر سید یوسف حسین عرف میر منگی بن میر سید واحد حسین بن میر سید شاکر حسین کی اول شادی دختر میر سید تفضل حسین عرف میر لنگو بن میر سید شجاعت علی بن میر سید رفیع الدین اورنگپوری یعنی راقم کے والد سید نظام الدین احمد کی سگی پھوپھی سے ہوئی جنہوں نے لاولد وصال فرمایا۔ میر سید یوسف حسین عرف میر منگی کی محل ثانی سے دو لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ دختر اول مساۃ مجیبن کے ورثاء میں ڈاکٹر منظر اور وراثت حسین فیروزی ضلع گیا میں ہیں۔ لڑکوں میں سید صدر الدین بن میر منگی کی ایک بیٹی شمیمہ خاتون ہیں۔ دوسرے بیٹے حافظ سید بدر الدین عرف بدّو کے ورثاء میں سید ریاض الدین اور سہیل وغیرہ کراچی میں ہیں۔

میر سید شاکر حسین
میر سید واحد حسین
میر سید قاسم حسین
میر سید امجد حسین
میر سید حاوت حسین
سید یوسف حسین
عرف منگلی
سعیدن زوجہ مشرف
کوپا
محمودن
حافظ کبیر الدین
خدیجۃ الکبریٰ
محمد ابرار
حکیم حسن شہید
عرف ختو
آسیہ زوجہ
عطا کاکوی
فخر الدین
ذاکر حسین
امیر الدین
راجو
سمیع
رجبن
شرفن
محمد الیاس
بدر النساء
عبد الحمید
عشرت جاہد
محبوب عالم
احمد اللہ
احسن اللہ
زبیدہ
وجیہ اللہ
حافظ بدر الدین
عرف بدو
سید صدر الدین
مجیبن
نعیمن
شمیمہ خاتون
ریاض الدین
سہیل
قلیمن
حنیفن
حبیبن
شفیع احمد
وصی احمد
عائشہ
زیتون
خاتون
ام النساء
سمیع احمد
عین الہدیٰ
محبوب رضا
موجود
کھریا
صالحہ
مشتاق

بزرگان موضع پھلواری شریف

قصبہ پھلواری شریف :- یہ قصبہ تقریباً ایک ہزار سال سے آباد ہے۔ آبادی سے قبل اس سرزمین پر راجہ اشوک کا نادر روزگار باغ تھا۔ جو راجو کی پھلواری کہلاتا تھا۔ انقلاب زمانہ نے اس باغ کو ویران کردیا اور اس کی حیثیت ایک کھنڈر کی ہوگئی۔ بعد میں اس علاقے میں انسانوں کی آبادی ہوئی۔ ہندو فقراء اور سادھوں کا مسکن بنا۔ ورود اسلام سے قبل تک یہ قصبہ ہنود مذہب کے لئے ایک متبرک مقام کی حیثیت سے مشہور و معروف رہا جب ہندوستان میں مسلم مبلغین کی آمد شروع ہوئی تو اس سرزمین پر بھی بکثرت مبلغین اسلام اور بزرگان دین تشریف لائے۔ ساتویں صدی ہجری میں اس قصبہ میں جن بزرگوں کی آمد کا پتہ چلتا ہے۔ ان میں حضرت مخدوم عاشق شہید، حضرت مخدوم شاہ الہ داد، حضرت مخدوم عنایت شہید، حضرت مخدوم خاصہ علامہ سہروردی ؛ (ہمشیرہ زادہ مخدوم سید منہاج الدین راستی) ، حضرت مخدوم حاجی الحرمین وغیرہم کا نام نامی لیا جاتا ہے۔ ان بزرگوں نے اس علاقے میں تبلیغ کا کام انجام دیا ، لیکن اکثر نے ہندوؤں سے جنگ کے دوران شہادت حاصل کی۔ آخر سلطان فیروز شاہ کے عہد میں ایک بزرگ حضرت مخدوم سید منہاج الدین راستی قدس سرہ، العزیز جیلان سے بہار تشریف لائے۔ اور حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحیٰی منیری کی صحبت فیض درجت میں حاضر ہو کر علم و عرفان سیکھا۔ ان کے دست حق پرست پر بیعت کی اور خرقۂ خلافت سے مستفیض ہوئے۔ مخدوم جہاں شرف منیری نے آپ کو اس قصبہ (پھلواری) میں لاکر مسند ہدایت پر بٹھایا اور اس کا نام " بستان نجات " رکھا۔ اس قصبہ کا نام جہانگیر پور پھلواری ہے ۔ لیکن پھلواری شریف کے نام سے زبان زد خلائق ہے۔ روایت بیان کی جاتی ہے کہ تاقیامت ہر زمانہ میں یہاں ایک درویش اور ایک عالم دین رہے گا اور جس کا فیض عام جاری رہے گا۔ (از کتاب اعیان وطن مصنفہ حضرت حکیم سید محمد شعیب پھلواری)۔

حضرت مخدوم سید منہاج الدین راستی جیلانی فردوسی

حضرت مخدوم منہاج الدین راستی جیلانی بن سید تاج الدین راستی جیلانی بن سید عبدالرحمن جیلانی بن سید عبدالکریم مشہدی بن سید اسماعیل مشہدی بن سید مصطفیٰ بن سید حسن۔ حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے۔ اس قصبہ پھلواری شریف میں آپ کی تشریف آوری ۱۲ءھ میں ہوئی ، جس کے بعد سے اس قصبہ سے کفر و ضلالت دور ہوئی۔ صدہا مشرکین مشرف با سلام ہوئے۔ حضرت مخدوم راستی قدس سرہ، بیلہ ریلوے اسٹیشن ضلع گیا سے پورب واقع ناگر جنی پہاڑ پر کافی دنوں چلہ کش رہے اور بہت سخت ریاضتیں کیں۔ آپ کے رشد و ہدایت کا زمانہ بہت ہی شاندار گزرا ہے۔ تمام عمر فقر و توکل میں بسر فرمائی۔ آپ نے ۲۹ ذی الحجہ ۸۷ءھ میں رحلت فرمائی۔ تاریخ وفات " معدن برکات " سے نکلتی ہے۔ آپ کی قائم کردہ خانقاہ، عیدگاہ اور مسجد آپ کے احاطہ مزار سے جنوب مغرب سمت میں واقع تھی۔ اب وہاں صرف عیدگاہ باقی ہے۔ آپ کی جملہ اولاد، علماء و فضلاء ، قاضی القضاۃ و سجادگان کی قبریں آپ ہی کے احاطہ مقبرہ میں ہیں۔

حضرت راستی جیلانی قدس سرہ، کی محل دوم بی بی آمنہ بنت شاہ محمد اسماعیل کرجوی کے بطن سے جو اولادیں ہوئیں وہ قصبہ پھلواری اور اس کے آس پاس کے مختلف دیہاتوں میں آباد ہوئیں اور بسلسلہ ازدواج آپ کی جزئیت خاندان سادات موضع اورنگپور

پکورہ کے گھرانوں میں بھی پہنچی۔ حضرت کی اولاد میں ڈاکٹر سید عبداللہ پھلواروی طبیب ریاست رامپور کی شادی مساۃ عائشہ بنت سید الطاف حسین (ساکن آدم پور) بن سید امجد علی بن سید کرامت علی بن میر سید رفیع الدین اورنگپوری سے ہوئی۔ ڈاکٹر سید نور عالم پھلواروی (بھانجہ ڈاکٹر عبداللہ صاحب موصوف) کی دختر سید معین الدین شہید ۱۹۴۶ء (ساکن موضع گورہوآں - پٹنہ) بن میر سید جمال الدین اورنگپوری بن میر سید تفضل حسین عرف میر ننکو بن میر سید شجاعت علی بن میر سید رفیع الدین اورنگپوری سے منسوب تھیں۔ ڈاکٹر عبداللہ صاحب کی دختر کی شادی داروغہ سید سخاوت حسین عرف داروغہ نتھو بن ڈاکٹر سید عبداللطیف بن سید الطاف حسین بن سید امجد علی بن سید کرامت علی بن میر سید رفیع الدین اورنگپوری سے ہوئی۔ بی بی قمر النساء پرنواسی سید ارادت حسین عرف بڑے میر چھرے پھلواروی کی شادی برادرم جناب سید عظیم الدین حیدر بن سید محی الدین مقیم دگھا بن میر سید جمال الدین اورنگپوری سے ہوئی۔ خواہر ڈاکٹر سید عبداللہ صاحب موصوف میر سید ارادت حسین اورنگپوری بن میر سید عنایت حسین بن میر سید مصاحب حسین بن میر سید مسیح اللہ اورنگپوری سے منسوب تھیں۔

نقشہ اولاد مخدوم راستی پھلواروی

نقشہ اولاد سید محمد معروف بن مخدوم راستی
سید محمد عارف
سید محمد غلام جیلانی
سید لعل محمد
سید محمد سعداللہ
سید محمد برخوردار
سید جمال
سید علی اکبر
سید نصراللہ
سید منور علی
سید انور علی
سید محمد عارف عرف سوہن
سید امجد علی
سید محمد مدنی
سید اعظم
سید معز الدین
حکیم سید خلافت حسین
مسٹر سید عبدالعزیز بار ایٹ لاء
سید تفضل حسین
ڈاکٹر سید عبداللہ
زوج عائشہ بنت
سید الطاف حسین
دختر
ڈاکٹر نور عالم
دختر زوجہ
دختر زوجہ
سید معین الدین
اورنگپوری
لاولد
دختر زوجہ
داروغہ نتھو
آدم پور

سید معز الدین پھلواروی
سید محمد معصوم
سید درویش محمد
سید نشان علی
سید حسین علی
سید اسد علی
سید سجاد علی
سید امام علی
سید نظام علی
سید محمد باقر
سید محمد عمیر
دختر زوجہ
سید تفضل حسین
ڈاکٹر سید عبداللہ
سید ارشاد علی عرف
چھوٹے میر چھجے
سید ارادت حسین
عرف بڑے میر چھجن
دختر زوجہ
سید غلام حسنین - سلی
سید صداقت حسین
سید غلام مصطفیٰ
دختر زوجہ اولیٰ
سید یوسف بلخی
دختر زوجہ ثانی
سید یوسف بلخی
دختر زوجہ
سید ظفر سجاد
قمر النساء زوجہ
سید عظیم الدین بن
سید محی الدین اورنگپوری

امیر عطاء اللہ پھلواروی :- ایک بزرگ حضرت شاہ محمد سعد اللہ جعفری قدس سرہ، دسویں صدی ہجری میں اپنے صاحبزادے امیر عطاء اللہ کے ساتھ بہار تشریف لائے اور قصبہ پھلواری شریف میں متوطن ہوئے آپ کا مزار اقدس پن پن ندی کے کنارے سورا سالار پور میں سعد شہید کے مزار کے نام سے مشہور ہے۔ امیر عطاء اللہ اپنے والد شاہ محمد سعد اللہ جعفری کی شہادت کے بعد شہسرام جاکر شیر شاہ کے دربار سے منسلک ہوگئے۔ دوران ملازمت آپ نے ایک مسجد سنگ سرخ پھلواری میں تعمیر کروائی۔ آپ نے ۱۲ جمادی الثانی ۹۹۴ھ میں وصال فرمایا اور اپنی بنا کردہ مسجد کے ایک گوشے میں مدفون ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت جعفر طیارؓ سے جاکر مل جاتا ہے۔

شاہ امیر عطاء اللہ بن شاہ محمد سعد اللہ بن فتح اللہ بن محب اللہ بن ہدایت اللہ بن محمد حسین بن امین بن ابراہیم
بن عمرداز بن عبداللہ بن حمید بن اسماعیل بن ...... بن محمد بن علی بن عبداللہ بن حضرت جعفر طیارؓ
______ حضرت امیر عطاء اللہ کے تین صاحبزادے عبداللہ، محمد مظفر اور محمد حسین تھے۔ عبداللہ نے
لاولد وصال کیا۔ محمد مظفر اور محمد حسین سے نسل پھیلی۔

حضرت مخدوم شاہ محمد آیت اللہ جوہری پھلواروی :- شاہ محمد آیت اللہ جوہری بن شاہ محمد مخدوم بن شاہ محمد امان اللہ بن شاہ محمد امین بن مخدوم شمس الدین جنید ثانی بن شاہ محمد اسماعیل بن امیر محمد مظفر بن امیر عطاء اللہ جعفری پھلواروی ۱۱۲۶ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنے چچا ملا وجیہ الحق محدثؒ سے تعلیم حاصل کی فن عروض میں آپ ملا جمال الدین بہجت کے شاگرد تھے۔ آپ ایک قادر کلام شاعر تھے۔ فارسی میں سورش، اردو میں جوہری اور مرثیہ میں مذاقی تخلص فرماتے تھے۔ بیعت اور اجازت و خلافت آپ کو اپنے والد سے تھی۔ آپ کا فارسی دیوان کلکتہ امپریل لائبریری میں محفوظ ہے۔ آپ کا تذکرہ میر غلام حسین سورش عظیم آبادی اور شیخ وجیہ الدین عشقی نے اپنے تذکروں میں کیا ہے۔ لیکن پروفیسر معین الدین دردائی مرحوم نے آپ کا تذکرہ اپنی کتاب "صوفیائے بہار اور اردو" میں بہت تفصیل سے کیا ہے۔ جناب دردائی شاہ آیت اللہ جوہری کی شاعری کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

" اردو غزل کے نمونے آپ کے بہت کم دستیاب ہوئے ہیں۔ لیکن مثنوی، مرثیہ، منقبت، شہر آشوب اور قصیدہ ان کا منظر عام پر آچکا ہے .... شاہ آیت اللہ جوہری کی نادر مثنوی گوہر جوہری کا ۱۹۴۰ء میں پروفیسر حسن عسکری صاحب نے انکشاف کرکے ان کے متعلق مزید تجسس کو بڑھا دیا۔ مثنوی گوہر جوہری کا یہ نسخہ پروفیسر موصوف کو اپنے ایک ہندو شاگرد رائے سیوندر بہادر ایم۔ اے، رئیس قصبہ بھکرا ضلع مظفر پور (بہار) کے ذاتی کتب خانہ سے ملا تھا۔ جس پر ایک تفصیلی مضمون لکھ کر انہوں نے رسالہ اردو اپریل ۱۹۴۰ء میں شائع کرا دیا۔ اس کے بعد اسی مثنوی گوہر جوہری کا ایک نامکمل نسخہ ڈاکٹر اختر اورینوی نے شاہ مجتبیٰ صاحب بہار شریف کے ذاتی کتب خانہ میں دیکھا .... مثنوی گوہر جوہری بارہویں صدی ہجری کے وسط کی مروجہ زبان کی صحیح اور مکمل نمونہ ہے اس کے اشعار کی مجموعی تعداد دو ہزار تین سو ایک ہے .... مثنوی گوہر جوہری کئی داستانوں پر مشتمل ہے اور ان داستانوں کو ایک دوسرے سے مربوط کر دیا گیا ہے۔ آخری داستان میں اکبر آباد کے رام راجہ اور کنول دیوی کے عشق کو روایتی انداز میں پیش کیا گیا ہے "۔

پروفیسر دردائی مرحوم مزید لکھتے ہیں " خانقاہ سلیمانیہ پھلواری شریف میں وہاں کے صوفیاء اور مشائخ کے کہے ہوئے مراثی کا مجموعہ ایک قلمی نسخہ کی شکل میں موجود ہے۔ ڈاکٹر اختر اورینوی نے بھی اپنی تصنیف " بہار میں اردو زبان و ادب کا ارتقاء " کو مکمل کرنے کے دوران اس مخطوطہ سے استفادہ کیا ہے .... (ان مراثی کو دیکھنے سے) تین باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ مرثیہ شاہ آیت اللہ (جوہری) مذاقی کا لکھا ہوا ہے۔ دوسرے اس کے کاتب مخدوم عالم ہیں جنہوں نے ۱۲۰۶ھ میں سید فیض عالم صاحب کے تعزیہ خانہ میں مرثیہ خوانی کے دوران سن کر قلمبند کر لیا ہے۔ تیسرے اس مرثیہ کی کتابت کے وقت حضرت شاہ آیت اللہ علیہ رحمۃ حیات تھے کیونکہ ان کا

وصال ۱۲۱۰ھ میں ہوا ہے .... حضرت شاہ صاحب کی ایک شہر آشوب کا قلمی نسخہ بھی حکیم شعیب صاحب پھلواروی کے قبضہ میں ہے۔ اس شہر آشوب سے میرؔ اور سوداؔ کی شہر آشوبوں کی طرح صوبہ بہار اور خاص کر عظیم آباد کی معاشرتی، سماجی، مذہبی اور سیاسی حالت کا پتہ چلتا ہے۔"

حضرت مخدوم شاہ آیت اللہ جوہری قدس سرہ، کی والدہ بی بی ولیہ حضرت غوث پاک شیخ عبدالقادر جیلانی کی اولاد سے تھیں۔ آپ کا وطن امجھر شریف تھا۔ اور حضرت سید شاہ عزیز الدین بن سید شاہ حبیب اللہ بن سید شاہ محی الدین امجھری کی صاحبزادی تھیں۔ عربی، فارسی، اور اردو تینوں زبانوں میں دستگاہ رکھتی تھیں۔ آپ وقت کی ولیہ کاملہ تھیں اور مشکل سے مشکل مسائل کا صحیح جواب بارگاہ نبوی اور بارگاہ غوثیہ سے روحانی طور پر دریافت کرکے بتادیتی تھیں۔ آپ کو بیعت حضرت مولانا رسولشاہ بہاری قدس سرہ، العزیز سے تھی۔

شاہ آیت اللہ جوہری کی دو شادیاں ہوئیں۔ محل اولیٰ مسماۃ رابعہ بصریہ بنت حضرت تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ پھلواروی سے تین صاحبزادیاں دختر اول زوجہ شاہ ولی اللہ منیری بن شاہ عطاء اللہ ساکن موضع دیاواں۔ دختر دوم زوجہ محمد نعیم پھلواروی اور دختر سوم زوجہ میر سید عزت علی شہباز پوری۔ آپ کی محل ثانی سے ایک صاحبزادے شاہ غلام شبلی تھے جو آپ کے بعد جانشین ہوئے۔

حضرت مخدوم شاہ آیت اللہ جوہری پھلواروی کے مریدوں اور شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ ان میں سید شاہ وارث علی کاکوی، مفتی غلام مخدوم ثروت، امان علی ترقی، غلام شبلی وسعت اور غلام جیلانی محزون قابل ذکر ہیں۔

نقشہ اولاد حضرت جوہری پھلواری

از محل اولیٰ — از محل ثانی

دختر اول زوجہ سید ولی اللہ منیری
|
قاضی غلام حق

دختر دوم

دختر سوم

شاہ غلام شبلی
|
شاہ محمد حسین
|
شاہ عنایت اللہ

قاضی غلام حق: از محل اولیٰ — از محل ثانی

بی بی قمرون زوجہ سید فدا حسین ساکن نگواں

کبیر الحق

خیر الحق منسوب دختر سید مبارک حسین ساکن نگواں
|
بی بی ہدایت الفاطمہ زوجہ سید شاہ رحمت حسین ساکن اردل
|
سید شاہ محمد اکرم زوج بی بی رسولن بنت سید شاہ امداد حسین اردل
|
بی بی عظیم النساء زوجہ سید ظہیر الدین رضوی ساکن پیاواں
|
سید ظفیر الدین رضوی زوج بی بی عزیز النساء ساکن مطھرہ پٹنہ سٹی
|
بی بی صالحہ خاتون زوجہ سید نظام الدین احمد اوگانوی
|
راقم الحروف سید قیام الدین نظامی الفردوسی

قاضی بشیر الحق

امام الحق لاولد

تاج العارفین مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ قادری پھلواروی قدس سرہٗ

مخدوم شاہ مجیب اللہ بن شاہ محمد ظہور اللہ بن امیر کبیر الدین بن امیر رکن الدین بن امیر محمد حسین جعفری بن امیر عطاء اللہ پھلواروی ۱۱ ربیع الثانی ۱۰۹۸ھ کو پھلواری شریف میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم شاہ برہان اللہ بن لعل میاںؒ سے۔ صرف و نحو، بلاغت و معانی، فقہ و فرائض، کلام و منطق اور فلسفہ کی تعلیم خواجہ عماد الدین قلندر سے حاصل کی پھر آپ حضرت شاہ آیت اللہ جوہریؒ کے والد شاہ محمد مخدوم قدس سرہٗ کے ہمراہ حضرت مولانا محمد وارث رسولنماء بنارسی قدس سرہٗ کی خدمت میں بنارس تشریف لے گئے۔ آپ نے حضرت رسولنماء بنارسیؒ سے علم ظاہری کے ساتھ راہ سلوک کی تکمیل بھی کی۔ حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کو ۸ رمضان المبارک ۱۱۲۲ھ میں حضرت خواجہ عماد الدین قلندر پھلوارویؒ سے بیعت اور تمام سلاسل کی اجازت و خلافت کی دولت حاصل ہوئی۔ بعد رمضان المبارک اسی سال آپ پھر بنارس پہنچے۔ حضرت مولانا سید محمد وارث رسولنماء بنارسی قدس سرہٗ نے اپنے تمام یاران کاملین کی موجودگی میں تمام سلاسل کا تحریری اجازت نامہ عطا فرمایا۔ حضرت مخدوم شاہ آیت اللہ جوہریؒ کے والد حضرت شاہ محمد مخدومؒ کو بھی حضرت مولانا رسولنماء بنارسی قدس سرہٗ سے بیعت اور خلافت و اجازت حاصل تھی۔

حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ محمد مجیب اللہ پھلوارویؒ کی خانقاہ قادریہ مجیبیہ (بڑی خانقاہ) پھلواری شریف سے فیوض و عرفان کا چشمہ اب تک جاری ہے۔ آپ کے مریدوں اور عقیدت مندوں کی ایک بڑی تعداد برصغیر کے گوشے گوشے تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس خانقاہ سے ہر سال سیکڑوں طلباء علوم اسلامی کی تکمیل کرکے نکلتے ہیں۔ راقم الحروف کے والد حضرت سید نظام الدین احمد علیہ رحمۃ کو بزرگان دین و مشائخ کرام اور خصوصیت کے ساتھ حضرت شاہ بدر الدین پھلواروی قدس سرہٗ سے ازحد ارادت و عقیدت تھی جس کا اظہار وہ اپنی زندگی میں اکثر کیا کرتے تھے۔ آپ جب کبھی پاکستان سے ہندوستان تشریف لے جاتے صاحب سجادہ حضرت تاج العارفین سے شرف ملاقات ضرور حاصل کرتے اور اپنے والد علیہ رحمۃ کی اس سنت پر راقم الحروف بھی عمل پیرا ہے۔

حضرت مخدوم شاہ مجیب اللہؒ کی محل اولی سے شاہ احمد عبدالحق، شاہ احمد عبدالحی اور پانچ صاحبزادیاں تھیں۔ آپ کی محل ثانی سے حضرت شاہ محمد نعمت اللہ قدس سرہٗ اور چھ صاحبزادیاں تھیں۔

نقشہ اولاد حضرت شاہ محمد مجیب اللہ پھلواروی۔

اولاد حضرت شاہ مجیب اللہ پھلواروی۔

از بطن محل ثانی بی بی طالعہ بنت محمد شاہ بن شاہ نور محمد نظام پوری

شاہ محمد نعمت اللہ سجادہ
عزت النساء
زیادۃ النور
نعمت
عارفہ
رنگات
عائشہ

(اولاد شاہ محمد نعمت اللہ)

دختر زوجہ شاہ ابوالقاسم
مولوی وصی احمد

دختر زوجہ مولانا محمد ہادی
شاہ محمد شرف الدین
شاہ محمد بدر الدین بدرؔ پھلواروی (سجادہ)

شاہ ابوالحسن فردؔ سجادہ
شاہ ابوتراب آشناؔ
شاہ محمد امام جوؔ
مولانا ابوالجیوۃ مجرؔ
مولانا محمد قادری
مولانا محمد علی سجادؔ نعمتی
مولانا محمد حسین

(اولاد شاہ ابوالحسن فرد)

شاہ محمد علی حبیب نصرؔ (سجادہ)
شاہ نور العین
دختر لاولد

(اولاد شاہ محمد علی حبیب نصر)

دختر
دختر
شاہ محمد عبدالحق سجادہ
شاہ محمد عین الحق
دختر زوجہ شاہ محمد سلیمان

(اولاد دختر شاہ محمد علی حبیب نصر و شاہ محمد بدر الدین)

شاہ محمد محی الدین پھلواروی (سجادہ)

حضرت شاہ محمد بدرالدین قادری مجیبی پھلواروی:- شاہ محمد بدرالدین پھلواروی بن شاہ محمد شرف الدین بن مولانا شاہ محمد ہادی بن مولانا شاہ محمد احمدی بن ملاّ محمد وحید الحق بن ملاّ محمد وجیہ الحق محدّث بن محمد امان اللہ جعفری بن شاہ محمد امین بن مخدوم شمس الدین جنید ثانی بن شاہ محمد، سماعیل بن امیر مظفر بن امیر عطاء اللہ جعفری پھلواروی اپنے وقت کے جیّد عالم دین اور مشائخ کبار میں تھے۔ ۲۷ جمادی الآخری ۱۲۷۸ھ کو آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ نے اپنے والد شاہ محمد شرف الدین اور خسر حضرت شاہ محمد علی حبیب نصر قدس سرہ، سے اکتساب علم کیا۔ آپ حضرت ممدوح قدس سرہ، کے مرید، خلیفہ اور سجادہ بھی تھے۔

حضرت شاہ محمد بدرالدین بدرؔ پھلواروی قدس سرہ، نے مولانا علی احمد محدّث پھلواروی کے علاوہ حرمین شریفین کے مستند شیوخ و محدثین سے فن حدیث کی سند حاصل کی جن میں شیخ عبداللہ صالح سنّاری، شیخ عبدالرحمٰن ابو خضیر مدنی اور حضرت حاجی شاہ امداد اللہ مہاجر مکی وغیرھم قابل ذکر ہیں۔ آپ اپنے برادر نسبتی حضرت مولانا شاہ عین الحق بن حضرت مولانا شاہ محمد علی حبیب نصر قدس سرہ، کے مذہب اہل حدیث اختیار کرنے اور ترک سجادگی کے بعد خانقاہ قادریہ، مجیبیہ (بڑی خانقاہ) پھلواری شریف کی سجادگی پر بٹھائے گئے۔

۱۹۱۵ء میں حضرت شاہ محمد بدرالدین علیہ رحمۃ کو حکومت برطانیہ سے شمس العلماء کا خطاب عطا ہوا جسے آپ نے اپنی دیرینہ خواہش کے مطابق ۱۹۱۹ء میں واپس کر دیا۔ مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد نے ۱۹۱۷ء میں "انجمن علماء بہار" کی تاسیس کے بعد ۱۹۲۱ء میں "امارت شرعیہ" کی بنیاد ڈالی تو حضرت شاہ صاحب علیہ رحمۃ اس کے پہلے امیر شریعت منتخب ہوئے اور اس طرح "امارت شرعیہ بہار" جو اب پورے مسلمانان ہند کی اسلامی یک جہتی اور بقا کے لئے ضروری تصور کی جارہی ہے کے آپ پہلے امیر تھے۔ آپ سنہ ۱۶ صفر ۱۳۴۳ھ کو وصال فرمایا۔

حضرت شاہ محمد بدرالدین پھلواروی کی دو شادیاں ہوئیں۔ پہلی شادی سے حضرت شاہ محمد محی الدین علیہ رحمۃ اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ اہلیہ ثانیہ سے شاہ محمد قمرالدین، شاہ محمد نظام الدین اور حافظ شاہ محمد شہاب الدین صاحبان تھے۔

نقشہ اولاد شاہ محمد بدرالدین پھلواروی
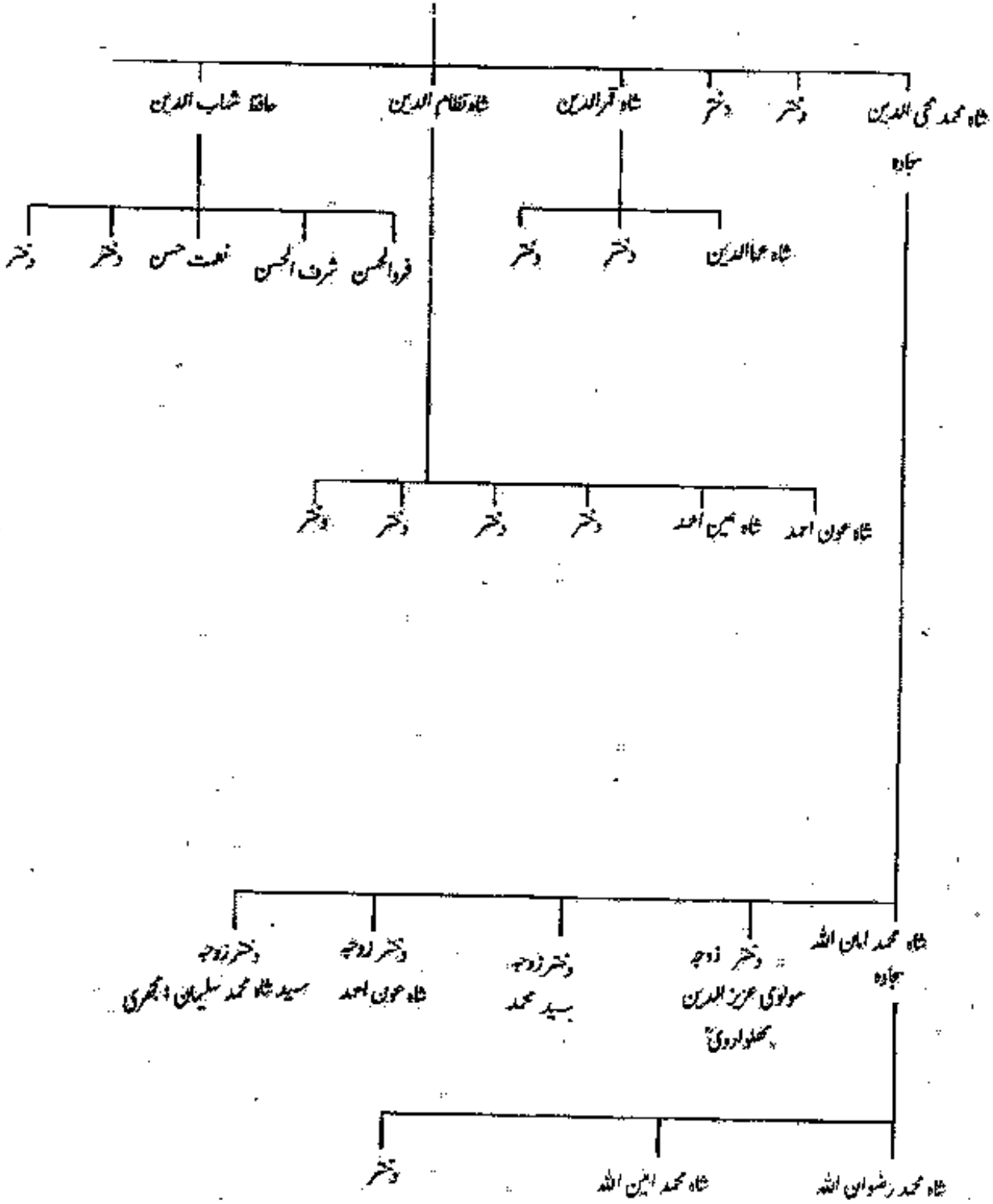
حضرت شاہ سلیمان پھلواروی:- خانقاہ سلیمانیہ قادریہ چشتیہ (چھوٹی خانقاہ) پھلواری شریف کے بانی حضرت مولانا شاہ سلیمان پھلواروی ۱۲۷۶ھ کو پھلواری شریف میں پیدا ہوئے۔ "اعیان وطن" مصنفہ حکیم سید محمد شعیب پھلواروی علیہ رحمۃ میں آپ کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ فاتح منیر حضرت امام محمد تاج فقیہہ زبیری الہاشمی قدس سرہ کی اولاد سے ہیں۔ پہلے آپ کا خاندان قصبہ منیر شریف میں آباد تھا۔ آپ کے اجداد منیر شریف سے منتقل ہو کر موضع چندن پور میں آباد ہو گئے تھے۔ پھر وہاں سے موضع کریم چک ضلع دربھنگا اور محلہ صادق پور پٹنہ ہوتا ہوا خاندان پھلواری شریف آبسا۔ قصبہ پھلواری شریف سے تعلق اور بودوباش کی ابتداء حکیم محبوب عالم عرف حکیم باسو علیہ رحمۃ کے زمانہ سے ہوئی جو آپ کے پردادا تھے۔ آپ کا نسب نامہ "اعیان وطن" کے مطابق اس طرح ہے۔

شاہ سلیمان پھلواروی بن مولوی حکیم داؤد بن حکیم واعظ اللہ بن حکیم محبوب عالم عرف حکیم باسو بن مولوی شیخ میر نظر محمد بن مولوی شیخ فتح محمد بن مولوی شیخ عبد الغفور بن مولانا فرید الدین یکے از اولاد حضرت امام محمد تاج فقیہ منیری۔

شاہ سلیمان پھلواری حضرت مولانا عبدالحئی فرنگی محلی کے شاگرد رشید تھے اور طب میں حکیم مرزا مظہر حسین خان سے تلمذ تھا۔ آپ اپنے وقت کے خوش الحان قاری اور پر جوش خطیب اور واعظ تھے۔ آپ کی خطابت کا چرچا صوبہ بہار سے نکل کر برصغیر کے گوشے گوشے تک پہنچا۔ بنگال سے افغانستان تک آپ کی خطابت کی دھوم تھی۔ سیرت النبی کے جلسوں کے لئے آپ کو برما اور رنگون تک سے بلایا جاتا تھا۔ زبانی سیرت النبی کو بیان کرنے کی بنیاد سب سے پہلے آپ ہی نے ڈالی ورنہ اس سے قبل پورے برصغیر میں محفل سیرت النبی کے موقع پر میلاد کی کتابیں دیکھ کر پڑھی جاتی تھیں۔ میلاد کی اکثر کتابوں میں غلط اور بے بنیاد روایتیں درج ہوا کرتی تھیں۔ بازار میں بکثرت ایسی میلاد کی کتابیں بکنے لگی تھیں جنکے مصنف نہ تو مستند عالم دین ہوتے اور نہ ہی تاریخ داں۔ آخر شاہ صاحب اور ان کے ہمعصر ساتھیوں نے تاریخ و سیرت اور احادیث کے حوالوں کے ساتھ سیرت پر کتابیں لکھیں۔ حضرت مولانا حافظ سید شاہ نذر الرحمن رضوی القادری متخلص بحفیظ عظیم آبادی ساکن محلہ مظفرپورہ، پٹنہ سیٹی کا رسالہ "وسیلۃ النجات" اسی زمانہ میں منظر عام پر آیا۔ اسی طرح حضرت شفق عماد پوری کی کتاب "حدیقہ آخرت"، سید محمد عمر کریم حنفی کی کتاب "مولود شریف" اور حافظ محب الحق مرحوم کی کتاب "میلاد النبی" وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

عہد رسالت پناہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان سیرت کا رواج چلا آتا ہے۔ یہ کوئی غیر اسلامی یا غیر مذہبی بات نہیں ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ہر دور اور زمانہ میں بیان سیرت کی نوعیت مختلف تھی۔ قرآن مجید میں انبیاء کرام کا تذکرہ نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ نے خود کیا ہے بلکہ حکم دیا ہے کہ ان کو یاد کرو اور دوسروں کو یاد دلاؤ۔ ظہور اسلام کے بعد مسلمانوں میں سیرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کا سلسلہ جاری ہوا۔ کبھی قرآن کی آیتیں حضور کی شان میں پیش کی جاتی تو کبھی اشعار اور نعت کی صورت میں پیارے نبی حبیب خدا کی سیرت بیان کی گئی اور کبھی وعظ و خطابت کے انداز میں ذکر رسول کی مجلس سجائی گئی۔ حضرت حسان بن ثابت، حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت کعب بن زہیر، حضرت عباس بن عبدالمطلب، حضور حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہم کے دور سے لیکر امام ابوحنیفہ، شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اور حضرت بوصیری تک قرآنی آیات اور نعت کی زبان میں

سیرت خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بیان کی جاتی رہی۔ ۴۸۵ھ میں سلطان ملک شاہ سلجوق نے بڑے دھوم دھام سے مجلس مولود بغداد میں منعقد کی جس کا بڑا چرچا ہوا۔ اس لئے کہ یہ ایک سرکاری مجلس مولود تھی۔ برصغیر پاک و ہند میں مجالس عید میلاد النبی صدیوں سے جاری ہے۔ اس سرزمین پر کثرت سے سیرت پر کتابیں لکھی گئیں۔ جن میں سرسید کی "خطبات احمدیہ" مولوی چراغ علی کی انگریزی میں "محمدؐ کی پرافٹ" علامہ سید سلیمان ندوی کی "سیرت النبی" اور "خطبات مدارس" اور مولانا مناظر احسنؒ کی النبی الخاتم وغیرہ کا نام لیا جاتا ہے۔ غیر مستند کتابوں سے پڑھی جانے والی مجلس میلاد سے متاثر ہو کر حضرت شاہ سلیمان پھلواروی ؒ نے ۱۳۰۲ھ میں زبانی سیرت النبی ؐ کے بیان کی بنیاد ڈالی اور اس کو باضابطہ تحریک کی شکل دی۔ سب سے پہلے زبانی بیان سیرت پر آپ نے اپنے ایک ہمعصر ساتھی مولوی خدا بخش خان وکیل (بانی خدا بخش اورینٹل لائبریری پٹنہ) کی منعقد کردہ محفل میلاد میں خطاب فرمایا۔ اس طرح برصغیر پاک و ہند میں زبانی سیرت النبی ؐ بیان کرنے کی ابتداء بہار سے ہوئی۔

حضرت مولانا شاہ سلیمان پھلواروی ؒ کو بیعت اپنے خسر حضرت شاہ علی حبیب نصرؔ پھلواروی قدس سرہ، سے تھی اور اجازت و خلافت مولانا صفت اللہ، مولانا اشرف مجیب اور مولانا محمد یحییٰ قدس سرھما سے تھی۔ آپ کی شادی حضرت شاہ علی حبیب نصرؔ قدس سرہ، کی چھوٹی صاحبزادی سے ہوئی جن سے چار لڑکے ہوئے۔ لڑکیوں میں صرف ایک لڑکی سے سلسلہ نسب جاری ہے۔

نقشہ اولاد شاہ سلیمان پھلواروی
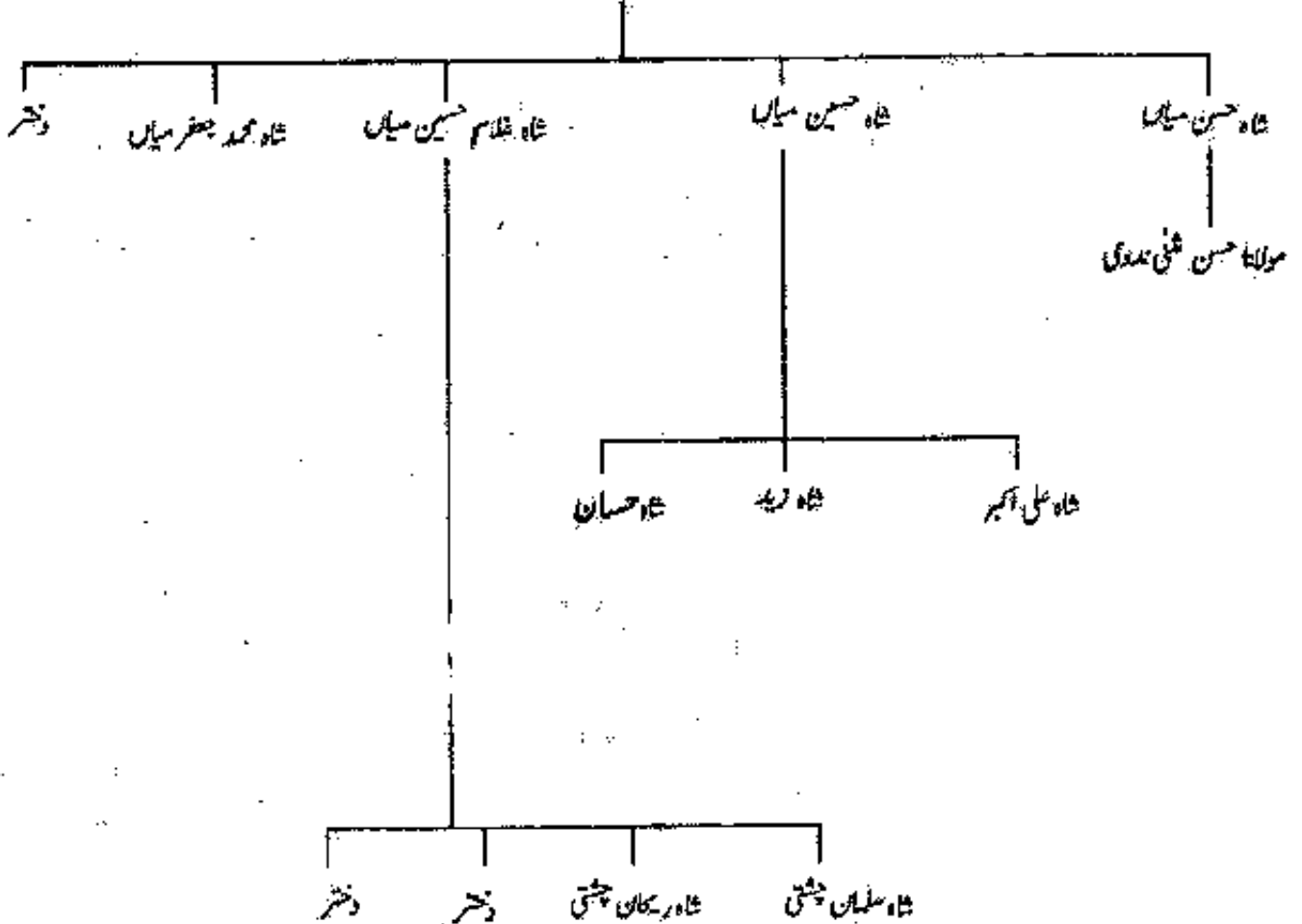
مولوی احمد کبیر حیرتؔ پھلواروی :- شاعر فصیح اللسان ، خسرو ملک سخن اور مورخ بے نظیر حضرت مولوی احمد کبیر حیرتؔ پھلواروی علیہ رحمۃ کے والد حاجی مولوی محمد فرید صاحب نے پھلواری شریف کو اپنا مسکن بنایا اور بعد میں مدینہ منورہ ہجرت کر گئے اور وہیں ۱۲۸۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ راقم الحروف کو جناب حیرتؔ کا مکمل نسب نامہ حاصل نہ ہوسکا۔ اور نہ ہی ان کے خاندان کے کسی فرد سے رابطہ ہوسکا۔ ڈاکٹر خواجہ افضل امام نے اپنی کتاب " دیوان فائز میں " حیرتؔ مرحوم کے ایک بھتیجے کی خبر دی ہے۔ جو چھپرہ بہار میں وکیل ہیں لیکن ان کا نام و پتہ موجود نہیں کہ رابطہ کیا جاسکے۔ جناب احمد کبیر پھلواروی علیہ رحمۃ نے اپنے مایہ ناز تصنیف " تاریخ کملا " میں چند نام تحریر کئے ہیں وہ اس طرح ہیں۔

" فقیر احمد کبیر حیرتؔ سراپا حسرت ولد حضرت حاجی مولوی محمد فرید غریق بحر توحید ابن حضرت مولوی محمد مبین خلد نشین بن حضرت مفتی محمد افضل مشکور خدائے عز و جل از اولاد امجاد حضرت ملا امان اللہ خدا آگاہ "۔ " تذکرہ صادقہ " میں مولانا عبدالرحیم صادق پوری نے آپ کا نسب نامہ اس طرح لکھا ہے۔ مولوی احمد کبیر حیرتؔ بن حاجی محمد فرید بن مولوی محمد مبین بن مفتی محمد افضل بن مولوی ...... مرحوم بن ملا امان اللہ جعفری۔ جناب ڈاکٹر خواجہ افضل امام نے اپنی مرتبہ کتاب " دیوان فائز " میں حضرت حیرتؔ کا تذکرہ کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں۔

" حیرت عدالت پٹنہ میں وکیل تھے۔ اردو فارسی کی بڑی اچھی صلاحیت تھی۔ صنائع بدائع کے استاد اور تاریخ گوئی کے بادشاہ سمجھے جاتے تھے۔ ۱۳۰۲ھ میں اپنی مشہور کتاب " تاریخ کملا " تالیف کی۔ " جناب حکیم سید احمد اللہ ندوی مرحوم کی کتاب " مسلم شعرائے بہار " میں ہے کہ آپ اکثر علم و فنون میں ماہر تھے۔ شاعری سے خاص شغف تھا۔ بہت پرگو تھے۔ تاریخ ، علم عروض اور صنائع و بدائع میں کمال حاصل تھا۔ تاریخ کملا دو جلدوں میں چھپی ہے۔ آپ ہی کی تصانیف سے ہے ۔ فارسی اور اردو دونوں میں اظہار کمال کیا ہے۔ ۱۹۱۱ء میں انتقال کیا۔

حضرت مولوی احمد کبیر حیرتؔ پھلواروی علیہ رحمۃ کو مولانا حافظ شاہ صفیرالحق عمادی سے تلمذ تھا۔ اور بیعت حضرت شاہ ابوالحسن فردؔ پھلواروی قدس سرہٗ سے تھی۔ قبل تحریر کرچکا ہوں کہ جناب حیرتؔ مرحوم کے خاندان اور ورثاء میں کسی سے راقم الحروف سید قیام الدین نظامی الفردوسی کا رابطہ نہ ہوسکا اس لئے مختلف کتابوں اور تذکروں سے جو کچھ یکجا ہوا قارئین کی نذر کر دیا ہے۔

نقشہ خاندان مولوی احمد کبیر پھلواری

حضرت شاہ دولت منیری الفردوسیؒ

حضرت شاہ دولت منیری الفردوسی قدس سرہ کا نام ابا یزید تھا۔ لیکن مخدوم شاہ دولت منیری سے مشہور ہوئے۔ آپ اپنے ماموں زاد بھائی حضرت مخدوم شاہ قطب موحد منیریؒ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ اجازت و خلافت آپ کو حضرت میران سید ناصر فردوسی، حضرت شیخ بڑے طیب زنجانی اور حضرت مخدوم شیخ جمال الدین، حافظ منجھن جلال ناگمی ساری قدس سرہما سے بھی حاصل تھی۔

حضرت شاہ دولت منیری الفردوسیؒ ۹۹۸ھ کو منیر شریف میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور آپ کے ماموں زاد بھائی حضرت مخدوم شاہ قطب موحد منیری فردوسیؒ نے آپ کی پرورش اور تعلیم و تربیت فرمائی۔ حضرت قطب موحدؒ کو کوئی اولاد نہ تھی اس لئے یتیم پھوپھی زاد بھائی کو بہت چاہتے اور زیادہ سے زیادہ توجہ فرماتے تھے۔ کچھ لوگوں کو حسد پیدا ہو گیا اور طعنہ دینے لگے کہ سب دولت یہاں کی ان ہی کے نصیب کی ہے یہی لوٹ لیں گے۔ حضرت شاہ صاحب کو یہ بات ناگوار گذری۔ وطن سے سفر کا ارادہ کر کے دہلی کے لئے روانہ ہوئے کہ کہیں اور جا کر مرید ہو جائیں۔ منیر شریف سے ابھی کچھ دور ہی گئے تھے کہ پشت کی جانب سے ایک ہاتھ آپ نے شانہ مبارک پر محسوس کیا اور آواز آئی "کہاں جاتے ہو؟" مڑ کر دیکھا تو مخدوم جہاں فردوسی بہاری قدس سرہ تھے۔ فرمایا "جا قطب موحد سے مرید ہو، باطن میں تیری بیعت میں لیتا ہوں۔ دوسری طرف مخدوم جہاں نے روحانی طور پر حضرت قطب موحدؒ کو بھی آگاہ کر دیا تھا، جو گھر سے باہر تالاب کے کنارے کھڑے آپ کے منتظر تھے۔ جب حضرت شاہ دولت منیری فردوسیؒ واپس پہنچے تو حضرت قطب موحد منیری فردوسیؒ دیکھتے ہی مسرت کے ساتھ آگے بڑھے اور فرمایا "آؤ میری دولت" اس دن سے آپ شاہ دولت مشہور ہوئے۔ حضرت موحد قدس سرہ نے آپ کی بیعت لی اپنی سجادگی پر بٹھایا اور خاندان کی ساری نعمت و دولت آپ کے سپرد کی۔

حضرت مخدوم شاہ دولت منیری الفردوسی قدس سرہ کے مریدوں اور عقیدت مندوں میں بڑے بڑے وزراء، امراء، روسا اور صاحب اقتدار لوگوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ آپ نے منیر شریف سے کبھی قدم باہر نہیں نکالا۔ لوگ آپ کے پاس چل کر منیر میں حاضری دیتے۔

حضرت مخدوم شاہ دولتؒ کے مریدوں میں وزیر سلطان دہلی عبد الرحیم خانخاناں، صوبہ دار گجرات ابراہیم خان کاکڑ، ماہر انجینیر تعمیرات تنگر قلی خان بدخشانی، حاکم مرشد آباد اور حضرت امان اللہ عاصی وغیرہ کا نام نامی مشہور ہے۔ معتقدین میں حضرت سیدنا ابوالعلاء اکبر آبادیؒ، حضرت دیوان شاہ ارزاں عظیم آبادیؒ، حضرت پیر محمد لکھنویؒ، سلاطین دہلی جہانگیر، شاہجہاں اور اورنگ زیب وغیرہ تھے۔

عبد الرحیم خانخاناں: اکبر بادشاہ کے وزیر اور درباری عبدالرحیم خانخاناں حضرت شاہ دولت منیری الفردوسی قدس سرہ کے مرید تھے۔ ان کو شاہ صاحب کے گھر کا دال اور خشکہ بہت پسند تھا اور ان کی خواہش تھی کہ شاہ صاحب کا اوگش (پیر کا چھوڑا ہوا جوٹھا) ہر روز دہلی میں ملا کرے۔ خانخاناں نے اپنی خواہش کا اظہار کیا تو حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ مجھے انکار نہیں مگر دہلی کیسے پہنچ سکتا ہے۔ خانخاناں نے اس کا انتظام اس طرح کیا کہ منیر سے دہلی تک اونٹ اور گھوڑے کی ڈاک

لگائی۔ اس طرح دونوں وقت کا حضرت کے دستر خوان کا بچا ہوا دال اور خشک روٹی میں دوسرے دن خانخاناں کو مل جایا کرتا تھا۔ یہ سلسلہ شاہ صاحب کی زندگی تک جاری رہا۔ حضرت شاہ دولت منیریؒ نے اپنے ایک مرید ابراہیم خان کاکڑ کی خانخاناں سے سفارش کر کے فوج میں نوکری دلوادی تھی۔

ابراہیم خان کاکڑ : ابراہیم خان کاکڑ قوم پٹھان سے تھے۔ حضرت شاہ صاحب کے مرید اور بہت غریب آدمی تھے۔ ہر وقت پیر کی خدمت میں حاضر رہتے اور خدمت کرتے۔ ایک مرتبہ نواب خانخاناں دہلی سے آئے ہوئے تھے۔ ابراہیم خان کاکڑ بھی موجود تھے۔ حضرت شاہ دولت منیریؒ نے خانخاناں سے خان کاکڑ کی سفارش کر دی۔ خانخاناں انہیں اپنے ساتھ دہلی لے گئے اور فوج میں نوکر رکھوا دیا۔ ابراہیم خان کاکڑ ترقی کر کے گجرات کے صوبہ دار ہو گئے۔ عہد جہانگیری میں دلاور خان کا خطاب ملا۔ اپنے صوبہ داری کے زمانہ میں اپنے پیر کے روضہ اور تالاب کا خاکہ تیار کیا، سنگ تراشوں کو بلوا کر روضہ کی پوری عمارت، اس کے گنبد اور برجوں کے لئے قیمتی پتھر کو ترشوایا اور کشتیوں کے ذریعہ منیر بھجوایا۔ حضرت سید شاہ مراد اللہ منیری مدظلہ بہار کی اس سب سے بڑی عالیشان عمارت کے متعلق لکھتے ہیں۔

"یہ عالیشان مقبرہ سراپا سنگ چنار کا بنا ہوا ہے۔ صوبہ کی اور عمارتوں میں یہ عالیشان اور بہت خوبصورت ہے۔ ۵۸ فٹ مربع اور دو فٹ اونچے چبوترہ پر واقع ہے۔ باہر کی چہار دیواری ۲۵۵ فٹ لانبی اور ۲۵۲ فٹ چوڑی اور دس فٹ اونچی ہے۔ چاروں کونے پر بارہ پہل کی برجیاں ہیں، جنوب مشرق کی جانب جو برجی ہے اس کے دو تلے پر نہایت نفیس پتھر کی جالیاں ہیں۔ جس حصہ پر مقبرہ ہے وہ باہر سے ۳۴ فٹ ۱۸ انچ مربع ہے اور اس کے چاروں طرف ۱۱ فٹ ۸ انچ چوڑا برآمدہ ہے۔ برآمدہ کی چھت اعلیٰ قسم کے سنگ تراشی اور نقاشی کا نمونہ ہے۔ چھت میں جا بجا آیات قرآنی بھی کندہ ہیں، اس سنگ تراشی کا مقابلہ فتح پور سیکری کی بہترین سنگ تراشی اور نقاشی سے کیا جاسکتا ہے۔ اندر سے مقبرہ ۲۱ فٹ مربع ہے، اور ہر طرف چار بڑے ستون ہیں۔ ستونوں کے درمیان نہایت پتلی دیوار ہے۔ محراب کی جالیوں پر عربی خط میں اللہ کافی لکھا ہوا ہے اور ستونوں کے براکٹ پر پتھر کی سلیاں رکھ کر اس کو ہشت پہل دائرہ بنایا گیا ہے۔ مقبرہ کے اندر کی قبروں میں بیچ کی قبر حضرت مخدوم شاہ دولت منیریؒ کی ہے۔ بائیں کی دو قبروں میں پورب کی قبر آپ کی اہلیہ محترمہ کی اور پچھم بانی مقبرہ ابراہیم خان کاکڑ کی۔۔۔۔۔۔" اس عمارت کے اندر خوشنما لداؤ چھت کی شاندار مسجد ہے۔ مسجد کے سامنے چبوترہ پر اور عمارت کے اندر بکثرت مزارات آپ کے اجداد، ورثاء اور اعزہ کی ہیں۔

ابراہیم خان کاکڑ نے ۱۰۲۸ھ میں انتقال کیا اور اپنی تعمیر کردہ اسی عمارت میں اپنے پیر حضرت شاہ دولت منیری رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

مخدوم شاہ دولت کا مرقع : حضرت مخدوم شاہ دولت منیریؒ کے مرقع (تصویر) کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت سید شاہ مراد اللہ منیری مدظلہ اپنی کتاب "آثار منیر" میں تحریر کرتے ہیں "بمبئی کے مشہور ہفتہ وار انگریزی اخبار "السٹریٹیڈ ویکلی آف انڈیا" مورخہ ۱۳ ستمبر ۱۹۴۷ء کی اشاعت میں کارل کھانڈل والا صاحب نے ایک انگریز نے چشربٹی آف لندن کے مجموعہ مرقعات میں سے ایک مرقع (تصویر) پر فنی تبصرہ کیا ہے۔ تبصرہ کے لئے جس مرقع (تصویر) کا انتخاب کیا ہے وہ حضرت مخدوم شاہ دولت منیریؒ کا ہے۔ (مسٹر) چشربٹی کے (مجموعہ) مرقعات میں سلاطین مغلیہ کی چھوٹی چھوٹی تصویریں ہیں۔ اور حضرت مخدوم کا مرقع (تصویر) فہرست مذکور کی جلد اول کا سرنامہ ہے۔ یہ مرقع جہاں گیر وشاہجہاں کے مملوکہ مجموعہ کا ایک

مرقع ہے۔ جس میں انیس مرقعے ہیں۔ یہ مرقع ایک وقت میں لارڈ منٹو جو ہندوستان کے نائب السلطنت (وائسرائے ہند) تھے، ان کی ملکیت رہ چکا ہے۔ بعدہ ۱۹۲۵ء میں لندن کے ایک مشہور نیلام کرنے والے کارخانے (فرم) میں فروخت ہو گیا۔ کارل کھانڈل والا صاحب لکھتے ہیں کہ مخدوم شاہ دولت صاحب مشہور و معروف بزرگ ہیں اور شہنشاہ جہانگیر و شاہجہاں نے آپ سے شرف ملاقات بھی حاصل کیا ہے ـــــ عہد جہانگیری کا مشہور مرقع نگار (مصور) جس نے حضرت مخدوم کا مرقع بنایا ہے۔ اس کا نام بچتر تھا اور وابستگان شاہی میں سے تھا۔ اس نے مرقع میں ظاہر کیا ہے کہ آپ کے دست مبارک میں کرہ ارض کے مثل (دنیا کے نقشے کی طرح) ایک مدور شے (گول چیز) ہے۔ جس میں حسب ذیل تحریر ہے ـــ "کلید فتح دو عالم بدست تست مسلم" ـــ کارل کھانڈل والا صاحب کہتے ہیں کہ وہ مدور شے جو حضرت مخدوم کے ہاتھ میں ہے غالباً اس کا مقصود اس عقیدت مندی کا ظاہر کرنا ہے جو خاندان شاہی کے مختلف افراد کو آپ سے تھی ـــــ"

حضرت شاہ دولت منیری الفردوسیؒ، حضرت مخدوم جہاں شرفا بہاری قدس سرہ کے منجھلے بھائی مخدوم شیخ خلیل الدینؒ کی اولاد سے تھے سلسلہ نسب درج ذیل ہے۔

شاہ دولت منیری بن شاہ عبد الملک بن شاہ اشرف بن شاہ محمود بن شاہ سلطان بن شاہ حسام الدین جہانشہ بن مخدوم شاہ اشرف منیری بن مخدوم شیخ خلیل الدین بن مخدوم شیخ یحییٰ منیری۔

حضرت شاہ دولت منیریؒ کی شادی حضرت حاجی شاہ فریدؒ کی دختر سے ہوئی تھی۔ آپ کے تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تھیں۔ آپ نے ۱۲۵ سال کی عمر میں ۱۲ ذی قعدہ ۱۰۱۷ھ کو وصال فرمایا۔ آپ کا روضہ آپ کے مرید ابراہیم خان کاکڑ، صوبہ دار گجرات نے تعمیر کرایا ہے۔ جو چھوٹی درگاہ کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت پیر امام الدین راجگیری شطاریؒ

حضرت پیر امام الدین راجگیری قدس سرہ کا اسم مبارک خواجہ سید فضل اللہ اور لقب عبد الحسیب تھا، لیکن آپ پیر امام الدین راجگیری کے نام سے مشہور ہوئے۔ ۱۰ شوال ۱۰۵۸ھ (۱۶۴۸ء) کو پیدا ہوئے۔ حضرت پیر امام الدین راجگیریؒ سلسلہ شطاریہ کے بڑے مایہ ناز اور صاحب تصنیف بزرگ تھے۔ آپ حسنی سادات میں تھے۔ صاحب مخزن الانساب نے آپ کا پدری سلسلہ نسب تحریر کیا ہے، وہ اس طرح ہے۔

پیر سید امام الدین حسنی راجگیری بن سید تاج الدین ثالث بن سید محی الدین بن سید سراج الدین بن سید شہاب الدین بن سید علی منجھن دانشمند بن سید محمد جیو دانشمند بن سید جگن بن سید عبد اللہ بن سید احمد دانشمند بن سید محمود بن سید تاج الدین ثانی بن میر سید عماد الدین محمد حسنی البغدادی بن سید تاج الدین محمد بن سید محمد بن سید عزیز الدین حسین بن سید محمد القرشی بن سید ابو محمد بن علی مرتضیٰ والی عراق بن رضی الدین بن علی بن حسین بن احمد بن محسن بن حسین بن ہبیرہ بن محمد بن حسین القوتی بن علی بن حسین بن علی بن حسن بن حسن انج بن اسماعیل الدیباج بن ابراہیم القری بن حسن المثنیٰ بن امام حسنؓ۔

حضرت سید پیر امام الدین راجگیری شطاریؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد حضرت سید تاج الدین شطاریؒ اور حضرت میر سید جعفر جیوؒ سے حاصل کی۔ علم ظاہری کی تکمیل کے لئے بنگال کے تاریخی شہر سارگاؤں تشریف لے گئے جہاں آپ نے

حضرت خوند کار شیخ محمد افضلؒ سے تحصیل فراغ کیا۔ دوران تعلیم ظاہری، سبار گاؤں میں آپ راہ سلوک میں بھی مشغول رہے۔ تصوف اور راہ سلوک کی طرف آپ بچپن سے مائل تھے۔ جو آپ کا خاندانی ورثہ تھا۔ آپ کو اپنے اساتذۂ کرام اور پیران طریقت سے بے حد محبت و اخلاص کا تعلق رہا جس کا اظہار آپ کی تحریروں سے ہوتا ہے۔ آپ نے (۱۰۹۴ھ مطابق ۱۶۸۳ء) پینتیس سال کی عمر میں اپنے والد بزرگوار حضرت سید تاج الدین شطاری ؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور تمام سلاسل کی اجازت و خلافت حاصل کر کے خاندانی سجادگی پر رونق افروز ہوئے۔

روحانی سلسلوں میں سلسلہ فردوسیہ کے بعد بہار میں سلسلہ شطاریہ کو بڑا عروج حاصل ہوا۔ سہ ماہی رسالہ فکر و نظر، اسلام آباد کے شمارہ ۴ جلد ۳۱ (اپریل جون ۱۹۹۴ء) میں جناب ڈاکٹر فضیل احمد قادری صاحب کا مقالہ "شطاری روایات کے جامع میر امام الدین راجگیری" طبع ہوا ہے۔ جس میں ڈاکٹر صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ "جتھرا، شمالی بہار کے جدید ویشالی ضلع کا ایک دیہی علاقہ ہے جو تقریباً ڈھائی سو سال تک مشرقی ہندوستان میں سلسلہ شطاریہ کا مرکز رہا ہے۔ اس خانوادے کے سرخیل شیخ قاضن شطاری اور ان کی اولاد و احفاد نے سلسلہ شطاریہ کی ترویج و اشاعت میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ شیخ قاضن کے داماد، مرید اور خلیفہ میر سید علی منجھن دانشمند راجگیر سے تعلق رکھتے تھے۔ میر امام الدین، میر سید علی منجھن دانشمند کی اولاد میں ساتویں پشت میں تھے اور شیخ رکن الدین شطاری جتھروی شیخ قاضن کی خانقاہ کے سجادہ نشین اور ساتویں نسل سے تھے۔ دونوں خانوادوں میں قدیم قرابتداری اور تعلق روحانی تھا۔ شیخ رکن الدین شطاری میر امام الدین کے مرشد تھے۔ دونوں میں ارتباط قلبی اور مہر و محبت کا ایک خاص تعلق تھا۔ ممکن ہے بچپن سے ہی میر موصوف جتھرا آتے رہے ہوں مگر تفصیلات موجود نہیں ہیں۔ انہوں نے شیخ رکن الدین کے ملفوظات بھی جمع کئے ہیں مگر ملفوظات جمع کرنے کا خیال غالباً دیر سے آیا تھا کیونکہ ملفوظات میں ۱۱۰۳ھ مطابق ۱۶۸۶ء سے لے کر ۱۱۱۷ھ مطابق ۱۷۰۵ء تک یعنی صرف چودہ سال کے اندراجات کچھ وقفوں کے ساتھ موجود ہیں۔۔۔ شیخ رکن الدین نے رمضان ۱۰۹۸ھ مطابق ۱۶۸۶ء کی شب چہارم میں نصف شب تازہ غسل کے بعد میر موصوف کو شرائط تلقین سے نوازا۔ اسی رمضان کے عشرہ اخیر میں بیعت خواندانی اور "اذکار مشرب شطار" عنایت فرمایا اور یوم عید پیش ہی اہتمام حصار عید گاہ میں جبہ و دستار "شجرہ پیران شطار" اور اجازت نامہ سے سرفراز کیا۔"

حضرت پیر سید میر امام الدین راجگیری شطاری قدس سرہ جس زمانہ میں بنگال کے شہر سنار گاؤں میں زیر تعلیم تھے آپ کی ملاقات حضرت شاہ نعمت اللہ قادری فیروز پوری سے ہوئی۔ پیر صاحب کو شاہ صاحب قدس سرہ سے ایک عقیدت اور قلبی لگاؤ پیدا ہو گیا۔ تکمیل علم کے بعد ایک سال تک یعنی ۱۰۷۹ھ۔ ۱۰۸۰ھ آپ شاہ صاحب سے مستفید ہوتے رہے۔ جب محرم ۱۰۸۰ھ کو شاہ صاحب کا وصال ہوا تو پیر امام الدین راجگیری شطاری قدس سرہ ان کے مرقد مبارک سے منسلک ہو گئے اور برسوں مجاوری کرتے رہے۔ حضرت پیر صاحب قدس سرہ کو حضرت شاہ نعمت اللہ قادریؒ کے صاحبزادے حضرت شاہ وجیہ الدینؒ اور داماد حضرت شاہ نعیم اللہؒ سے بھی اجازت و خلافت عطا ہوا۔ ۱۱۱۱ھ مطابق ۱۷۰۰ء میں ذی الحجہ کی چودھویں رات کو بعالم خواب آپ حضرت شاہ نعمت اللہ قادری فیروز پوریؒ (بنگال) سے بیعت ہوئے۔ علاوہ ازیں میر سید جعفر قادری رشیدی سے قادریہ رشیدیہ، میر سید محمد اسلم جعفری سے چشتیہ، فردوسیہ اور مداریہ سلسلوں کی اجازت و خلافت حاصل کی۔

جناب ڈاکٹر فضیل احمد قادری صاحب حضرت پیر سید امام الدین راجگیری شطاری قدس سرہ کے علمی کارناموں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں "میر امام الدین کا عظیم کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے سلسلہ شطاریہ کی تمام تعلیمات کو اپنی نادر

تحریروں کے ذریعہ یکجا محفوظ کر دیا ہے اور اس دلچسپ روحانی سلسلے کے مشائخ (برصغیر میں عموماً اور بہار و مشرقی ہندوستان میں خصوصاً) کے کارناموں اور تعلیمات کو عام کرنے میں قابل قدر خدمت سر انجام دی ہے۔" مختلف تذکروں سے پیر صاحب علیہ رحمۃ کی تین تصانیف کا پتہ چلتا ہے۔

ا۔ مقتبس الانوار (مناہج الشطار) یہ کتاب فارسی زبان میں ہے۔ راہ سلوک میں جو کچھ آپ کو اپنے بزرگوں سے ملا اس کو آپ نے اس کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ حقیقت و طریقت اور تصوف کی راہ پر چلنے والوں کے لئے یہ بہت بڑا سرمایہ ہے۔

۲۔ معدن الاسرار: یہ کتاب بھی فارسی زبان میں ہے اور اس میں اپنے پیران طریقت سے حاصل کردہ تمام اوراد و وظائف اور اذکار و مراقبہ کو جمع کر دیا ہے۔

۳۔ ملفوظات شیخ رکن الدین شطاری: یہ کتاب تصوف کے موضوع پر ہے اس میں حالات و واقعات حضرت شیخ رکن الدین اور ان کے ملفوظات کو یکجا کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر فضیل احمد قادری صاحب کے بیان کے مطابق اس کتاب میں دلچسپ تاریخی معلومات بھی فراہم کی گئی ہیں۔ جیسے سلطان حسین شاہ شرقی کی شیخ قاضن شطاری کی خانقاہ میں آمد۔ حضرت شیخ پھول گوالیاری کا مرزا ہندال کے ہاتھوں شہادت پانا۔ شاہجہاں کی بغاوت، عظیم آباد، پٹنہ میں آمد، صوفیائے کرام سے ملاقات اور اس کے اثرات۔ داراشکوہ کی اسیری، مشکلات اور اس کے ملازم کا ترک دنیا۔ شہزادہ عظیم الشان کی شیخ رکن الدینؒ کے روضہ اقدس پر حاضری اور چادر پوشی وغیرہ۔

جناب ڈاکٹر فضیل احمد قادری صاحب اپنے مقالہ میں حضرت پیر سید امام الدین راجگیری شطاری قدس سرہ کے متعلق تحریر کرتے ہیں۔ "پیر امام الدین اپنی عظیم علمی و روحانی شخصیت کی وجہ سے معاصر حلقوں میں بے حد مقبول تھے۔ روحانی حلقوں میں ان کی بات حکم کا درجہ رکھتی تھی۔ اپنی بے پناہ عبادت، ریاضت، علمی وقار، جاذب نظر شخصیت کی وجہ سے اپنے مرشدین کے بھی محبوب تھے۔ سترہویں صدی کے ربع آخر سے اٹھارہویں صدی کے دوسرے دہائی کے آخر تک وہ صوبہ بہار کے علمی و عرفانی حلقوں میں اہم حیثیت رکھتے تھے۔ ان کی روحانی صلاحیت کا شہرہ سن کر فرخ سیر دہلی روانہ ہونے سے قبل راجگیر حاضر ہو کر ان سے دعاء کا خواستگار ہوا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ بہار اور اس کے نواح کے شطاری صوفیا کے کارنامے، ہندوستان کے سلسلہ شطاریہ کی تعلیمات اور مشرب شطاریہ کی دعوت و فلسفہ تصوف پردہ اخفا میں رہ جاتے اگر پیر امام الدین کی تالیفات موجود نہ ہوتیں۔ سلسلہ شطاریہ کے مشائخ اور ان کی تعلیمات کی ایک جامع تاریخ وقت کی ایک اہم ضرورت ہے۔ پیر امام الدین راجگیری کے نوادرات علمی اس سلسلے میں بے حد مددگار اور چراغ راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔"

حضرت پیر سید میر امام الدین راجگیری شطاری قدس نے بروز جمعہ شب میں ۲۹ ذی الحجہ ۱۱۳۰ھ مطابق ۱۷۱۷ء کو وصال فرمایا۔ آپ محلہ نکی کلاں راجگیر میں آرام فرما ہیں۔
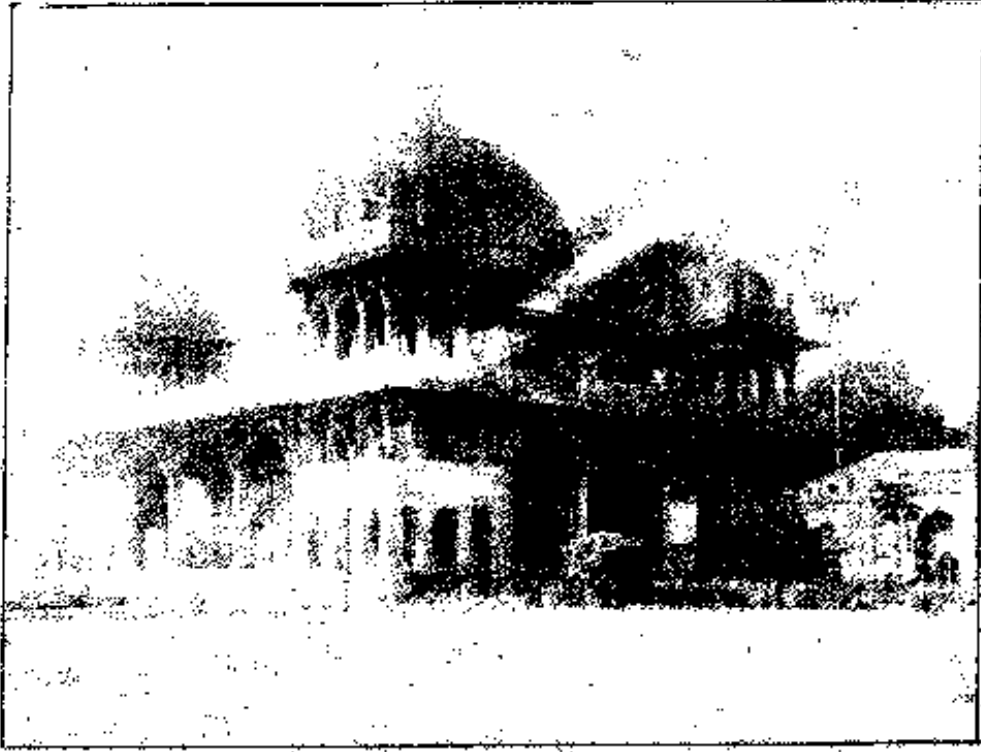
مزار اقدس حضرت شاہ دولت منیری رحمۃ اللہ علیہ (چھوٹی درگاہ)
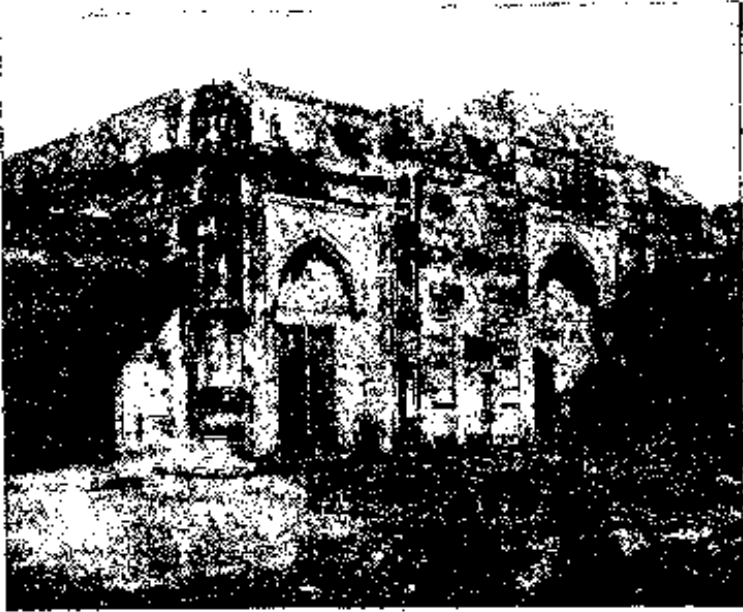
مزار اقدس
حضرت شاہ دولت منیریؒ

چھوٹی درگاہ منیر شریف
کی مسجد

خواجگان موضع جانپور رقیب ۔ ضلع گیا

خواجہ غریب نواز حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری سنجری رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان میں تبلیغ اسلام کے سلسلہ کے وہ پہلے بزرگ ہیں جن کے ذریعہ برصغیر میں اسلامی تبلیغ کی ابتداء ہوئی۔ آپ کا مولد و مسکن سیستان (سجستان) ہے جس کو " سجز " بھی کہتے ہیں۔ آپ کی تاریخ ولادت میں اختلاف ہے۔ مختلف تذکروں کے مطابق تاریخ ولادت کا تعین ۵۳۰ھ سے ۵۳۵ھ کے درمیان قیاس کیا جاسکتا ہے۔ آپ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کے منبع ہیں۔ آپ ہی کے ذریعہ سلسلہ چشتیہ برصغیر کے مختلف گوشوں تک پہنچا۔ حضرت خواجہ ۵۷۹ھ سے ۶۰۲ھ کے درمیان جب کہ " عالم اسلام " وحشی اور درندہ صفت تاتاریوں کی یورش کی زد میں تھا، ہندوستان تشریف لائے۔ اس دور میں سمرقند، بخارا، ہمدان، زنجان، مرو اور نیشاپور یہاں تک کہ بغداد تاتاریوں کی وحشیانہ چیرہ دستیوں کے لپیٹ میں آگیا تھا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجریؒ اپنے وطن سے بغداد اور بغداد سے ہندوستان وارد ہوئے، اجمیر شریف میں قیام فرمایا۔ اجمیر میں قیام کے دوران آپ نے دو شادیاں کیں۔ پہلی شادی سید وجیہ الدین مشہدی کی دختر عصمت اللہ بی بی سے اور دوسری شادی ایک ہندو راجہ کی دختر بی بی امۃ اللہ سے کی۔ آپ کے تین لڑکے پسر اول سید فخر الدین، پسر دوم سید ضیاء الدین ابو سعید، پسر سوم سید حسام الدین اور ایک دختر بی بی حافظہ جمال تھیں۔ آپ کے تین صاحبزادوں اور ایک صاحبزادی سے آپ کی نسل پورے ہندوستان میں پھیلی۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری اجمیریؒ کا سلسلہ نسب حضرت امام جعفر سے ہوتا ہوا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ جو اس طرح ہے:-

> حضرت خواجہ معین الدین بن غیاث الدین حسن بن سید حسن احمد بن سید طاہر بن سید عبدالعزیز بن سید ابراہیم بن امام محمد مہدی بن امام حسن عسکری بن امام نقی بن امام تقی بن امام علی موسیٰ رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین شہید کربلا بن حضرت علی مرتضیٰ شوہر بی بی فاطمۃ الزہرا بنت حبیب خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت خواجہ محمد داؤد چشتیؒ :- حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کی اولادوں میں ایک بزرگ حضرت خواجہ محمد داؤد چشتیؒ صوبہ بہار میں تشریف لائے اور جہان آباد اروَل روڈ پر سڑک سے متصل موضع کندوئی ضلع گیا میں مقیم ہوئے۔ آپ نے اس مقام پر ایک خانقاہ کی بنیاد ڈالی اور رشد و ہدایت خلق میں مشغول ہوئے۔ جہان آباد سے اروَل شریف جاتے ہوئے موضع کندوئی سڑک کے دائیں جانب واقع ہے اور سڑک کے بائیں جانب سڑک کے کنارے آپ کا مزار اقدس مرجع خلائق ہے۔ راقم الحروف سید قیام الدین نظامی الفردوسی کو آپ کے روضہ کی زیارت کا شرف حاصل ہے۔ یہ جگہ بڑی پر فضاء اور بارونق ہے۔ حضرت خواجہ داؤد چشتی کا شجرہ نسب جو آپ کے ورثا کے پاس موجود ہے وہ یوں ہے۔

> حضرت خواجہ داؤد چشتی بن خواجہ سید دیوان علاؤ الدین بن خواجہ سید علیم الدین بن خواجہ سید ابوالخیر بن خواجہ سید معین الدین سوم بن خواجہ سید غیاث الدین بن خواجہ سید طاہر بن خواجہ سید بایزید بزرگ بن

خواجہ سید شہاب الدین بن خواجہ سید احمد بن خواجہ سید نجم الدین بن خواجہ سید قیام الدین بن خواجہ سید حسام الدین بن خواجہ سید فخر الدین بن خواجہ غریب نواز حضرت سید معین الدین چشتی اجمیری سنجری ؒ۔

حضرت سید شاہ عطا حسین دانا پوری قدس سرہ، نے اپنی کتاب کنز الانساب میں تحریر کیا ہے کہ حضرت خواجہ محمد داؤد چشتی ؒ کے فرزند خواجہ محمد یوسف تھے جو اپنے آبائی طریقہ پر قائم تھے۔ ان کے پسر خواجہ عبدالرقیب کے بیٹے خواجہ محمد جمیل تھے۔ خواجہ محمد جمیل کی اور اولادیں قرب و جوار کے مختلف دیہاتوں میں آباد ہوئیں۔ موضع کندوئی ضلع گیا کے قاضی جعفر علی خواجہ جمیل ہی کے لڑکے تھے۔ دوسرے بیٹے خواجہ شیخ محمد لطیف بن خواجہ محمد جمیل کو موضع جانپور میں جاگیر ملی اور وہ موضع جانپور میں آباد ہوگئے۔ اس موضع کا نام جانپور رقیب رکھا۔ راقم الحروف سید قیام الدین نظامی الفردوسی کو حضرت خواجہ محمد داؤد چشتی ؒ کے ان ورثا کا نسب نامہ مل سکا۔ جو موضع جانپور رقیب میں آباد ہوئے۔ اس لئے میں ان اوراق میں اسی نسب نامے کو تحریر کر رہا ہوں۔

حضرت خواجہ محمد باسط بن خواجہ محمد زمان بن خواجہ محمد امان بن خواجہ محمد مجیب اللہ چشتی بن خواجہ محمد شرف بن خواجہ محمد لطیف بن خواجہ محمد جمیل (مرقد در موضع جانپور) بن خواجہ محمد یوسف (مرقد در موضع جانپور) بن حضرت خواجہ محمد داؤد چشتی (مزار اقدس در موضع کندوئی)۔

خواجہ محمد باسط

جنتی زوجہ سید زاہد علی — خواجہ رحمان بخش — خواجہ غلام طیب منسوب موضع جہانگیر پور

از محل اولیٰ — از محل ثانی

خواجہ واہب حسین — داروغہ خواجہ عبدالغنی ساکن موضع جہانگیر پور — لطیفن — رسولن

خواجہ عبدالعزیز

خواجہ محمد صدیق — خواجہ عبدالمجید — خواجہ محمد یوسف — شمس — کبریٰ — فاطمہ

بی بی چندہ — خواجہ مصطفیٰ — خواجہ زین العابدین — خواجہ محی الدین

خواجہ حسن امام

محفوظہ خاتون — لبیبہ خاتون

خواجہ شمس التوحید

خواجہ غفار احمد — خواجہ سلطان احمد — خواجہ مختار احمد — خواجہ اقبال احمد — فہمیدہ خاتون

عدیل احمد — نبیل احمد — نائلہ

عامر ندیم — شاہد ندیم — عابد ندیم — زاہد ندیم — نورین

شائق احمد

خواجہ عاشر احمد

طارق احمد — عاطف احمد — فوزیہ — فہمیہ — حناء

خواجہ غلام طیب بن محمد باسط
بدلن منسوب موضع لکھنور لاولد
عیدن منسوب موضع فرید پور
خواجہ احمد یحییٰ عرف چھن
خواجہ امین الدین
خواجہ حمید الدین
خواجہ حفیظ الدین
خواجہ محمد وحید الدین
خواجہ فرید الدین زوج قمرن بنت شاہ سخاوت حسین ساکن موضع اول
خواجہ شرف الدین
خواجہ محمد عارف الحق
خواجہ محمد عبد الحق
خواجہ محمد عبد الستار
دختر منسوب ویگا پٹی
خواجہ اکرام الدین
خواجہ منظور امام
خواجہ محمد ضیاء
خواجہ فضل امام
خواجہ علی امام
خواجہ مہدی امام
دختر زوجہ متین الحق اصغوا
خواجہ ممتاز
خواجہ ضیاء
خواجہ ریاض زوج نوشابہ بنت انکسار الحق بن صالحہ خاتون بنت سید امیر الدین اورنگپوری
رقیہ خاتون زوجہ خواجہ علی امام
خواجہ ڈاکٹر افضل امام زوج دختر سعادت حسین بن ڈاکٹر سید عبد اللطیف بن الطاف حسین بن سید امجد علی اورنگپوری
خواجہ مختار احمد
خواجہ فرحت حسین
خواجہ نیاز احمد
جمیلہ پروین

شمس العلماء
مولانا محمد سعید محدّث عظیم آبادی

عشقِ حقیقی کا کیف کسی کسی کو نصیب ہوتا ہے۔ وہ دل و جگر جس میں اللہ اور اس کے حبیبؐ کی محبت موجزن ہو، کم ہی نظر آتے ہیں۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو یہ نعمت کبریٰ میسّر آئی اور جب آئی تو ایسی آئی کہ پھر دنیا کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ امارت و ریاست کو گدائی اور فقیری پر نچھاور کر دیا۔ عشقِ حقیقی میں ایسے فنا ہوئے کہ بس ہر لحہ جلوہ یار کے متلاشی نظر آئے۔ جنگل و بیابان کو مسکن بنایا، صحرا نوردی کی، کوچہ یار کے پھیرے لگائے۔ نتیجے کے طور پر محبوب کو بھی اپنے عاشقِ صادق پر پیار آیا اور اپنے جلوہ سے سرفراز کیا۔ کسی کو طور پر بلایا اور کسی کو معراج بخشی۔ روزِ اوّل سے دنیا کی یہ ریت چلی آرہی ہے کہ عشق کے متوالوں کو، محبت کے پجاریوں کو، مجنوں اور دیوانہ کہا جاتا رہا ہے۔ انھیں طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں۔ کسی کو پھانسی دی گئی تو کسی کے بدن کی کھال کھینچی گئی، کوئی قید کیا گیا اور کوئی شہر بدر کیا گیا اور ان دیوانوں نے ہمیشہ یہی کہا:

دکھا کر اپنا جلوہ کر دیا ہر شئے سے مستغنی
حسد ہے بادشاہوں کو گدائے یار پر کیا کیا

مندرجہ بالا شعر حضرت مولانا محمد سعید محدث قدس سرہ العزیز کا ہے۔ حضرت کی شخصیت ایک جانی پہچانی شخصیت ہے۔ آپ کی پوری زندگی بچپن سے جوانی اور پھر جوانی سے بڑھاپے تک عشقِ خدا اور محبتِ رسولؐ سے سرشار رہی ہے۔ جو کچھ کیا خدا کی راہ میں کیا اور جو کچھ بولے دینِ محمدی کے لئے بولے۔ پڑھا تو قرآن و حدیث پڑھا، لکھا تو شریعتِ محمدی کے لئے لکھا۔ ان کا سونا، جاگنا، اٹھنا بیٹھنا سب خدا کے لئے تھا۔ دنیا سے لیا کچھ بھی نہیں دیا بہت کچھ۔ جلوہ یار دیکھا تو اس کی جھلک بہتوں کو دکھا گئے، اپنا رقیب بنا گئے، اپنے رستہ پر لگا گئے، دیوانگی کی راہ بتا گئے۔

آج کی مادی زندگی میں ہر طرف مکر و فریب کی حکمرانی ہے۔ نہ پیار و محبت نہ اخلاق و خلوص۔ حُسن میں حقیقی دلکشی ہے اور نہ درد میں وہ کسک باقی ہے۔ ہر چیز کھوکھلی اور بے کیف نظر آتی ہے۔ اے کاش گذرے زمانے لوٹ آئیں۔ ماضی کے لوگ آج بھی ہم میں موجود ہوتے۔ لیکن یہ ممکن نہیں گذرا زمانہ کبھی واپس نہیں آتا۔ وہ لوگ جو دنیا چھوڑ چکے کبھی واپس نہیں آئیں گے۔ اس لئے ہمیں ماضی میں جھانکنا ہوگا۔ اپنے بزرگوں کی زندگی سے رہنمائی حاصل کرنی ہوگی۔ انھیں اپنے لئے مشعلِ راہ بنانا ہوگا۔ ان کی روحانی زندگی کو سامنے رکھ کر مادّیت سے نبرد آزما ہونا ہوگا۔

درد کا مجھ میں اثر ہے کچھ سعیدؔ
میں سراغِ رفتگاں ہوں کیا کہوں

شمس العلماء مولانا محمد سعید محدث عظیم آبادی مرحوم صوبہ بہار میں شہر عظیم آباد کے ایک معزز اور علم دوست

گھرانے میں پیدا ہوئے ۔ ولادت آپ کی ۲۷ ذیقعدہ ۱۲۲۱ھ کو ہوئی۔ آپ اپنی کتاب قسطاس البلاغۃ میں اپنے اس مکتوب میں جو مولانا محمد نعیم فرنگی محلی قدس سرہ کے نام لکھا ہے ، اپنے نسب کے سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں:

"محمد سعید بن حاجی منشی واعظ علی بن عمر دراز بن مولوی فقیر اللہ غفرلہ، ولہم نسبت این فقیر بواسطہ اب جعفر طیارؓ میرسد و بواسطہ ام بعبید اللہ بن عباسؓ "۔

آپ بچپن سے ہی بڑے ذہین و ذکی تھے ۔ علم سے بڑی رغبت تھی۔ ابتدائی کتابیں اپنے والد ماجد منشی واعظ علی صاحب سے پڑھیں۔ کافیہ ابن حاجب تک مولوی مظہر علی عظیم آبادی سے پڑھا۔ پھر چند کتابیں مولوی ابو الحسن صاحب سعدی ساکن دانا پور سے پڑھیں۔ تیرہ برس کی عمر میں علم کے شوق میں وطن سے کانپور پہنچے اور مولانا شاہ سلامت اللہ کشفی رحمۃ اللہ علیہ سے بقیہ درسیات تمام کیں۔ اسی دوران آپ لکھنؤ بھی تشریف لے گئے اور صدرہ کے چند اسباق تبرکاً مفتی ظہور اللہ فرنگی محلیؒ سے پڑھے اور حضرت مولانا شاہ حسن علی محدث لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ سے سند حدیث و تفسیر حاصل کی۔ ۱۲۶۲ھ میں حرمین و شریفین کا سفر بھی کیا اور وہاں کے جیّد علمائے وقت سے سند حدیث شریف حاصل کی ان میں دو بزرگ نہایت ممتاز ہیں۔ ایک حضرت مفتی سید احمد دحلان جو بہت بڑے محدث مکہ معظمہ میں تھے اور جن کی تصانیف علمائے احناف میں خاص مقام رکھتی ہیں۔ دوسرے محمد بن علی بن سنوسی الخطابی ہیں جن کا فیض اس وقت عرب سے طرابلس الغرب تک جاری ہے اور ان کے لاکھوں مرید تھے ۔ آپ نے دو سال مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں قیام فرمایا حج کی سعادت حاصل کی اور ۱۲۶۴ھ میں وطن واپس لوٹے ۔

زبدۃ الکاملین قدوۃ العارفین مولانا محمد سعید قدس سرہ نے کمسنی کے زمانے میں حضرت حسن علی محدث لکھنویؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی پھر حضرت کے وصال کے بعد دوران قیام کانپور امیر المومنین حضرت سید احمد شہید بریلویؒ کے خلیفہ حضرت شاہ نذر محمد بن محمد ماہ قدس سرہ سے فیض باطن پایا اور اجازت و خلافت حاصل کی۔ مولانا ۱۲۵۵ھ میں علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ ہو کر اپنے دولت کدہ واقع محلہ مغل پورہ، پٹنہ کو رونق بخشی۔ واپسی کے بعد آپ نے خانقاہ قادریہ سعیدیہ کی بنیاد ڈالی، درس و تدریس میں مصروف ہوئے ۔ اور رشد و ہدایت کا کام بھی انجام دیتے رہے۔ علماء نے آپ سے علم کی تکمیل کی۔ حدیث کی سند حاصل کی اور ہزاروں نے راہ طریقت و سلوک آپ سے سیکھی۔ آپ روزانہ فجر سے درسی کتابوں کا درس دیا کرتے ۔ بعد نماز ظہر حدیث و تفسیر کا درس ہوتا۔ کئی بار آپ کے درس میں بخاری شریف اور دیگر کتب صحاح ستہ کا ختم ہوتا۔ ہر ہفتہ بعد نماز جمعہ مسجد میں وعظ و نصیحت فرماتے جس میں طلبہ اور اہل علم کثرت سے شرکت کرتے اور ہر ایک موافق استعداد مستفید ہوتا۔ جناب سلیم الدین احمد، اسسٹنٹ لائبریرین خدا بخش لائبریری، پٹنہ ماہنامہ رفیق علمائے بہار نمبر میں مولانا کے متعلق لکھتے ہیں۔

"------ چنانچہ ہم عصر علماء آپ کو فقہ اور اصول فقہ میں امام طحاوی اور سلوک اور طریقت میں امام حسن بصری کے ہم پلہ قرار دیتے ہیں۔"

مولانا موصوف نے اپنی خانقاہ سے ملحق ایک بڑے کتب خانے اور مدرسے کی بنیاد ڈالی۔ اپنے قائم کردہ مدرسہ میں جناب مولوی محمد عظیم مرحوم کو مدرس اعلیٰ مقرر فرمایا اور ان کے ماتحت عربی، فارسی پڑھانے والے اور حافظ مقرر کیے ۔ سینکڑوں طلباء اندرون شہر اور بیرون شہر سے تشریف لا کر تعلیم حاصل کرتے ۔ طلبہ کی ایک بڑی تعداد کی تمام ضروریات خورد و نوش اور کتابوں وغیرہ کے کفیل خود مولانا ہوتے ۔ ہزاروں طلباء اس مدرسے سے فارغ ہو کر نکلے۔ حضرت استاد یگانہ چنگیزی

(یاس عظیم آبادی) مرحوم نے بھی ابتدائی تعلیم مغل پورہ، پٹنہ میں مولانا سعید قدس سرہ کے اسی مدرسہ سے حاصل کی۔ مدرسہ میں جس قدر مسائل اور فتاوے آتے مولانا مرحوم اس کا نہایت انہماک سے جواب تحریر فرماتے۔

حضرت کو غیبت سے اجتناب تھا۔ لغو وبیکار باتیں آپ کی مجلس میں ہرگز نہ ہوتیں۔ آپ نہایت رقیق القلب وخائف باللہ تھے۔ اکثر نماز وغیرہ میں جہاں آیت عذاب کی آجاتی تو غشی سی طاری ہو جاتی۔ گوشہ نشینی و عزلت گزینی پسند تھی۔ عمر گراں مایہ گویا تو درس و تدریس، مطالعہ کتب، ہدایت و تلقین یا ورد و وظائف و ادائے نفل میں بسر کرتے اور کبھی امراء، رؤساء اور حکام کی ملاقات کو نہیں جاتے۔ باوجود اس زاویہ نشینی کے گورنمنٹ نے براہِ قدر شناسی آپ کو شمس العلماء کا خطاب دیا۔

شاعری کا مولانا کو ذوق تھا اس فن میں کامل مہارت رکھتے تھے۔ سعید اور حسرت تخلص فرماتے تھے۔ آپ کے فارسی کلام میں حافظ شیرازی کا رنگ پایا جاتا ہے۔ پٹنہ میں فارسی طرحوں میں مشاعرے ہوتے تھے اور ان میں آپ برابر شرکت فرماتے۔

مولانا محمد سعید حسرت قدس سرہ العزیز کی تصانیف حسب ذیل ہیں:

۱۔ تحفۃ الاخوان ۲۔ زاد الفقیر۔ ۳۔ شمام العطر فی احکام عید الفطر۔ ۴۔ الحلاوۃ العلیۃ۔ ۵۔ کلیات مسمی بہ قسطاس البلاغہ (اور اس کا ضمیمہ) ۶۔ مقصد البلاغہ۔

مولانا کی لائبریری کی تمام کتابیں اور قلمی نسخے جناب پروفیسر سید حسن صاحب مرحوم کے پاس تھیں۔ پروفیسر صاحب موصوف نے راقم کو بتایا تھا کہ انھوں نے مولانا کے کتب خانہ کی تمام کتابیں خدا بخش اورینٹل لائبریری کو دے دی ہیں۔ قسطاس البلاغہ پانچ حصوں پر منقسم ہے۔ ایک حصہ عربی کلام پر ایک حصہ فارسی کلام پر اور چوتھا حصہ اردو کلام پر مشتمل ہے۔ جناب پروفیسر بلند اختر صاحب ساکن ہزاری باغ نے پٹنہ یونیورسٹی سے مولانا پر تحقیقی مقالہ لکھ کر پی۔ایچ۔ڈی کیا ہے۔

مولانا مرحوم اور مولانا محمد نعیم فرنگی محلی سے بڑے گہرے اور برادرانہ مراسم تھے۔ جو تقسیم سے قبل آپ کے نواسہ اور سجادہ حافظ سید شاہ نذر الرحمن صاحب کی زندگی تک استوار رہے۔ حافظ صاحب جب بھی لکھنؤ جاتے مولانا عبد الباری صاحب فرنگی محلی کے پاس قیام فرماتے۔ مولانا محمد سعید محدث رحمۃ اللہ علیہ اپنے نواسہ شاہ نذر الرحمن بن میر تجمل حسین صاحب ساکن کھریا کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ ان کی پرورش اور تعلیم و تربیت فرمائی اور اپنی زندگی ہی میں انھیں اپنا ولی عہد اور خلیفہ بنا کر تمام سلاسل طریقت کی اجازت تام عطا فرمائی۔

مولانا کی شادی مسماۃ صدر النساء صاحبہ بنت انور علی یاس اروی سے ہوئی۔ جناب استاذ یاس صدر امین اور مفتی عدالت تھے۔ آپ مولانا احمدی پھلواروی سے بیعت تھے۔ شعر و سخن میں راسخ عظیم آبادی کے شاگرد رشید تھے۔ مولانا کی اہلیہ مسماۃ صدر النساء صاحبہ خود ایک بڑی عالمہ اور زاہدہ تھیں۔ علمی کاموں میں اکثر آپ کی معاون و مددگار رہیں۔ مولانا مرحوم نے چوتھی شعبان ۱۳۰۴ھ مطابق ۲۱ اپریل ۱۸۸۷ء کو وصال فرمایا۔ مولوی نصیر صاحب سہل پوری نے آپ کی تاریخ وفات لکھی:

ولی عارف حق شیخ کامل
سعید باحمد پیر دانا

چو تاریخ وفاتش داد حسرت
رواں شد بر زبان پیر مغاناں۔

ایک شنوی مولوی عبد الحمید صاحب نے "مقرظاً علی قسطاس البلاغہ" جو لکھی ہے اس میں مولانا موصوف کی بڑی تعریف کی ہے۔ یہ ایک بڑی شنوی فارسی میں ہے اور اس سے حضرت کے مقام و مرتبہ کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔ سید شاہ محمد یحییٰ صاحب عظیم آبادی اپنے کلیات (قلمی) میں مولانا کی توصیف اس طرح کرتے ہیں:

ہست یحییٰ اثر تربیتِ حسرت و بس
کہ بہ شعر و سخن این حسن بیانم دادند

آپ کو کوئی اولاد نہ ہوئی اور آپ نے اپنے چھوٹے بھائی مولانا محمد حمیدؒ کے تولے حضرت مولانا حافظ سید شاہ نذرالرحمٰنؒ کی پرورش کی، تعلیم و تربیت دی، علوم شریعت و طریقت سے آراستہ کیا اور سلوک کی مدارج طے کرائے۔ اپنی زندگی ہی میں تمام سلاسل کی اجازت و خلافت عطا فرما کر اپنی سجادگی پر بٹھایا۔

حضرت مولانا محمد حمید رحمۃ اللہ علیہ:۔ آپ کے متعلق حضرت مولانا عبد الرحیم صادق پوری علیہ رحمۃ اپنی کتاب تذکرہ صادقہ میں تحریر فرماتے ہیں "آپ کی پیدائش ۱۲۲۸ھ ــــــــ میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد (منشی واعظ علیؒ) سے پائی اور پھر متعدد علماء سے تحصیل علم کی۔ جس کی تفصیل محرر سطور ہذا کو نہیں ملی۔ پھر آپ نے اپنے برادر معظم جناب مولانا محمد سعید قدس سرہ سے بھی تلمذ حاصل کیا۔ آپ از بسکہ ذہین و ذکی تھے اور فہم و فراست خداداد رکھتے تھے۔ مگر افسوس کہ آپ عمر بہت تھوڑی لے کر اس دار فانی میں تشریف لائے۔ اسی تھوڑی عمر میں بہت کچھ آپ نے قوت علمیہ حاصل کی اور بہت سی کتابیں عربی و فارسی میں ادب و فلسفہ (فقہ و منطق) و شعر و سخن میں آپ نے تصنیف کیں۔ جو آپ کی یادگار موجود ہیں۔ از انجملہ "تقریب النحو" تصنیف آپ کی مطبوعہ مطبع خلیلی آرہ اسوقت فقیر کے پاس موجود ہے۔ اگرچہ وہ فارسی زبان میں ہے مگر اس کے دیکھنے سے آپ کے تبحر علمی کا شمس فی نصف النہار ظاہر ہوتا ہے۔ یہ چھوٹا سا رسالہ نہایت قل و دل ہے گویا دریا کو کوزے میں بند کیا ہے۔ اس کو کافیہ زبان فارسی کی کہیں تو بجا ہے۔" حضرت مولانا محمد حمید علیہ رحمۃ کی ایک کتاب منطق میں بھی طبع ہو چکی تھی۔ آپ کی شادی مساۃ بی بی نہیرا بنت مولوی محمد فریدؒ پھلواروی یعنی ہمشیرہ مولوی احمد کبیر حیرتؔ مصنف "تاریخ الکملاء" سے ہوئی تھی۔ آپ کو تین اولادیں ہوئیں ایک صاحبزادے مولوی عبد الغفور تھے۔ جنھوں نے عین عالم شباب میں ۱۹ سال کی عمر میں لاولد وصال فرمایا۔ آپ کی دو لڑکیاں تھیں۔ دختر اول مساۃ بی بی حنیفۃ النساء زوجہ میر سید تجمل حسین متخلص بتالؔ ساکن موضع کھریا۔ دختر دوم مساۃ حفیظۃ النساء زوجہ مولوی واعظ الدین حسین مرحوم ساکن موضع نگر نہسہ۔ مولانا محمد حمید علیہ رحمۃ نے ۳ رجب ۱۲۶۳ھ کو وصال فرمایا اور اپنے آبائی مقبرہ محلہ مغل پورہ، پٹنہ سٹی میں والد اور بڑے بھائی مولانا محمد سعید حسرتؔ قدس سرہ کے قریب آسودہ خاک ہیں۔ قطعہ تاریخ وصال از مولانا سعید حسرتؔ۔

آں فخر خاندان چشم و چراغ دو دمان
آنکہ در باغ جہاں بود ست نخل خوش رطب

سالک نہج طریقت بر شریعت مستقیم
گوہر بحر خرد و گنجینۂ علم و ادب

بود محمود خلائق داشت خلق احمدی
نام او آمد محمد شد حمید او را لقب

رفت در عہد جوانی سوئے جنات النعیم
بسکہ آن زیبا جواں میداشت شوق وصل رب

گفت حسرت سال و ماہ و روز و تاریخ وفات
وائے یوم پنجشنبہ دوئم از شہر رجب

۱۲۶۳ھ

شجرہ ونقشہ ورثاء مولانا محمد سعید حسرت عظیم آبادی
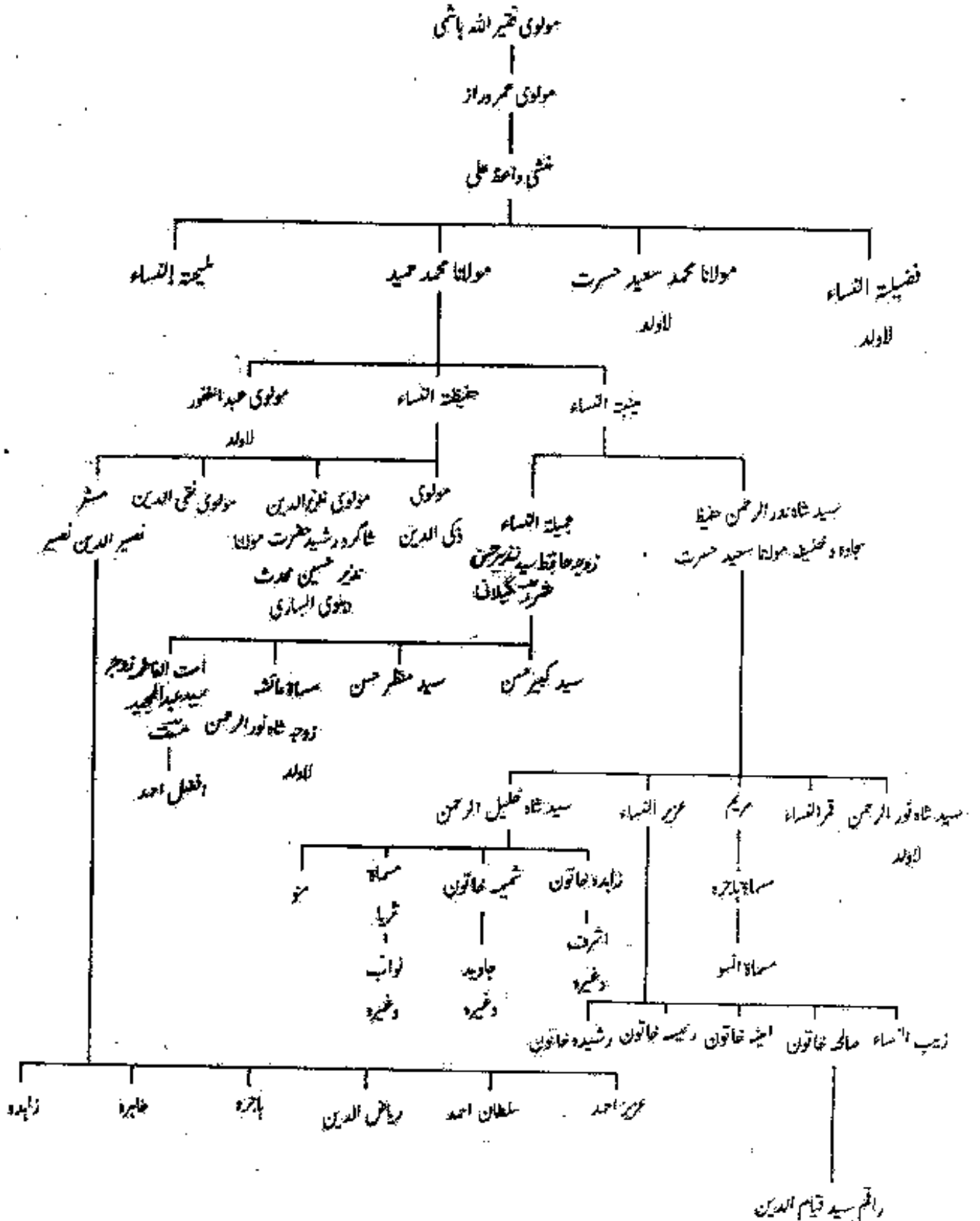
مسماۃ ملیحتہ النساء ہمشیرہ مولانا سعید حسرت۔

باسمہٖ حامداً و مصلیاً
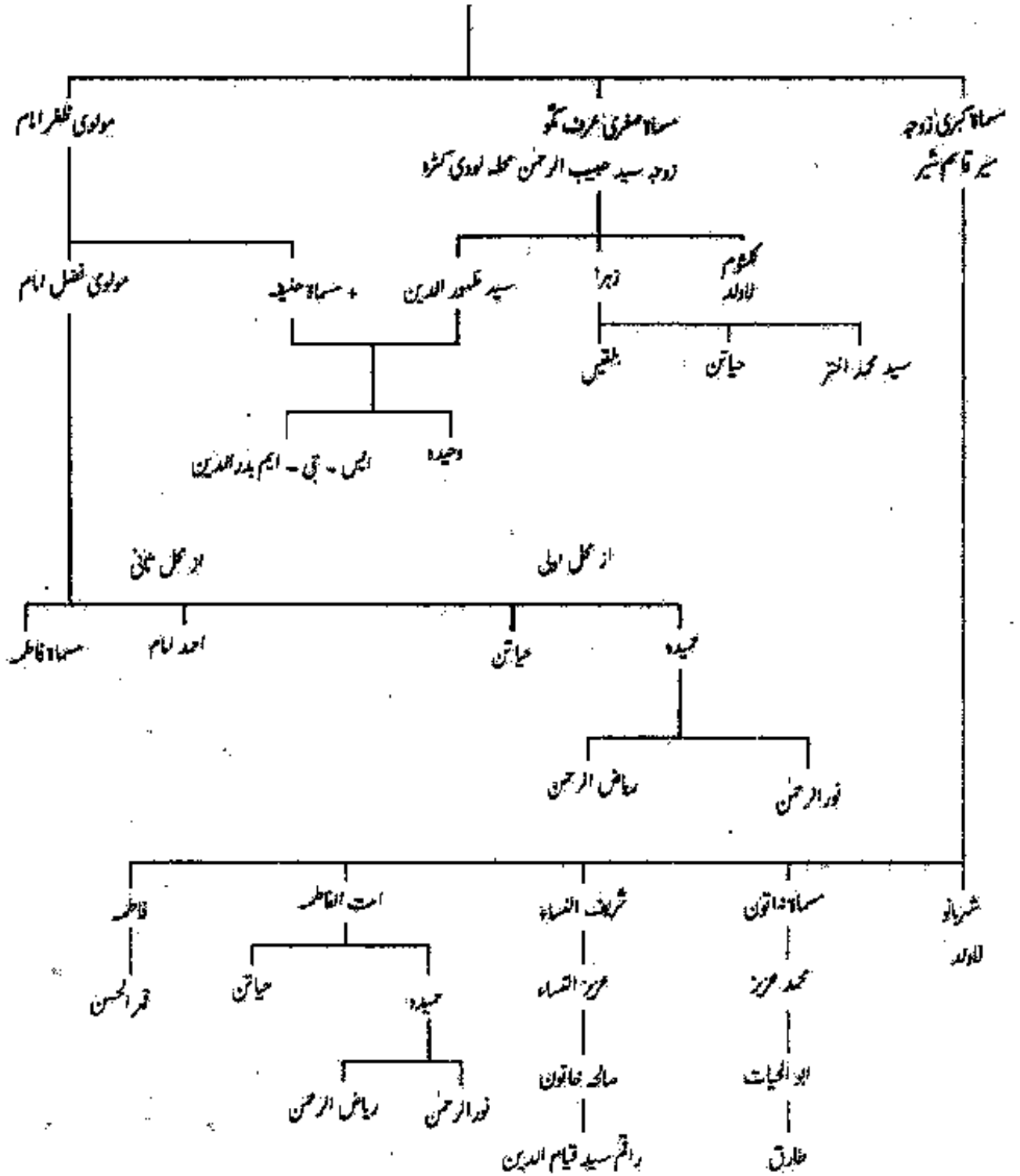
PROFESSOR
Dr. Ghulam Mustafa Khan
M.A., LL.B., Ph.D., D. Litt.

2, OLD UNIVERSITY CAMPUS
HYDERABAD, SINDH

Dated ۲۵ دسمبر

حضرت مخدوم و مکرم دام مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی کتاب "مشرقی کی تاریخ" موصول ہوئی۔
کیسا پیارا نام ہے اور کیسے پیاروں کا ذکر ہے۔ سبحان اللہ۔
اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر اور اجر عظیم عطا فرمائے۔
آمین ثم آمین۔ بہت بڑا کام کیا ہے۔ ماشاء اللہ
فہرست اعلام میں صفحات بھی دیدیے جاتے تو سہولت ہو جاتی۔
بہت بہت شکریہ۔

فقط والسلام

غلام مصطفیٰ
مخلص

آپ محترم سید اظہار الحق جہان آبادی صاحب سے ضرور واقف ہوں گے۔
انھوں نے مجھ سے بہار کے دو بزرگوں کے متعلق دریافت کیا ہے۔ میں ان کو
بالکل نہیں جانتا۔ آپ واقف ہوں تو ان کو مطلع فرما دیں۔
ان کے کاغذات روانہ کرتا ہوں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ

عزیز محترم جناب سید قیام الدین سے بتوسط برادرم سید محمد حسن رضا داناپوری صاحب تعارف یوں تو چند برسوں سے تھا۔ پھر ادھر چند برسوں سے علمی کاوشوں میں ان کی مصروفیت کا بھی علم ہوتا رہا جو آہستہ آہستہ بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ ان کی کاوش جب منظر عام پر آنے کے قابل ہو گئی تو ایک دن ان کے چھوٹے صاحبزادے عزیزی حافظ سید عون احمد نظامی اَعَانَہُ اللّٰہ نے چند صفحات دیباچہ "شُرَفا کی نگری" اور فہرست اسماء گرامی کے لاکر دیئے۔ اور کہا کہ والد صاحب کی خواہش ہے کہ اس پر چند سطور لکھ کر اپنی رائے کا اظہار کروں۔ بِحَقِّ الْحَقِّ وَالتَّکْلِیْفِ۔

میں نے جب ان صفحات پر نظر ڈالی تو سب سے پہلے جلی قلم سے عنوان "شُرَفا کی نگری" پر نظر پڑ گئی تو میں نے سمجھا کہ شاید یہ قابل تصحیح ہے کہ لفظ "شُرَفا" ہونا چاہیے۔ ذہن ابھی تک صاف نہیں ہوا تھا کہ نظر چند سطریں اور بھی آگے بڑھ گئی تو معلوم ہوا کہ اس میں اپنی غلطی ہے کہ اس لئے کہ کبھی ایسی مجلس میں شرکت کا موقع نہیں ملا ہے جس میں شُرَفا اور ان کی نگری کا قصیدہ اس طرح الاپا جاتا ہو۔

شُرَفا توری نگری سلامت — توری ڈیوڑھی سلامت
شُرَفا توری بگیا سلامت — توری نگری سلامت

اگرچہ اپنا مسقط راس (وطن قدیم) بہار ہونے کی وجہ سے مجھے بھی اپنے بچپن میں بانس کے موٹے قلم سے تختی پر بارہا "بہار شریف" کا چند مشہور جملے لکھنے کا موقع ملا اور مجھ سے لکھوایا جاتا رہا جو اس زمانہ میں عموماً چھوٹے بچوں سے مشق کرائے جاتے تھے۔ وہ پورے جملے اب تو یاد نہ رہے پھر بھی "سید شاہ شرف الدین وزین الدین یحییٰ منیری" کا جملہ ہنوز حافظ اور نظروں میں موجود ہے۔ غالباً اسی تحریری مشق کا اثر ہے کہ مجھے بھی اس متبرک ہستی کے متعلق معلومات حاصل کرنے کا خیال آتا تھا۔ مگر اس مجموعہ کے مرتب ہو جانے کے بعد جس کا دیباچہ میرے ہاتھ میں ہے۔ اور اس کے جامع عزیزی سید قیام الدین سلمہٗ ہیں اس میں انشاء اللہ تعالیٰ کچھ تفصیل کے ساتھ حالات کے جاننے کا موقع ملے گا۔ کسی کتاب پر تبصرہ لکھنا یا تنقید کرنا یعنی اس کی اچھائی اور برائی دونوں پہلوؤں کو اجاگر کرنا نہ میری عادت رہی اور نہ میرے بس کی بات ہے۔ میں تو یہ جانتا ہوں کہ جس سے جو کچھ ہو سکے کر دکھائے۔ اگرچہ یہ مشہور ہے کہ جس نے کچھ لکھا وہ نشانہ بنا اس لئے میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جامع رسالہ کو پوری توفیق بخشے کہ ظاہر و باطن ہر طرح سے اسے بہتر سے بہتر بنائیں۔ جس میں خلوص اور للّٰہیت کا اصل عنصر باقی رہے۔ دکھاوے یا کاروباری خیالات ذرہ برابر دل و دماغ میں سمانے نہ پائیں۔ بزرگانِ دین کے تذکرے ان کی ہمنشینی جتنی بھی ہو اور جس طرح بھی ہو اُن سے استفادہ جاری رہے کہ یہی سرمایۂ حیات ہے۔

کتاب میں بہار کے مسلمانوں کے حالات اور نسب ناموں پر تحقیق کی گئی ہے اگرچہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ میں نسب ناموں اور ان پر مفاخرت کی طرف مختصر سا اشارہ کیا گیا ہے کہ دراصل کامیابی، فلاح سب کچھ اپنے ان اعمال سے متعلق ہے جس کا تعلق تقویٰ سے ہے۔ اور باقی بس ہے۔ پھر بھی تقویٰ، دینداری، اتباع سنت کے ساتھ اگر اعلیٰ نسبی بھی کسی کو میسر ہو جائے تو بڑی خوشی اور کامیابی ہے۔

میں نے یہ چند سطریں محض فرمائش پوری کرنے کے خیال سے لکھیں بلکہ یہ حقیقت ہے کہ خود ہی کی طرف سے یہ جملے زیر قلم ادا کرائے گئے۔ اگرچہ کچھ نہیں ہوں مگر بزرگوں کی صحبت میں شرکت کو اپنی سعادت سمجھتا ہوں۔

اِنْ لَّمْ اَکُنْ رَاکِبَ الْمَوَاشِیْ — اَسْعٰی لَکُمْ حَامِلَ الْغَوَاشِیْ

اگرچہ میں شہسواروں میں سے نہیں ہوں .... — پھر بھی میں چاہتا ہوں کہ کم از کم بوجھ اٹھاتے ہوئے بھی تمہارے ساتھ رہوں۔

حضرت مولانا انوار الحق قاسمی مدظلہٗ
(فارغ دارالعلوم دیوبند)
سابق استاذ مدرسہ عالیہ ڈھاکہ وسلہٹ مشرقی پاکستان

۸، محرم الحرام ۱۴۱۶ھ مطابق ۷، جون ۱۹۹۵ء

سید عاشق رسول امین
۲۶۱۔ A بلاک نمبر ۲
گلشن اقبال کراچی۔

فارسی زبان کی مشہور کہاوت ہے۔ " خدا شرّے برانگیزد خیر ما دراں باشد " اہل ایران کے لئے تو یہ کہاوت کسی معاشرتی مسئلے کے لئے وضع کی گئی ہوگی یا کوئی اور پس منظر ہوگا۔ لیکن اہل پاکستان نے علم و ادب کی دنیا میں اس کہاوت کی صداقت کا مشاہدہ دو مرتبہ کیا ہے۔ پہلی مرتبہ ۱۹۴۷ء میں آزادیٔ وطن کے موقع پر جب تبادلہ آبادی کا عمل شروع ہوا تو شورش کاشمیری کے الفاظ میں " برصغیر کے ہر گوشے سے سرزمین پاکستان اور خاص طور پر پنجاب اور سندھ کے علاقے میں کاشتکار آئے ، کاریگر آئے ، تاجر آئے ، بیکار آئے ، حکیم آئے ، ڈاکٹر آئے ، عالم آئے ، فاضل آئے ، شاعر اور دانشور آئے اور پھر دیکھتی آنکھوں بیابان ایک گلستان بن گیا۔ " دوسری مرتبہ ۱۹۷۱ء میں بھی تبادلہ آبادی کا نیا ریلا سامنے آیا۔ اس مرتبہ وطن عزیز کے مشرقی بازو کی علیحدگی کے نتیجے میں مشرقی بنگال سے لوگ، مغربی پاکستان میں آنا شروع ہوئے۔ چنانچہ تاجر آئے ، صنعتکار آئے ، صحافی آئے ، اہل قلم آئے ، مل مالک آئے ، ساہوکار آئے۔ اس نئی آبادی نے ایک طرف کراچی کی مٹی کو جہاں سونا بنادیا وہیں یہاں کے لوگوں میں نئی بیداری بھی پیدا کردی اور نئے احساسات کو جنم دیا اور دوسری طرف خود نو آبادکاروں کے اہل قلم حضرات نے تشخص اور شناخت کے لئے قرطاس و قلم کا سہارا لیا۔ چنانچہ کئی کتابیں منظر عام پر آگئیں۔ جس میں انفرادیت اور شناخت کی خواہش کو مرکزی خیال کا درجہ حاصل ہے۔ اس قلمکاری کا سلسلہ " صوفیائے بہار اور اردو " سے لیکر " شہاب ثاقب " اور " اشراف عرب " تک دراز ہے۔ اہل قلم کے نئے قافلے میں پروفیسر محمد معین الدین دردائی ، نظیر صدیقی ، فروغ احمد فروغ ، ہارون رشید ، ام عمارہ ، میاں ظفیر احمد ، مصباح دیسنوی ، یونس احمر اور شاہد کامرانی جیسے معتبر ادیب اور صحافی ہیں۔ تو شاعروں میں وفا براہی ، افسر ماہ پوری ، جمیل عظیم آبادی ، بقا نظامی اور مظفر حسین رزمی جیسے عظیم شاعر تشریف لائے۔ جنھوں نے محفل شعر و ادب کو کئی بیش بہا تحائف پیش کئے۔ ثقافتی شناخت کا بیڑا اٹھانے والوں میں پروفیسر محمد معین الدین دردائی کے علاوہ اور نام بھی سامنے آتے ہیں۔ مثلاً قیوم چاروی ، نجم الحسن اور قیام الدین نظامی۔

قیام الدین نظامی صاحب نے بھی اس سلسلے کی ایک کتاب بعنوان "شرفا کی نگری" تالیف کی ہے۔ جو سابقہ دو کتابوں سے قدرے مختلف ہے۔ اس کو تذکرۃ الاولیاء اور اخبار الاخیار کے زمرے میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ جس میں ایک خاص علاقے کے اہل اللہ کا ذکر ہے۔ یعنی فردوسیہ ، قادریہ ، شطاریہ ، منعمیہ ، ابوالعلائیہ اور چشتیہ سلاسل کے تمام بزرگوں پر مشتمل ایک دلفریب سبد گل کی کیفیت ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس میں تاریخی حقائق کا بڑا ذخیرہ بھی موجود ہے۔

فہرست عنوانات ، امام محمد تاج فقیہ سے لے کر شاہ سلیمان پھلواروی تک جملہ بزرگان قادری ، چشتی ، سہروردی، فردوسی اور شطاری کے حالات پر محیط ہے۔ تصوف اور کرامات لازم و ملزوم سمجھی جاتی ہیں۔ لہٰذا جناب قیام صاحب کی تالیف میں بھی متعدد دلچسپ کراموں کا ذکر ہے۔

مؤلف نے ابتدائی صفحات میں تالیف سے متعلق فروگزاشت کی معذرت کرلی ہے۔ لیکن قاری کے حق تنقید و تبصرہ سے انکار ممکن نہیں ، مَنْ صَنَّفَ فَقَدِ اسْتُهْدِفَ ، کے مصداق لوگ اپنے اپنے زاویہ نگاہ سے کتاب کی خوبی و خامی پر نظر ڈالیں گے۔ بایں ہمہ راقم الحروف کے نزدیک قیام صاحب کی یہ علمی کاوش عہد حاضر کے تناظر میں کارے و سخت کارے دردسے و سخت دردسے والی حقیقت ہے۔ سات سو صفحات کی دو جلدوں کو ترتیب کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ اس راہ میں دوچار نہیں سینکڑوں سخت مقام آتے ہیں۔ آج کی

ہوشربا گرانی میں کتابت و طباعت کے اخراجات کا تحمل بذات خود بڑے حوصلے کی بات ہے۔ ع = ایں سعادت بزور بازو نیست ...... "
قیام صاحب نے اپنی کمزور صحت اور بینک کی پیشہ ورانہ مصروفیت کے باوجود اہل علم و ادب کے لئے جو تحفہ فراہم کیا ہے وہ انھیں کا حصہ ہے اور موصوف کے ذوق علمی کی دلیل ہے۔ اس کی تحسین و پذیرائی سے خود کو محروم رکھنا بہت بڑی محرومی ہوگی۔ اس لئے کہ یہ کتاب برصغیر کے مسلم معاشرے کی تعمیر میں اہل تصوف کے کردار کی دستاویز ہے۔ جس میں عہد وسطیٰ کے معاشرتی حالات سے متعلق وافر مواد موجود ہے۔ مجھے یقین ہے کہ علمی حلقے میں یہ کاوش بہ نظر استحسان دیکھی جائیگی۔

جناب مولانا سید محمد شفیق الرحمٰن چشتی برکاتی

خطیب اوقاف ثمن جامع مسجد ایف۔ بی۔ ایریا۔ کراچی

عزیزم سید قیام الدین میرے اچھے شاگردوں میں سے ایک ہیں۔ میرے اسکول چھوڑنے کے بعد ۱۹۵۷ء سے ۱۹۷۰ء تک مشرقی پاکستان میں ایک آدھ بار ہی ملاقات ہوسکی۔ کراچی میں دو چار سال کے وقفہ سے برابر ملاقات ہوتی رہی۔ یہ جب بھی میرے سامنے آئے ہیں، رحمت اللہ ماڈل ہائی اسکول، لال باغ۔ ڈھاکہ کے ایک نیک، کم گو اور سیدھے سادے اچھے طالب علم کا سراپا میری نظروں کے سامنے آجاتا ہے۔

قیام سلمہ آج اپنی کتاب "شرفا کی نگری" کا مکمل مسودہ لیکر آئے اور میں نے اس پر ایک سرسری نظر ڈالی۔ میں یہ دیکھ کر ورطۂ حیرت میں پڑگیا کہ انھوں نے اتنا کچھ مواد حاصل کرکے ایک کتاب مرتب کرلی ہے۔ عزیز موصوف پیشے کے لحاظ سے بینک ملازم ہیں، بلاشبہ ایک بینکر کی اولیا کشیوں سے ایسی عقیدت اور دین اسلام سے اس حد تک وابستگی قابل تحسین ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔ آمین

مصنف نے اپنی کتاب کے ابتدایئے میں اپنی تحریری کمزوریوں اور خامیوں کا برملا اظہار کیا ہے۔ جو ان کی کشادہ قلبی اور وسعت ذہنی کا ثبوت ہے۔ میرے نزدیک کتاب کے قاری کی نظر اس کے صفحات پر پھیلے ہوئے معلومات، واقعات اور تعلیمات پر ہونی چاہیئے نہ کہ زور قلم پر اور ان غلطیوں پر جو ناتجربہ کاریوں کی بنا پر سرزد ہوئی ہوں۔ مختلف کتابوں کے اوراق پر بکھرے ہوئے اسلامی روایات، بزرگوں کے حالات انکے ورثاء کے نسب نامے، انکی تبلیغی کاوشوں اور گمشدہ تاریخی حقیقت کو محنت، لگن اور جستجو سے تلاش کرنا اور اکٹھے کرکے پیش کردینا بھی کوئی آسان کام نہیں۔ میں مصنف کو اس نیک اور کٹھن کام کے انجام دینے پر دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہمت و طاقت کے ساتھ صحت و تندرستی کی نعمت عطا کرے تاکہ کتاب کی دوسری جلد مرتب ہو اور یہ اپنے کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچاسکیں۔ آمین ثم آمین

15-6-1999

محترم سید قیام الدین نظامی قادری الفردوسی سلام مسنون

مکرمی!

میرا تعارف یہ ہے کہ وطن علی نگر پالی اور چند تصنیف منظر عام پر آئی ہیں جس میں سوانحی خاکے، انشائیے، ناول اور وطن کی تاریخ شامل ہے پاکستان کراچی بھی کتابیں گئی ہیں۔

علی نگر پالی کی تاریخ جمع کیا اور کتابی شکل دیکر "میری بستی میرے لوگ" کے نام پر 1992ء میں شائع ہوئی ہے۔ میرا بھی تعلق حضرت مخدوم [1] سید علی حیدر مشہدی اورنگ پور سے ہے۔ اس مزار پر بھی گیا تھا۔ سید وحید حسین صاحب کی پہلی شادی پالی میں ہوئی اور دوسری شادی گریڈیھی میں ہوئی تھی۔ زوجہ اولی سے سید نہال حسین اور دوسری زوجہ سے سید فضل امام، سید احسن امام اور کنیز اصغری بیگم۔ تین افراد پر مشتمل اولاد تقریبا ڈیڑھ سو سے کم نہیں ہیں۔

اس سلسلے کی تحقیق ہمارے بھی پیش نظر ہے۔ کسی حد تک تو کامیابی ہوئی مگر تشفی بخش نہیں۔ حضرت مخدوم سید علی حیدر مشہدی کے والد محترم اور کب یہ خاندان ہندوستان آیا؟۔

بہر حال آپ کی تصنیف "شرفاء کی نگری" کا سرسری مطالعہ کیا۔ آپ کی محنت اور کاوش کا تہہ دل سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اس کساد بازاری کے دور میں آپ نے کس کس مراحل سے گزر کر اس تصنیف کو وجود میں لایا ہوگا۔ ایک تحقیق اور دستاویز ہے۔ ان شاء اللہ اکتوبر نومبر 1999ء تک کراچی جانے کا پروگرام ہے۔ وہاں ہماری ہمشیرہ رہتی ہیں۔

چہلم کے موقعہ پر پالی گیا تھا۔ امیر رضا عرف رچھو بھائی سے گفتگو ہوئی تھی۔ اللہ زور قلم اور عنایت فرمائے۔

والسلام

سید شبیر امام

1۔ آپ کا تفصیلی تذکرہ صفحہ 157 پر موجود ہے (مؤلف)

''شرفاء کی نگری'' ایک جائزہ

مظہر حامد، کراچی

تصوف عربی زبان کا لفظ ہے اس کے معنی خواہش نفسانی سے پاک ہونا، وہ علم جس کے ذریعہ سے صفائی قلب حاصل ہو، تزکیہ نفس کا طریقہ اور اللہ سے لو لگاتے کے ہیں۔

تصوف وہ منہاج العابدین ہے جس کی صداقت اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ مشائخ عظام اور صوفیائے کرام نے بیشمار کتابیں تصنیف کی ہیں۔ دراصل یہی لوگ تصوف کے راستہ پر چل کر خود آگہی اور خدا آگہی کے عرفان سے مشرف ہوئے۔ اصحاب صفا کی عملی زندگی ہمارے سامنے ہے۔ کوئی کاتب وحی ہے تو کوئی زاہد و عابد۔ ہمہ وقت عبادت میں مشغول۔ یہی وہ طرز اصحاب صفا ہے جن سے تصوف کی بنیاد پڑی۔

سید قیام الدین صاحب نظامی الفردوسی نے جو کتاب تالیف فرمائی ہے اس کا نام ''شرفا کی نگری'' ہے۔ حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری جو اپنے وقت کے جید عالم اور صوفیائے کرام و مشائخ عظام کی صف میں نظر آتے ہیں آپ کی تصانیف یوں تو بیشمار ہیں مگر مکتوبات صدی، مکتوبات دوصدی کو جو اولیت اور فوقیت حاصل ہے اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ تصوف پر قاضی شمس الدینؒ کو جو خط تحریر فرمائے وہ مکتوبات صدی کہلائے۔ یہ ایک ایسا خزینہ ہیں جسے پڑھ کر اپنی اصلاح کا در وا ہو جاتا ہے اور انسان از خود اپنا محاسبہ کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ مکتوبات تصوف کی کتابوں میں ایک گراں بہا اضافہ ہے جس سے طالبان حق اپنی پیاس قیامت تک بجھاتے رہیں گے۔ ''شرفا کی نگری'' اسی مناسبت سے اور یہی اس کی وجہ تسمیہ ہے۔

صوفیائے کرام کے حالات زندگی کا بغور مطالعہ کیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ ان میں جو بات قدر مشترک پائی جاتی ہے وہ یہ کہ ان میں قناعت، صبر و شکر، توکل اور راضی بہ رضا رہنا۔ یہی درس ہمیں سرکار دو عالم ﷺ سے ملتا ہے۔ قرآن اور احادیث مبارکہ ہمارے درمیان وہ روشنی ہے جس سے ہم اپنے دلوں کی سیاہی دور کر سکتے ہیں۔ اسی قرآن اور حدیث کی روشنی کو پھیلانے اللہ کے ولی دنیا میں آتے رہے، جس طرح انسانوں کی ہدایت کے لئے پیغمبر آتے رہے۔

یہی وہ نفوس ہیں جن کی ارواح نے ''قالو بلیٰ'' کہہ کر خداوند کریم کے احکام اور پیغام کو حضرت انسان تک پہنچایا۔

تصوف کا راستہ بڑا کٹھن اور دشوار گزار ہے۔ یہ وہ لوہے کے چنے ہیں جو ہر شخص نہیں چبا سکتا۔ صوفیائے کرام کے تذکرے اور ان کے حالات زندگی کا مطالعہ کریں گے تو اندازہ ہوگا کہ خدائے بزرگ و برتر اپنے ان برگزیدہ بندوں کو کیسے دوست رکھتا ہے۔

یوں تو بیشمار تذکرے لکھے گئے ہیں اور آئندہ بھی لکھے جائیں گے۔ ''شرفا کی نگری'' جسے سید قیام الدین نظامی صاحب الفردوسی نے جس سلیقہ اور اہتمام سے ترتیب دیا ہے اس میں ان کی بزرگان دین سے والہانہ عقیدت اور جذبہ عشق کو بڑا دخل ہے جو انہیں اس کتاب کے لئے نگر نگر پھرا تا رہا۔ ان کی یہ مساعی اور انتھک محنت اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ کو اپنے اسلاف اور اسلام سے جو محبت و مودت ہے وہ تحقیقی مواد جو قریہ قریہ جا کر اکٹھا کیا اور اپنی تحقیق ہمیں دی ان کی اس کاوش سے ہمارے بزرگان دین کے انساب اور سلسلہ ہائے مشائخ با ترتیب ہمارے سامنے

کتاب کی صورت میں موجود ہیں۔

یقیناً یہ تذکرہ "شرفا کی نگری" جس میں پچاس سے زائد صوفیائے کرام کا تذکرہ موجود ہے جسے پڑھ کر ہم اپنے دل ودماغ اور روح کو تقویت دیں گے۔

یہ فیض کیا کم ہے کہ جہاں مخدوم جہاں حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری نے قیام فرمایا اس نگر میں جتنے بھی اللہ کے ولی جن سے رشد وہدایت حقائق ومعارف اور کشف وکرامات کا ظہور ہوا وہ سب کی سب "شرفا کی نگری" میں محفوظ ہو گئے۔

جب کتاب اشاعت کے لمس سے آشنا ہوتی ہے تو اس میں مصنف کو تحقیق کی دشوار گھاٹیوں میں سفر کرنا پڑتا ہے۔

قیام الدین صاحب نظامی الفردوسی مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس سلسلہ کو آگے بڑھانے میں جو پیش قدمی کی ہے وہ یقیناً نقش پائے فردوسیہ میں ایک اضافہ ہوگا۔

کچھ شخصیت کے بارے میں:۔ بڑے وضع دار، سلیم الطبع، بردبار، سادگی ومنکسر المزاجی جو کہ طبیعت کا خاصہ ہے۔ لب ولہجہ میں شیرینی وحلاوت۔ اس کے علاوہ فقر ودرویشی جو عنفوانِ شباب ہی سے مزاج میں ہے۔ امید واثق ہے کہ کتاب ذوق وشوق سے پڑھی جائے گی۔

اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی بجا آوری اور بزرگانِ دین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جتنی بھی محبوب اور برگزیدہ ہستیاں ہیں ان سب کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

THE DAILY JANG KARACHI, FRIDAY DECEMBER 1, 1995

شرفاء کی نگری

تالیف.... سید قیام الدین نظامی قادری الفرودی
ناشر.... نظامی اکیڈمی، مکان نمبر 242 بلاک نمبر 14
نصیر آباد فیڈرل بی ایریا کراچی

صفحات.... 322 قیمت.... دو سو روپے

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ برصغیر پاک و ہند میں اسلام پھیلنے اور اس کی ترویج و اشاعت میں صوفیائے کرام کا بہت بڑا حصہ ہے۔ بڑے بڑے باجبروت اور جاہ و حشم والے بادشاہوں نے تو ملک فتح کیے مگر ان بزرگان دین اور صوفیائے عظام نے اپنی شیریں گفتاری اور بے داغ کردار سے لوگوں کے دلوں پر حکمرانی کی۔ انہوں نے اسلام کی تعلیمات اور روایات کو اس طرح دور دور تک پھیلا دیا کہ لاکھوں بھٹکے ہوئے لوگ راہ راست پر آ گئے۔ ان صوفیائے کرام نے اپنی تحریر و تقریر اور کردار و افعال سے عوام کے دلوں میں گھر کر لیا۔ ان کی رشد و ہدایت کا سلسلہ ان کے آستانوں تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ ان کے ملفوظات اور مکتوبات کے ذریعے ہر جگہ پھیل گیا۔ یہی وجہ ہے کہ پاک و ہند کے ہر خطے اور ہر علاقے میں ان صوفیائے عظام کے مزارات اور آستانے آج بھی مرجع خاص و عام ہیں۔ ان صوفیائے کرام کی زندگی کے بارے میں مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اسلامی تعلیمات کو عام کرنے کے ساتھ ساتھ انہوں نے علم و ادب کی بھی بہت خدمت کی ہے یہی سبب ہے کہ اردو اور ہماری علاقائی زبانوں کا ابتدائی ادبی سرمایہ زیادہ تر انہی بزرگ ہستیوں کے ملفوظات و مکتوبات، ارشادات و افکار پر مشتمل ہے۔ پیش نظر کتاب "شرفاء کی نگری" اسی سلسلے میں بعض صوفیاء حضرات سے متعلق معلومات فراہم کرتی ہے۔ سید قیام الدین نظامی قادری الفرودی صاحب نے اپنی اس تالیف میں صرف صوبہ سندھ سے تعلق رکھنے والے صوفیاء کی زندگی کے حالات و واقعات قلمبند کیے ہیں۔ انہوں نے اس ضمن میں قدیم تاریخی مسودات اور مطبوعہ کتب کا مطالعہ کیا بے شمار دستاویزات کو کھنگالا اور جس قدر تحریری مواد فراہم ہو سکا اس سے استفادہ کر کے پچاس سے زائد صوفیاء کا یہ تذکرہ مرتب کیا جو اپنے سلسلے کی پہلی جلد ہے۔ مؤلف نے بتایا ہے کہ وہ دوسری جلد میں ان بزرگان کا تذکرہ کریں گے جو پہلی جلد میں شامل نہیں ہو سکے۔ کتاب میں متن کے ساتھ مذکورہ ہستیوں کے شجرے اور نسب نامے بھی شامل کیے گئے ہیں اور چند تصاویر بھی شریک اشاعت ہیں جو بزرگوں کے مزارات کی ہیں۔ مؤلف نے خاصی کاوش سے یہ کتاب تالیف کی ہے اور کتاب بڑے سائز میں شائع ہوئی ہے۔

روزنامہ امن کراچی جمعرات ۲۸ ستمبر ۱۹۹۵ء ـــــ صفحہ ۲

کتاب "شرفا کی نگری" کی تقریب رونمائی سے ڈاکٹر منظور احمد اور کتاب کے مصنف سید قیام الدین نظامی خطاب کر رہے ہیں

کتابوں پر تبصرہ

شرفا کی نگری (حصہ اول)

تالیف: سید قیام الدین قادری الفردوسی
ناشر: نظامی اکیڈمی۔ کراچی
صفحات: ۳۲۳
قیمت: ۲۰۰/ دو سو روپے
ملنے کا پتہ: مکان نمبر ۲۲۳ بلاک نمبر ۱۳ نصیر آباد فیڈرل بی ایریا

○ سید قیام الدین نظامی الفردوسی کی یہ تالیف صوبہ بہار (بھارت) کے عظیم صوفی بزرگ حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری کی شخصیت سے متاثر ہو کر لکھی گئی ہے لیکن اس کتاب میں نہ صرف یہ کہ حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری کی پیدائش سے وصال تک زندگی کے ہر پہلو کو نمایاں کیا گیا ہے بلکہ صوبہ بہار کے پچاس سے زائد صوفیائے کرام کے حالات زندگی بھی شامل ہیں۔ ان میں شیخ اسلام حضرت مخدوم عارف مومن" حضرت امام محمد تاج فقیہہ" حضرت مولانا مظفر حسن بلخی" حضرت زین بدر عربی" حضرت پیر بدرالدین بدر عالم زاہدی" حضرت سید شاہ فرزند علی صوفی منیری" اور حضرت شاہ محمد سلیمان پھلواروی" کے حالات زندگی بھی شامل ہیں جن کا شمار برصغیر پاک و ہند کے عظیم صوفی بزرگوں میں ہوتا ہے۔ کتاب کا تقریباً ایک تہائی حصہ بہار کے مختلف سادات خاندانوں کے شجرہ نسب پر مبنی ہے۔ اس طرح یہ "کتاب الانساب" بھی ہے۔ تاہم دوران مطالعہ یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس میں صرف چند سادات خاندانوں کے نسب نامے شامل کئے گئے ہیں۔ چنانچہ اس بات کا امکان ہے کہ کتاب کے دوسرے اور تیسرے حصے میں مزید صوفیائے کرام کے حالات زندگی کے ساتھ ساتھ باقی رہ جانے والے سادات خاندانوں کے نسب نامے بھی شامل کئے جائیں گے۔

کتاب کا مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ کتاب کی تالیف میں مولف نے بے شمار کتابوں سے استفادہ کیا یہ کتاب نہ صرف ان افراد کے لئے بے حد دلچسپی کی حامل ہے جو صوفیائے کرام اور بزرگان دین کے حالات زندگی جاننے کے خواہشمند رہتے ہیں بلکہ یہ ایک عام قاری کے لئے بھی نہایت معلوماتی کتاب ہے یقیناً مولف ان کاوشوں کو سراہا جانا چاہئے۔

(تبصرہ: سید محمد رضی ابدالی)

DAWN Friday, December 29, 1995

All about saints and divines

By Syed Abid Ali

SHARFA KI NAGRI (Part I) by Syed Qayamuddin Nizami Qadri Al-Firdousi Published by Nizami Academy, Karachi; available from: House No. 424, Block No. 14, Naseerabad, Federal B Area, Karachi 322 pp (A4 size, H.B) Rs. 200/-.

In an old world milieu marked by feverish socio-economic activity and keen in fact cut-throat competition in the exploitation of world resources, any attempt on someone's part to have forays into the world of spiritual ascendancy and excellence cannot but be described as quixotic, if not wholly suicidal.

This apparently is the case with the maiden attempt by one Syed Qayamuddin 'Nizami Quadri, Al-Fridausi, a new entrant into the world of letters, to discover and define the credentials of those who have made their mark in the persuit of world here in after, and introduce them to the outside world for the betterment of the humanity at large through the medium of amity and love of fellow beings, and to ingratiate themselves in the Almighty's favour.

To begin with, the very title of the publication under review 'Sharfa Ki Nagri' is not easy to comprehend; it remains, what may be called, colourless, or better lack-lustre, piece of production for being a venture in a field hidden from the common man's eye, and pertaining to the life and works of those not for the pomp and pageantry of this world, but excellence of the soul! Hence much of their acquisitions remain shrouded in mystry and hidden from the eye of the mundane folk. Only the spiritual lot with knack for sub-surface probing and deep-delving of the unknown may expect to know something in the nature of results.

Sharfa Ki Nagri by a half-recluse, half-mundane individual is something which encourages a return of the inquisitive souls to the world of 'Fuqra, Dervishes, Sufis and Sints, all made up of stuff which Syeds are made of, spread over the lengths and breadths of the Indian province of Bihar, (often venue of inter-communal strife in pre-and post-partition times nevertheless a fertile breeding ground of heroes of the world hereafter.)

The publication is end result of the hard work by the author / compiler in Mr. Qayamuddin who for all purpose is a very courageous man to have ventured upon an (intellectual) exploit of little world value or material promise. He has performe to be eulogised to have come to place on paper, and finally in print what lay buried under the sands of time untaken care of, neglected and ignored by present-day researchers. Through this very old kind of attempt, the compiler has given institutionalised status to abstractions like 'Saadaat', 'Kashf' and 'Karamaat' (charisma) so that this and such other publications of the kind would serve to unravel the mystery of the world hereinafter, or the world of Spirit and the Soul.

کتابیات

(فہرست کتب جن سے استفادہ کیا گیا)

کتاب	مصنف	زبان	مقام
مکتوبات صدی (اردو ترجمہ)	شیخ شرف الدین احمد یحیٰی منیری	اردو مطبوعہ	کراچی
مکتوبات دو صدی (اردو ترجمہ)	,, ,, ,,	اردو مطبوعہ	کراچی
معدن المعانی (اردو ترجمہ)	,, ,, ,,	اردو مطبوعہ	بھارت
خوان پر نعمت (اردو ترجمہ)	,, ,, ,,	اردو مطبوعہ	بھارت
تذکرہ مصابیح رشاد (اردو ترجمہ مناقب الاصفیاء)	ابو صالح محمد یونس شعیبی فردوسی	اردو مطبوعہ	بھارت
تاریخ سلسلہ فردوسیہ	پروفیسر محمد معین الدین دردائی	اردو مطبوعہ	بھارت
جدید شعرائے بہار	,, ,, ,,	اردو مطبوعہ	بھارت
صوفیائے بہار اور اردو	,, ,, ,,	اردو مطبوعہ	کراچی
مجلس صوفیہ	,, ,, ,,	اردو مطبوعہ	کراچی
وسیلۂ شرف وذریعۂ دولت	سید شاہ فرزند علی صوفی منیری	اردو مطبوعہ	بھارت
تذکرہ صادقہ	حکیم عبدالرحیم صادق پوری	اردو مطبوعہ	بھارت
اعیان وطن	حکیم سید شاہ محمد شعیب پھلواری	اردو مطبوعہ	بھارت
تذکرۃ الکرام	شاہ محمد کبیر ابو العلائی داناپوری	اردو مطبوعہ	کراچی
آثار منیر	مولانا سید شاہ مراد اللہ منیری فردوسی	اردو مطبوعہ	بھارت
تذکرہ شعرائے منیر شریف	مولانا سید شاہ مراد اللہ منیری فردوسی	اردو مطبوعہ	بھارت
آثار کاکو	سید شاہ غفور الرحمن کاکوی	اردو مطبوعہ	بھارت
تاریخ فرشتہ	محمد قاسم فرشتہ	اردو مطبوعہ	لاہور
تاریخ دعوت و عزیمت	مولانا ابو الحسن علی ندوی	اردو مطبوعہ	کراچی
اہل بیت	سلطان احمد خطیب جامع مسجد ٹوبہ ٹیک سنگھ	اردو مطبوعہ	لاہور
ائمہ اہل بیت	محمد جمیل احمد	اردو مطبوعہ	کراچی
بزم صوفیہ	سید صباح الدین عبدالرحمن	اردو مطبوعہ	بھارت
نظام تعلیم و تربیت	مولانا عبدالباری ندوی	اردو مطبوعہ	بھارت
دیوان فائز	ڈاکٹر خواجہ افضل امام	اردو مطبوعہ	بھارت
تاریخ پارہ گاواں	پروفیسر ڈاکٹر مجیب الرحمن	اردو مطبوعہ	بھارت
مسلم شعرائے بہار	حکیم سید احمد اللہ ندوی	اردو مطبوعہ	کراچی

بہار میں اردو نثر کا ارتقا	مظفر اقبال	اردو مطبوعہ	بھارت
حضرت صوفی منیری کے شعری نگارشات	ڈاکٹر محمد طیب ابدالی	اردو مطبوعہ	بھارت
منیؔا اور ان کی شاعری	ڈاکٹر سید سمیع احمد	اردو مطبوعہ	بھارت
چند تحقیقی مقالے	پروفیسر سید حسن	اردو مطبوعہ	بھارت
امیں معاشرہ	سید امین الرحمن ایڈووکیٹ	اردو مطبوعہ	کراچی
حیات سیدنا (ترجمہ منقبت محمدیہ)	حکیم سید امین احمد قادری داؤ نگری	اردو مطبوعہ	بھارت
اذکار طیبہ	حکیم سید امین احمد قادری داؤ نگری	اردو مطبوعہ	بھارت
نقش دو دنبل (کتابچہ)	منیر قمر منیر شفقوی	اردو مطبوعہ	بھارت
حالات زندگی حضرت مخدوم علاؤالدین بخاری شطاری	ہاشم شطاری	اردو مطبوعہ	بھارت
سادات میاجعفری	سید عبدالقیوم جوادی	اردو مطبوعہ	کراچی
حدیقۃ الانساب	سید جلیل الدین اختر	اردو مطبوعہ	بھارت
تاریخ قاضی منہاج السراج جرجانی	قاضی منہاج	اردو مطبوعہ	لاہور
انوار ولایت	سید شاہ عبدالقادر اسلام پوری	اردو مطبوعہ	بھارت
خیابان بے خزاں	سید مرتضیٰ شبیر رضوی	اردو مطبوعہ	بھارت
جلوۂ وارث	حکیم محمد صفدر علی وارثی	اردو مطبوعہ	بھارت
گلدستہ بہار ماہنامہ ۔ پٹنہ	مختلف شمارے	اردو مطبوعہ	بھارت
ماہنامہ ندیم ۔ گیا	بہار نمبر ۱۹۹۳ء	اردو مطبوعہ	بھارت
ماہنامہ بصائر ۔ کراچی	جلد نہم شمارہ ۲۲-۲۳، ۱۹۶۲ء	اردو مطبوعہ	کراچی
ماہنامہ آستانہ دہلی	اکتوبر ۱۹۹۳ء	اردو مطبوعہ	بھارت
فکر و نظر (سہ ماہی) اسلام آباد	شمارہ ۴ جلد ۲۱ (اپریل جون ۱۹۹۳ء)	اردو مطبوعہ	اسلام آباد
نسب نامہ کھرنیا ۔ میرانی نگر ۔ بلخیہ فردوسیہ	مرتبہ سید ہادی حسن رضوی	اردو قلمی	کراچی
نسب نامہ ابو پورہ اور نگپورہ	مرتبہ سید ظفیر الدین احمد ابدالی	اردو قلمی	کراچی
نسب نامہ	مرتبہ سید محبوب الحق بقاء اصدقی	اردو قلمی	کراچی
نسب نامہ	مرتبہ سید ابو محمد عرف یتیم	اردو قلمی	کراچی
نسب نامہ	مرتبہ سید عبدالودود	اردو قلمی	کراچی
نسب نامہ راجگیر ۔ سیاں ۔ تارنگہ	نامعلوم	اردو قلمی	بھارت
نسب نامہ	مرتبہ خواجہ عبدالستار	اردو قلمی	کراچی
بیاض قلمی	سید مظفر امام	اردو قلمی	کراچی
بیاض قلمی	سید شاہ ولایت حسین ابدالی فردوسی	اردو قلمی	کراچی
بیاض قلمی	سید شاہ علی حیدر احمدی سہروردی	فارسی قلمی	کراچی
تاریخ الشرفا	قاضی سید عبدالحسین کسری	اردو قلمی	کراچی

ریاض الانوار	ڈپٹی سید انوار احمد	فارسی مطبوعہ	بھارت
کنز الانساب	سید شاہ عطا حسین داناپوری	فارسی مطبوعہ	بھارت
مخزن الانساب	سید کریم الدین احمد سیروادی	فارسی مطبوعہ	بھارت
تاریخ حسن	میر سید جواد حسین گیاوی	فارسی مطبوعہ	بھارت
حقیقت محمدیہ	علی شیر سیرانی	فارسی مطبوعہ	بھارت
قسطاس البلاغہ (کلیات)	حضرت مولانا محمد سعید حسرتؒ	فارسی مطبوعہ	بھارت
مقصد البلاغہ (ضمیمہ کلیات)	حضرت مولانا محمد سعید حسرتؒ	فارسی مطبوعہ	بھارت
تاریخ امل	مولوی احمد کبیر حیرت پھلواری	فارسی مطبوعہ	بھارت
مناقب الاصفیاء	مخدوم شاہ شعیب فردوسی	فارسی مطبوعہ	بھارت
اشراف عرب	سید محمد نجم الحسن	اردو مطبوعہ	کراچی
The Comprehensive History of Bihar	سید حسن عسکری اور ڈاکٹر قیام الدین احمد	انگریزی مطبوعہ	بھارت
Indian's Contribution to Hadith Literature	پروفیسر محمد اسحاق	انگریزی مطبوعہ	ڈھاکہ
بزم شمال	طاؤس فاروقی	اردو مطبوعہ	بھارت
تذکرۃ الابرار (اردو ترجمہ)	سید شاہ محمد واحد زیدی الواسطی	اردو مطبوعہ	بھارت
سیارہ ڈائجسٹ	رسولؐ نمبر (نومبر ۷۳ء)	//	کراچی

صوفیائے کرام اور سرزمینِ بہار

بچپن میں جب میں گھر سے باہر آنے جانے لگا تو مسجد و مدرسہ کے علاوہ جس جگہ گیا وہ ہمارے محلے کی حدود میں واقع حضرت جیک نام شاہ بندگی اور اُن کے رفقاء کے مزارات تھے جو ایک اونچے ٹیلے پر واقع تھے۔ کسی گھر میں شادی ہوتی تو نوشہ پہلے مسجد جاکر دو رکعت نفل پڑھتا پھر درگاہ شریف پر جاکر فاتحہ پڑھتا تب بارات دلہن والوں کے گھر جاتی۔ کچھ اور بڑا ہوا تو حضرت مولانا شہباز محمد کی گدی سے واقفیت ہوئی جو مولانا چک میں جامع مسجد سے متصل تھی۔ حضرت شہباز اور ان کے رفقاء کے مزارات مسجد کے صحن میں واقع ہیں اور مرجع خلائق ہیں۔ بھاگلپور میں کسی کو بھی خواہ کتنا ہی زہریلا سانپ کاٹ لے مار گزیدہ اگر مولانا چک پہنچ جائے اور گدی نشین صاحب کے ہاتھوں سے پانی پی لے تو وہ مر نہیں سکتا یہ طے ہے۔ ہم نے اپنے ہائی سکول کے امتحان میں یہی جواب دیا تھا جبکہ جو کچھ کتابوں میں لکھا ہے وہ بھی لکھ دیا تھا کہ ممتحن پنڈت سری موہن پرشاد تھے۔ انہوں نے مجھے بلاکر شاباش دی کہ بیٹا صحیح علاج تم نے بتایا۔ مولانا چک ہر مذہب کے لوگ جاتے تھے اور شفایاب ہوتے تھے۔ ان مزارات میں مدفون صوفیائے کرام کا فیض ہے کہ ہندوستان کے کونے کونے میں اذانوں کی صدا گونجتی ہے ورنہ ہمارے بادشاہوں اور امراء نے اپنی غلط کاریوں کے سبب اسلام کی ترویج و اشاعت میں متعدد رکاوٹیں پیدا کیں۔

یہ حقیقت ہے کہ ارض ہند میں اسلام کی روشنی جن بزرگوں کی کاوشوں کے طفیل پھیلی ان کی خاصی تعداد صوبہ بہار میں مدفون ہے۔

زیر نظر کتاب "شرفا کی نگری" میرے دوست سید قیام الدین کی تحقیق اور عرق ریزی کی مرہون منت ہے۔ اس کتاب میں شامل جن صوفیائے کرام کا تذکرہ ہے خواہ وہ مختصر ہو یا مفصل اس کی تحقیق و جستجو خاصا مشکل کام تھا۔ برادرم قیام الدین اس طرح کا مشکل کام ہمیشہ کرتے رہے ہیں وہ ۱۹۵۹ء میں رحمت اللہ ماڈل ہائی اسکول سے میٹرک پاس ہوئے پھر انہوں نے بی اے کیا اور ۱۹۶۳ء میں دو اور دو چار کی دنیا میں داخل ہو گئے۔ آج کل وہ حبیب بینک میں اسسٹنٹ وائس پریذیڈنٹ ہیں۔ ان کا آبائی وطن موضع اوربگھپور بکورہ ضلع پٹنہ۔ بہار ہے۔ جائے پیدائش موضع کوپا۔ ضلع پٹنہ ہے اور اسی بستی میں اپنی پھوپھی کی دختر سے منسوب ہوئے۔ والدہ کا تعلق موضع پیلاواں آدم پور کے سادات رضویہ سے ہے۔ صوفیائے بہار میں سے اکثر بزرگوں سے نسبی تعلق کا شرف حاصل ہے۔

مؤلف موصوف، ان کے بھائی اور بیٹے اچھا ادبی، مذہبی اور سیاسی ذوق رکھتے ہیں۔ تحریر و تقریر کا ہنر بھی خاندانی ورثہ ہے۔ جناب قیام الدین سادات بہار ایسوسی ایشن کے بانی اور سرگرم رکن ہیں۔ تنظیم کے تمام اجلاسوں میں اپنے مقالے پڑھتے رہے ہیں جو بہت پسند کئے گئے۔ ماہنامہ "شرف" کراچی کی بنیاد رکھی اور معاونت کی۔ والد کی نسبت سے نظامی اور روحانی سلسلوں سے وابستگی کی بنا پر اپنے نام کے ساتھ قادری الفردوسی لکھتے ہیں۔ اپنے پیر کے چچیتے اور مخدوم جہاں کے شیدائی ہیں۔ خشیت الٰہی، حب رسول آل و اصحاب نبی سے تعلق قلبی اور اولیائے کرام سے عقیدت ان کا مسلک ہے۔ خلوص و محبت نیکی و شرافت۔ سادگی و انکساری اور کم گوئی ان کی فطرت۔ "شرفا کی نگری" ان کی پہلی مگر کامیاب کوشش ہے۔ جس کی اللہ تعالیٰ کے حضور شرف قبولیت اور قارئین میں مقبولیت کے لئے دعا گو ہوں۔

منظر علی خان منظر